



فتاویٰ محسوسہ

فتیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ

تبویب، تخریج اور تعلق

زیر سرپتی

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب زید مجاہد

زیر نگرانی

دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فہرست عنوانات

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
	بقیۃ کتاب الحظر والإباحۃ	
	باب مایتعلق بالجنات	
	(جنات کا بیان)	
۲۰ انسان افضل ہے یا جنات	۱
۲۱ کسی دیو کے نبی کی شکل و صورت اختیار کرنے کا عقیدہ	۲
۲۲ جن کا انسانی صورت میں ظاہر ہونا	۳
۲۲ دیو کا حضرت سلیمان علیہ السلام کی صورت بنانا	۴
۲۵ جنات اور شیاطین انسان کو ستا سکتے ہیں یا نہیں؟	۵
۲۶ جن کا مختلف صورتوں میں آنا	۶
۲۷ مزارات پر جنات کا آنا	۷

۲۹	جن اور پیر کا عورتوں پر آنا.....	۸
۳۰	جنات سے حمل.....	۹
۳۱	جماع جن سے استنقار حمل.....	۱۰
۳۱	کیا آسیبی اثر سے زبان گنگ ہو سکتی ہے؟.....	۱۱
۳۲	جنات کو جلانا.....	۱۲
۳۲	جنات کا عمل.....	۱۳
۳۳	جنات کی مالی اعانت.....	۱۴
۳۳	مرغ کیوں بولتا ہے؟.....	۱۵
۳۴	گدھا کیوں بولتا ہے؟.....	۱۶
۳۵	گدھا کیوں بولتا ہے.....	۱۷
۳۵	ستارہ ٹوٹنے کا سبب، مرغ بولنے کی وجہ.....	۱۸
۳۶	ہمزاد کیا ہے؟.....	۱۹
۳۷	طویل العمر جن صحابی کا ظہور.....	۲۰

باب ما يتعلق بالسحر والعوذة

الفصل الأول في السحر

(سحر کا بیان)

۴۸	سحر کا حکم.....	۲۱
۴۹	سحر کا اثر اور ساحر کا حکم.....	۲۲
۵۰	جادو کرنے والے کا حکم.....	۲۳
۵۱	دفع سحر کے لئے سحر سیکھنا.....	۲۴
۵۲	دفع سحر کے لئے سحر کرنا.....	۲۵
۵۳	دفع سحر کی ترکیب.....	۲۶

۲۷ مشرکانہ منتر سے علاج	۵۴
۲۸ منتر کے ذریعہ علاج کرنا	۵۵
۲۹ قرعہ کے ذریعے ساحر یا مجرم معلوم کرنا	۵۵
۳۰ جادو، گنڈہ وغیرہ غیر مسلم سے لینا	۶۱
الفصل الثانی فی العودۃ (تعویذ کا بیان)		
۳۱ کیا تعویذ میں اثر ہے؟	۶۳
۳۲ تعویذ اور عملیات	۶۴
۳۳ خون سے تعویذ لکھنا	۶۵
۳۴ مرغ کے خون سے تعویذ لکھنا	۶۶
۳۵ ڈاکوؤں کو تعویذ کے ذریعہ ہلاک کرنا	۶۷
۳۶ تعویذ، گنڈے کے لئے نامحرم سے میل جول	۶۸
۳۷ عورتوں کو عامل سے تعویذ لینا اور کاہنوں سے جھاڑ پھونک کرانا	۷۲
الفصل الثالث فی العملیات والوظائف والأوراد (عملیات اور وظائف کا بیان)		
۳۸ عملیات سے متعلق چند ضروری سوالات	۷۳
۳۹ قرآن شریف کے ذریعہ چور کا نام نکالنا	۷۵
۴۰ آیت قرآنی کے ذریعہ چور کا نام نکالنا	۷۶
۴۱ چور کا نام نکالنا	۷۷
۴۲ کافر سے جھاڑ پھونک	۷۷
۴۳ غیر مسلم سے آسیب کا علاج کرانا	۷۸

۷۹	غیر مسلم سے جھاڑ پھونک کرانا.....	۴۴
۸۰	حاضرات نکلوانا.....	۴۵
۸۱	نظر بد کے لئے مرچیں جلانا.....	۴۶
۸۲	نظر بد سے حفاظت کے لئے بچوں کے چہرہ پر سیاہ داغ لگانا.....	۴۷
۸۳	علم جفر کا حکم.....	۴۸
۸۵	جھاڑ پھونک سے سانپ کے کاٹنے کا علاج.....	۴۹
۸۶	غیر مسلم سے سانپ کے کاٹے کو جھڑوانا.....	۵۰
۸۷	سفلی عمل کے ذریعے سٹہ کا نمبر بتانا.....	۵۱
۸۸	عمل برائے امداد مظلومین واجرت تعویذ.....	۵۲
۸۹	عمل برائے گمشدہ.....	۵۳
۸۹	کشف ارواح کا عمل.....	۵۴
۸۹	شادی ہونے کے لئے عمل.....	۵۵
۹۰	وسعت رزق کا عمل.....	۵۶
۹۰	وسعت معیشت کا علاج.....	۵۷
۹۰	دست غیب کا عمل.....	۵۸
۹۱	یا جبرائیل بحق یا وہاب کا وظیفہ.....	۵۹
۹۱	”قل هو اللہ احد، یا جبرئیل“ کا وظیفہ.....	۶۰
۹۲	”ناد علی“ کا وظیفہ.....	۶۱
۹۳	عمل کو پلٹنے کا حکم.....	۶۲
۹۴	جوانی میں عملیات کرانا.....	۶۳
۹۴	لکھے ہوئے پانی کی مضرت اور اس کا علاج.....	۶۴
۹۵	عذاب قبر سے حفاظت کا عمل.....	۶۵

باب الأشتات

(حظر و اباحت کے مختلف مسائل کا بیان)

۶۶	سبز پتوں اور شاخوں کو کاٹنا.....	۹۷
۶۷	پھل دار درخت کو کاٹنا.....	۹۸
۶۸	پانچے سے پیشاب پاخانہ وغیرہ کرنا.....	۹۹
۶۹	نئی صدی کا استقبال.....	۱۰۰
۷۰	غلط پروپیگنڈہ کی مذمت.....	۱۰۱
۷۱	چراغ پھونک مار کر بجھانا.....	۱۰۲
۷۲	رڈی کا غذا گتہ بنانا.....	۱۰۳
۷۳	تعلیم کی غرض سے بچوں سے نعت پڑھوانا.....	۱۰۴
۷۴	آلہ مکبر الصوت.....	۱۰۵
۷۵	جس لاؤڈ اسپیکر پر گانے گائے جائیں، اس سے سحری کے لئے جگانا.....	۱۰۶
۷۶	بجلی سے آدمی کیوں مر جاتا ہے؟.....	۱۰۶
۷۷	کمر کے دونوں جانب ہاتھ رکھنا.....	۱۰۷
۷۸	کیڑے مکوڑوں کی پیدائش.....	۱۰۸
۷۹	غلامی کو ناپسند کرنا.....	۱۰۸
۸۰	دوسرے کی دیوار پر اپنے مکان کی بنیاد رکھنا.....	۱۰۹
۸۱	خدا کے واسطے معافی مانگنے پر معاف نہ کرنا اور روپے لے کر معاف کرنا.....	۱۱۰
۸۲	”إنشاء اللہ“ کہنا.....	۱۱۰
۸۳	”خدا اور رسول کو منظور ہو تو“ کہنا کیسا ہے؟.....	۱۱۱
۸۴	حسن بخاری شریف.....	۱۱۱

۸۵	کھانا کھاتے وقت چارپائی کی پائنتی کی طرف بیٹھنا	۱۱۳
۸۶	کسی کی بات کا ثنا	۱۱۴
۸۷	اپنی بات کو اونچا رکھنا	۱۱۴
۸۸	آب حیات	۱۱۵
۸۹	کیا لڑکے والا افضل ہے لڑکی والے سے؟	۱۱۵
۹۰	شاگرد سے احتلام کے کپڑے دھلوانا	۱۱۶
۹۱	نابالغ شاگرد سے خدمت لینا	۱۱۶
۹۲	چھوٹے بچوں سے خدمت لینا	۱۱۷
۹۳	امرد کی تعریف	۱۱۸
۹۴	امرد سے خط و کتابت	۱۱۹
۹۵	امرد کو کن کن سے احترام کرنا چاہیے؟	۱۱۹
۹۶	خودداری کا مفہوم	۱۲۰

کتاب الرهن

(گروی رکھنے کا بیان)

۹۷	توسیع مدت رہن پر معاوضہ لینا	۱۲۱
۹۸	مکان مرہون میں رہنا	۱۲۲
۹۹	مرہون سے نفع اٹھانا	۱۲۳
۱۰۰	مالک کی اجازت سے رہن سے نفع اٹھانا	۱۲۵
۱۰۱	انتفاع از رہن	۱۲۶
۱۰۲	انتفاع بالمرہون	۱۲۸
۱۰۳	انتفاع بالمرہون	۱۳۰
۱۰۴	موروثی زمین کو رہن رکھنا	۱۳۰
۱۰۵	کھیت کا رہن	۱۳۳

۱۰۶	زمین رہن پر دینے کی صورت.....	۱۳۴
۱۰۷	رہن اور اجارہ.....	۱۳۶
۱۰۸	ضمان مرہون میں کوئی قیمت معتبر ہوگی اور امانت کو رہن رکھنا.....	۱۳۹
۱۰۹	بیع و رہن کی ایک صورت.....	۱۴۰
۱۱۰	رہن کی واپسی و رٹائے راہن کے لئے.....	۱۴۵

کتاب الفرائض

الفصل الأول فی التركة وتصرف المیت فیہا (ترکہ اور میت کے تصرف کا بیان)

۱۱۱	اپنی جائیداد کو اپنی زندگی میں ورثاء پر تقسیم کرنا.....	۱۴۷
۱۱۲	مملوکہ اور سرکاری زمینوں میں وراثت.....	۱۴۹
۱۱۳	مال شرکت کی وراثت.....	۱۵۰
۱۱۴	کیا بیوی کے مرنے پر مہر بھی ترکہ ہے؟.....	۱۵۲
۱۱۵	مرحومہ زوجہ کا مہر ترکہ میں داخل ہے یا نہیں؟.....	۱۵۲
۱۱۶	ایک بیٹے کو روپیہ دینے کے بعد دیگر ورثاء کا اس میں حق.....	۱۵۳
۱۱۷	اپنی جائیداد مدرسہ کو دینا.....	۱۵۴
۱۱۸	اپنا پیسہ وارث کو دے یا مدرسہ میں؟.....	۱۵۶
۱۱۹	غیر وارث کو کچھ جائیداد دینا.....	۱۵۶
۱۲۰	جائیداد دیگر واپسی.....	۱۵۸

الفصل الثانی فی ما يتعلق بدين المیت وأمانته (میت کے قرض اور امانت کا بیان)

۱۲۱	میت کے ذمہ قرض ہو تو اس کا حکم.....	۱۶۰
-----	-------------------------------------	-----

۱۶۲	قرضہ میت کون ادا کرے؟	۱۲۲
۱۶۲	باپ کا قرض ادا کر کے اس کو میراث سے وصول کرنا	۱۲۳
۱۶۳	مرحوم کا قرضہ مسجد میں دینا	۱۲۴
۱۶۵	میت پر دعوائے دین	۱۲۵
۱۶۶	ورثاء اور غرماء کے درمیان مصالحت	۱۲۶
۱۶۲	ورثاء اور غرماء کی مصالحت پر اشکال	۱۲۷
۱۶۲	دین مہر مقدم ہے میراث کی تقسیم پر	۱۲۸
۱۶۳	ودیعت کا روپیہ وفات مودع پر اس کی مرضی کے خلاف صرف کرنا	۱۲۹
۱۶۷	میت کی امانت ورثاء کو دی جائے	۱۳۰
۱۶۸	میت کا مہر بیوی کے سامنے رکھنے سے ادا ہو گیا	۱۳۱
<h3>الفصل الثالث فی وصیۃ المیت وإقرارہ</h3> <h4>(میت کی وصیت اور اقرار کا بیان)</h4>		
۱۸۱	وصیت بحالت سکران	۱۳۲
۱۸۳	وارث کے لئے وصیت	۱۳۳
۱۸۳	وصیت بحق وارث	۱۳۴
۱۸۶	وارث کے حق میں وصیت	۱۳۵
۱۸۸	چچا زاد اور پھوپھی زاد میں تقسیم ترکہ اور وصیت	۱۳۶
۱۹۰	لڑکی کے حق میں وصیت	۱۳۷
۱۹۲	لڑکی کے لئے وصیت یا ہبہ	۱۳۸
۱۹۵	وارث اور اجنبی کے لئے وصیت	۱۳۹
۲۰۲	وارث کے حق میں وصیت	۱۴۰
۲۰۴	ایضاً	۱۴۱
۲۰۸	بھانجے، بھتیجے، پھوپھی، قربانی اور ایصالِ ثواب کے لئے وصیت کرنا	۱۴۲

۲۱۰ بیٹی کے حق میں وصیت اور بیٹی اور مرحوم کے بھائی کے درمیان تقسیم ترکہ	۱۴۳
۲۱۲ وصیت ایک تہائی ترکہ سے نافذ ہوتی ہے	۱۴۴
۲۱۶ وصیت ایک تہائی میں	۱۴۵
۲۱۷ وصیت اور تقسیم ترکہ	۱۴۶
۲۱۹ مال وصیت کے بارے میں اختلاف	۱۴۷
۲۲۰ میراث کی ایک صورت اور وصیت نامہ	۱۴۸
۲۲۳ وصیت پورا کرنے کی ایک صورت	۱۴۹
۲۲۴ قربانی کی وصیت پر عمل کب تک واجب ہے؟	۱۵۰
۲۲۵ وصی اور وارث میں اختلاف	۱۵۱
۲۲۹ بیوی کے لئے جائیداد کی وصیت	۱۵۲
۲۳۱ کنواں کھدوانے کے لئے سو روپے کی وصیت	۱۵۳
۲۳۲ والد کی وصیت کہ میرا فلاں بیٹا میرے کفن و دفن میں شریک نہ ہو	۱۵۴
۲۳۵ مرض الموت کی حد اور تعریف اور مرض الموت میں وارث کے حق میں اقرار	۱۵۵
۲۳۶ عورت کا ارادہ تھا کہ اپنے کڑے مدرسہ میں دیدے اس کے انتقال پر شوہر کیا کرے؟	۱۵۶
الفصل الرابع فی استحقاق الإرث وعدمہ (استحقاق اور عدم استحقاق وراثت کا بیان)		
۲۳۷ حق وراثت موت مورث کے بعد ہوتا ہے	۱۵۷
۲۳۸ حق میراث نہ لینے سے باطل نہیں ہوتا	۱۵۸
۲۳۹ حصہ میراث پر قبضہ نہ کرنے سے میراث باطل نہیں ہوتی	۱۵۹
۲۴۱ پراویڈنٹ فنڈ کا ورثہ میں سے مستحق کون ہوگا؟	۱۶۰
۲۴۶ پراویڈنٹ فنڈ کا مستحق انتقال ملازم کے بعد کون ہے؟	۱۶۱
۲۴۸ مدرس کے انتقال کے بعد اس کی بقایا تنخواہ کا مستحق اس کا بڑا لڑکا ہوگا یا سب اولاد؟	۱۶۲

۱۶۳	غیر شادی شدہ لڑکا شادی کا خرچ میراث سے لے سکتا ہے یا نہیں؟	۲۵۰
۱۶۴	رخصتی سے پہلے انتقال ہو جائے تو مہر اور وراثت پوری پوری ملے گی	۲۵۱
۱۶۵	دادا اور مربی کے مال میں حق	۲۵۲
۱۶۶	غائب غیر مفقود کا حصہ وراثت	۲۵۵
۱۶۷	گناہ کی وجہ سے میراث ساقط نہیں ہوتی	۲۵۶
۱۶۸	کیا پاگل کی بیوی کو میراث ملے گی؟	۲۵۷
۱۶۹	ناراض بیوی کو میراث کا حصہ اور مہر دونوں ملیں گے	۲۵۹
۱۷۰	بحالت مرض طلاق سے بیوی کو وراثت ملے گی یا نہیں؟	۲۶۰
۱۷۱	کیا کوئی وارث ترکہ میت کا کرایہ دار ہو سکتا ہے؟	۲۶۱
۱۷۲	سوال متعلق استفتاء بالا	۲۶۳
۱۷۳	دین مہر کی وراثت	۲۶۵
۱۷۴	جہیز، مہر، وراثت	۲۶۶
۱۷۵	متوفیہ بیوی کی اولاد کا مہر کا مطالبہ کرنا	۲۶۹
۱۷۶	بیوی کے انتقال کے بعد ادائیگی مہر کی صورت	۲۷۱
۱۷۷	وفات شوہر پر مطالبہ مہر اور حصہ میراث	۲۷۲
۱۷۸	ایک بیوی کی اولاد کو دوسری بیوی کے ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا	۲۷۴
۱۷۹	کیا بیوی کے ساتھ پہلے شوہر سے آئی ہوئی لڑکیوں کو وراثت میں حصہ ملے گا؟	۲۷۶
۱۸۰	کسی وارث کی ترکہ سے دستبرداری، زندگی میں لڑکے، لڑکی کو بہتہ میں برابری اور ان کے حصے	۲۷۷
۱۸۱	عورت کا سوتیلہ بیٹا وارث نہیں	۲۷۹
۱۸۲	داماد وارث نہیں	۲۷۹
۱۸۳	حق وراثت جبراً وصول کرنا	۲۸۰
۱۸۴	دوسرے وارث کے حصہ پر قبضہ کرنا	۲۸۱
۱۸۵	واحد کے موروثی مکان کو تعمیر کر کے اس میں دوسرے ورثاء کا حق	۲۸۳

۲۸۴ مشترکہ زمین میں کسی وارث کا مکان تعمیر کر کے ملکیت کا دعویٰ کرنا	۱۸۶
۲۸۵ باپ کی جائیداد پر زبردستی قبضہ کرنا	۱۸۷
۲۸۶ غیر کفو میں نکاح اور مکان مورث پر قبضہ	۱۸۸
۲۸۸ متوفی کی زمین کو صرف نام کر دینے سے ملکیت نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ ورثہ کا حق ہے	۱۸۹
الفصل الخامس فی موانع الإرث		
(موانع ارث کا بیان)		
۲۹۱ کیا اختلاف دارین مانع ارث ہے، وارث ہونے کا دعویٰ کیسے ثابت ہوگا؟	۱۹۰
۲۹۴ کیا مرتدہ وراثت کا حق دار ہے؟	۱۹۱
۲۹۶ جو عورت قادیانی ہو جائے کیا وہ مستحق میراث ہے؟	۱۹۲
الفصل السادس فی التصرف فی التركة		
(ترکہ میں تصرف کرنے کا بیان)		
۲۹۸ میراث میں بعض ورثاء کا تصرف	۱۹۳
۳۰۷ ادائے قرض سے پہلے ترکہ میت سے نفع اٹھانا	۱۹۴
۳۰۹ ترکہ میت میں اگر بعض ورثاء تجارت کریں، کیا اس میں سب شریک ہوں گے؟	۱۹۵
۳۱۰ ترکہ مشترکہ سے ایک وارث نے زمین خریدی، اس میں دوسرے وارث کا حصہ	۱۹۶
۳۱۱ میت کا زمین بیوی کے نام خریدنا، اور مال مشترک میں ورثاء کا تصرف	۱۹۷
۳۱۴ مشترکہ موروثہ جائیداد میں کسی شریک کا اپنے حصہ پر قبضہ نہ کرنا	۱۹۸
۳۲۱ مال موروثہ مشترک سے صدقہ دینا	۱۹۹
۳۲۲ مال مشترک سے اعزہ کی ضیافت	۲۰۰
۳۲۴ ترکہ میت سے ضیافت و ایصال ثواب	۲۰۱
۳۲۵ بھتیجیوں کی پرورش کا صرف بھائی کے ترکہ سے وصول کرنا	۲۰۲
۳۲۷ موت زوجہ کے بعد زوج کا اس کے ترکہ میں خصوصی دعویٰ	۲۰۳

۳۲۸	۲۰۴
۳۲۹	۲۰۵
۳۳۰	۲۰۶
۳۳۲	۲۰۷
۳۳۳	۲۰۸
الفصل السابع فی الإرث فی المال الحرام (مال حرام میں وراثت کا بیان)		
۳۳۸	۲۰۹
۳۳۹	۲۱۰
۳۴۰	۲۱۱
۳۴۰	۲۱۲
۳۴۲	۲۱۳
۳۴۳	۲۱۴
۳۴۴	۲۱۵
الفصل الثامن فی ذوی الفروض (ذوی الفروض کا بیان)		
۳۴۶	۲۱۶
۳۴۷	۲۱۷
۳۴۷	۲۱۸
۳۴۸	۲۱۹
۳۵۱	۲۲۰

۲۲۱	ورثاء میں زوجہ، دو بیٹیاں، تین بھتیجے ہوں تو تقسیم میراث ..	۳۵۳
۲۲۲	ورثہ میں بہن اور بیوی کا چچا ہو تو ترکہ کس کو ملے گا؟ ..	۳۵۴
۲۲۳	بہن اور چچا کا حصہ میراث ..	۳۵۶
۲۲۴	بیوہ بھئی اور بہن میں تقسیم میراث ..	۳۵۷
۲۲۵	زوج، ام، حقیقی بہن اور چچا کے درمیان تقسیم میراث ..	۳۵۷
۲۲۶	ورثاء میں زوج، حقیقی بہن اور علاتی بہن ہو تو تقسیم میراث ..	۳۵۹
۲۲۷	تین بھتیجے، ایک بیٹی ہو تو تقسیم ترکہ ..	۳۶۱
۲۲۸	تین بیٹوں اور ایک بیٹی میں تقسیم میراث ..	۳۶۲
۲۲۹	ایک بیٹے اور تین بیٹیوں میں تقسیم میراث ..	۳۶۵
۲۳۰	دو بیویوں اور ان کی اولاد میں تقسیم میراث ..	۳۶۷
۲۳۱	ورثاء میں حقیقی بھئی اور بہن کی اولاد ہو تو تقسیم ترکہ ..	۳۶۹
۲۳۲	نانی کو میراث ..	۳۷۱
۲۳۳	بعض ورثاء کو کچھ دیگر فرض کر دینا ..	۳۷۲
۲۳۴	تقسیم میراث کی ایک صورت ..	۳۷۴
۲۳۵	سوئیے بیٹے کی موہوبہ جائیداد میں دیگر ورثاء کا حق ہے یا نہیں؟ ..	۳۷۵
۲۳۶	من سخہ کی ایک صورت کا حکم ..	۳۷۷
۲۳۷	من سخہ کی ایک صورت ..	۳۷۹
۲۳۸	ذوی الفروض اور عصباء میں تقسیم وراثت ..	۳۸۲
۲۳۹	شوہر اور بھئیوں میں تقسیم ترکہ ..	۳۸۳
۲۴۰	باپ اور بیٹے کے میراث کی تقسیم ..	۳۸۴
۲۴۱	صورت عکلمہ میں باپ کا حصہ ..	۳۸۸
۲۴۲	تقسیم میراث کی ایک صورت ..	۳۸۹
۲۴۳	ابن صلبہ شریعہ تقسیم کی ہوئی جائیداد میں وراثت ..	۳۹۲

۳۹۴	بیٹے اور بیٹی میں تقسیم ترکہ.....	۲۴۴
۳۹۵	فرائض اور تعیین ترکہ.....	۲۴۵
۳۹۷	روحی الزوجین اور ابن و بنت معق اور ابن و بنت رضاعی کی باہمی ترتیب.....	۲۴۶
۴۰۰	توریت اُخت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب.....	۲۴۷
۴۰۲	مہر معاف کرنے کے بعد مطالبہ کرتا.....	۲۴۸
۴۰۲	پنشن اور ریجوبی فنڈ میں میراث کا حکم.....	۲۴۹
۴۰۲	بیمہ فنڈ میں میراث کا حکم.....	۲۵۰
۴۰۲	پنشن میں بیوی اور دیگر ورثاء کا حق.....	۲۵۱
۴۰۲	میڈیکل امداد میں ورثاء کا حق.....	۲۵۲
۴۰۲	بلڈنگ میں بیوی اور دیگر ورثاء کا حق.....	۲۵۳
۴۰۳	سامان آرائش میں وراثت.....	۲۵۴
۴۰۳	دوسرے لوگوں کے پاس پڑے ہوئے سامان پر میت کی طرف سے بخشش کا دعویٰ.....	۲۵۵
۴۰۷	فنڈ کی رقم کے متعلق بھائی کا نام لکھوا دینا.....	۲۵۶
۴۰۹	جائیداد میں شرکت اور اس کی تقسیم.....	۲۵۷
۴۱۲	جائیداد اور وراثت.....	۲۵۸
۴۱۷	بھائی اور بہن کی موجودگی میں بہن کی لڑکی کے لئے وصیت.....	۲۵۹
۴۱۸	ترکہ سے نفقہ عدت و فوات اور خرچہ رضاعت کا ثنا اور تقسیم ترکہ.....	۲۶۰
<p>الفصل التاسع فی العصابات وذوی الأرحام وتوریت الحمل</p> <p>(عصابات، ذوی الارحام اور توریت حمل کا بیان)</p>		
۴۲۰	عصبات کی انتہا کیا دوا کے چچ تک ہے؟.....	۲۶۱
۴۲۱	عصوبت کہاں ختم ہوتی ہے؟.....	۲۶۲

۲۶۳	چوتھی پشت کا عصبہ بھی وارث ہے	۲۶۳
۲۶۴	یعنی مقدم ہے ملاتی پر	۲۶۴
۲۶۵	علاقہ بھتیجا، یعنی کی موجودگی میں وارث نہیں	۲۶۵
۲۶۶	یعنی بھائی کی موجودگی میں علاقہ بھائی کو کچھ نہیں ملتا	۲۶۶
۲۶۷	علاقہ بہن اور چچا زاد بھائی کے درمیان تقسیم ترکہ	۲۶۷
۲۶۸	بھتیجیوں اور بھانجیوں میں ترکہ کی تقسیم	۲۶۸
۲۶۹	دو بیویوں کی اولاد میں تقسیم میراث	۲۶۹
۲۷۰	دو بیویوں کی اولاد میں تقسیم ترکہ	۲۷۰
۲۷۱	سوال متعلق استفتاء بالا	۲۷۱
۲۷۲	عصبہ کی موجودگی میں ذوی الارحام کی وراثت	۲۷۲
۲۷۳	میراث ذوی الارحام	۲۷۳
۲۷۴	ذوی الارحام کا مسئلہ	۲۷۴
۲۷۵	ذوی الارحام کی حد بندی	۲۷۵
۲۷۶	بیوہ، علاقہ بھتیجی اور حقیقی بھانجیوں میں تقسیم ترکہ	۲۷۶
۲۷۷	بیوہ، حقیقی ممانی اور حقیقی ماموں زاد بھائی اور بہنوں میں تقسیم ترکہ	۲۷۷
۲۷۸	ذوی الارحام میں تقسیم میراث کی ایک صورت	۲۷۸
۲۷۹	چچا نے بھتیجا کی پرورش کی، کیا چچا کی خرید کردہ جائیداد میں بھتیجا کا حصہ ہے	۲۷۹
۲۸۰	توریت حمل کی ایک صورت	۲۸۰
۲۸۱	حلاق کے بعد حمل تک مستحق میراث ہے؟	۲۸۱
۲۸۲	توریت حمل کی متعدد صورتیں اور ان پر اشکالات	۲۸۲
۲۸۳	سوال متعلق استفتاء بالا	۲۸۳
۲۸۴	ایضاً	۲۸۴

۲۸۵	ایضاً	۴۶۳
	الفصل العاشر فی الحجب والحرمان	
	(حجب اور حرمان کا بیان)	
۲۸۶	ایک وارث دوسرے وارث کی موجودگی میں محروم کیوں ہے؟	۴۶۴
۲۸۷	شادی کی وجہ سے لڑکیاں محروم نہیں ہوتیں۔	۴۶۴
۲۸۸	کیا ترکہ میں کوئی چیز ایسی بھی ہے جس سے بیٹی محروم ہے؟	۴۶۵
۲۸۹	بیوہ نکاح ثانی کی وجہ سے وراثت سے محروم نہیں۔	۴۶۸
۲۹۰	بیوہ اگر دوسرا نکاح کرے تو وہ وراثت سے محروم نہیں۔	۴۷۰
۲۹۱	عقد ثانی کی وجہ سے بیوی کا حصہ کم نہیں ہوتا۔	۴۷۰
۲۹۲	دادا کی میراث سے پوتا کیوں محروم ہے؟	۴۷۱
۲۹۳	بیٹوں کی موجودگی میں پوتے کا حق وراثت۔	۴۷۲
۲۹۴	بیٹے کی موجودگی میں پوتے کی میراث۔	۴۷۳
۲۹۵	پوتا وارث کیوں نہیں؟	۴۷۳
۲۹۶	بیٹوں کی موجودگی میں پوتے کو جائیداد دینا۔	۴۷۴
۲۹۷	لڑکیوں کے ہوتے ہوئے جائیداد نو اسہ کو دینا۔	۴۷۵
۲۹۸	لڑکیوں کو محروم کرنے کی نیت سے بحالت مرض لڑکے کو جائیداد دینا۔	۴۷۶
۲۹۹	جائیداد بقیہ و دین بیٹوں کو نہ دینا۔	۴۷۹
۳۰۰	باپ و بیٹوں کی موجودگی میں بھتیجے وارث نہیں۔	۴۸۰
۳۰۱	سے پاک بنانا۔	۴۸۳
۳۰۲	حج بدل اور وقف کے ذریعہ ورثہ کو محروم کرنا۔	۴۸۴
۳۰۳	نافرمان بیٹے کو عاق کرنا۔	۴۸۶
۳۰۴	نافرمان بیٹے کو میراث سے محروم کرنا۔	۴۸۷
۳۰۵	نافرمان اولاد کو عاق کرنا۔	۴۸۹

۴۹۱	ترکہ کے مکان سے کسی وارث والگ کرنا۔	۳۰۶
۴۹۲	بیوہ کو محروم کرنے کے لئے ورثائے شوہر کا دعوائے طلاق۔	۳۰۷
الفصل الحادی عشر فی المتفرقات		
۴۹۵	نابالغ کے مال کی ولایت کس کو ہے؟	۳۰۸
۴۹۶	سفید کاموں میں سب سے کس کے حوالے کیا جائے؟	۳۰۹
۴۹۷	کیا بھانت میراث کا عوض ہے؟	۳۱۰
۴۹۸	ولی عہد بنانا۔	۳۱۱
۴۹۹	بھائی کے وعدے۔	۳۱۲
۵۰۰	اگر سونے شیعہ سنی کے وارث کا ہو تو جواب کس طرح دیا جائے؟	۳۱۳
۵۰۲	شیعہ عورت بغیر وارث چھوڑے مرنے پر اس کے موروثہ زیور کا مصرف۔	۳۱۴
۵۰۳	کفن ترکہ سے دیا جائے گا یا شوہر کے ذمہ ہے؟	۳۱۵
۵۰۴	فرائض کے قواعد۔	۳۱۶
باب		
رسالہ آسان فرائض		
۵۱۱	علم الفرائض کی فضیلت۔	۳۱۷
۵۱۲	اصطلاحات فرائض کی وضاحت۔	۳۱۸
۵۱۲	ترکہ میت میں حقوق واجبہ۔	۳۱۹
۵۱۳	ورثہ کی قسمیں۔	۳۲۰
۵۱۴	حصص معینہ کی قسمیں۔	۳۲۱
فصل فی ذوی الفروض		
۵۱۵	ذوی الفروض کی اقسام۔	۳۲۲

۳۲۳	زور کے حالات	۵۱۵
۳۲۴	آب کے حالات	۵۱۵
۳۲۵	جد کے حالات	۵۱۶
۳۲۶	ابن الام کے احوال	۵۱۶
۳۲۷	زوق کے احوال	۵۱۷
۳۲۸	اناث کے حالات	۵۱۷
۳۲۹	زوجہ کے احوال	۵۱۷
۳۳۰	بنت کے احوال	۵۱۷
۳۳۱	بنت الامن کے حالات	۵۱۸
۳۳۲	اخت تینی سے عداوت	۵۱۸
۳۳۳	اخت عاتی کے احوال	۵۱۸
۳۳۴	اخت خنیفی کے احوال	۵۱۹
۳۳۵	ام کے حالات	۵۱۹
۳۳۶	جدہ کے حالات	۵۲۰
فصل فی العصبۃ		
۳۳۷	عصبات کی قسمیں	۵۲۰
فصل فی الحجب والحرمات		
۳۳۸	الحجب	۵۲۲
۳۳۹	الحرمات	۵۲۳
فصل فی مخارج ذوی الفروض		
۳۴۰	مخرج فروض	۵۲۳

باب فی العول

۵۲۷ چھ کا عول	۳۳۱
۵۲۸ بارہ کا عول	۳۳۲
۵۲۹ چوبیس کا عول	۳۳۳

باب الرد

۵۳۱ مسائل رد	۳۳۴
۵۳۱ رد کی قسم اول	۳۳۵
۵۳۲ رد کی قسم ثانی	۳۳۶

فصل فی التماثل والتداخل والتوافق والتباين

۵۳۸ معرفت نسبت کا طریقہ	۳۳۷
-----	---------------------------	-----

۵۳۹

فصل فی التصحيح

باب المناسخة

۵۵۲



بقیۃ کتاب الحظر والإباحۃ

باب مایعلق بالجنات

(جنات کا بیان)

انسان افضل ہے یا جنات

سوال [۹۵۶۹]: ہذا من حفت الحن و پاس لا نعدون بہ (۱) کیا جن انسان سے افضل ہیں، کیونکہ جن وہاں کر رہے ہیں؟
الجواب حامداً و مصلياً:

نسان واللہ پاک نے جنات سے اشرف و اکرم بنایا ہے، جیسا کہ تفسیر کبیر (۲)، شرح عقائد وغیرہ میں ہے (۳)۔ فیقلہ اللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸۸ھ۔

(۱) (سورۃ الذریت: ۵۶)

(۲) "أما المكلفون فيهم أربعة أنواع الملائكة والإس والحن والشیاطین ولا شك أن الإنس افضل من الحن والشیاطین" (التفسیر الكبير، سورة القرة ۳۴، ۲، ۲۲۸، دارالکتب العلمیہ طہران)

(۳) شرح عقائد میں یہ بات صحت مند نہیں ہے، البتہ "وعامة الشر افضل من عامة الملائكة" سے یہ بات ثابت ہے، کیونکہ انسان جب ملائکہ سے افضل ہے تو جنات سے بڑھ کر انسان افضل ہوگا، راجع (شرح العقائد، ص: ۱۷۷، قدیمی)

وحمل الطیسی "من بیاسة كما فی قولک بدلت له العریض من حاهی ای فصلناہم علی اکثرین الدین حنفہم من دوی العثنون كما هو الطاهر من "من" وہم محصرون فی الملک والحن والشر فحیث حرج السر، لان السی، لا فضل علی نفسہ، بقی الملک والحن، فیکون المراد بیان تفصیل الشر علیہم جمعاً، وهو الذی نفسہ مقام نمدح، روح المعانی، [سورة الإسراء ۷۰

۱۱۹/۱۵، دار احیاء التراث العربی بیروت)

کسی دیو کے نبی کی شکل و صورت اختیار کرنے کا عقیدہ

سوال ۱۰-۱۹۵۰: جو انجمنی کے دیو کے یاس چلے جانے کا اور نبی اللہ کی شکل و صورت کو دیو وغیرہ کے اختیار کرنے کا قائل ہو، شرعاً اس کی سزا کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ عقیدہ غواہ رنط ہے، اس کو اپنے اس عقیدہ سے قہر زم ہے۔ ۱۰۰۰ کے اسوہ نے تصریح کی ہے کہ کوئی شیطان کسی نبی کی شکل میں نہیں آ سکتا (۱)، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق خود احادیث میں موجود ہے کہ شیطان آپ کی شکل نہیں بنا سکتا (۲)۔ اور محققین اور مفسرین نے جمیع انبیاء علیہم السلام کے متعلق تحریر کیا

(۱) "بشیر إلى أن الله تعالى وإن أمكنه (أي الشيطان) من الصور في أي صورة أراد، فإنه لم يمكنه من الصور في صورة نبي صلى الله تعالى عليه وسلم، الح" (فتح الباری، کتاب التعلیر، باب من رأى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في المنام: ۳۸۶/۱۲، ۳۸۷، دارالمعرفة بیروت)

"ولا يتمثل الشيطان بي" أي، لا يحصل له مثال صورتي ولا يشبه بي قالوا كما مع الله الشيطان أن يتصور صورته في القطة، كذلك معه في الماء لنلا يشبه الحق بالباطل" (عمدة القاري، کتاب التعلیر، باب من رأى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في المنام: ۲۴، ۲۱۰، دارالکتب العلمیة بیروت)

"فإن الشيطان لا يتمثل بي" أي لا يستطيع أن يتصور بشكلي الصوري، وإلا فهو بعيد عن التمثل المعوي" (جمع الوسائل في شرح الشرائع للملا علي القاري، باب ما جاء في رؤية النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في المنام: ۲۹۱/۲، ادارہ تالیفات اشرفیہ)

"قال القاضي رحمه الله تعالى قال بعض العلماء حص الله تعالى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بأن رؤية لاس إياه صحيحة وكلها صدق، ومع الشيطان أن يتصور في خلقته لنلا يكذب على لسانه في اليوم كما حرق الله تعالى العادة للأنبياء عليهم السلام بالمعجزة، وكما استحال أن يتصور الشيطان في صورته في القطة، ولو وقع، لاشته الحق بالباطل ولم يوثق بما جاء به مخافة من هذا النصور، فحماها الله تعالى من الشيطان وبرعه ووسوسته وإلقائه وكيدته، قال وكذا حمى رؤيتهم بأنفسهم". (شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب الرؤيا: ۲۴۳/۲، قديمي)

(۲) "أن أنا هريرة رضي الله تعالى عنه قال سمعت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يقول "من رأى في =

ہے کہ شیطان بوقت نہی نہیں دی گئی کہ کسی نبی کی صورت میں آ سکے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

جن کا انسانی صورت میں نہ ہونا

سوال [۹۵۷۱]: کیا شیطان جنات دوسری مخلوق یا خصوص انسانوں کی شکل میں ظاہر ہو سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نہ ہو سکتے ہیں حدیث شریف سے ثابت ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۶/۱۴۰۱ھ۔

دیو کا حضرت سلیمان علیہ السلام کی صورت بنانا

سوال [۹۵۷۲]: مشہور ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بوقت حاجت بیت الخلا، وغیرہ اپنی

نگشتی خادم کو دے جایا کرتے تھے۔ ایک روز ایک دیو سلیمان علیہ السلام کی شکل بنا کر انگشتی خادم سے لے کر

= لسانہ فیسیرا فی البقعة، ولا یتمثل الشیطان بی“ (صحیح البخاری، کتاب التعلیم، باب: من رای
الشی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی المنام: ۲/۱۰۳۵، قدیمی)

”عن انسی ہریرۃ رسی اللہ تعالیٰ عنہ، عن انسی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ”تسموا باسمی
ولا تکتسوا سکتی، ومن رانی فی المنام فقد رانی، فإن الشیطان لا یتمثل فی صورتی“۔ (صحیح
البخاری، کتاب العلم، باب: انہ من کذب علی انسی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ۱/۲۱، قدیمی)

”عن عبد اللہ رسی اللہ تعالیٰ عنہ، عن انسی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ”ومن رانی فی
المنام فقد رانی، فإن الشیطان لا یتمثل بی“ (جامع الترمذی، أبواب الرؤیا، باب: ما جاء فی قول انسی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”من رانی فی المنام فقد رانی“: ۲/۵۳، سعید)
(والصحیح لمسلم، کتاب الرؤیا: ۲/۲۳۲، قدیمی)

(۱) ”عن ابن مسعود رسی اللہ تعالیٰ عنہ قال إن الشیطان یتمثل فی صورة الرجل، فیأتی البوم
فیحدثہم بالحديث من الکذب فیتفرقون، فیقول الرجل منهم سمعت رجلاً أعرف وجهه ولا أدری ما
اسمه یحدث“ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب: حفظ النسان، ص: ۴۱۳، قدیمی)

(و کذا فی آکام الرجان، ص: ۱۸، الباب السادس، مکتبہ خیر کثیر کراچی)

تخت شاہی پر جا بیٹھا۔ جب سلیمان علیہ السلام نے خادم سے انگوٹھی طلب کی تو جواب ملا کہ آپ حضرت سلیمان نہیں ہیں، وہ تو انگشتی لے گئے۔ اس سے آگے کچھ اور بھی مشہور ہے۔ یہ واقعہ کہاں تک صحیح ہے؟ نبی اللہ کی شکل و صورت کوئی جن وغیرہ بنا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر بنا سکتا ہے تو تبلیغ احکام کیسے ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ قصہ بعض مفسرین نے کتب یہود سے نقل کیا ہے، تفسیر کشاف تفسیر مدارک، تفسیر معالم التنزیل، قاضی عیاض وغیرہ نے اس قصہ کی تردید کی ہے (۱)، امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بہت زور شور سے اس قصہ پر

(۱) "قوله تعالى ﴿وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ﴾ وهذا وسحرة مما لا بأس به، وأما ما يروى من حديث الحاتم والشياطين وعبادة الوثن في بيت سليمان فأحر آصف سليمان بذلك، فكسر الصورة وعاقف المرأة، ثم خرج وحده إلى فلاة، وفرش له الرماد، فجلس عليه تائباً إلى الله متضرعاً وكادت له أم ولد، يقال لها أمية، إذا دخل للطهارة أو لإصابة امرأة وضع حاتمته عندها، وكان ملكه في حاتمته، فوضعها عندها يوماً، وأنها الشيطان صاحب البحر وهو الذي دلّ سليمان على الماس حين أمر بساء بيت المقدس، واسمه صحر على صورة سليمان فقال يا أمية خاتمي، فتحتم به وجلس على كرسي سليمان، وعكمت عليه الطير والحن والإس، وعير سليمان عن هيئته، فأتى أمية لطلب الحاتم، فأنكرته وطردته، فعرف أن الخطيئة قد أدركته، فكان يدور على البيوت يتكفف، فإذا قال أنا سليمان حثوا عليه التراب وسبوه. ثم عمد إلى السماكين يقل لهم السمك، فيعطونه كل يوم سمكتين، فمكث على ذلك أربعين صباحاً عدد ما عبد الوثن في بيته، فأبكر آصف وعظماء بني إسرائيل حكم الشيطان"

وسأل آصف ساء سليمان، فقلن ما يدع امرأة ما في دمها ولا يعتسل من حابة، وقيل بل لقد حكمه في كل شيء إلا فيهن، ثم طار الشيطان، وقذف الحاتم في البحر، فابتدعه سمكة ووقعت السمكة في يد سليمان، فبقر بطها، فإذا هو بالحاتم، فتحتم به ووقع ساجداً، ورجع إليه ملكه وجاب صخرة لصخر، فجعله فيها وسد عليه بأخرى، ثم أو ثقيهما بالحديد والرصاص، وقذفه في البحر.

وقيل. لما افتتن، كان يسقط الحاتم من يده لا يتماسك فيها، فقال له آصف: إنك المفتون بذنك، والخاتم لا يقر في يدك، فتب إلى الله عز وجل ولقد أبى العلماء المتفنون قوله، وقالوا: هذا من أباطيل اليهود، والشياطين لا يتمكنون من مثل هذه الأفاعيل، وتسليط الله إياهم على عباده حتى يقعوا في تغيير الأحكام وعلى ساء الأنبياء حتى يهتروا بهم". (تفسير الكشاف، (سورة ص: ۳۴). =

اشکات کئے ہیں (۱)۔ اصولاً بھی یہ قسمہ غلط ہے، کیونکہ اس صورت میں تبلیغی احکام میں بہت کچھ خلط ہوگا، نیز کچھ وثوق نہ ہوگا کہ اب تک جو انبیاء علیہم السلام جن کی نبوت نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔ وہ واقعہً نبی تھے، یا معاذ اللہ کوئی دیواور شیطان ان کی صورت بنا کر آیا؟ غیرہ وغیرہ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

= ۹۳/۲، ۹۳، دارالکتاب العربی بیروت

(و کذا فی تفسیر المدارک (سورۃ ص: ۳۳): ۲/۲۳۷، قدیمی)

(و کذا فی تفسیر البعوی المسمی معالم التریل، (سورۃ ص: ۳۳) ۳۲-۶۲، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان)

(۱) "وأعلم أن أهل التحقيق استعدوا هذا الكلام من وجوه. الأول أن الشيطان لو قدر على أن يشبه بالصورة والحنة بالأنبياء، فحينئذ لا يبقى اعتماد على شيء من الشرائع، فلعل هؤلاء الذين رأهم الناس في صورة محمد وعيسى وموسى عليهم السلام ما كانوا أولئك بل كانوا شياطين تشبهوا بهم في الصورة لأجل الإغواء والإضلال، ومعلوم أن ذلك يطل الدين بالكلية.

الثاني أن الشيطان لو قدر على أن يعامل سي الله سليمان بمثل هذه المعاملة، لو حب أن يقدر على مثلها مع جميع العلماء والرهدة، وحينئذ وجب أن يقتلهم، وأن يمرق تصانيفهم، وأن يخرّب ديارهم، ولما بطل ذلك في حق آحاد العنماء، فلا بد بطل مثله في حق أكابر الأنبياء أولى
والثالث كيف يليق بحكمة الله وإحسانه أن يسلط الشيطان على أرواح سليمان ولا شك أنه قبيح.

الرابع لو قضا إن سليمان أدن لتلك المرأة في عيادة تلك الصورة، فهذا كفر منه، وإن لم يادن فيه ألة، فالدب على تلك المرأة، فكيف يؤاخذ الله سليمان بفعل لم يصدر عنه؟ أما الوجوه التي ذكرها أهل التحقيق في هذا الباب فأشياء. الأول. أن فتنة سليمان أنه ولد له ابن، فقالت الشياطين. إن عاش صار مسلطاً علياً مثل أبيه، فسيل أن يقتله، فعلم سليمان ذلك، فكان يربيه في السحاب فيسما هو مشغل بمهماتہ إذا ألقى ذلك الولد ميتاً على كرسیہ، فتنبه على حظیتہ فی أنه لم يتوكل فيه على الله فاستعمر ربه وأتاب

الحج (التفسير الكبير للإمام الفخر الرازي، (سورۃ ص: ۳۳)

۲۰۸/۲۶، دارالکتب العلمیہ طهران)

جنات اور شیاطین انسان کو ستا سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال [۳-۹۵]: زید بن یحییٰ بہت پریشان ہے، وہ اکثر کہا کرتی ہے کہ میں جنات میں سے ہوں۔

کیا دراصل جنات اور شیطان انسانوں کو لگتے ہیں؟ شریعت مطہرہ میں کہیں اس قسم کی کوئی چیز آئی ہے؟

الجواب حامداً و مصیباً :

انسان میں جن اور شیطان کا داخل ہونا ممکن ہے۔ ”إن الشیطان یحری من الإنسان محری

الدم“۔ الحدیث۔ صحابی شریف (۱)۔ اکام المرحان فی أحكام الجن میں اس کی تفصیل مروی

ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۷/۸۹ھ۔

(۱) الحدیث بتمامہ: ”عن علی بن حسین عن صفیۃ بنت حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: کان رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معتکفاً فأتیہ ازورہ لیلأ فحدثہ ثم قمت، فانقلبت فقام معی لیقسی، وکان

مسکھا فی دار أسامة بن زید، فمرّ رجال من الأنصار، فمما رأیا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم أسرع،

فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”علی رسلکما إیہا صفیۃ بنت حبیب“۔ فقالت: سبحان اللہ، یا رسول

اللہ! فقال: ”إن الشیطان یحری من الإنسان محری الدم، وإبی حشیت أن یقدف فی قلوبکما سوء“ أو

قال: ”شیئاً“ (صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة إبلیس و جنوده ۱/۶۶۴، قدیمی)

قال الحافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ: ”إن اللہ جعل للشیطان قوة علی التوصل إلی

باطن الإنسان. وقیل: ورد علی سبل الاستعارة ای أن وسوستہ تصل فی مسام البدن مثل حری الدم من

البدن“ (فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة إبلیس و جنوده

۶/۲۲۱، قدیمی)

(والصحیح لمسلم، کتاب السلام، باب بیان أنه یستحب لمن رای خالیاً بامرأة، الح

۲/۲۱۶، قدیمی)

(۲) ”و ذکر أبو الحسن الأشعری فی مقالات أهل السنة والجماعة أنهم یقولون. إن الجن تدخل فی بدن

المصروع كما قال اللہ تعالیٰ ﴿الذین یأکلون الربوا لا یقومون﴾ إلا كما یقوم الذی یتحبطه الشیطان من

المس ﴿الایة﴾ قال عبد اللہ بن أحمد بن حنبل قلت لأبی. إن قوماً یقولون. إن الجن لا تدخل فی بدن

الإنس قال یا بُنیٰ یکذبون، ہود یتکلم علی لسانہ“ (اکام المرحان فی عرائب الأحرار وأحكام =

جن کا مختلف صورتوں میں آنا

سوال [۹۵-۹۶]: جن عورت میں آسکتا ہے یا نہیں اور نیک و غیر نیک آسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً :

آسکتا ہے (۱) نیک و غیر نیک بھی بن سکتا ہے (۲)۔ فتاویٰ اللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

= الحان، بیان دخول الجن في بدن المصروع : ص: ۱۰۷ مکتبہ خیر کثیر کراچی

”تصرف جن و شیطانی در بدن آدمی یعنی در روح حیوانی و تسمیہ او کہ حامل قوی است، و اسرا بصرع الحن در عربی می نامند، و بآسیب و خبط در عرف تعبیر میکنند، نزد اہل سنت بلکہ اکثر فرق اسلام مسلم است، چنانچہ در تفسیر بیشاپوری و غیرہ در آیت ﴿لَنَحْطِئَنَّ شَيْطَانًا مِّنْ دُونِهِ﴾ مذکور است: ”کثر مسس علی أن الشیطان قادرٌ علی الصرع والقتل والإیذاء بتقدیر اللہ تعالیٰ“ (فتاویٰ عزیزی: ۱۱۲، کتب خانہ رحیمہ دیوبند یوپی)

(و کذا فی مجموعۃ الفتاویٰ (اردو)، ص: ۹۳/۱، سعید)

(۱) (تقدم تحریجہ تحت المسئلۃ الساقیۃ آنفاً)

(۲) ”لا شک أن الجن يتطورون و يتشکلون فی صور الإنس و البہائم، فيتصورون فی صور الحیات و العقارب، و فی صورۃ الإبل و القر و العم و الحیل و العال و الحمیر، و فی صور الطیر، و فی صور بی آدم، کما أتى الشیطان قریشاً فی صورۃ سراقۃ بن مالک بن جعشم لما أرادوا الخروج إلى بدر“ (آکام المرجان فی غرائب الأحبار و أحكام الحان، الباب السادس فی بیان تطور الجن و تکلمهم فی صور شتی: ص: ۱۸، مکتبہ خیر کثیر کراچی)

”رغموا أن الجن حواهر محریۃ، لها تصرف و تأثیر فی الأجسام العصریۃ من غیر تعلق بها بعنق الفوس الشریۃ بأندانیها“ (شرح المقاصد، الفصل الثانی فی العقل، المسحث الثالث فی الملائکۃ و الجن و الشیاطین: ۴/۲۹۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

’و اما من ادعی أنه یرى شیئاً منهم بعد أن ینطور علی صور شتی من حیوان، فلا یقدح فیہ، وقد تواردت الأحبار بتطورهم فی الصور“ (فتح الباری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الجن و ثوابهم و عقابهم: ۶/۳۲۳، قدیمی)

مزارات پر جنات کا آنا

سوال [۹۵۷۵]: ہمارے گاؤں میں غیر مسلم لوگوں کے، تین منڈھ یعنی مزار ہیں، جن پر عقیدہ ہے کہ یہ سب کی سنتے ہیں۔ ہر سال میلہ بھی لگتا ہے، کافی دور سے دے آ کر منت مانتے ہیں، چڑھاوا چڑھاتے ہیں، اکھاڑہ ہوتا ہے (۱)، بھگتوں پر ان کی روح آ جاتی ہے (۲)، باقاعدہ بیان ہوتے ہیں، فیصے ہوتے ہیں، بیماریاں بھی دور کی جاتی ہیں اور کئی دن تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ مگر افسوس اس بات کا ہے کہ وہ بھگت لوگ جو بے قابو ہو کر مدہوش شکل میں جب کہ آواز بھی بدل جاتی ہے اور طرح طرح کی باتیں بھی بتلاتے ہیں۔ کیا یہ شیطانی نصرت ہے یا کہ جنات کا فعل ہے، یا کہ ان لوگوں کا یہ عقیدہ کہ ان کی روح سوار ہوتی ہے جن کے اوپر یہ اثر ہوتا ہے۔

مدہوش میں آنے کے بعد وہ پھر انسانیت پر آ جاتا ہے، جب وہ اکھاڑہ ہوتا ہے جب ہی ان پر یہ اثر ہوتا ہے، دیر ہو جانے پر وہ بھگت لوگ ان منڈھ میں جاتے ہیں، وہیں سے اثر شروع ہوتا ہے۔ آخر یہ کیا بات ہے، شریعتِ مطہرہ میں اس کی اصل کیا ہے؟

کافی تعجب بھی ہوتا ہے، کافی لوگوں کے عقیدے بھی خراب ہوتے ہیں، یہاں تک کہ ان منڈھوں کی طرف منہ کر کے پاخانہ پیشاب بھی نہیں کرتے، یہ بھی عقیدہ ہے کہ منت ماننے پر پوری ہوتی ہے۔ ان کے خاص عام بھگتوں پر ہی یہ روح سوار ہوتی ہے۔ براہ کرم مطلع فرمائیں کہ اس کی کیا اصل ہے؟ عنایت ہوگی تاکہ یہ اشکال دور ہو۔

چند سہی کہتے ہیں کہ شیطانی نصرت ہے، اگر شیطانی ہے تو پھر استغفار، لا حول وغیرہ سے ایسا نہیں ہونا چاہیے، اگر جنات کا معاملہ ہے تو پھر دوسری بات ہے، اس لئے براہ کرم مفصل مطلع فرمادیں، عنایت ہوگی۔

(۱) ”اکھاڑہ وہ جگہ جو شتی لڑنے اور کسرت کرنے کے لئے بنائی گئی ہو، سادھوؤں کی منڈی، تماشا دکھانے والوں یا گانے

بجانے والوں کی منڈی، ناچ رنگ کی محفل، سینوں کا جھمکتا۔“ (فیروز اللغات، ص ۱۰۸، فیروز سر، لاہور)

(۲) ”بھگت گنڈے تعویذ کرنے والا، بھوت پریت اتارنے والا، سزندہ۔“ (فیروز اللغات، ص ۲۳۶، فیروز

الجواب حامداً ومصلیاً:

نسان کے جسم میں جنات گھس جاتے ہیں (۱) اور تماشے بناتے ہیں، ان کا مقصد تفریح ہے اور عقائد و اعمال کو خراب کرنا ہے۔ بعض، فدا ایسا بھی ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص ان کے سامنے قرآن شریف پڑھتا ہے تو وہ بھی پڑھنے لگتے ہیں، ایک جگہ سے دوسرے جگہ چاہیے۔ یہ اللہ کی نذر، نافرمانی بلکہ شرک ہے (۲)، کبھی ان کے

(۱) "و ذکر أبو الحسن الأشعري في مقالات أهل السنة والجماعة أنهم يقولون: إن الحن تدخل في بدن المصروع كما قال الله تعالى: "الذين يأكلون الربوا لا يقومون إلا كما يقوم الذي يتحبطه الشيطان من المس" الآية (آدم المرحان في غرائب الأحبار وأحكام الحان، بيان دخول الحن في بدن المصروع، ص: ۱۰۷، مكتبة خير كثير، کراچی)

"رغم أن الحن حواهر محربة، لها تصرف وتأثير في الأحسام العصرية من غير تعلق بها تعلق القوس البشرية بأبدانها" (شرح المقاصد، الفصل الثاني في العقل، المبحث الثالث في الملائكة والحن والشياطين: ۴۹۹/۲ دار الكتب العلمية بيروت)

"وأما من ادعى أنه يرى شيئاً منهم بعد أن ينظرون على صور شتى من الحيوان، فلا يقدح فيه، وقد تواردت الأحبار بتصورهم في الصور" (فتح الباري، كتاب بدء الخلق، باب ذكر الحن و ثوابهم وعقابهم: ۴۲۳/۶، قديمی)

(۲) "وأما الدر الذي يدره أكثر العوام على ما هو مشاهد كأن يكون لإنسان عائب أو مريض أوله حاجة ضرورية، فيأتي بعض الصلحاء، فيجعل ستره على رأسه فيقول يا سيدي فلان! إن ردة عاني أو عوفي مريض أو قصبت حاجتي، فبك من الذهب كذا، أو من الفضة كذا، أو من الطعام كذا، أو من الماء كذا، أو من الشمع كذا، أو من الزيت كذا، فهذا الدر باطل بالإجماع، لوحوه معها أنه بدر لمخلوق، والدر للمخلوق لا يجوز، لأنه عبادة، والعادة لا تكون للمخلوق ومهما أنه إن ظن أن الميت يتصرف في الأمور دون الله تعالى، واعتقاده ذلك كفر" (البحر الرائق، كتاب الصوم، فصل في الدر: ۵۲۰/۲، رشديہ)

(و کذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصوم، باب ما یدرہ الوفاء به، ص ۶۹۳، قديمی)

و کذا فی رد المحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم و مالا یفسده، مطلب فی الدر الذي يقع للأموات من أكثر العوام من شمع أوزیت أو نحوه: ۴۳۹/۲، سعید)

کاموں میں شرکت نہ کریں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱/۸۸ھ۔

جن اور پیر کا عورتوں پر آنا

سوال [۹۵۷]: ۱۔ یہ جو سنا جاتا ہے کہ عورتوں کو جنات چمٹ جاتے ہیں اور ان سے برا فعل

کرتے ہیں، یہ سچ ہے کہ نہیں؟

۲۔..... نیز پیر صاحب آکر بھی چمٹ جاتے ہیں، یہ بھی درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ جنات عورتوں کو مردوں کو بچوں کو چمٹ سکتے ہیں (۱) اور برا فعل بھی کر سکتے ہیں (۲)۔

۲۔ کوئی پیر صاحب یا بزرگ انتقال کے بعد کسی کو نہیں چمٹتے بندہ جنات اور شیاطین آتے ہیں اور

بزرگوں کے نام بتلاتے ہیں (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۶/۸۹ھ۔

(۱) "من حدیث أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "ما من سبی آدم من مولود إلا نخسه الشیطان، فیسٹہل صارخاً من نحسہ ایاء، إلا مریم وابہا" (آکام المرحان، ص ۷۸، الباب الثالث بعد المائة، فی بیان حصور الشیطان المولود، مکتہ خیر کثیر، آرام باغ، کراچی)

(۲) "وعن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم. "لو أن أحدکم إذا أراد أن یأتی أهلہ قال بسم اللہ فہاہ إن یقدر بیہما ولد فی ذلک لم یصرہ الشیطان أبداً"

"إن اللہ عزوجل ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہیا أن یأتی الرجل امرأہ وہی حائض، فإذا أناہا، سقہ إلیہا الشیطان، فحملت" (آکام المرحان، ص ۷۷، الباب الرابع والثلاثون، مکتہ خیر کثیر کراچی)

(۳) "عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال. إن الشیطان لیتمثل فی صورة الرجل، فیأتی القوم -

جنات سے حمل

سوال [۱۵۵]: جنات کی صحبت سے عورت کو حمل قرار پا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جنات کی صحبت سے بھی استمقار حمل ہو کر بچہ پیدا ہو سکتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: ”ہنس رئی

فیکم المعزبون“؟ قلت، وما معزبون؟ قال ”سدين يشترک فیہم حن“ (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد المذنب وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴۱۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نفع ماہدین غفری عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴۱۱ھ۔

= فيحدثهم بالحديث من الكذب فيتفرقون، فيقول الرجل منهم سمعت رجلاً أعرف وجهه ولا أدرى ما اسمه يحدث“ (مشکوۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب حفظ اللسان والعیۃ والشتہ، ص ۳۱۴، قدیمی)

(۱) (مشکوۃ المصابیح، کتاب الطب والرقی، الفصل الثانی، ص: ۳۹۰، قدیمی)

قل العلامة الملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ ’وقولہ: “المعزبون” بتشديد الراء المكسورة
أى المبعدون، ولما كان للتعبید معنی محمل میہم، احتاحت إلی بیانہا، فقالت ”قلت وما المعزبون“
وقع السؤال عن الصفة أعنى التعريب، ولذلك لم تقل ومن المعزبون، فأجاب. بأن التعريب الحقيقي
المعتد به اشتراك الحن “قال الدين يشترک فیہم الحن“ أى فی نطفہم، أو فی أولادہم لتركہم ذکر
الله عند الوقاع، فيلوی الشیطان إحللہ عنی إحللہ، فيحامع معہ قال الله تعالیٰ :وشاركہم فی الأموال
والأولاد: فيحب عنی الإنسان فی الحديث ”إذا حالط امرأته أن يقول بسم الله، اللهم! حسا الشیطان
وحسب الشیطان ماررقتنا“ فإذا ترک هذا الدعاء أو التسمية شاركه الشیطان فی الوقاع، ويسمى هذا
الولد معزباً، لأنه دخل فیہ عرق عریب، أو حاء من سب بعيد وقبل أراد بمشاركة الحن فیہم أمرهم
بإسماہم بالرب، وتحمیہ، لہم، فحاء أولادہم من غیر رشدہ، ويحتمل أن يراد به من كان له قریب من الحر
يلقى إلیہ الأحبار وأصاف الکہانة (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الطب والرقی، الفصل الثانی، رقم
الحديث: ۴۵۶۵: ۸/۳۳۱، وشیدہ)

(وکذا فی آکام المرجان فی عرائب الاحبار واحکام الحان، ص: مکتبہ خیر کثیر کراچی)

جماع جن سے استقرار حمل

سوال [۹۵۷۸]: اگر جن لوگ کسی عورت سے صحبت کریں تو کیا اس سے حمل ٹھہر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حمل ٹھہر سکتا ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمود غفرلہ۔

کیا آسیبی اثر سے زبان گنگ ہو سکتی ہے؟

سوال [۹۵۷۹]: کیا جنات قوم میں یہ قدرت اور طاقت ہے کہ کسی انسان کی زبان بند کر دیں یا

بہرا گونگا اندھا وغیرہ تصرفات کر دیں۔ ہمارے یہاں ایک نوجوان تندرست اور صحیح سالم ہے، لیکن اس کی یہ حالت ہے کہ دن و رات میں کبھی ایک دو گھنٹہ اور کبھی تین چار گھنٹہ تک بولتا نہیں۔ اس کا بہت ہی زیادہ علاج کیا گیا لیکن فائدہ بالکل نظر نہیں آتا۔ یہاں پر بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ ایک جن عورت کا اثر ہے، تو ان کی یہ بات صحیح ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں، جنات قوم میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ کسی انسان کی زبان بند کر دے یا کسی کو نابینا یا بہرا بن دے۔ صحیح کیا ہے؟

(۱) "هذا الباب في بيان المأكحة بين الإيس والحس، والكلام هنا في مقامين أحدهما في بيان إمكان ذلك ووقوعه، والثاني في بيان مشروعيته أما الأول فنقول نكاح الإيسى نجية وعكسه ممكن، قال تعالى رعموا أن التامح والتلاقح قد يقعان بين الإيس والحس، قال الله تعالى "وشاركهم في الأموال والأولاد"، وقال صلى الله عليه وسلم "إذا جامع الرجل امرأته ولم يسم، انطوى الشيطان إلى إحليله فجامع معه" وقال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما: إذا أتى الرجل امرأته وهي حائض، سقه الشيطان إليها، فحملت، فجاءت بالمحنت" (آكام المرحان في غرائب الأبحار وأحكام الحائض، الباب الموفى ثلاثين في بيان مأكحة الحس، ص: ۶۶، مكتبة خير خبير، آرام باع کراچی)

"عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم "هل رأي فيكم المعزبون؟" قلت وما المعزبون؟ قال "الذين يشتركون فيهم الحس" (مشکوٰۃ المصابيح، كتاب الطب والرقي، الفصل الثاني، ص: ۲۹۰، قديمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جناتی تصرفات سے بھی اس قسم کے اثرات ہو سکتے ہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۳/۹۶ھ۔

جنات کو جلانا

سوال [۹۵۸۰]: جنات کو جلا سکتے ہیں یا نہیں، جب کہ وہ آگ سے پیدا ہوئے ہیں، پھر کیسے جل

سکتے ہیں؟ اور شرعیہ فعل میں کیا حکم رکھتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کسی اور تدبیر سے وہ پیچھا نہ چھوڑیں بندہ ستا ہی رہیں تو جلانا بھی درست ہے (۲)، انسان مٹی سے پیدا ہوا ہے مٹی کا ڈھیلا مارنے سے چوٹ لگتی ہے، سر پھٹ جاتا ہے مٹی کی چھت یا دیوار اوپر گرنے سے دب کر مر بھی جاتا ہے۔ اسی طرح جنات و آگ سے تکلیف پہنچ سکتی ہے اور آگ سے جل سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جنات کا عمل

سوال [۹۵۸۱]: مسکمی محمد قاسم پر ایک جنم آتا ہے اور حیات نماز میں آکر پریشان کرتا ہے اس

سے رہائی کی کیا شکل ہے؟

(۱) "یحور إرادة الحقيقة، فإن الشياطين أحسأ لطيفة قادرة بأقدار الله تعالى على كمال التصرف ابتلاء للبشر" (مراقبة المصائب، كتاب الإسمان، باب في الوسوسة، الفصل الأول، (رقم الحديث ۶۸) ۲۴۶/۱، رشیدیہ)

"إن الله جعل للشيطان قوة على الوصول إلى باطن الإنسان" (فتح الباری، کتاب بدء الخلق،

۴۲۱/۶، قدیمی)

(۲) قول الشیخ التھانوی رحمہ اللہ "بہتر ہے کہ اس تعویذ میں یہ عبارت ہو، میں کہ نہ جائے تو جل جائے"۔ (امداد

الفتاویٰ: ۸۸/۴، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

جنات کی مالی اعانت

سوال [۹۵۸۲]: ۲۔ وہ جن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مالی اعانت بھی کرنا چاہتا ہے تو اس کو قبول کر سکتا

ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ کسی عامل سے اس کی ترکیب دریافت کی جائے، بندہ جنات کا عامل نہیں۔

۲۔ مالی اعانت قبول نہ کریں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم، یوبند، ۱۴، ۳، ۹۰ھ۔

مرغ کیوں بولتا ہے؟

سوال [۹۵۸۳]: مرغ کی آواز سن کر کیا پڑھنا چاہیے اور اس کے بولنے کی کیا علامت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مرغ اکثر جب بولتا ہے تب فرشتہ دیکھ کر بولتا ہے، اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل کو طلب کرنا چاہیے، کہ

(۱) کیونکہ اس رقم کے بارے میں معلوم نہیں ہوتا کہ جنات نے کہاں سے حاصل کی، اور کس ذریعے سے حاصل کی حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ عملیات حاصل شدہ رقم کو حرام قرار دیا ہے، فرماتے ہیں

”دست غیب میں یہ ہوتا ہے کہ جنات اس کام پر مسط ہو جاتے ہیں بعض عمل میں تو وہی روپیہ جس کو خرچ کر چکا ہے، وہ جہاں بھی ہو، وہاں سے اٹھا لیتے ہیں اور بعض عمل میں دوسرا روپیہ جس جہان کے ہاتھ آئے نکال لاتے ہیں، سو اس کی تو ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص خاص اس کام کے لئے آدمیوں کو نوکر رکھے کہ چوری کر کے مجھ کو دیا کرو۔ اس نے بھی کام جناب سے لیا اور چوری کے ناجائز ہونے کا کسی کو انکار ہو سکتا ہے اور اگر یہ شبہ ہو کہ ممکن ہے کہ وہ جن اپنے پاس سے لے لے رہے ہوں تو چوری کہاں ہوگی؟

سوال تو امکان سے دوسرے احتمالات کی انہی نہیں ہو سکتی۔ دوسرے اگر اپنے ہی پاس سے لائیں تو بھی ظاہر ہے کہ

خوشی سے نہیں، تے ورنہ دروں کو یا کر کیوں نہیں دیتے؟ محض عمل کے جبر سے لاتے ہیں تو کسی کو مجبور کرنا کہ اپنا مال مجھ کو دے دے خود حرام ہے اور اس تقریر سے تنخیر جنات کا ناجائز ہونا بھی سمجھ میں آیا۔ (عملیات و تعویذات اور اس کے شرعی احکام،

دست غیب اور جنات سے پیسے یا کوئی چیز منگوانے کا حکم، ص ۱۲۰، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

فی المشکوہ، ص: ۲۹۳ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد المذنب عبد بن محمد غفر۔

گدھا کیوں بولتا ہے؟

سوال [۹۵۸۴]: گدھے کا ریٹنا اس کی کیا علت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ شیطانی اثر ہے، اس وقت ”عدد“ پڑھنی چاہیے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ عبد بن محمد غفر۔

عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالى وسلم "إذا سمعتم صياح الملائكة فسبوا الله من قصده، فإنها رأت ملكاً وإذا سمعتم بهيق الحمار، فتعوذوا بالله من الشيطان، فإنها رأت سلطاناً صحيح الحار، كذب بدء الحلق، باب حير مال المسلم غم يتبع بها شعف الحلال (۲۶۶، قديمي)

روالصحیح لمسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب استحباب الدعاء عند صياح الديك، ۳۵۱/۲، قديمي)

قال العلامة الحافظ ابن حجر العسقلاني رحمه الله تعالى "قوله "فإنها رأت ملكاً" بفتح اللام، قال عياض: كان السب فيه رحاء تأميس الملائكة على دُعائه واستغفارهم له، وشهادتهم له بالاحلاص، ويوحده منه استحباب الدعاء عند حضور الصالحين تبركاً بهم وضح ابن حبان وأخرجه بودود وأحمد من حديث زيد بن خالد رفعه "لا تسبوا الديك، فإنه يدعو إلى الصلوة" وعبد البرار من همد الرواحه سب قوله صلى الله تعالى عليه وسلم ذلك وأن ديك صرح فلعه رجل، فقال ذلك قال الحنظلي يوحده أنه أن كل من استفيد من الخير، لا يسعى أن يست ولا أن يستهان به، بل يكرم ويحسن به، قال ونيس معنى قوله "فإنه يدعو إلى الصلوة" أن يقول بصوته حقيقة صلوا أو حانت الصلوة، بل معناه أن العادة حوت بأنه يصرخ عند طلوع الفجر، وعند الرواح فطرة فطره الله عليها" (فتح الباري شرح صحيح البخاري، كتاب بدء الحلق، باب حير مال المسلم غم يتبع بها شعف الحلال: ۳۳۲/۶، ۳۳۵، قديمي)

(۲) "عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم "إذا سمعتم -

گدھا کیوں بولتا ہے

سوال [۹۵۸۵]۔ جب گدھا ڈھینچتا ہے تو اس کی کیا علامت ہے، اور کیا پڑھنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب گدھا بولتا ہے تو شیطان رجم سے پناہ مانگنی چاہیے، کیونکہ وہ عامۃ شیطان کو دیکھ کر بولتا ہے، کد

فی مشکوٰۃ، ص: ۴۱۳ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ۔

ستارہ ٹوٹنے کا سبب، مرغ بولنے کی وجہ

سوال [۹۵۸۶]۔ تارے کا ٹوٹنا اور مرغ کے بولنے کا کیا علم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شیطان کو دفع کرنے کے لئے انکار امارا جاتا ہے، جس کو تار انوٹا کہتے ہیں (۲)، مرغ کبھی تو ویسے ہی بولتا ہے، کبھی کسی فرشتہ کو دیکھ کر بولتا ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ۔

= صیاح الديکۃ فسلوا اللہ من فصلہ، فابہا رأت ملکاً واداسمعتہم نہیق الحمار، فتعوذوا باللہ من الشیطن الرحیم، فابہ رآی شیطاناً متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب أسماء اللہ تعالیٰ، باب الدعوات فی الأوقات، الفصل الأول، ص: ۲۱۳، قدیمی)

(۱) "إذا سمعتہم نہیق الحمار، فتعوذوا باللہ من الشیطن الرحیم، فابہ رآی شیطاناً" متفق علیہ۔

(مشکوٰۃ المصابیح، باب الدعوات فی الأوقات، ص: ۲۱۳، قدیمی)

(۲) قال اللہ تعالیٰ ﴿إِلا من خطف الحطیۃ فأتبعہ شہاب ثاقب﴾ (سورۃ الصافات ۱۰)

قال العلامة الألوسی رحمہ اللہ تعالیٰ تحت قوله تعالیٰ ﴿يُحَدِّثُ لَهُ شَہَاباً رَّصِداً﴾ ای یحد شہاباً راصداً له، ولأجلہ یصدہ عن الاستماع بالرحم، فـ "رصداً" صفة "شہاباً" قیل۔ یحدہ

ذوی شہاب راصدین بالرحم، وہم الملائکۃ علیہم السلام، الدین یرحمونہم بالشہب ویسمعونہم من

الاستماع" (روح المعانی، (سورۃ الحن ۹) ۸۷، ۲۹، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(۳) "عن أبی ہریرۃ رضى اللہ تعالیٰ عنہ أن النبی صلی اللہ تعالیٰ وسلم قال "إذا سمعتہم صیاح الديکۃ -

ہمزاد کیا ہے؟

سوال [۹۵۸]۔ کیا یہ صحیح ہے کہ جب انسان پیدا ہوتا ہے تو ایک شیطان پیدا ہوتا ہے جس کو ”ہمزاد“ کہتے ہیں، واقع میں شیطان پیدا ہوتا ہے، یا نہ ہو تو کہتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حدیث پاک میں موجود ہے، ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان پیدا ہوتا ہے (۱)، عوام اس کو ”ہمزاد“

— فسئلوا الله من فضله، فإنها رأت ملكاً وإذا سمعتم يقيق الحمام، فعودوا بالله من الشيطان، فإنها رأت شيطانا“ (صحيح البخاري، كتاب بدء الخلق، باب حير ما مال المسلم عنه يتبع بها شعف الحال
۴۶۶/۱، قديمي)

و لصحيح لمسلم، كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب استحباب الدعاء عند صباح الديك: ۳۵۱/۲، قديمي)

قال العلامة الحافظ ابن حجر العسقلاني رحمه الله تعالى ”قوله: “فإنها رأت ملكاً“ بفتح اللام، قال عيسى كان السب فيه رجاء تأمير الملائكة على دُعائه واستغفاره له، وشهادتهم له بالاحلاص، ويوحده منه استحباب الدعاء عند حضور الصالحين تركائهم وصح ابن حبان وأخرجه أبو داود وأحمد من حديث زيد بن خالد رفعه ”لاتسبوا الديك، فإنه يدعو إلى الصلوة“ وعبد البرار من هذا الوجه سب قوله صلى الله تعالى عليه وسلم ذلك وأن ديك صرح فلعنه رجل، فقال ذلك قال الحليمي يؤحده أنه أن كل من استميد من الحير، لا يسمى أن يسب ولا أن يستهان به، بن يكرم ويحسن إليه قال وليس معنى قوله ”فإنه يدعو إلى الصلوة“ أن يقول بصوته حقيقةً صوا، أو حات نصوة، بل معناه أن العادة حوت بأنه يصرح عند طُوع الفجر، وعند الروا فطرة فطره الله عليها“ فتح الباري شرح صحيح البخاري، كتاب بدء الخلق، باب حير ما مال المسلم عنه يتبع بها شعف الجبال: ۴۳۲/۶، ۴۳۵، قديمي)

(۱) ”عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى وسلم: ”ما منكم من أحد إلا وقد وكل الله به قريبه من الجن“ قلوا: وإياك يا رسول الله“ قل ”وإياي، إلا أن الله أعاضى عليه فأسلمه، فلا يأمرني إلا بحير“ (الصحيح لمسلم، كتاب صفة المفقين وأحكامهم، باب تحريش الشيطان وبعثه سراياه: ۳۷۶/۲، قديمي)

کہتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

طویل العمر جن صحابی کا ظہور

سوال [۹۵۸۸]: ذیل میں درج کردہ بعنوان ”حدیث ظہور صحابی“ (جو فوٹو اسٹیٹ کاپی ہے) کو بنیاد بنا کر مولوی محمد حنیف اسلم قاضی کے شمارے میں اس کی پرزور اشاعت کی، اس شمارے کا نام روحانی عام مظفر نگر تھا جو ماہ جنوری و فروری ۱۹۸۷ء میں شائع ہوا تھا جس سے عوام میں انتشار ہوا۔ اور مستفتی نے مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث اور حضرت مولانا مظفر حسین صاحب مفتی مظاہر علوم سہارنپور سے مراجعت کی اور ان دونوں حضرات کے جوابات کے ساتھ دارالافتاء دارالعلوم دیوبند سے رجوع کیا۔

حدیث ظہور صحابی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عن أمير المؤمنين خليفة المسلمين سلطان الأجة سيدنا حضرت
عمر بن خيام رضى الله تعالى عنه، سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه
وسلم قال انبى صلى الله تعالى عليه وسلم: ”أصحابى كلهم كنجوم السماء
المشرقة، وواحد منهم يعيش طويلاً، ويحمل خليفة في الناس في أواخر أربع
مئة سنة ونصف من يحرقه سوية فهو يضره حسنى، وتشرق أمسى عني تة ت
وسعين ورفعة كنهم في سر، لا وحده“ فقلوا: ومن ذلك يا رسول الله؟
”هو من من بستى وسنة خليفتى، أصحابى كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم“
أحزت الحكيم إحسان إلهى أن يروى هذا الحديث عنى.

دستخط عمر بن خيام، ۱۳۹۸ھ۔



”میں مکہ کا رہنے والا ہوں، مکان میرا میدانِ عرفات میں تھا اور آج بھی ہے، میرے والد عم بن احسان نے مجھے بتایا کہ میں ۵۰۰ میں پیدا ہوا، میرے والد اپنی قوم کے سردار تھے اور بہت بڑے جاویدان کے پاس رہتے تھے، خود بھی جاوید کے رہتے۔ میرے والد کی عمر چھ سو سال ہوئی تھی، ۷۰ میں ۹ ذیقعدہ کو میرے والد کا انتقال ہوا۔ میں پندرہ دن کے بعد ۲۴ ذیقعدہ ۷ھ صبح صادق کے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پہونچا، آپ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے، کچھ دیر میں نے انتظار کیا، اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس پہونچا اور اسلام میں داخل ہوا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہی رہنا شروع کیا۔ جب ہجرت کی گئی، میں اور کچھ صحابی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ پہونچے۔ میں ہر وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتا تھا۔

۷ھ نبوی سے ۱۰ھ تک جس قدر جنگ ہوئیں، میں سبھی میں حضور کے ہمراہ رہا اور مدینہ میں رات کو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ سوتا تھا۔ اور اس کے بعد ۱۰ھ میں مجھے حکم ہوا کہ تم تبلیغ اسلام کے لئے اپنی قوم میں جاؤ، میں نے یہاں آکر بہت کوشش کی اور تین ماہ کے اندر پچھ میرے سنے حکم ہوا کہ ہندوستان میں جاؤ، میں نے یہاں آکر بہت کوشش کی اور تین ماہ کے اندر نو سو ۹۰۰ جنات کو اسلام میں داخل کیا۔ اس کے بعد میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منے کے لئے مدینہ پہونچا اور نو سو جنات کی تعداد میرے ساتھ گئی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملنے کے بعد ہم سب ہی ہندوستان واپس آ گئے۔ حضور مجھ سے بہت خوش ہوئے اور ہم سب کے لئے دعاء کی، جب سے ہندوستان ہی میں رہتا ہوں۔

جب یہاں آیا تھا، یہاں کا بابر شاہ عدال مسیح ابن عرفان تھا، میں نے تبلیغ کا کام جاری رکھا اور ہم نے بڑی تعداد میں جنات کو مسلمان بنا لیا۔ بہت کوشش کرنے پر میں نے ۹۳ھ میں عدال مسیح ابن عرفان کو (مسلمان) اس میں داخل کیا اور اس کا نام محمد قاسم رکھا

اور لقب اس کا مولائی بن عرفان رہا۔ اور میں قاضی شریعت بنادیا گیا۔ ایک مرتبہ مولوی اہل اللہ مجرم بن کر ہمارے سامنے پیش کئے گئے، میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک حدیث بیان کر دی، مولوی شاہ اہل اللہ نے مجھ سے کلام کیا کہ کیا تم صحابی رسول ہو؟ میں نے کہا کہ ہاں! میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا کرتا تھا، ان کو پھر واپس پہونچا دیا گیا۔

۱۲۴۱ھ میں شاہ محمد قاسم بن عرفان ہم سے رخصت ہو کر عالم بقاء کو پہنچ گئے، قوم جنات نے مل کر مجھے تخت شاہی پر بٹھادیا اور اپنا بادشاہ مان لیا۔ اس کے بعد بابا فرید گنج شکر سے میں لاہور میں ملا، پھر دوسری مرتبہ دہلی میں ملا۔ مولوی محمد یوسف صاحب سے ۴۰ مرتبہ خود ہی میں نے مل کر گفتگو کی اور تب تبلیغ کا کام ترقی پر پہونچا۔ ایک مرتبہ خود ہی مولانا زکریا صاحب سے ملنے کے لئے بشکل انسان بن کر گیا، مگر ان سے گفتگو نہ کر سکا۔ اس کے بعد ۱۳۸۹ھ میں حکیم احسان الہی میرے پاس آپہونچے اور بالمشافہ مجھ سے گفتگو کی، تب سے آج تک ہر ماہ چار پانچ مرتبہ میں خود حکیم احسان الہی کو اپنے پاس بلاتا ہوں۔ اور ۹۷ھ میں میں نے حکیم احسان الہی کو اپنا خلیفہ مقرر کر دیا ہے۔ انسانوں کی بیعت کے لئے، ابھی تک کوئی دنیا کا انسان اس طرح سے میرے پاس نہیں آیا۔ اب امت محمدیہ پر ظاہر ہونے کی اجازت دے دی ہے اور ساتھ ہی مولوی محمد حنیف کو بھی لگا دیا ہے تاکہ دونوں مل کر دین کی خدمت کر سکیں۔ میں دعاء کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو دین کی خدمت کے لئے قبول فرمانے کی توفیق عطا فرمائے۔“۔ عمر ابن خیام۔

ذیل کی معروضات کا جواب مرحمت فرمائیں:

کیا یہ مضمون صحیح اور صادق ہو سکتا ہے، اس کی صداقت اور اہل مضمون کی صداقت میں کوئی شبہ تو نہیں، ہے یعنی یہ صاحب جو قوم جن میں سے ہیں اور اب تک حیات ہیں اور صحابی ہونے کے دعویدار ہیں۔ سب کچھ صادق ہو سکتا ہے یا کہ حکیم احسان الہی اور مولوی محمد حنیف کی جعل سازی اور دوکانداری کا چکر ہے، کیونکہ یہ لوگ عملیات اور تعویذ گنڈے کرتے ہیں؟ اور معلوم ہوا کہ یہ مضمون صحابی جن کی طرف سے اپنے ماہنامہ رسالہ میں

اشاعت کے لئے دیا گیا ہے۔

نیز معلوم ہوا کہ کسی تبلیغی آدمی نے ہمارے حضرت شیخ سے ان صحابی جن سے ملاقات کے متعلق دریافت کیا تھا تو آپ نے اجازت دی تھی لیکن ان صحابی نے ملاقات سے منع کر دیا ہے، یہاں بھی کچھ لوگ حکیم احسان الہی سے متعلق ہیں، ان سے ذریعہ سے ان صحابی سے کچھ دینی و دنیوی امور کے متعلق معلومات کرتے رہتے ہیں، ان کے تحریری جواب آتے ہیں۔ بعض تحریرات پر ان کے نام پر ”امیر المومنین“ کا لفظ بھی تھا، اس پر میں نے اعتراض کیا۔ کہ ”میر البغات“ کہنا چاہیے، اس کے بعد سے ”امیر المومنین“ کا لفظ ختم کر دیا ہے۔

اب بات دریافت کرنی ہے کہ اگر ان سے بشکل انسانی کوئی آدمی ملاقات کرے تو وہ تابعین میں داخل ہوگا یا نہیں؟ اور ان سے دینی فیض بذریعہ بیعت وغیرہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور خیر القرون میں باہم جنات و انسان میں اس طرح بیعت اور رشد و ہدایت اور فیض رسائی کا سلسلہ قائم ہوا ہے یا نہیں اور اب ہو سکتا ہے یا نہیں؟

شرافی و کافی رائے مانی کے ذریعہ تسلی فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

- ۱۔ اس میں شک نہیں کہ بعض جنات نے حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قرآن کریم پڑھنے کو سنا اور ایمان لائے، جیسا کہ سورہ جن میں مذکور ہے (۱)۔
- ۲۔ یہ بھی صحیح ہے کہ عموماً جنات کی عمر طویل ہوتی ہے، جیسا کہ آکام امر جان فی احکام الجن میں ہے (۲)۔

- ۳۔ یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متعدد مرتبہ تبلیغ احکام کے لئے جنات میں تشریف لے گئے، جیسا کہ بذل الجہم میں مذکور ہے (۳)۔

(۱) قال اللہ تعالیٰ ﴿قُلْ أَوْحَىٰ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَجْمٌ مِنَ الْجَنِّ، فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قِرَاءَ نَا عَجْزاً، يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ، وَلَنْ نَشْرُكَ بِهِ أَحَدًا﴾ (سورة الجن: ۲، ۱)

(۲) لم أحد

(۳) ”عن عبد اللہ بن مسعود رضى الله تعالى عنه أن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، قال له ليلة الجن -

۴- یہ بھی ثابت ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر واپسی میں ایک جگہ سانپ کی شکل میں ایک جن خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا جو حق ضیافت ادا کرنے پاب تھا، جیسا کہ کتاب المغازی میں ہے (۱)۔ ان مثبت امور کے ساتھ کچھ منفی امور بھی قابلِ لحاظ ہیں۔

۱- اللہ تعالیٰ نے جن کو نبی یا نذیر بنا کر انسانوں کی ہدایت کے لئے نہیں بھیجا (۲)۔

- "ما فی ہذا تک" قال سعد، قال "تمرة طيبة وماء طهور" (سنن أبی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب الوضوء بالبیذ: ۱/۱۳، مکتبہ إمدادیہ ملتان)

قال العلامة حلیل أحمد السہارنہوری رحمہ اللہ تعالیٰ: "أن السی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لہ" ای لعبد اللہ بن مسعود رضى اللہ تعالیٰ عنہ "ليلة الحس" ای ليلة ذهب الحس بالسی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم إلى قومہم لیتعلموا مہ الدین وکان معہ عبد اللہ بن مسعود رضى اللہ تعالیٰ عنہ، وفي رواية زید بن ثابت رضى اللہ تعالیٰ عنہ، الح" (بدل المحمود فی حل أبی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب الوضوء بالبیذ: ۱/۵۵، مکتبہ إمدادیہ ملتان)

(ومرقاة المفاتیح، کتاب الطہارۃ، باب احکام المیاء، الفصل الثانی، (رقم الحدیث ۴۸۰) ۱۸۱/۲، رشیدیہ)

(۱) "وروی ابن العربی بسندہ إلى حابر بن عبد اللہ رضى اللہ تعالیٰ عنہما قال بیأما مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یمشی إحداء ت حبة، فقامت إلی حسہ، فودت فاما من أدہ، وکانہا تاحیہ أو نحو ہذا، فقال السی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "نعم" فاصرفت، الح" (اکام المرحان فی عرائب الأحبار وأحكام الحان، الباب الحادی عشر فی بیان أن الحس یأکلون ویشربون، فصل فی تأویل أحادیث واردة فی هذا الباب، ص: ۳۰، مکتبہ خیر کثیر کراچی)

(۲) قال اللہ تعالیٰ ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانٍ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ﴾، فیصل اللہ من یشاء وبہدی من یشاء، وهو العزیز الحکیم ﴿سورة إبراهيم: ۴﴾

وقال اللہ تعالیٰ ﴿وَإِلَى ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَدْحًا﴾، قال یقوہ اعبدوا اللہ مالکم من إله غیرہ ﴿سورة ہود: ۶۱﴾

"الحمہور علی أنه لم یکن من الحس سی قال العوی فی تفسیر الأحقاف وفيہ دلیل علی أنه علیہ السلام کان معوثاً إلى الإیس والحس حمیعاً قال مقاتل رحمہ اللہ تعالیٰ لم یبعث قلبہ سی -

۲- حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی جن و جہد کو کہ مت سپرد نہیں کیا، جیسا کہ سفر میں تشریف لے جاتے وقت اپنی جگہ کسی کو امام مقرر کر کے جانے کا معمول تھا (۱)۔

۳- کسی جہد میں کسی جن کو امیہ بنا کر نہیں بھیجا جیسا کہ صحابہ میں سے کسی کو امیر بنا کر بھیجنے کا معمول تھا (۲)۔

۴- کسی جن کو کسی بستی میں حاکم اور قاضی بنا کر نہیں بھیجا، جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا ہے (۳)۔

= إلى الإنسن والجن. (الأشباه والنظائر، أحكام الحان، ص: ۳۲۳، قدیمی)

(۱) "عن مصعب بن سعد عن أبيه رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم خرج إلى تسوك فاستخلف عليًا، قال أتخلفني في الصبيان والنساء؟ قال: "ألا ترعى أن تكون مني بمنزلة هارون من موسى إلا أنه ليس مني بعدى" (صحيح البخاري، كتاب المعازي، باب عروة تسوك وهي غروة العسرة: ۶۳۳/۲، قدیمی)

(۲) "قال حدثنا سفيان، قال أئدی حمطاه من عمرو بن دينار قال: سمعت جابر بن عبد الله رضي الله تعالى عنهما، يقول بعث رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ثلث مائة راكب أميرًا أبو عبيدة بن الجراح رضي الله تعالى عنه نرصد غير قريش، فأقما بالساحل نصف شهر، فأصابا جوع شديد حتى أكلوا الحيط، فسمي ذلك الحيش حيش الحيط، الخ" (صحيح البخاري، كتاب المعازي، باب عزوة سيف البحر وهم يتلقون غيراً لقريش وأميرهم أبو عبيدة: ۶۲۵/۲، قدیمی)

"عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بعث بعثاً وأمر عليهم أسامة بن زيد، فطعن الناس في إمارته، فقام رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فقال: "إن تطعوا في إمارته، فقد كنتم تطعون في إماره أبيه من قبل، وأيم الله! إن كان لحليقاً للإمارة. وإن كان لمن أحب الناس إلي. وإن هذا لمن أحب الناس إلي بعده" (صحيح البخاري، كتاب المعازي، باب بعث النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أسامة بن زيد رضي الله تعالى عنهما في مرضه الذي توفي فيه ۶۳۱/۲، ۶۳۲، قدیمی)

(۳) "عن معاذ بن جبل رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لما بعثه إلى اليمن قال: "كيف تقضي إذا عرض لك قضاء؟" قال: أقضي بكتاب الله، قال: "فإن لم تجد في كتاب الله؟" قال -

۵۔ کسی جن کو قاضی نہ کر بھی کوئی تبلیغی دعوت نامہ لے کر نہیں بھیجا، جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھیجا (۱)۔

غرض جنات کی کوئی ولایت، امامت، حکومت انسانوں پر ثابت نہیں فرمائی، بلکہ اشرف المخلوقات ہونے کی وجہ سے جنات کی قیادت سے آزاد رکھا ہے، یہاں تک کہ انسان عورت کا نکاح قوم جن کے مرد سے جائز نہیں قرار دیا گیا، جیسا کہ سب فقہ شافعی وغیرہ میں مذکور ہے (۲)۔ شوہر کی بیوی پر ولایت : قی ہے

۔ فسمی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، قال "فإن لم تجد فی سعة رسول اللہ" قال احتجہد رای، ولا آتو، قال فصرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی صدرہ، وقال "الحمد للہ الہی وفق رسول اللہ لما یرضی بہ رسول اللہ" (مشکوۃ المصابیح، کتاب الإمارة والقضاء، باب العمل فی القضاء والخوف منہ، الفصل الثانی، ص: ۳۲۴، قدیمی)

"عن اسی بردة رضى الله تعالى عنه قال بعث رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ابا موسى ومعاذ بن جبل رضى الله تعالى عنهما الى اليمن، قال بعث كل واحد منهما على محلاف، قال. واليمن محلافان ثم قال. "يسرا ولا تعسرا ويسرا ولا تغرا" فاسطلق كل واحد منهما الى عمه، الخ" (صحيح البخارى، كتاب المغازى، باب بعث ابي موسى ومعاذ رضى الله تعالى عنهما الى اليمن قبل حجة الوداع: ۶۲۲/۲ قدیمی)

(۱) "أن عبد الله بن عباس رضى الله تعالى عنهما، أخبره أن أبا سفيان بن حرب رضى الله تعالى عنه أخبره أن هم قبل أرسل إليه في ركب من قريش. وكانوا تخاروا بالشام في المدة التي كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ماذ فيها أبا سفيان وكتار قريش، فأتوه وهم بإيلياء، فدعاهم في مجلسه ثم دعا بكتاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الذي بعث به مع دحية الكندي إلى عظيم نضرى، فدفعه عظيم نضرى إلى هرقل، فقرأه، فإذا فيه "بسم الله الرحمن الرحيم من محمد عبد الله ورسوله إلى هرقل عظيم الروم، سلام على من أسع الهمى الخ" (صحيح البخارى، باب كيف كان بدء الوحى إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وقول الله عز وجل "إنا أوحينا إليك كما أوحينا إلى نوح والسبين من بعده" : ۴/۱، ۵، قدیمی)

(۲) قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: "وبقى من المحرمات الحشى المشكل لجواز ذكوره والحية ولسان الماء لا حلال الحس وقد نظمت السعة مع الحمسة المزیدة بقولی =

بہرحال قوموں علی سبب (۱)۔

واقعہ مسئلہ میں جس روایت و ظہور صحابی کے نام سے درج کیا گیا ہے اس کے سیاق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ: چودھویں صدی کے اخیر میں طویل العمر جن صحابی کا ظہور ہوگا اور امت کے ۷۳ فرقے ہوں گے، یک فرقہ جو اس طویل العمر کی اطاعت کرے گا، صرف وہی نجات پائے گا، باقی ۷۲ فرقے جو اس کی اطاعت نہیں کریں گے اگرچہ وہ قرآن کریم اور سند سے صحیح ثابت شدہ احادیث پر عمل کریں گے وہ سب جہنم میں جائیں گے۔ حالانکہ ۷۳ فرقوں کی تفصیل اکابر اسلاف کی کتابوں میں صدیوں پہلے سے مذکور ہے، جیسا کہ سید عبد القادر جیلانی قدس سرہ اور علامہ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابوں میں تفصیلاً تحریر فرمایا ہے (۲)۔ مولانا محمد یونس

أنواع تحريم الكاح سع	قراية ملك رضاع جمع
كذلك شرك نسبة المصاهرة	وأمة عن حرة مؤخرة
وزيد خمسة أتك باليان	تطبيق لها ثلاثاً واللعان
تعلق بحق غير من كاح	أو عدة حضوة بلا تضاح
واخر الكل اختلاف الحن	كالحن والمائى لوع الإنس

(ردالمحتار، کتاب الکاح، فصل فی المحرمات: ۲۸/۳، سعید)

”وبھی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن کاح الحن، وقول الفقهاء لا تحور الماکحة بین الإنس والحن وکراهية من کرهه عن النبی دلیل علی امکانہ۔ لأن غیر المسکن لا یحکم علیہ بحوار ولا بدمه فی الشرع“ (آکاد المرحان فی غرائب الاحار واحکام الحان، الباب الموفی ثلاثین فی باب ماکحة الحن، ص: ۶۶، مکتبہ خیر کثیر، کراچی)

(۱) (سورة النساء: ۳۴)

(۲) ”عن أنس هرويرة رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: افرقت اليهود على احدى أو ثنتين وسعين فرقة، وافرقت النصارى على احدى أو ثنتين وسعين فرقة، وتفرق أمتي على ثلث وسعين فرقة“

”عن معوية بن سفيان رضى الله تعالى عيما انه قد، فقال ألا إن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قد فسا، فقال ألا إن من فلكم من اهل الكتاب افرقوا على ثنتين وسعين مئة، وإن هذه الملة ستفرق على ثلث وسعين، ثنان وسعون فى النار، وواحد فى الجنة، وهى الجماعة“ (۱) اس =

صاحب دامت فیوضہم شیخ الحدیث مدرسہ مظاہ علوم سہارنپور نے خوب وضاحت سے کلام کیا ہے۔

مزید برآں غور طلب یہ بات تھی کہ حضرت امام مائت رحمہ اللہ تعالیٰ نے خلیفہ وقت کی درخواست پر اپنی کتاب موطا تصنیف فرمائی جس پر خلیفہ نے چاہا کہ اس کتاب کو بیت اللہ میں آویزاں کیا جائے اور اعدا کر دیا جائے کہ تمام لوگ اس کے موافق عمل کریں تو حضرت امام مائت رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر شدید انکار کیا اور فرمایا کہ: صیہ راء مختلف اطراف میں احادیث کوئے کر گئے ہیں، جو حدیث جس کے پاس مستند ذرائع سے پہونچی ہے وہ تو اس پر ہی عمل کرے گا، سب کو موطا پر عمل کرنے کے لئے مجبور کرنے کا حق نہیں ہے (۱)۔

اس کے برخلاف واقعہ مسئلہ میں صرف ایک شخص کی اتباع پر نجات کو منحصر کر دیا گیا ہے اور وہ بھی ایسا کہ سب کی نظروں سے غائب، اس کو صرف ایک شخص اس کا خلیفہ دیکھتا ہے، بات کرتا ہے۔ تو یہ درحقیقت اس طویل عمر جن کی اتباع کی دعوت نہیں، بلکہ اس خلیفہ کے لئے مسلمانوں کی ردن کو جھکانا ہے، حالانکہ اس خلیفہ کو شرعاً کسی جن سے کسی حدیث کا روایت کرنا بھی جائز نہیں ہے

= یحییٰ وعمر و فی حدیثہما وانہ سبحر ح فی امتی اقواء تحاری بہم تلک الہواء کما یتحاری الکک لصاحبه (سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ، باب شرح السنۃ ۲/۲۸۳، مکتبہ امدادیہ ملتان)

”عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم .
”لیأتین علی امتی ما اتی عیسیٰ بن اسرائیل حدو العل بالعل حتی ان کان مہم من اتی امہ علانیۃ، لکان فی امتی من یضع دلک، وان بی اسرائیل تفرقت علی ثنی وسعی ملة، وتفرق امتی علی ثلاث وسعی ملة کلہم فی النار الا ملہ واحدة“ قلوا ومن ہی یارسول اللہ؟ قل ”ما انا علیہ واصحابی“

(جامع الترمذی، کتاب الایمان، باب ماجاء فی افتراق هذه الأمة: ۹۳/۲، سعید)

(وسنن ابن ماجہ، أبواب الفتن، باب افتراق الأمم، ص: ۲۸۷، قدیمی)

(ومشکوۃ المصابیح، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، الفصل الثانی، ص: ۳۰، قدیمی)

(۱) ”قال ابو نعیم فی الحیلة عن مالک قال شاورنی ہارون الرشید فی ان یعلق الموطا علی الکعبة

ویحمل الناس علی ما فیہ، فقلت لا تفعل، فان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اختلفوا فی

المروع وتفرقوا فی البلدان وکل مصیب (مقدمة حر المسالک، الباب الثانی فی الکتاب، الفصل

الثانی فی المؤلف، وفیہ فوائد: ۱/۹، مکتبہ امدادیہ ملتان)

ومنہا قبول رواية الحنفی ذکرہ صاحب اکام المرجان، و ذکر سبوصی کہ لاشئ فی
 حہ روئے عنہ عن ایس مسموعہ، سبوصی عنہ ایسی نہ تولا، و ذکر أحرار شیع من حصر
 دحل الحنفی فی ظہرہ من ایس، و رواة ایس عنہم و ظاہر معہ، نعدہ حصہ من لفقہ
 عدہ متہم، الأشاہ والنظائر (۱)۔

یعنی جنات کو تو انسانوں سے حدیث روایت کرنے کا حق ہے، مگر انسان کو جنات سے روایت کرنا
 ممنوع ہے، کیونکہ جنات کے عادل ہونے پر اعتماد حاصل ہونے کی کوئی صورت نہیں، وہ مختلف صورتیں بھی
 بنا سکتے ہیں اور اپنے نام بھی مختلف بنا سکتے ہیں۔ مجھے خود بھی واسطہ پڑا ہے، ایک جن نے اپنا نام بتایا حضرت ش
 عبد القدوس گنگوہیؒ، ایک جن نے کہا کہ ہم ختم المرسلین ہیں۔

عدوہ ازیں دستخط اور مہر میں "سلطان الأحیہ" لکھا ہے، حالانکہ "حہ" تو "جنس" کی جمع ہے
 "جن" کی جمع نہیں۔ و ل الله تعالیٰ: و قد أتتہ أحمۃ فی خلون أمہ تکمہ (۲)۔ اور جس اس بچہ کو
 کہتے ہیں جو ماں کے پیٹ میں ہو، ابھی پیدا نہ ہوا ہو۔

اگر کوئی شخص ان طویل العمر جن سے ملاقات کرنا چاہے، یا ان سے تعویذ یا حدیث کی سند لینا چاہے تو
 اس کو زخما مدنیہ ربی حیرت ہوگی کہ صیہ بے راضی اللہ تعالیٰ عنہم تو بہت بند مرتبہ تھے، زبد و قعت کا مجسمہ تھے،
 ان کے اتباع کرنے والے بھی اس طرز سے ہمیشہ دور اور متنفر رہے۔ بعض اکابر سے کسی حدیث کا کسی جن سے
 نقل کرنا بعض کتب میں مذکور ہے، مگر وہ بطور عجوبہ اور غریبہ اور نادرہ ہے جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب
 رحمہ اللہ تعالیٰ نے رسالہ "النوادر" میں نقل فرمایا ہے (۳)، اسی وجہ سے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس

(۱) الأشاہ واسطائر فی الفقہ الحنفی، المص الثالث الجمع والفرق، احکام الحان، ص
 ۳۲۲، قدیمی

(۲) (سورة الحہ: ۲۲)

(۳) "و وقعت قصة كذلك لأحی المؤلف الشاہ اهل الله رحمہ الله تعالیٰ کما ذکرہ صاحب تذکرۃ
 الرشید فی هامش کتابة (۱۰۱) وهی أن الشاہ اهل الله کان یتلو القرآن فی المسجد فإذا بحبة
 صغیرة، فقتلہا، فحاء رحلان وقال: إن الملك یطکک، و طن السبح أنه یطلہ ملک الإیس و كانت
 دولة العول بحکمہ علی التمد حبسہ، فقاء الشبح معینما و دہبابہ إلى البریة، والشیخ یسیر معہما وهو -

رسالہ کا نام ہی ”النواذر“ رکھا ہے۔ اس پر کسی عقیدہ یا عمل کی بنیاد رکھنا مقصود نہیں ہے جائیداد بات بن اس پر مقرر
کر دی جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

امامہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب لاریب فیہ، سید احمد علی سعید، دارالعلوم دیوبند، ۳/۴/۹۹ھ۔



= بحسب أن ملك الإس حرج إلى الاصطياد وطلبه من الصحراء، ولم يرل يمشى معهما حتى رآى
سائاً في الأرض، فدخل فيه فإذا هناك ملك الحن يحكم في المحاصمات، فسلم الشيخ وحس في
ناحية المحس، فلما فرغ الملك من القضايا، طلب الشيخ وبرر المدعى قنلاً إن هذا قتل اسي،
وأطلب القودمه. قال الشاه أهل الله. إنى لم أقتل أحداً، ثم بان أن المراد بقتل ولده هو مقتله في صورة
الحية، فأقر لشيخ بقتله، وكاد أن يقتل قصاصاً بأمر الملك، لكن ظهر هناك في ذلك لحن صحابي
حتى وقرأ حديث ”من قتل في غير ربه قدمه هدر“ فأنزل الملك دمه مما سمع من حديث النبي صلى
الله تعالى عليه وسلم وأبلغوا الشاه أهل الله مأمه.

وطلب حكيم الأمة التيانوى قدس سره بحارة هذا الحديث من القطب الكسكوهى قدس سره.
فكتب له الإحارة، وذكر سده هكذا حدثني شيخى الشاه أحمد سعد المحددى قال حدثني نبي
الشاه أبو سعيد المحددى، قال حدثني شيخ الشيوخ الشاه عبد العزيز الدهلوى، قال حدثني عمى
الشاه أهل الله الدهلوى، عن القاصى الحى المعمر، قال سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
يقول، ”من قتل في غير ربه قدمه هدر“ (الرسائل الثلاث الفصل الحس فى المسلسل من حديث النبي
الأمين صلى الله تعالى عليه وسلم النواذر من أحاديث سيد الأوائل والأواخر صلى الله تعالى عليه
وسلم، ذكر مسند الجن، ص: ۷۹، ۱۸۰، المكتبة الحيوية، سهارنفور الهند)

باب مایعلق بالسحر والعودۃ

الفصل الأول فی السحر

(سحر کا بیان)

سحر کا حکم

سوال [۹۵۸۹]: کیا مسلمان و جادو کرنا جائز ہے، اور جو جادو کا عمل کرتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

۲ کسی شخص کی چوری ہونے کی وجہ سے اگر کسی قسم کا عملی جادو ہو یا قرآن پاک سے ہوا اپنی چیز کے

منے کے لئے کرے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱ سحر کرنا کبیرہ گناہ ہے، کد فی شرح الفقہ الاکبر (۱)۔

۲ آیات قرآنی پڑھ کر دعا کرنا یا دوسرے سے کرانا کہ یا اللہ میری چیز مل جائے، درست ہے۔

حدیث شریف میں بھی دعا ثابت ہے۔ لیکن سحر کرنا درست نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) "الکھس، الساحر، والمسحہ إذا ادعی العلم بالحوادث الآتیة، فهو مثل الکاهن وما یعطی

هؤلاء حرام بالإجماع، کما نقله العوی والقاصی عیاض و غیرهما" (شرح الفقہ الاکبر، ص

۱۴۹، قدیمی)

(۲) "فی المنع السحر الحرام بالأحلاف بین أهل العلم" (رد المحتار، مطلب فی الساحر والربدیق

۲، ۲۳۰، سعید)

(ومعارف القرآن: ۲/۱، ۲۷۹، إدارة المعارف کراچی)

سحر کا اثر اور ساحر کا حکم

سوال [۹۵۹۰]: زید وجع المذصل کی بیماری میں چار ماہ سے بیمار رہا، علاج کرتا رہا مگر بے سود۔ بعض لوگوں نے خیال کیا کہ کسی نے جادو کیا ہے، مکان کی تلاشی لی گئی اور کچھ تعویذ نکل آئے جس کے بعد مریض کوفاقہ ہوا۔ ایک صاحب نے اپنے عمل (جادو) سے رکھنے والے کو معلوم کیا جو اس گھر کی رہنے والی ہندہ ہے، مگر وہ اس فعل سے انکار کر رہی ہے۔ مریض اس کے بعد بھی سخت بیمار رہا۔

۱.... کیا جادو کے ذریعہ بیمار ہونا شرعاً درست ہے؟

۲ بغیر دیکھے تعویذ رکھنے والے کو معلوم کرنا ممکن ہے؟

۳ اگر جواب اثبات میں ہو تو تعویذ رکھنے والے کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

۴ اور نفی کی صورت میں اس قسم کے اعتقاد رکھنے والے کیسے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱.... شرعاً یہ محال نہیں، بلکہ ممکن ہے (۱)۔

۲.... عملیات کے ذریعہ یہ بھی ممکن ہے، لیکن بغیر حجت شرعیہ کے شرعاً مجرم قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔

۳ جب تک وہ عورت اقرار نہ کرے یا شرعی شہادت سے ثبوت حاصل نہ ہو، اس کو سزا دینا

درست نہیں۔

۴ جولوگ سحر (جادو) کے منکر ہیں ان کا یہ انکار اہل سنت والجماعت کے خلاف ہے

(۱) (راجع: (معارف القرآن، سحر کی حقیقت: ۱/۲۷۷، إدارة المعارف کراچی)

”إِنَّهُ قَدْ يُوْثِرُ فِي مَوْتِ الْمَسْحُورِ وَمَرْصَهُ مِنْ غَيْرِ وَصُولِ شَيْءٍ ظَاهِرٍ إِلَيْهِ“ (شرح الفقه الأكبر،

ص: ۱۵۰، قدیمی)

”السحر حق عندنا وحوده ونصوره وأثره“ (رد المحتار، مطلب فی التَّحِيمِ وَالرَّمَلِ

۱/۳۳، سعید)

”قال المحقق في الفتح قال أصحابنا للسحر حقيقة وتأثير في الأحسام، خلافاً لمن مع

ذلك“ (إعلاء السنن، كتاب السير، حكم السحر وحقيقة ۱۲، ۶۰۰، إدارة القرآن کراچی)

”کثر سحر معتمد وفعده، عنفد سحره و لا ھو۔“ در مختار (۱)۔ فقط والدہ اعظم۔

حررہ بعد محمود غفرلہ، دارالعلوم، یوبند، ۲۵/۳/۹۵۔

دفع سحر کے لئے سحر کرنا

سوال [۹۵۹۳]: ہر سحر قہ جرات میں آج کل سحر کا بڑا زور ہے، ذرا سا اختلاف یا دشمنی ہوئی کہ فریق مخالف نے جان لینے یا پریشان کرنے کے لئے غیر مسلم ساحروں سے سحر کروایا جاتا ہے، اس کے دفعیہ کے لئے تعویذات و عملیات سب کچھ کیا گیا، مگر فائدہ نہیں ہوا، البتہ تخفیف ہو جاتی ہے۔ عاملوں کا کہنا ہے کہ چونکہ یہ سفلی اور ناپاک عمل ہوتا ہے، اس لئے اس کا مکمل دفعیہ بھی اسی طرح سفلی اور ناپاک عملوں سے ہی ہو سکتا ہے۔ چند مشرک عالم بھی تعلق کی وجہ سے عمل کرنے کے لئے تیار ہیں، مگر شریعت کا احترام اور گناہ کے ذریعہ وجہ سے نہ تو آج تک خود کیا اور نہ کسی کو اجازت دی۔ اب تک بہت سے لوگ پریشان ہو چکے ہیں اور متعدد اموات بھی ہو چکی ہیں۔

تو کیا ایسی صورت حال میں غیر مسلموں سے شرعوں سے سحر ٹوٹا وغیرہ تمام پید چیزوں کے رد کے لئے کروانا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں ہمیں کچھ حکمانا پینا، باندھنا، پڑھنا ہوتا ہے۔ وہ اپنے عمل کے ذریعے خود دفع کرتا ہو، یا ان میں سے کوئی بات کرنی ہوتی ہو تو کیا ان میں کوئی فرق ہوگا، یا دونوں صورتیں مساوی ہوں گی؟

مولانا ابراہیم صاحب، مدرسہ اسلامیہ ڈابھیل، سورت، جرات۔

= (۱) کذا فی مرقۃ المفاتیح، کتاب الدیات، باب قتل اهل الردۃ والسعۃ ۷/۱۱۷، رشیدیہ

(۱) (ردالمحتار، مطلب فی السحر والرنذیق: ۲۳۰/۳، سعید)

”وأما تعلیمہ وتعلّمہ، فتمہ ثلاثہ اَوْحد الصّحیح الدی قطع بہ الجمهور أنہما حرامان“ (مرقۃ

المفاتیح، کتاب الدیات، باب قتل اهل الردۃ والسعۃ: ۷/۱۱۷، رشیدیہ)

”تعلّمہ وتعلیمہ حرام“۔ (ردالمحتار، مطلب فی التنجیم والرمال: ۳۴/۱، سعید)

(ومعارف القرآن: ۲۷۹/۱، إدارة المعارف کراچی)

و کذا فی إعلاء السنن، کتاب السحر، باب حد السحر صریحہ بالسيف و کذا فی سنن اللہ أو الرسول أو

واحد من الانبیاء، حکم السحر و حقیقته: ۵۹۹/۱۲،

الجواب حامداً ومصلحاً:

اس ضرورت کی حالت میں اس سے بچ کرنا درست ہے (۱)، مگر اس طرح کہ جو کچھ کرنا ہو وہ خود کرے، چھانا، پینا، باندھنا، پڑھنا کوئی کام مسحور و نہ کرنا پڑے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۶/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۶/۹۲ھ۔

دفع سحر کی ترکیب

سوال [۹۵۹۴]: زید کی شادی ہندہ سے ہوئی، مگر ہندہ کے گھر والوں نے زید پر جادو کرا دیا جس سے اپنے والدین سے بالکل بیزار ہو گیا، بہت عمل کیا مگر افاقہ نہیں ہوا۔ اب یہ بتلایا گیا کہ شیطانی عمل ہی سے دور ہوگا۔ تو اگر ایسا عمل (جادو) کرایا جائے تو گنجائش ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلحاً:

یہ کہنا کہ ”عمل شیطانی ہی سے علاج ہوتا ہے“ یہ صحیح نہیں ہے، دفع سحر جائز اعمال سے بھی ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دفع سحر کے لئے معوذتین نازل ہوئی تھیں (۲)، مثلاً اگر سحر کئے کو چالیس روز تک سورہ فاتحہ مع بسم اللہ الرحمن الرحیم چینی کے برتن پر زعفران کے پانی سے لکھ کر دھو کر پدایا جائے نہار منہ تو پاؤں سے شفا ہو جاتی ہے۔ حدیث شریف میں موجود ہے کہ سورہ

(۱) ”وفی دحیرۃ الناطر تعلمہ فرص لرد ساحر اهل الحرب، وحرام لیفرق بہ بین المرأة وروحها،

وجائز لیوفق بیہما“۔ (رد المحتار، مطلب فی التحیم والرمل: ۴۴/۱، سعید)

(و کذا فی رسائل ابن عابدین، ص: ۳۰۳، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۲) قال القرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ ”ثبت فی الصحیح من حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا أن النبی

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سحرہ یہودی من یہودی رریق۔ یقال لہ لیلید بن الأعصم، حتی یحیل إلیہ

أنہ کان یفعل الشئ ولا یفعلہ فأنزل اللہ ہاتین السورتین“۔ (تفسیر القرطبی، سورۃ العلق:

فالتحریر شفاء ہے (۱)۔ فتاویٰ مدنیون مصر۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۱/۱۱/۱۳۸۰ھ، یوم بد، ۶ - ۱۱ - ۱۳۸۰ھ۔

الجواب صحیح، بندہ مرنے والا ہے، یوم بد، ۶ - ۱۱ - ۱۳۸۰ھ۔

مشرکانہ منتر سے علاج

الاستفتاء: [۹۵۹۵] زید جو کہ بے علم ہے، نماز بھی نہیں پڑھتا، دھوبی کا پیشہ کرتا ہے، ایک منتر کے ذریعہ پتھر امراض کی مثال اندرونی پھیوڑاؤں کی نہیں پڑھتا ہے جس سے مریضوں کو صحت ہو جاتی ہے۔ اس منتر سے وہ تیار رہتا ہے، اس میں غیر اللہ سے عانت لی جاتی ہے، خدا کا ہاں ذکر نہیں کرتا۔ بہتہ ابتدا میں، ہم اللہ و خدا پر پڑھتے رہتے ہیں، مثلاً یہ کہتا ہے کہ فلاں، یوکی یا دیوتا کے نام سے، یا ان کے حکم سے تیار ہو جا، بل جا، پٹنگ جا۔ یہ اس سے علاج کرانا عام حالات میں جا رہے یا نہیں؟

بریف ریڈر مریض ہے، وہ معتقد پابند شریعت ڈاکٹروں نے کہہ دیا کہ اس کا علاج بے سود ہے۔ چونکہ یہ مرض معدہ اور جبر کے درمیان سے اس سے آپریشن یا بجی کا علاج بھی خطرناک ہے۔ اندریں حالت ایسے مریض کو زید سے جھاڑ پھونک کرانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حاکماً و مصلیاً:

ایسے شخص سے بذریعہ جھاڑ پھونک علاج کرانا جائز نہیں، اس میں دیوی دیوتا و شافی اور متصرف مانا گیا ہے اور اس جھاڑنے والے کو اس، یوکی، یوتا کا مقرب تسلیم کیا گیا ہے۔ ایسا عقیدہ بھی اسلام کے خلاف اور کفر ہے (۲) اور ایسے شخص سے جھاڑ پھونک کرانے میں اس عقیدہ کی تصدیق اور اس کا اعتراف ہے۔ شافی مطلق،

(۱) احسن ما فی فیصلۃ، احسن ما فی عن عبد الملک بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "فاتحة الكتاب شفاء من كل داء" (مسند الدارمی، ۱۰/۱۰۰ فصل فاتحة الكتاب، (رقم الحدیث ۳۳۷۰: ۵۳۸/۲، قدیمی)

(۲) "أجمع العلماء علی جواز الرقی عند اجتماع ثلاثة شروط: أن یکون بکلام اللہ تعالیٰ أو بأسمائه وصفاته وباللسان العربی أو بما یعرف معاه من غیره، وأن یعتقد أن الرقیة لا تؤثر بذاتها، بل بذات اللہ تعالیٰ"، (تکملة فتح السلیم، کتاب الطب، ۱/۱۰۰ و ۱۰۱ و ۱۰۲، مکتبہ دار المعرفہ، کراچی)

حاجت رو، متصرف صرف اللہ پاک ہے، اس کے حکم کے ماتحت زندگی بھی نعمت ہے اور موت بھی راحت ہے، اس سے بغاوت کر کے زندگی بھی وبال ہے اور موت بھی عذاب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۸۵ھ۔

منتر کے ذریعہ علاج کرنا

سوال [۹۵۹۶]: ہمارے یہاں بچوں کو سر اور منہ وغیرہ میں گھونچھوڑا پھنسی وغیرہ ہوتا ہے تو اس کا تعویذ بنا کر دیتے ہیں اور دم بھی کرتے ہیں، مسلمان ہو کر، وہ یہ ہے: سیتا سکی کو سات بیٹا پھوک پھوان، ٹریوان میل پوان، ۱۰۰ھ پوان، ٹریوان پوان، دھان سیتا سکی، ایک ایک سو ۳۶۰ کا یہ الفاظ ہوتے۔ آپ بتائیے کہ کیا ہے، نیز یہ بھی تحریر کیجئے کہ دہائی کا کیا معنی ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ دہائی پڑھنا اور اس کا دم کرنا جائز نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

قرعہ کے ذریعے ساحر یا مجرم معلوم کرنا

سوال [۹۵۹]: ایک عورت بیمار ہے اور اس عورت کا علاج مختلف اکثر اور حکیموں سے کر رہی ہے،

لیکن کہیں بھی آرام نہیں ہوا۔ جب اس عورت کو ہمیں بھی ان مددگوں سے فرق نہ پڑا تو برادری کے بڑے بڑے

(۱) (و کذا فی فتح الباری، کتاب الطب، باب الرقی بالقراۃ والمعوذات ۱۰ ۲۲۰، قدیمی)

(۱) ”و اسماء تکرہ العوذۃ إذا کانت بعیر لسان العرب، ولایدری ما هو، ولعنه بدخله سحراً و کھراً و غیر

ذلک. وأما ما کان من القرآن أو شیء من الدعوات، فلا بأس به“ (رد المحتار، کتاب الحطو والإباحة،

فصل فی اللس: ۳۶۳/۶، سعید)

(و مرقاة المفاتیح، کتاب الطب والرقی، الفصل الثانی، (رقم الحدیث ۴۵۳۵) ۱ ۳۰۳، رشیدیہ)

(و کذا فی شرح مسلم للوئی، کتاب السلام، باب الطب والمرص والرقی ۲ ۲۱۹، قدیمی)

لوگوں نے میٹھی کی، اور ایک عامل سے کہا کہ اسے رقبہ کے ذریعہ سے معلوم کرو، اس عورت کو جن کا اثر کیا کوئی جسمانی قدرتی مرض یہ ہوا ہے۔

اس قدر مبالغہ ہے کہ اس نے قریباً ذریعہ معمولی کر کے بتایا کہ اس عورت پر جادو کا اثر ہے، حالانکہ قریباً لے لے کر شخص کوئی خاص ماہر عملیات کے فن میں نہیں ہے۔ قریباً اس طریقہ سے بتایا گیا کہ اس عامل شخص نے ایک کوری بانڈی منگائی اور لوگوں کے نام الگ الگ پرچیوں پر لکھے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور خدائے اربعہ، حسنین - رضی اللہ تعالیٰ عنہم - کا واسطہ دیا اور اس بانڈی پر چار بڑے فرشتوں کے نام لکھے۔

اور اس بانڈی کو ایک طرف سے اس عامل نے اور دوسری طرف سے ایک دوسرے شخص نے شہادت کی انگلی کے اگلے حصہ سے بانڈی کے کناروں سے بانڈی کو اٹھالیا، اور وہ پرچیاں بانڈی میں ڈال دیں اور سورۃ یسین شریف کو پڑھا، اور جب سورۃ یسین کے پہلے یسین پر پہنچا تو بانڈی گھوم گئی اور سورۃ یسین کو پڑھ کر سورۃ فاتحہ، سورۃ اخلاص، سورۃ فلق، سورۃ ناس کو بھی پڑھا اور یہ اغاظ بھی پڑھے

”الہی بحرمت سلیمان ابن داؤد علیہ السلام ساحر یا مجرم“

حاصر شود“

تو بانڈی گھوم گئی۔ دوبارہ سب پرچیاں نکال لیں اور پھر الگ الگ پرچیاں ڈال دیں، دو پرچیوں پر بانڈی گھوم گئی، جبکہ وہی عمل کیا جو پہلے تھا۔ جن کے نام پر بانڈی پھری، انہی دو آدمیوں کو جادوگر قرار دیا گیا۔

اس مسئلہ کے اندر چند چیزیں ہیں، جن میں سے ہر ایک کا جواب مطلوب ہے

- ۱۔ قریباً شریعت محمدی صلیہ السلام میں کذری ہوئی بات پر، یا جادوگر کو معلوم کرنے کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ قریباً اصل حقیقت قرآن وحدیث میں کیا ہے؟ اس، سابق طریقہ سے قریباً جائز ہے یا نہیں؟
- ۲۔ جب یہ قریباً جائز ہے تو اس قریباً کی وجہ سے یہ دونوں آدمی جادوگر قرار دئے جائیں گے یا نہیں، جبکہ مدعی و کمیتی کے لوگوں کے پاس کوئی شرعی گواہ موجود نہیں ہے، صرف قریباً کی وجہ سے ان دونوں آدمیوں کو ساحر و مجرم قرار دیا جا رہا ہے؟

۳۔ اگر اس بانڈی کے پھرنے سے ان دو آدمیوں کا نام متجسس ہو جائے، لیکن ملاوہ اس قریباً کے کوئی ثبوت نہ ہو، یا پینچیت کے پاس ان کے جرم کا نہیں ہے، حالانکہ یہ دونوں فریق محض عام میں قسم و حلف کے لئے تیار

ہیں، قسم اس طریقہ سے اٹھاتے ہیں کہ ”بسمِ خداے تعالیٰ کی قسم جاتے ہیں اور قسم دو بارہ اس طرح سے کھاتے ہیں کہ ”کرہم نے اس عورت پر جادو کیا ہو تو خداے پاک ہم پر غضب نازل کرے۔“

یہی صورت میں اس قرعہ کا اعتبار ہو گا یا اس حنفیہ اور قسم کا؟ کیونکہ شرعی گواہان کے جادو کرنے کا کوئی کسی کے پاس موجود نہیں ہے۔

مجرم جو قرعہ اڑائے گئے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم کی آیات باندی پھیرتے ہوئے پڑھی گئی ہے، ان پر ہمارا یقین ہے، لیکن ہو سکتا ہے کہ اس قرعہ والے کوئی سے کچھ خط باندی پھر گئی ہو، ہم نے جادو نہیں کیا، ہم خدا کے مجرم ہوں گے اگر ہم نے جادو کیا۔

۴..... اگر یہ عمل قرعہ اندازی کا گزری ہوئی بات پر ناجائز ہے، نصوص قطعہ قرآن و حدیث سے بھی اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، اور قرعہ اڑانے والا کہتا ہے اگر مقتیان اِرام حدیث و قرآن کریم سے ناجائز بتلادیں تو اس گناہ کی وجہ سے توبہ و استغفار کرنے کے لئے تیار ہوں، اور جو برادری کے لوگ میرے اس دھوکے میں آگئے ان سے بھی معافی کا طلبگار ہوں۔ اب اس معاملہ پر کوئی خاص مقررہ شریعت کی ہے یا توبہ و استغفار کرے؟ بعد کو پنچیت سے معافی کے بعد بری قرار دیا جائے گا، کیونکہ اس معاملہ نے بھی دوسرے عامل کی اجازت سے یہ عمل کیا تھا۔

۵ جن لوگوں کے سامنے یہ عمل کیا تھا انہوں نے یہ عہد لیا تھا کہ اگر اس باندی پر کسی کا نام آئے تو ہم اس کے مطابق مجرم کو سزا دیں گے، حالانکہ یہ مسئلہ معلوم نہیں ہے کہ اس کے علاوہ شرعی طور سے حنفیہ قسم پر کوئی طریقہ بری مرنے کا ہے یا نہیں؟ قرعہ قرار نہ دیا جائے، تو قوم یعنی پنچایت سے فتویٰ کے جواب تک کوئی سزا نہیں دی، تو کیا یہ پنچیت اس عہد کی وجہ سے گنہگار ہو گئی یا نہیں، جبکہ مسئلہ سے بے خبر ہے؟

۶ قرعہ یا استخارہ گزری ہوئی بات پر ڈالا جائے یا سندہ والی بات پر قرعہ جائز ہے، یا استخارہ جائز ہے؟

۷ اگر اس طرح قرعہ اڑانا شریعت میں جائز ہے تو مجرم ان کو اس قرعہ پر مجرم ہی قرار دیا جائے گا، یا قسم پر بری کیا جائے گا ”القسم علی المدعی والیمین علی من انکر“ پر عمل ہوگا؟

اگر اس طرح پر پرچیاں ڈال کر باندی چلاتا ناجائز ہے، عامل توبہ کرے تو وہ قبل معافی ہے یا نہیں؟

اور جو شخص جاہورتا ہے اس کا یا تمہ ہے اور یا نہ ہے؟

اجواب حامداً ومصلیاً:

قرعہ کا حاصل یہ ہے کہ ایک کام میں دو صورتیں ہیں اور دونوں شرعاً برابر ہیں، جس صورت کو چاہے اختیار کریں جو، محض اطمینان کے لئے قرعہ اندازی کر لی جاتی ہے، مثلاً ایک شخص کی دو بیویاں ہیں، اس کو سفر میں جانا ہے، شریعت کی طرف سے اس کو اجازت ہے جس بیوی کو چاہے سفر میں ساتھ لے جائے، دوسری کو اعتراض کا حق نہیں، وہ قرعہ اندازی کرتا ہے جس کے نام پر نکل آیا اس کو ساتھ لے جاتا ہے (۱)۔

یہ مثلاً ایک شخص کا انتقال ہو، اس نے چار بیٹے چھوڑے اور ترکہ میں جائیداد (زمین، باغ، مکان) ہے، یہ چاروں تقسیم کرنا چاہتے ہیں تو اس تمام جائیداد کو قیمت اور حیثیت کے اعتبار سے چار قطعہ قرار دیئے جائیں گے جو کہ حیثیت اور قیمت میں برابر ہیں۔

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ کون سا قطعہ کس کو دیا جائے، تو قرعہ اندازی کر لی جاتی ہے، اس طرح کہ قطعوں کے نمبر مقرر کر دیئے جاتے ہیں، نمبر ۱ قطعہ فلاں کا ہے، نمبر ۲ فلاں، نمبر ۳ فلاں، نمبر ۴ فلاں، پھر چار کاغذوں پر نمبر ۱، ۲، ۳، ۴ لکھ کر گولی بنا دی جائے، تاکہ یہ معلوم نہ ہو کہ اس گولی میں کس نمبر کا قطعہ لکھا ہوا ہے، پھر کسی نا سمجھ بچے کو بلا کر کہا جائے کہ ان چاروں گولیوں کو ان چاروں پر تقسیم کر دیں، یا یہ چاروں آنکھیں بند کر کے ایک ایک گولی اٹھالیں، جس کے حصہ میں جو گولی گرے، اس میں لکھا ہوا قطعہ اس کو مل جائے۔

۱ غرض قرعہ آئندہ کاموں کے لئے ہوتا ہے، گزشتہ کے لئے نہیں۔ قرعہ شرعی دلیل نہیں ہے، محض

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا أراد سفراً، أقرع بين سائمه، فأيتهم خرج سهمها خرج بها معه" (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب القسم، الفصل الأول، ص: ۲۷۹، قدیمی)

"وفي الهداية لاحق لنفا في القسم حالة السفر، ويسافر الروح بمن شاء منهن، والأولى أن يقرع بينهن، فيسافر بمن خرجت قرعتها ولأنه قد يثق بإحدهما في السفر، وبالأخرى في حضر، والفرار في المنزل لحفظ الأمانة، أو لحرف الفتنة، أو تمنع من سفر إحداهما كثرة سسها، فعين من يحرف صحيفاً في سفر للسفر لحرف قرعتها إلزاماً لبصر الشدید، وهو مدفع بالنافي للحرج مرفوع بتدريج، کتاب النکاح، باب القسم، رقم لحدیث ۳۴۳۲، ۳۸۰، رشید)

اطمینان کے لئے ہے (۱)۔

۲۔ مال صاحب نے جو صورت اختیار کی ہے اس وجہ سے شریعت میں ان دونوں شخصوں کو جوہر و کاحرم قرار دینا جائز نہیں (۲)۔

۳۔۔۔۔۔ جب وہ دونوں آدمی انکار کرتے ہیں اور قسم کھاتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ان کا اعتبار نہ کیا جائے۔

۴۔ قرعہ شریعتی جت اور دیتل نہیں، مال صاحب کو لازم ہے کہ باشرعی دلیل کے بغیر اپنے کسی عمل پر اکتفا کرتے ہوئے کسی کو مجرم قرار دیں (۳)۔ اور توبہ و استغفار کریں، جب وہ توبہ و استغفار کر لیں اور جن دو

(۱) 'القسمة' شرعاً جمع نصیب شائع لہ فی مکان معین، و سبھا طلب الشریکاء أو بعضهم الانتفاع بملکہ علی وجه الخصوص"۔ (رد المحتار، کتاب القسمة ۶/۲۵۳، سعید)

"کل واحد من الشریکاء یصح بعد القسمة مالکاً لصحہ بالاسقلال، ولا یبقی لأحدہم علاقة فی حصۃ الآخر" (شرح المسححة لسنن رسم دار السنن، الفصل النبی من فی أحکام القسمة، رقم المادہ: ۱۱۶۲: ۱/۶۴۳، مکتبہ حفیہ)

(۲) "وہدہ الأصرب کلینا تسمی کھایہ، وقد اکدیہم کئیہم السرخ، وینہی عن تصدیقہم وإتیانہم، واللہ اعلم"، شرح النووی علی تصحیح لسنن، کتاب السلام، باب تحریم الکھایہ وإتیان الکھان (۲۳۲/۲، قدیمی)

(۳) قال اللہ تعالیٰ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ﴾ (سورة الاححرات: ۱۲)
قال العلامة الألوسی رحمہ اللہ تعالیٰ تحت قولہ تعالیٰ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ﴾ ای تاعدوا مہ، واصل احسنہ کن علی حالت مہ، ثم شاع فی الساعد الاراد لہ، وتکیر ﴿کثیراً﴾ لیحتاط فی کل ظن ویتمامل حتی یعلم انہ من ای القلیل، فان من الظن ما یباح انساعہ کلظن فی الأمور المعشیة، ومہ ما یحب کلظن حیث لا قاطع فیہ من العملیات کالتواجات الثابتة بعید دلیل قطعی، وحسن الظن باللہ عروحل، ومہ ما یحرم کلظن فی الإلیفات والسوات، وحيث یحائفه قاطع وظن السوء بالمؤمنین، ففی الحدیث "ان اللہ تعالیٰ حرم من المسلم دمه وعرضه، وأن یظن به ظن السوء" وعن عائشة رضى اللہ تعالیٰ عنہا مرفوعاً "من أساء ناحیه لظن، فقد أساء بریه اللہ تعالیٰ یقول" ﴿اجتنبوا کثیراً من الظن﴾ (روح المعانی، (سورة الاححرات: ۱۲): ۱۵۶/۲۶، دار احیاء التراث العربی بیروت)

تہیوں بوجہ ررقہ اردیہ بتان سے معافی مانگ میں (۱) اور اضمینان ہو جائے کہ آئندہ ایسا نہیں کریں گے، تو اب تک جو پچھریا غلط فہمی کی وجہ سے یہ تو ان وموعف کر دیا جائے، ان کو سزا نہ دیا جائے۔

۵۔ یہ سبب بھی غلط فہمی اور نادانی کی وجہ سے آیا، جب قہر جنت شرعی نہیں ہے تو اس سے ثابت ہو جانے کی بناء پر مجرم قہر دیکر سزا دینا جائز نہیں (۲)، اگر ان لوگوں نے قسم کھائی تھی تو اب سزا نہ دینے کی وجہ سے قسم کا کفارہ ادا کریں، جس جس نے قسم کھائی تھی کفارہ دیں، دس غریبوں کو شہر میں دو وقت کھانا کھائیں، یا پیرا پہنا لیں، یا تین روزے مسلسل رکھیں (۳)، تو یہ استغفار کر لیں اور آئندہ کبھی ایسی قسم نہ کھائیں (۴)۔

(۱) "ان لہا رای التوبۃ ثلاثۃ اركان لا قلاع، والدم علی فعل تلک المعصیۃ، والعرد عنی ان لا یعود الیہا ابدا، فإن کانت المعصیۃ لحق آدمی، فہا رکب رابع وهو التحلل من صاحب ذلک الحق" (شرح النووی علی الصحیح لمسلم، کتاب التوبۃ: ۳۵۴/۲، قدیمی)

(۲) "صل من قطعک، وأحسن الی من أساء إلیک" (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر رقم الحدیث ۵۰۰۳: ۳۷۱۹/۷، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز ریاض)

(۳) "قال الله تعالى: فکفارتہ إطعام عشرة مسکین من اوسط ما تطعمون أهیکم، أو کسوتهم، أو تحریر رقبة، فمن لم یجد فصیام ثلثة ایام" (سورة المائدة: ۸۹)

قال الآلوسی رحمہ الله "ای فکفارتہ ذلک، ویشرط الولاء عدنا"، (روح المعانی ۱۴: ۱۴، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(۴) "عن الحارث بن سوبید قال: دخلت علی عبد الله أعوده وهو مریض، فحدثنا بحدیثین: حدیثاً عن نفسه، وحدیثاً عن رسول الله صلی الله تعالی علیہ وسلم، قال سمعت رسول الله صلی الله تعالی علیہ وسلم یقول "لله أشد فرحاً بتوبۃ عبده المؤمن رحب فی أرض دویۃ مہلکة معه راحلته علیها طعامه وشرابه، فسام فاستیقط وقد دھت، فطلیها حتی أدركه العطش، ثم قال أرحع الی مکن الدی کنت فیہ فأنام حتی أموت، فوضع رأسه علی ساعده لیموت، فاستیقط وعنده راحلته، علیها رادہ وطعامه وشرابه، فالله أشد فرحاً بتوبۃ العبد المؤمن من هذا براحلته ورادہ" (الصحیح لمسلم، کتاب التوبۃ: ۳۵۴/۲، قدیمی)

قال الإمام النووی رحمہ الله تعالی "واتفقوا علی ان التوبۃ من جمیع المعاصی واحمة، وأنها واحمة علی الصور لا یحور تأخیرها، سواء کانت المعصیۃ صغیرة أو کبیرة" (شرح النووی، علی الصحیح لمسلم، المصدر السابق)

۶..... استخارہ بھی آئندہ بات کے لئے ہوتا ہے، قرعہ بھی آئندہ بات کے لئے ہوتا ہے، دونوں جائز ہیں، عامل صاحب نے جو عمل کیا ہے وہ نہ قرعہ ہے نہ استخارہ ہے، استخارہ کی ترغیب آتی ہے، ابوداؤد شریف وغیرہ میں مذکور ہے (۱)۔

۷۔ یہ قرعہ بھی نہیں ہے، نہ شرعی جت ہے، اس سے کسی کو مجرم قرار نہیں دیا جاسکتا ہے، وہ دونوں شخص ایسی صورت میں بری ہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۳/۹۳ھ۔

جادو، گنڈہ وغیرہ غیر مسلم سے لینا

سوال [۹۵۹۹]: مسلمان مرد و عورت کا جادو کرنا کرانا، کافروں سے گنڈے، تعویذ منہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جادو کرنا اور کرانا حرام ہے، اگر اس میں کوئی شیئ عقیدۂ اسلام کے خلاف ہو تو کفر ہے۔ اور گنڈے منہ اور گنڈ اور تعویذ وغیرہ نہیں لینا چاہیے کہ اس میں بس اوقات شرک کی باتیں ہوتی ہیں، اس کی تنبیہ و اس پر اعتقاد کفر ہے۔

”فإن كان في ذلك (أي السحر) رد ما لزمه في شرط الإيمان، فهو كفر، وإلا فلا.

(۱) ”عن محمد بن المسكدر أنه سمع جابر بن عبد الله رضى الله تعالى عنهما قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلمنا الاستحارة كما يعلمنا السورة من القرآن، يقول لنا ”إدا هم أحدكم بالأمر، فليركع ركعتين من غير الفريضة وليقل: اللهم إني أستجيرك بعلمك وأستقدرك بقدرتك وأسألك من فضلك العظيم، فإنك تقدر ولا أقدر وتعلم ولا أعلم وأنت علاه العيوب، لح“ ومن أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب الاستحارة: ۲۱۵/۱، دار الحديث ملتان)

(۲) ”وهذه الأضراب كلها تسمى كنهية، وقد أكدنيهم كلهم الشرح، وبني عن تصديقهم وبنيهم والله أعلم“ (شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب السلام، باب تحريم الكنهية وإتيان الكهان ۲۳۲/۲، قديمی)

فمن فعل ما فيه هلاك إنسان أو مرضه أو تعريق بيته وبين أمرته وهو غير مكر لتشي من شره لايمان، لا يكفر، لكنه يكون فاسقاً داعياً في أرض السعد، فيقتل الساحر وساحرة. لأن عنة قتل نسعي في أرض السعد، هـ. شرح فقه كبر، ص: ۱۸۷ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

لجواب صحیح. سعید احمد غفرلہ، صحیح عبدالمطیف، ۹/ صفر ۱۳۵۹ھ۔

☆...☆...☆...☆...☆

الفصل الثانی فی العودۃ

(تعویذ کا بیان)

کیا تعویذ میں اثر ہے؟

سوال [۹۵۹۹]: کیا عامل کے جائز عمل یعنی تعویذ وغیرہ کے استعمال سے اپنے منہ اور مفید مقاصد کی تکمیل ہو جائے، بچہ اعتقاد رکھتا ہے یا مسنون طریقہ اور دوا سے مقاصد کی تکمیل کا آرزو مند رہتا ہے شرعاً درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حقیقی نفع و ضرر تو اللہ تعالیٰ کے قبضہ و قدرت میں ہے، مگر جس طرح خدا و دوا میں اللہ تعالیٰ نے اثر رکھا ہے، اسی طرح تعویذات میں بھی اثر رکھا ہے لیکن کسی چیز کو خداوند تعالیٰ کی طرح نفع و ضرر کا مالک تصور کر لینا جائز نہیں (۱)۔ یہ تطویر، پراگندہ کر لینا اسی مقاصد سے ہے جس کو نصیب ہو جائے۔ فقہاء و علماء ائمہ۔

حررہ العبد محمود غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۸/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۸/۸۸ھ۔

(۱) "عن عوف بن مالک الأشجعی رضى الله تعالى عنه قال كان يرقى في الجاهلية، فقتل برسول الله كيف نرى في ذلك، فقال "اعرضوا عني رفاقكم، لا بأس بالرقى ما لم يكن فيه شرك" (مشکوۃ المصابیح، کتاب الطب والرقی، الفصل الأول، قبل الفصل الثانی، ص: ۳۸۸، قدیمی)

"أن الرقى بکفره منها ما كان بغير اللسان العربی، وبغير أسماء الله تعالى وصفاته وکلامه فی کسبه المبرلة "لا بأس بالرقى ما لم يكن فيه شرك" (مرفقة المفاتیح، کتاب الطب والرقی، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۴۵۲۸، ۴۵۳۰) ۸/۳۰۳، ۳۰۴، وشیدیه)

"أجمع العلماء على حوار الرقعه عند اجتماع ثلاثة شروط أن يكون بکلام الله تعالى وبأسمائه وصفاته، وباللسان العربی، أو بما يعرف بمعناه من غیره، وأن يعتقد أن الرقیه لا تؤثر بدانها بل بدات الله -

تعویذ اور عملیات

سوال [۹۶۰۰]: ۱۔ ہمارے پردس میں ایک شخص رہتا ہے جو کہ تعویذ لکھ کر دیتا ہے، کوئی تعویذ زعفران سے لکھتا ہے، کوئی تعویذ سفید مرغ کے خون سے لکھتا ہے، اور کوئی تعویذ پیاز کے حرق سے لکھتا ہے، اور وہ مامنین ہے۔ کیا اس کا ایسا کرنا درست ہے؟

۲۔ ایک کتاب ”عمیات اور تعویذات“ ہے جس میں طرح طرح کے فائدے بتائے گئے ہیں، مثلاً محبت کرنے کا عمل، دشمن پر فتح یاب ہونے کا عمل، اسی قسم کے اور بہت سے عمل بتائے گئے ہیں اور لکھے گئے ہیں۔ کیا ان پر عمل کرنا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔۔۔ اگر وہ اس فن کو جانتا ہے تو درست ہے، اگر دھوکہ دیتا ہے، یا شرکیہ چیزیں لکھتا ہے تو گنہگار ہے (۱)۔

۲۔۔۔ جو عمل کرنا ہو، اس کو لکھ کر دریافت کریں، وہ کتاب میرے پاس نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۶/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم، دیوبند، ۲۰/۶/۹۰ھ۔

= تعالیٰ“۔ (فتح الباری، کتاب الطب: ۱۰/۱۹۵، دارالفکر بیروت)

۱۔ ”عن عوف بن مالک الأشعري رضى الله تعالى عنه قال كذب الرقى في الجاهلية، فقال يا رسول الله كيف ترى في ذلك، فقال “اعرضوا عني رفاقكم، لا بأس بالرقى ما لم يكن فيه شرك“ (مشکوۃ المصابیح، کتاب الطب والرقی، الفصل الأول، قبل الفصل الثانی، ص ۳۹۸، قدیمی)

”أن الرقى بذكرها معها ما كان بغير اللسان العربي، وبغير أسماء الله تعالى وصفاته وكلامه في كتبه المبررة “لا بأس بالرقى ما لم يكن فيه شرك“ ی کفر“ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الطب والرقی، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۴۵۲۸، ۴۵۳۰): ۸/۳۰۳، ۳۰۴، رشیدیہ)

”جمع العنماء على جوار الرقية عند اجتماع ثلاثة شروط أن يكون بكلام الله تعالى وبأسمائه وصفاته، وباللسان العربي أو بما يعرف معه من غيره، وأن يعتقد أن الرقية لا تؤثر بداتها بل بدات الله تعالى“۔ (فتح الباری، کتاب الطب: ۱۰/۱۹۵، دار الفکر بیروت)

خون سے تعویذ لکھنا

سوال [۹۶۰۱]: اگر پرندہ وغیرہ جیسے مرث، بٹخ کے خون سے شیطان کے نام لکھ کر فتیدہ بنا کر جلا دیا جائے (۱) جنت وغیرہ کے اثر کو دور کرنے کے لئے تو جائز ہوگا یا نہیں؟ اسی طرح اگر بنس کے خون سے آیت قرآنی لکھ کر تعویذ بنایا جائے (۲) تو کیا حکم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حرف کا بھی شریعت میں احترام لازم ہے اگرچہ ان کے مجموعہ سے کوئی قابلِ اہانت نام حاصل ہو جائے:

”إذا كتب اسم فرعون أو كتب أبو حنبل عسی عرص، بکره أن یرموا إلیه؛ لأن لتنت الحروف الحرمه، کذا فی السراجیة، الخ“۔ عالمگیری: ۹۸/۴ (۳)۔

وہ مفسوح نجس ہے (۴)، اس سے شیطان یا کسی اور ملعون کا نام لکھنے سے بھی احترام حرف کے خلاف ہونے کی بناء پر منع کیا جائے گا، پھر آیات قرآنی کا تو بہر حال احترام فرض ہے، اس کے ساتھ اس معاملہ کی اجازت نہیں۔ بعض علما خون سے آیات یا اسماء لکھتے ہیں اور علا جا اس کو درست کہتے ہیں کہ اضطرا انا جائز چیز بھی جائز ہو جاتی ہے جب کہ وہ جائز طریقہ پر دفع نہ ہو سکے اور اسی ناجائز پر رفع اضطرا منحصر ہے (۵)۔ مگر یہ

(۱) ”فتیلہ: موتی بتی، بتی ہوئی چیز، تعویذ کی بتی جس سے بیمار یا آسیب زدہ دھوئی دیتے ہیں“۔ (فیروز اللغات، ص:

۹۳۵، فیروز سنز لاہور)

(۲) ”بنس ایک قسم کی بٹخ، ایک قسم کی آبی بڑ، روح، آتما، جان“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۲۵۱، فیروز سنز لاہور)

(۳) (الفتاویٰ العالمکیریة، الباب الخامس فی آداب المسحد والقبلة والمصحف وما کتب فیہ شیء من القرآن: ۳۲۳/۵، رشیدیہ)

(و کذا فی السراجیة، کتاب الکراہیة، باب المتفرقات ص: ۷۶، قدیمی)

(۴) ”و دم مسفوح من سائر حیوانات“ (الدرالمختار، باب الأنحاس: ۳۱۹، سعید)

(۵) ”یحور للعلیل شرب البول والدم والمیئة للنداوی إذا أخبره طیب مسلم أن شفاءه فیہ، ولم یحد

من المباح ما یقوم مقامه“۔ (ردالمختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۳۸۹، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الکراہیة، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات، وفیہ=

بات۔ انظر ارکانہ فیہ کی پر مخصصہ بغیر تحت قاصد کے قابل تسلیم نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد المکرم وغفر لہ، دارالعلوم دیوبند۔

جواب صحیح: بندہ محمد تقی ممدین غفر لہ، دارالعلوم دیوبند۔

مرغ کے خون سے تعویذ لکھنا

سوال [۹۶۰۲]۔ مرغ کے خون سے تعویذ لکھنا جائز ہے یا نہیں؟ حضرت تھانوی (نور اللہ مرقدہ)

نے بیاض یعقوبی، ص ۱۹۴ پر اس کو ناجائز فرمایا ہے اور شامی جلد ۱ ص ۱۹۴، مطبوعہ مصر، ص ۱۹۴، پر تفسیر کے پیشانی پر سورۃ فاتحہ یا اخلاص لکھنے کو جائز لکھا ہے اور یہی ان کے نزدیک مفتی ہے۔ اس میں صحیح قول کیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ وی رشیدیہ ۳/۵۵، کتاب حضور و ذیالہ میں آیات قرآنیہ واسمائے الہیہ کو نجاست سے لکھنا حرام قرار دیا ہے، مگر جس طرح حالت انظر اری میں کلمہ کفر کا تلفظ مباح ہے (۱) اسی طرح اس کی بھی اجازت ہے۔ نہ کہ اس عمل کا اور مرجعنا افضل ہے (۲)، فقہاء کے جائز فرمانے کا یہی مطلب ہے ورنہ جائز فرمانا علی الاصل ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/رجب/۶۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفر لہ، ۵/رجب/۶۶ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/رجب/۶۶ھ۔

= العزل واسقاط الولد: ۵/۳۵۵، (رشیدیہ)

۱۔ فان الله تعالى... من كفر بالله من بعد ايسار الا من اكره وقلبه مطمئن بالايمان (سورة النحل ۱۰۶)

(۲) وان اكره على الكفر، وقلبه مطمئن - ذبحان ويؤحر لو صير لتركه الاحراء المحرم، ومثله سائر

حقوقه تعالى". (الدر المختار). "اي يؤحر احر الشهداء، لما روى ان خبيبا وعمارا ابتليا بذلك، فصر خبيبا

حتى قتل فسمه النبي صلى الله تعالى عنه وسلم شهيداً رد المحتار، كتاب الاكره ۳۵۶، سعید

(و كذا في مجمع الأنهر، كتاب الاكره ۲۰۵/۴۳۳، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(و كذا في النور العاكس، كتاب الاكره، كتاب النسي من المحرم للمكره في فعل وملايحل ۳۱۵، رشیدیہ)

(۳) یعنی اصل تو کام ناجائز ہے، اب نہ سخت یوں نہ اس کے لئے، مہذبت سے نہ ہو تو خون سے تعویذ ممکن نہ سخت ہے۔

دا کوؤں کو تعویذ کے ذریعہ ہلاک کرنا

سوال [۹۶۰۳]: ایک گاؤں کے چند آدمی ڈاکہ زنی کے آدمی ہو گئے ہیں جن سے عام لوگ بہت پریشان ہیں۔ ایسے لوگوں کا شریعت میں کیا حکم ہے؟ کیا ایسے لوگ ہلاک کر دینے کے قابل ہیں؟ اگر تعویذات اور تمیعات سے ان کو ہلاک کر دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ڈاکوؤں کی سزا موت ہے۔ اگر قتل، صلب، قطع بھی مذکور ہے (۱)، مگر اس کو جاری کرنا ہر ایک کے اختیار میں نہیں، یا یہاں اس کے لئے ایک خاص قسم کا تسلط وغلبہ والا امیر المومنین ہونا ضروری ہے، اس کی زیر نگرانی یہ سزا دی جاسکتی ہے (۲)۔ لیکن جان، مال، اولاد، عزت کی حفاظت کی تدبیر اختیار کرنا ضروری ہے، اور

= تاہم اس رخصت پر عمل کرنے کی بجائے عزیت پر عمل کر کے وہ آدمی مرجائے تو وہ مثاب ہوگا۔ وبتا اتم بالصواب۔

”اتفق العلماء على أن الدم حرام محس لا يؤكل ولا يستعمل به“ (أحكام القرآن لابن العربي

۱، ۵۳، بیروت)

(وكذا في أحكام القرآن للجصاص: ۱۴۹/۲، قدیمی)

”وقد أفتى من الصلاح بأنه لا يحوز أن يكتب على لكس والكهف“ وبحوهما خوف من صديد الميت فالأسماء المعظمة باقية على حالها، فلا يحوز تعريضها للحاسة تكره كتابة لقرآن وأسماء الله تعالى على الدراهم والمحاريب والحدران وما يفرش، ومادك إلا لاحترامه وبحوه مما فيه إهانة، فالمعها بالأولى ما لم يثبت عن المحتند أو يقل فيه حديث ثابت“.

(رد المحتار، كتاب الصلوة، قيل: باب الشهيد: ۲۴۶/۲، ۲۴۷، سعید)

(قال الله تعالى: ﴿إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَاداً أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ﴾ (سورة المائدة ۳۳)

(۲) ”وَأَرْكَانُهُ سِتَّةٌ عَلَى مَنَظْمَةِ ابْنِ الْغَرَسِ بِقَوْلِهِ:

أَطْرَافُ كُلِّ قَضِيَّةٍ قَضِيَّةٌ حَكْمِيَّةٌ سِتُّ يَلُوحُ بَعْدَهَا التَّحْقِيقُ

حکم، ومحکومہ ولہ، ومحکومہ علیہ، وحاکم“ (الدرالمحار) قل العلامة بن عابدین رحمہ

الله تعالیٰ“ (قوله وحاکم) هو إما الإمام أو القاضي أو المحکوم، أما الإمام، فقل علماؤنا حکم السلطان =

اس سلسلہ میں حکومت سے خون خرابی کی ضرورت ہے۔ خود بھی ہوشیار رہیں، غافل نہ رہیں۔ جو شخص جان، مال، اولاد و عزت کی حفاظت کرتا ہو، راجا کے وہ شہید ہے (۱)۔ جائز تعویذات کے ذریعہ سے اگر حفاظت ہو سکے تو شرعاً اجازت ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۴/۸۸ھ۔

الجواب سچے بندہ محمد تقی ماسدین ثانی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۴/۸۸ھ۔

تعویذ، گنڈے کے لئے نامحرم سے میل جول

سوال [۹۶۰۴]: اس شخص کے متعلق کیا حکم ہے جو تعویذ، گنڈے کرنے کو اپنا پیشہ بنالے اور غیر مسلم کو

= العادل یفہذ۔ (رد المحتار، کتاب القضاء: ۵/۳۵۳، سعید)

’وَأَمَّا شُرَاطُ جَوَارِ إِقَامَتِهَا، فَمِنْهَا مَا يَحْتَجُّ الْحَدُودُ كُلُّهَا، وَمِنْهَا مَا يَحْصُصُ الْبَعْضُ دُونَ الْبَعْضِ“
”أَمَّا الَّذِي يَحْتَجُّ الْحَدُودُ كُلُّهَا، فَهُوَ الْإِمَامَةُ، وَهُوَ أَنْ يَكُونَ الْمُقِيمُ لِلْحَدِّ هُوَ الْإِمَامُ أَوْ مَنْ وَلاَهُ
لِإِمَامِهِ، وَهَذَا عَسَدٌ، رَدِّ مَعَ الصَّانِعِ، كِتَابُ الْحُدُودِ، فَصَلِّ فِي شُرَاطِ جَوَارِ إِقَامَتِهَا ۴ ۲۵۰،
دَارُ الْكُتُبِ الْعِلْمِيَّةِ بِيْرُوتِ)

۱، ”عَنْ سَعِيدٍ بْنِ رَيْحٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ
”مَنْ قَتَلَ دُونَ مَالِهِ فَيُفَوِّ شَهِيدًا، وَمَنْ قَتَلَ دُونَ دِمَائِهِ فَيُفَوِّ شَهِيدًا، وَمَنْ قَتَلَ دُونَ دِمَائِهِ فَيُفَوِّ شَهِيدًا، وَمَنْ قَتَلَ دُونَ دِمَائِهِ فَيُفَوِّ شَهِيدًا
أَهْلَهُ فَيُفَوِّ شَهِيدًا، مَنْ لَمْ يَمُتْ أَنْوَافُ الدِّيَّاتِ، بَابُ مَا حَاءَ فِيمَنْ قَتَلَ دُونَ مَالِهِ فَيُفَوِّ شَهِيدًا
۱/۲۶۱، سعید)

روكدہ فی سنی لسانی، کتاب المحاربة ونحوہ الدم، باب من قاتل دون دیمہ فیهو شہید
۲/۱۷۲، قدیمی)

(وسنن أبی داؤد، کتاب السنۃ، باب فی قتال اللصوص: ۲/۳۱۴، مکتبہ رحمانیہ)

(وسنن ابن ماجہ، کتاب الحدود، باب من قتل دون ماله فیهو شہید: ۲/۱۸۵، قدیمی)

’وَدَخَلَ فِيهِ مَشْهُورٌ مَدَّ يَدَهُ عَنِ نَفْسِهِ أَوْ مَالِهِ أَوْ الْمُسْلِمِينَ أَوْ أَهْلَ الذَّمِّ، وَبِهِ شَهِيدٌ“

رد المحتار، باب الشہید: ۲/۲۳۸، سعید)

وكدہ فی البحر الرائق، باب الشہید: ۲/۳۶۵، رشیدیہ

(۲) کیونکہ جائز امور کے تعویذ کی شرعاً اجازت ہے، بشرطیکہ اس میں کوئی غریبانہ نہ ہو۔

بھی تعویذ قرآنی آیات سے لکھ کر دیوے، اور ان سے اجرت بھی لیوے، نیز نامحرم عورتوں سے بے پردگی سے ملے جلے حتیٰ کہ نامحرم عورتوں کو مار پیٹ کرتا ہو؟ اور کہتا ہے کہ مجھے شیخ مدنی نے تعویذ کرنے کی اجازت دی ہے، یا ان کے خلفاء کا نام دیتا ہے، یہ اس شخص کا یہ فعل شریعت سے خلاف نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تعویذ میں قرآنی آیات یا احادیث کی دعا نہیں، یا ان کے اعداد لکھ کر شفا کے لئے دینا درست ہے (۱)۔ جس طرح نبض پر ہاتھ رکھ کر نامحرم کے مرض کی تشخیص کرنا درست ہے، اسی طرح اگر ضرورت پیش آئے تو مرد جاہل پڑنا بھی درست ہے (۲)۔ تعویذات پر اجرت دینا بھی درست ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ علاج

(۱) "وعن ابن رضى الله تعالى عنه قال "رحمتم رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في الرقية من العين، والحمة، والنملة".

"وكان صلى الله تعالى عليه وسلم قد نهى عن الرقى لما عسى أن يكون فيها من الألفاظ الحاهلية، فانهى الناس عن الرقى والمراد بالرقية هنا ما يقرأ من الدعاء وآيات القرآن لطلب الشفاء، منها ما ورد من حديث مسلم والترمذى والسنانى وابن ماجة عن أبى سعيد رضى الله تعالى عنه مرفوعاً: "سم الله أرقيك من كل شئ يؤذيك، ومن شر كل نفس أو عيب حاسد الله يشفيك، سم الله أرقيك" (معرفة المفاتيح، كتاب الطب والرقى، لتفصيل الأول، (رقم الحديث ۴۵۲۶) ۳۰۱/۸، وشيديه)

"إسماء تكره العود إذا كانت بعير لسان العرب، ولا يدري ما هو، ولعله يدخله سحراً وكسراً وغير ذلك. وأما ما كان من القرآن أو من الدعوات، فلا بأس به" (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى اللبس: ۳۶۳/۶، سعيد)

(۲) "والأصل أن لا يجوز النظر إلى امرأة. لما فيه من خوف الفتنة، ولهذا فإن عليه الصلوة والسلام "المرأة مستورة، اهـ" ويسطر الطبيب إلى موضع مرضها، اهـ" "وفى نظر الطبيب إلى موضع المرض ضرورة، فيرحص لهم أحياناً لحقوق الناس ودفعاً لحاجتهم، فصار كطير الحنان والحفصة وكذا ينظر إلى موضع الاحتقان للمرضى، لأنه مداواة. ويسمى للطبيب أن يعلم امرأة إن أمكن؛ لأن نظر الحس أحف وإن لم يمكن، ستر كل عصب منها سوى موضع المرض، ثم يسطر بعض بصره عن غير ذلك الموضع ما استطاع. لأن ما ثبت للضرورة يقتصر بقدر الضرورة" (تبيين الحقائق ۳۹، ۴۰، كتاب الكراهية، فصل فى النظر واللمس، دار الكتب العلمية بيروت)

الفصل الثالث فی العمليات والوظائف والأوراد (عملیات اور وظائف کا بیان)

عملیات سے متعلق چند ضروری سوالات

- سوال [۹۶۰۶]: ۱۔ ایک متوسط آمدنی شخص جس کے کئی ذریعہ آمدنی ضروریات زندگی کے لئے کافی ہیں، کیا مزید آرام و تلاش کے لئے نقوش و تعویذات پر مدعا و غمہ یا نذرانہ لے سکتا ہے؟
- ۲۔ تعویذات و نقوش کو دنیاوی منافع کے حصول کی غرض سے استعمال کرنا کیسا ہے؟
- ۳۔ کیا ضرورت مند اور مریش کو بطور تعویذ آیت تحریر کر کے دے سکتا ہے تاکہ مریش باز و پریا گلے میں باندھے؟ اعداد کے ذریعہ نقوش پڑ کرنے کی کیا حیثیت ہے؟ کیا عملیات میں عربی کے علاوہ دیگر زبان مثلاً عبرانی وغیرہ غیر نامانوس الفاظ کیا جاسکتا ہے؟
- ۴۔ عملیات سے جن و شیاطین کو تابع کرنا، انہیں جانا اور بلاک کرنا یا ٹل تنبیہ سے لوگوں کو مسخر کرنا اور ان کے دل و دماغ پر اثر انداز ہونا کیسا ہے؟
- ۵۔ کیا عملیات سے بلائت اعداء اور ان کو مختلف قسم کی منفرتیں پہنچانا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

- ۱۔ ایک قسم کا معاذ ہے جو شخص واقف ہو اور صحیح طریقہ پر طاعت کرے تو نذرانہ لے سکتا ہے (۱)۔

(۱) "عن ابي سعيد الخدري أن رجلاً من أصحاب النبي صلى الله تعالى عليه وسلم انطلقوا في سفره سافروها، فبرلوا حتى من العرب فاستصافوهم، فبر أن يصحبوهم قال فلدغ سيد دئك الحي، فشعوا له بكل شئ لا يصعه شئ، فقال بعضهم لو اتيتهم هؤلاء الرهط الدس برلواكم لعل أن يكون عند بعضهم شئ يجمع صاحبكم، فقال بعضهم ان سيدنا لدغ، فبيل عند أحدكمكم يعني رقية" فقال رجل من القوم اني لأرقى، ولكن استصفاكم فاستم أن نصقبوا، ما انا براف حتى تجعلوا لي جعلاً فجعوا له قطعاً من -

۱۔ یہ حدیث شیعہ نچانا اہل بات ہے۔

۲۔ جائز منافع، نیویہ کے لئے جیسے نفع مرض کے لئے جائز تعویذات و نقوش کا استعمال کرنا جائز ہے (۱)۔

۳۔ آیات دے ملتا ہے (۲)، مگر تعویذات کو موم جو مہر کے ایسے طریقہ پر استعمال کرے کہ بوضو اس کا مس نہ ہو (۳)۔ اعداد کے ذریعہ بھی نقوش دینا درست ہے۔ عداوت کے یہ اسماء الہیہ کے ہوں۔ جس عبارت کا مفہوم معلوم نہیں اس کے استعمال سے پرہیز کرنا چاہیے خواہ کی زبان کے ہوں (۴)۔

۴۔ جنات و شیاطین کے شر سے تحفظ کے لئے جائز غمیات کرنا درست ہے (۵)۔ ان کے ذریعہ

= الشاء، فانه فقرا عليه بأه الكتاب، ويتفل، حتى برء كأنما أشط من عقال، فأرفهم جعلهم الذى صالحوه عبده، فقالوا اقتسموا، فقال الذى رقا لا تفعلوا حتى باتى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فستأمره، فعدوا على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فذكروا له، فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم "من أين علمتم بها رقة؟" أحستم، وأصرروا الى معكم بسهم" (مس ابن داؤد، كتاب الإجارة، باب فى كسب الأطباء: ۱۲۹/۲، إمداديه ملتان)

(۱) "ان الأمور سقا صدها" (الأشبه والظنر، المس الاول، القواعد الكنية، القاعدة الثانية، ص ۳۱، قديمی)

۲. "وأما ما كان من الآيات القرآنية والأسماء والصفات الربانية والدعوات المأثورة السوية، فلا بأس، بل يستحب، سواء كان تعويذاً أو رقية أو بشرقة"، مرقاة المفاتيح، كتاب الطب والرقى، الفصل الثانى، (رقم الحديث: ۳۵۵۳: ۳۲۱/۸، رشيدیه)

(۳) وقال الله تعالى: ﴿لَا يُمْسِكُهُ إِلَّا الْمَطْهُرُونَ﴾ (سورة الواقعة: ۷۹)

"ولا بأس بتعليق التعويذ، ولكن يرعه عند الحلاء والقرآن، كذا فى العرائف"، (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر فى التداوى: ۳۵۶/۵، رشيدیه)

(۴) "وأما على لغة العرابة وبحوها، فيمتنع، لاحتمال الشك فيها" (مرقاة المفاتيح، كتاب الطب والرقى: ۳۲۱/۵، رشيدیه)

(و كذا فى رد المحتار: ۲۳۶/۶، سعيد)

(۵) (راجع رقم الحاشية: ۲)

دوسروں کو ضرر پہنچانے کے لئے عملیات کرنا درست نہیں اس میں نہ بدعت ہے نہ ہمیت سے کسی کو مستخرج کرنا باؤف کرنا درست نہیں (۱)۔

۵۔ ارادہ اللہ کے شر سے بچنے کی کوئی سورت نہ ہو تو جب بدعتیہ بتسبیح تحفظ انتظام کرنا درست ہے (۲)۔ فتاویٰ اللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، د راعنوم، یوبند، ۶۱، ۹۵ھ۔

قرآن شریف کے ذریعہ چور کا نام نکالنا

سوال [۱۹۱۰]۔ قرآن شریف کے ذریعے پیش، پیر کی شخص کو مجرم اور یقینی طور پر چور بتلانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ناجائز ہے "لا أحد من من مصحح" شرح فقہ اکبر، ص ۱۸۳ (۳)۔ فقط واللہ سبحیہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ حذا، صحیح عبدالمصنف مدرسہ منہاج، ص ۵۹، ۵۵ھ۔

(۱) البتہ دفع ظلم کے لئے ہو تو جائز ہے۔

(إمداد الفتاوی، تعویذات و اعمال: ۸۹/۴، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(۲) جائز عملیات سے مراد یہ ہے کہ اس میں الفاظ کفریہ نہ ہوں، شیخین وغیرہ سے اقتداء نہیں نہ ہو۔

(۳) (شرح الفقہ الاکبر، ص: ۱۴۹، محث: الیاس من رحمة الله کفر، قدیمی)

(وکدافی دفع المفتی والسائل ۱۷۲، من محسوة رسائل اللکوی، إدارة القرآن کراچی)

"قال الزركشي رحمه الله تعالى وبحر من لرحل إلى شيء من القرآن أو كتب لعنه، انتهى

وهي إطلاق الحرمة وقفة، بل الاوجه عدمها إذا لم يقصد بذلك ما ينافي تعظيمه والأولى أن لا

يسندره، ولا يتحطه، ولا يرمه بالأرض بالوضع ولا حاجة بدعوى ذلك، بل لو قيل بکراهة، لأحبرهم

بعد" (الفتاویٰ الحديثية لاس ححر المکی، مطب في لند بکرة أحد الثال من المصحف،

ص: ۳۰۷، قدیمی)

آیت قرآنی کے ذریعہ چور کا نام نکالنا

سوال [۸/۱۹۶۰]: ایک شخص برابر قرآن کے ذریعہ چوروں کا نام نکالتے اور نکل جانے کو صحیح مانتا ضروری قرار دیتا ہے۔ اور ان کے نام نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ قرآن کو ایک تائے یا رسی میں باندھ کر لوہے کی کیل کے بیچ میں رکھا کر اس کیل کو وہ شخص کیل کے دونوں سروں کو ایک ایک شہادت کی انگلی پر اٹھا لیتے ہیں اور ٹھانے کی حالت میں قرآن کیل کے بیچ میں رکھا رہتا ہے۔ اب نام نکالنے والے کا کہنا ہوتا ہے کہ جب اصل چور کا نام پرچہ پر لکھا ہوا قرآن میں ڈالا جائے گا تو قرآن گھومنے و پھرنے لگے گا، بس سمجھ لیجئے کہ چور اصل یہی ہے جس کے نام پر گھوم گیا۔ جناب والا است دریافت ہے کہ یہ بات قرآن ہے یا نہیں؟ کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ حرمت قرآن کریم کے احترام کے خلاف ہے، اب ادبی ہے اور بابت کو مستلزم ہے (۱)۔ اُرسی کا نام نکل بھی آئے تو یہ شرعی حجت نہیں، اس کے ذریعہ اس کو پورا قرآن دینا جائز نہیں۔ اس پیشہ کو ترک کرنا اور توبہ کرنا لازم ہے، اس سے عقائد بھی فاسد ہوتے ہیں، بہتان کا بھی دروازہ کھلتا ہے، بدگمانی بھی پھیلتی ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین۔

(۱) (تقدم تخريجه تحت المسئلة المتقدمة آنفاً)

(۲) بدگمانی سے احادیث شریف میں ممانعت آئی ہے، لہذا یہ کام کرنے سے بھی بچنا ضروری ہے جس سے لوگ بدگمانی کریں
قال الفقيه رحمه الله تعالى: لا ينبغي للرجل أن يعرض نفسه للتهمة ولا يحالس أهل التهمة ولا يحالطهم، فيه نصير متهمًا وروى عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أنه قال "من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يقص مواقف التهم" (ريستان العارفين، الباب الرابع والستون في الهی عن التعرض التهمة، ص: ۵۳، رشیدیہ)

"وذكر عن لقمان الحكيم أنه قال لانه يا بني من يصحب صاحب السؤل لم يسلم، ومن يدخل

مدخل السؤل يتهم". (تبيه العافلين، باب حفظ اللسان، ص: ۱۱۵، رشیدیہ)

چور کا نام نکالنا

سوال [۹۶۰۹]: فاس نکالنا یعنی نام نہ نکالنا چوزے کے نہیں؟ جب کہ اکثر مشاہدہ میں یہ بات آگئی ہے کہ اس میں غصہ نہ آتا ہے، دوسرے آدمی کو غصہ رسوا اور بدنام کیا جاتا ہے اور اکثر چوری دستیاب بھی نہیں ہوتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ فال نکالنا شرعی دلیل نہیں ہے، جس کا نام نکالے اس کو چور قرار دے کر زبردستی اس سے مال مسروقہ وصول کرنا، یا اس کو سزا دینا، رفقہاً کرنا، یا اس کو ذلیل اور رسوا کرنا جائز نہیں ہے (۱)۔ البتہ اس مقصد کے لئے ہو کہ چور ہوگا تو وہ ڈر کر مال واپس کر دے گا تو یہ تدبیر درست ہے، لیکن اگر وہ اس تدبیر سے نہ دے تو اس کو یقینی چور نہیں کہا جائے گا اور کسی قسم کی زیادتی کا حق نہیں ہوگا۔ فتاویٰ امجدی علیہ السلام۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۵/۹۹ھ۔

کافر سے جھاڑ پھونک

سوال [۹۶۱۰]: زید کہتا ہے کہ جھاڑ پھونک مریض پر کافر سے کرنا جائز ہے، مگر کہتا ہے جائز نہیں، بلکہ شرک ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

کافر سے جھاڑ پھونک کرانے میں اس کا اعزاز اور اس کے ساتھ عقیدت کا اظہار ہو تو ناجائز ہے (۲)۔

(۱) "عن انس بن مالک عن أبيه عن النبي صلى الله عليه وسلم: "المسلم أخو المسلم لا يظلمه ولا يحدله ولا يحقره، التقوى ههنا" ويشير إلى صدره ثلاث مرار "بحسب امرئ من الشر أن يحقر أخاه المسلم، كل المسلم على المسلم حرام، دمه وماله وعرضه" (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب آداب، باب الشفقة والرحمة على الخلق، الفصل الأول: ۴۲۲/۲، قدیمی)

(۲) قال الله تعالى: "لا ينجذ المؤمن الكافر من دون المؤمن" (آل عمران ۲۸)
"كل ما عده العرف تعظيماً وحسبه المسلمون موالاة، فهو مهيى عنه ولو مع أهل لدمه، لا سيما إذا وقع شيئاً في قلوب صنفاء المؤمنين" (روح المعاني ۳/۱۲۰، (سورة آل عمران ۲۸) -

نہیں کرتا، بلکہ جائز طریقہ پر علاج کرتا ہے تو اس میں مضائقہ نہیں (۱)، جیسا کہ غیر مسلم ڈاکٹر یا طبیب سے جسمانی علاج درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۵/۸۹ھ۔

غیر مسلم سے جھاڑ پھونک کرانا

سوال [۹۶۱۲]: مسلمان ہندو سے منتر کرا لیتے ہیں، مسلمانوں کے لئے اس طرح کرانا جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

غیر مسلم سے ایک تو علاج کرانے کے لئے یہ صورت ہے کہ وہ فن معالجہ کا ماہر ہے جیسے ڈاکٹر ہے، حکیم ہے، وید ہے (۲) کہ اس میں محض اس کی مہارت فن سے فائدہ حاصل کرتا ہے، جیسا کہ کسی وکیل غیر مسلم سے مقدمہ کی پیروی کرائی جائے، سو اس میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں ہے (۳)۔ دوسری صورت معاجد کی یہ ہے کہ اس کو مقبول بارگاہ الہی تصور کیا جائے اور یہ عقیدہ ہو کہ اس کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ بابرکت و مقبول ہیں، جب وہ دم کرے گا تو اللہ تعالیٰ مرض کو ختم فرمادیں گے، اس صورت میں غیر مسلم سے جھاڑ پھونک کرانا گویا کہ اس کو مقبول بارگاہ الہی قرار دینا ہے، حالانکہ وہ اپنے غر کی وجہ سے اس کا مستحق نہیں اور اس میں اس کے باوجود کافر ہونے کے بڑا آرام و اعزاز ہے (۴)۔ اس لئے اس کی اجازت نہیں ہے، اس سے عقائد فاسد ہوتے

(۱) (تقدیم تحریحہ تحت عنوان "غیر مسلم سے سناپ کا کانا جھڑوانا")۔

(۲) "وید ہندی طریقے پر علاج کرنے والا طبیب"۔ (فیروز اللغات، ص ۱۴۱۸، فیروز سنز لاہور)

(۳) "وفیہ إشارة إلى أن المريض يحوز له أن يستطب بالكافر فيما عدا إبطال العادة" (رد لمحتار:

۴/۲۲۳، کتاب الصوم، فصل فی العوارض المبيحة لعدم الصوم، سعيد)

(و کذا فی البحر الرائق: ۴/۲۹۳، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، رشیدیہ)

(و کذا فی حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار: ۱/۴۶۳، کتاب الصوم، فصل فی العوارض،

دارالمعرفة بیروت)

(۴) کافر کو کوئی ایسا منصب و مقام دین جس سے مسلمان کی طرح اس کا اعزاز و آرام، زم آ رہا ہو، جائز نہیں =

ہیں نہ آدمی بغیر ایمان کے بھی شرعی نجاستوں میں سوٹ ہو کر بزرگ مقبول پارگاہ الہی ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ
تعالیٰ۔

حررہ عبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

حاضرات نکلوان

سوال [۹۶۱۳]: ہمارے حلقہ میں رواج ہے کہ حامل لوگ بچوں کے ناخن میں سیاہی دے کر
مولیٰ یعنی جن سے جو چاہے سواں کرتے ہیں اور اس کا جواب مولیٰ، قیامت۔ تو شرعیات میں یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟
جنات و قبضہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر حاضرات (۱) میں کلمات کفریہ و شرکیہ نہ ہوں نہ استمداد من غیر اللہ ہو، تو درست ہے ورنہ
نہیں (۲)۔ لیکن حاضرات میں نظر آنے والی چیز یقینی نہیں ہوتی، بعض اکابر کا خیال ہے کہ وہ صرف دیکھنے والے
ورمال کے تحویل کا اثر ہوتا ہے، اس لئے اس کی وجہ سے کوئی قطعی حکم نافذ کرنا، یا کسی پر کوئی الزم نہ کرنا درست

عن ابی موسیٰ الأشعری رضى الله تعالى عنه قال قلت لعمر بن الخطاب رضى الله عنه: إن لی
کتاباً صواب فذل مالک؟ فأتک الله! لا أتحدث حیفاً، أما سمعت هذه الآية؟ قلت له دینه ولى
کنانته، فقال لا اکرمهم إذا هابهم الله، ولا أعزهم إذا دلهم الله، ولا أدبهم إذا أبعدهم الله (تفسیر
عراق القرآن ودرعائب الخرفان علی هامش تفسیر نظری ۶/۱۶۰، دار المعرفة بیروت)

(۱) "حاضرات بہت پریت و جمع کرنے سے پوشیدہ رہیں"۔ (فیروز اللغات، ص: ۵۶۱، فیروز سنز
لاہور)

(۲) "ولابس سحری سم یکن فہ شرک ای کفر" مرقاة المفاتیح کتاب الطب والرقی، الفصل
الأول، (رقم الحدیث: ۴۵۳۰): ۳۰۴/۸، رشیدیہ)

رفیہ فیہا سم صم و شطن او کسۃ کفر و غیرہ مما لا یجوز شرعاً، ومہا مالہ یعرف
معہا۔" (مرقاة المفاتیح، کتاب الطب والرقی، الفصل الثانی: ۳۱۸/۸، رشیدیہ)

نہیں۔ جنات و قبضہ میں رہنے کے لئے کیا کرنا ہوتا ہے؟ اور اس سے کیا غرض ہوتی ہے؟ کھ کر دریا فست کریں۔
فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۶/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۶/۸۸ھ۔

نظر بد کے لئے مرچیں جلانا

سنہ ۱۹۶۶ء چھ دیہاتی کسی جانور مثلاً بھینس کے لئے و نظر بد لگ جانے پر عورتیں عام طور پر مرچ یا
سات پتے لے کر تین (۱)، یا نصف سدا پتے، لے کر پتے یا جانور کی طرف سات مرتبہ یا چھ مرتبہ و بیش
اشارہ کر کے جلتی ہوئی آگ میں ڈال دیتی ہیں۔ اس طریقہ سے نظر جھاڑنا کیسا ہے؟ چٹکری وغیرہ سے بھی
جھاڑتی ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نظر بد اتارنے کے لئے مرچیں وغیرہ پڑھ کر آگ میں جلانا درست ہے (۲)، جب کہ کوئی خلاف
شرع چیز ان پر نہ پڑھی جائے، مثلاً کسی دیوی، یوتا وغیرہ کی دہائی، یا کسی جن و شیطان سے استعانت
وغیرہ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱/۹۲ھ۔

(۱) "تین پتے، تین پتے، تین چھٹن، تین"۔ فیروز الدعات، ص ۹۹۰، فیروز سر لاہور،

(۲) "عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت امری رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم أن استرقی من العین
(معنی الابرار للامم الطحاوی، کتاب الکراہیہ، باب النکی هل هو مکروہ لا؟، بحث الرقی ۲، ۴۲۷، سعید)

"لأنس بوضع الحماحم فی الرزع والمطححة لدفع ضرر العین، لأن لعین حق تصب المال
والآدمی والحيوان، ويظهر أثره فی ذلك عرف بالآثار" روى أن امرءاً جاء إلى النبی صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقلب من أهل الحرث وإباحث علیہ لعین، فأمر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم أن يجعل فیہ الحماحم" (ردالمحار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی اللس ۶، ۳۶۳، سعید)

(۳) "ولأنس بالرقی مالم یکن فیہ شرک أى الکھر" (مرقۃ المفاتیح، کتاب الطب والرقی ۱، ۳۰۴، رشیدہ)۔

نظر بد سے حفاظت کے لئے بچوں کے چہرہ پر سیاہ داغ لگانا

سوال [۹۶۱۵]۔ بچوں کے چہرہ پر سیاہ داغ نظر بد سے حفاظت کے لئے لگانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ کوئی شرعی چیز نہیں ہے (۱)، نظر کا لگ جانا حق اور ثابت ہے، حدیث پاک میں موجود ہے (۲)۔ اس سے حفاظت کے لئے جو علاج و تدبیر تجربہ سے ثابت ہو اس کا اختیار کرنا درست ہے جب کہ اس میں کسی ناجائز چیز کا ارتکاب نہ ہو (۳)۔ پس اگر یہ غیر مسموں کا طریقہ و شعار ہو تو اس سے بچنا چاہیے (۴)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۲/۹۴ھ۔

رقعة فیہا اسمہ عسہ أو شیطان أو کلمة کفر أو عبرہا مما لا یحور شرعاً، ومہا مدہ یعرف

معناها“ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الطب والرقی، الفصل الثانی: ۸۸، ۳، رشیدیہ)

(۱) البتہ اگر تجربہ سے اس کا مفید ہونا ثابت ہو تو اس کی اجازت ہے۔

وفي شرح السنة روى أن عثمان رضى الله تعالى عنه رأى صبياً ملوحاً فقلد "دسماً" بوسه

کیلا نصیبه العین“ ومعنی "دسماً" سودوا و"النونة" القرة التي تكون في دقن الصبی الصغیر“ (مرقاۃ

المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب الطب والرقی، آخر الفصل الأول: ۸، ۳۰۵، رشیدیہ)

(و کذا فی زاد المعاد، فصل فی ستر محاسن من یحاف علیہ العین، ص. ۸۰۰، دار الفکر بیروت)

(۲) "حدثنا عبد الرزاق، نا معمر عن هشام بن مسه، قال: هذا ما حدثنا أبو هريرة رضى الله تعالى عنه عن

رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال "العین حق" (سنن أبی داؤد، کتاب الطب، باب ما جاء فی

العین: ۲، ۱۸۵، امدادیہ ملتان)

(۳) أو مما ڪن من الآيات انقرآنية والأسماء والصفات الربانية والدعوات المأثورة النبوية- فلا بأس،

بل يستحب، سواء كان تعويذاً أو رقبةً أو شربة“ (مرقاۃ لمفاتیح، کتاب الطب والرقی، الفصل الثانی،

(رقم الحديث: ۳۵۵۳): ۸/۳۲۱، رشیدیہ)

(۴) "عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم "من تشبه

بقوم، فهو منهم". (مشکوۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص ۳۷۵، قدیمی)

علم جفر کا حکم

سوال [۹۱۱] ایک شخص ہمارے گاؤں میں آیا ہے اور وہ ہمارے گاؤں اور شہر کے دورے پر ہے۔ وہ یومہ جماعت سے تعلق رکھتا ہے اور مسلمانوں کی مسجدوں میں نماز پڑھ لیتا ہے۔ اس نے کویت ویش میں جا کر چند سال یہ کی ہے اور وہاں علم جفر کی تعلیم پائی ہے، جس کے ذریعہ یہ نئے نئے شعبہ عوام کے سامنے پیش کرتا ہے۔

یہ دوسرے ماضی کے حالات کسی حد تک بالکل صحیح بتاتا ہے اور کچھ مستقبل کے بھی حالات بتا دیتا ہے، جس کی وجہ سے، بندہ ارسلان بھی اس کے شیدا ہو گئے۔ اور یہ دھوکہ بڑی زور سے ہر طرف پھیل رہا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ علم (جفر) صاحب آرام و بزرگان دین کو بھی تھا، اس علم سے ان لوگوں نے کام لئے ہیں۔ اس کے اس عمل سے بہت سے مسلمانوں کے ایمان پر اثر آ رہا ہے، مگر صحیح معنوں میں نہ ہونے سے بہت رہے ہیں۔

نوٹ: اگر اس شخص کو کسی آدمی کا نام کہہ دو تو وہ اس کے ماضی کے حالات بیان کر دیتا ہے، چاہے وہ سامنے حاضر ہو یا نہ ہو۔ بعض مسلمانوں کا کہنا یہ ہے کہ یہ علم ناجائز ہے اور بعض اس کی تائید کرتے ہیں۔ آپس میں مسلمانوں میں اختلاف پڑ جانے کا اندیشہ ہے اور اس سے بھی زیادہ حالات بگڑنے کے امکان ہیں۔ اس لئے آپ جلد از جلد جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

علم جفر کی نہ قرآن کریم نے تعلیم دی، نہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعلیم دی، نہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کو سیکھا، نہ محدثین نے اس کی طرف توجہ دی، نہ فقہاء اور اولیائے کرام نے اس کو قبل التفات سمجھا، بلکہ سب فتنہ، لأشده والضائر (۱) ودر محضار (۲) وغیرہ میں اس کے سکھنے کو منع کیا ہے۔

(۱) "تعلم العلم یكون فرص عین، وهو بقدر ما يحتاج إليه لیدیہ و فرص کفایہ، وهو ما اراد علیه لیسع غیرہ و مدوناً وهو التحر فی الفقه و علم القلب و حراماً وهو علم الفلسفة و الشعذة و التحییم و الرمل و علم الطبیعیین و السحر" الأشاہ و الضائر، المثلث، الجمع و الفرق، فائدة عن الإمام البحاری، فیما ینفی لطلب العلم، ص: ۳۶۹، قدیمی

(۲) "و اعلم ان تعلم العلم یكون فرص عین و حراماً وهو علم الفلسفة و الشعذة و التحییم =

یہ شرعی جنت نہیں، نہ اس کے ذریعہ سے کسی ہجر مٹا دیتا ہے، نہ براءت۔

اگر وہ فی شخص علم جفر کے ذریعہ کسی کو چوریتا تو اس کو چوری کی سزا دینا جائز نہیں (۱)۔ اس علم کے ذریعہ بہت سی چیزیں سامنے آجاتی ہیں، جنات اور شیائیں سے بہت سی چیزیں معلوم کی جاسکتی ہیں، مگر یہ سب چیزیں بالکل غواوریت پر ہیں۔ جوئی اور پنڈت بھی ہاتھ دلیہ ریش سرف صورت دیکھ کر، شخص نامسن کر بہت چٹھ بتانے والے آج بھی موجود ہیں، بعض مسلمان بھی یہ سب چٹھ بتا دیتے ہیں، مگر ان کی نسبت صحیح بہ راسخ طرف

= والرمی (الدرالمختار) قل اس عاصی رحمہ اللہ تعالیٰ (قوله: والرمی) هو علم بصورب أسكال من الحظوظ النقط بقواعد معدومة تحرج حروفاً تجمع، وبسحرج حملة دالة على عواقب الامور، وقد علمت أنه حرام قطعاً، وأصله لإدريس عليه السلام أي فهو شريعة مسووحة وفي فتاوى اس ححر أن تعلمه ونعلیمه حرام شدید التحريم، لما فيه من إيهام العوام أن فاعله يشارك الله تعالى في عبه (الدرالمختار مع ردالمحتار، مطلب في النعيم والرمي: ۴۴/۱، معبد)

(۱) سوال: ”شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے (پورے) معلوم کرنے کی ترکیب بھی ہے اور یہاں بعض بزرگ یہی ترکیب کرتے ہیں کہ دزد و مفلوم کرنے کے لئے ایک آیت بیضہ مرغ پر لکھتے ہیں اور پھر سورہ یسن یا کوئی اور سورۃ پڑھتے ہیں اور ایسے چھوٹے ٹکڑے سے بیضہ کو دھواست ہیں، وہ بڑا اس انداز میں، بیضہ کرتا ہے کہ اس شخص کی چیز سے ہوسے۔ اس ترکیب سے بعض چیزیں ہوس گئی ہیں، ان کا پتہ لگ گیا ہے، ایسی ترکیب کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ اس ترکیب پر یقین نہ کرے، قرآن کا اتباع کرے کہ یقین کرنا جائز نہیں، حالانکہ یقین یا ظن غالب پیدا کرنے سے یہ بھڑا ہے۔

الجواب: نہیں، بلکہ اس سے ہے جس کا اس طرح سے پتہ لگے اس کا قص بطریق شرعی کریں، لیکن عوام اس حد سے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ فقہ و تہجدی علم۔

تمہ سوال بالا

سوال: یہ کیسے ہے؟

اجواب: یہ نزدیک باطل ناجائز، اس سے کہ عوام حد قص سے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ فقہ و تہجدی علم۔

(امداد الفتاویٰ، تعویذ و عمال، عون مسند، جو برآمد کرنے کے تمیزات ۸۶، ۸۸، مکشہ

دارالعلوم کراچی)

کرنا خط ہے، ان اکابر نے نہ جفر سیکھا اور نہ سکھایا، نہ اس طرف توجہ کی۔ فقہ وائد تعالیٰ اعم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

جھاڑ پھونک سے سانپ کے کاٹنے کا علاج

سوال [۹۶۰]: ۱۔ بڑوں میں سانپ کثرت سے ہوتے ہیں، اکثر کاٹ بھی جیتے ہیں۔ وقت پر علاج کرنے والا کوئی مسکن نہیں ملتا تو بندوں سے علاج کرتے ہیں، وہ لوگ جھاڑ پھونک سے علاج کرتے ہیں۔ تو ان سے جھاڑ پھونک کرانا کیسا ہے؟

۲۔ نبض، نفع یہ لوگ، تھوچاتے رہتے ہیں اور پتہ نکالیتے ہیں کہ زہر اتر گیا یا باقی ہے۔ لہذا اس پر اعتقاد رکھنا کیسا ہے؟

۳۔ اگر آپ کے پاس اس کا کوئی علاج ہے تو براہ کرم تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ اگر یہ متعین ہے کہ وہ اس جھاڑ پھونک میں شرکیہ قہمت پڑھتے ہیں تو ان سے جھاڑ پھونک کرنا جائز نہیں (۱)۔ اگر محض احتمال ہو تو مکرہ ہے (۲)۔

۲۔ یہ ایک تجربہ کی چیز ہے جس کو تجربہ ہوگا یا نہ ہوگا، کوئی شرعی اعتقاد چیز نہیں جس سے ایمان کا خطرہ ہو۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ مٹی سے احرارۃ سے بخار پیدا ہوتا ہے، یا اطباء نبض سے بخار اور اس کی قسم معلوم کر لیتے ہیں۔

(۱) "رقية فيها اسم صم أو شيطان أو كلمة كفر أو غيرها مما لا يحوز شرعاً، ومنها ما لم يعرف معانها"

(مروقة المندبح، کتاب الطب والرقی، الفصل النبی، رقم الحدیث ۴۵۵۲) ۸ ۳۱۸، رشیدیہ

(۲) "وإنما تكره العودة إذا كانت بغير لسان العرب ولا بدري مذهب، ولعله يدحج سحراً أو كفراً أو غير ذلك"

(رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی اللبس: ۳۶۳/۲، معید)

(وكد في تكملة فتح المليم، كتاب الطب، باب الطب والمرصی والرقی ۲۹۵، مکتبہ

۳۔ اکتیس دفعہ احمد شریف مع اللہ، سات مرتبہ اذیذا بطشتکم بطشتکم جبارین ﴿﴾، تین مرتبہ افسس یا افسس، اول، آخر، و شریف سات سات دفعہ پڑھ کر دم کر دیا کریں۔ نیز پانی پر دم کر کے پیدیں۔ سربوش و قیانیں پر پتھر رک دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود شہزادہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱۰/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱۰/۸۸ھ۔

غیر مسلم سے سانپ کے کالے ٹے کو جھڑوانا

سوال (۱۵۶۱۸): کافر سے سانپ کالے کا جھڑوانا ایسا ہے جب کہ ان میں کلمات کفر و شرک بھی ہوتے ہیں، دیو دیوتاؤں کے نام ہوتے ہیں؟ اگر کوئی کافر صرف بھگوان، یرام وغیرہ کا نام لے تو کیا یہ تاویل صحیح ہے کہ وہ خدا کا نام ہے، کسی بھی لغت و زبان میں ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس رقیہ میں کلمات کفر ہوں، یا ایسے کلمات ہوں جس کے معنی معلوم نہ ہوں وہ رقیہ جائز نہیں (۱)۔
بندہ جھڑ چھوٹک میں اپنے منتر وغیرہ بھی استعمال کرتا ہے جس میں دیو دیوتاؤں سے استمداد مطلوب ہوتی ہے جس کا کفر ہونا ظاہر ہے۔ و بھگوان اور یرام خداوند قدوس کے نام نہیں ہیں اور ان کے مفہوم سے خدائے پاک کی ذات بال و منزهت۔ شامی ۵/۳۵۷ میں ہے

”وانما تکره العوذۃ اذا كانت بغير لسان العرب، ولا يدري ما هو، ولعله يدخله سحر و كفر و غیر دلت و اما ما كان من سحر ان او شيء من الدعوات، فلا بأس به“ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱۰/۸۸ھ۔

(۱) ”رقیہ فیہا سم صم او شیطان او کلمۃ کفر او غیرہا مما لا یجوز شرعاً، و منہا ما لم یعرف معاہا“

(مرقۃ الممتیح، کتاب الطب والرقی، الفصل الثانی، رقم الحدیث ۴۵۵۲، ۳۱۸۸، رشیدیہ)

(۲) (رد المحتار، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی اللیس: ۳۶۳/۶، سعید)

”ان الرقی بکثرہ منہا ما کن بغير اللسان العربی، و بغير أسماء اللہ تعالیٰ وصفاته و کلامہ فی =

سفلی عمل کے ذریعے سٹہ کا نمبر بتانا

سوال [۹۶۱۹]: ایک شخص ۷ لم ہے اور ہفت ہفتی پر مہزگار بھی ہے، امام مسجد بھی ہے، مگر وہ ۷ لم سفلی عمل کے ذریعے سے سٹہ کا نمبر بتلاتا ہے۔ اس کے پاس اگر کوئی شخص اس کا خادم بن کر جاتا ہے اور خوش آمد کرتا ہے تو ۷ لم صاحب اس کو سٹہ کا عمل بتلا دیتے ہیں۔ اور ۷ لم صاحب یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص بالکل مجبور اور مفلس ہو تو سٹہ کا عمل ایسے شخص کے لئے پڑھنا جائز ہے اور جو روپیہ نمبر لگانے کا سٹہ وہ جازم بتلاتے ہیں۔ تو آپ شرعی رو سے بتلائیے کہ ایسے ۷ لم کا عقیدہ کیسا ہے؟ اور سٹہ کا عمل کرنا اور بتلانا جائز ہے یا نہیں؟ آپ جو شریعت کا مسند ہو اس کو صاف صاف تحریر کیجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس عالم کا یہ طریقہ غلط اور خد ف شرع ہے، ایسی تدنی بھی حرام ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین حنفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

= كنه الممرلة ولا يكره فيها ما كان على خلاف ذلك كالتعود بالقرآن وأسماء الله تعالى

لا بأس بالرقى ما لم يكن فيه شرك أى كفر (مرفوعة المفاتيح، كتاب الطب والرقى، الفصل

الأول، (رقم الحديث: ۳۵۲۸): ۳۰۳/۸، ۳۰۴، (رشیدیہ)

(وكد فى شرح النووى على الصحيح لمسلم، باب الطب والمرص والرقى ۲، ۲۱۹، قديمی)

(۱) قال الله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ (سورة النساء: ۲۹)

”عن أبى حرة الرقاشى عن عمه رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه

وسلم ”ألا لا تظلموا، ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه“ (مشكوة المصابيح، كذب البيوع،

باب الغصب، والعارية، الفصل الثانى، ص: ۲۵۵، قديمی)

”عن جابر رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”لا يدخل الجنة

لحم بيت من السحت، وكل لحم بيت من السحت كانت النار أولى به“ (مشكوة المصابيح، كتاب

البيوع، باب الكسب، مطلب الحلال، الفصل الثانى، ص: ۲۴۲، قديمی)

پیشہ بنانا مناسبت نہیں، جبکہ خدمت خلق کا مقصد بندہ ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۵/۹۶ھ۔

عمل برائے مشدہ

سوال [۹۶۲۱]: گم شدہ چیز کے لئے کوئی عمل براہ کرم تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہ رعت تنہائی میں سوئے اس جتنے نیت سے پڑے اور وہ شریف سات دفعہ، سورۃ لقمان رکوع نمبر: ۲، کی آیت ”... من یسألنی عن شئ من شئ فاسألہ“ سے ”... حصص حصص“ تک ۱۱۹ دفعہ پڑھے۔ حصص ۱۹۰ دفعہ، پھر اور وہ شریف ۷ دفعہ پڑھے اور وہ نیت چاہے کہ اللہ خدا کے پاس میں توبہ کروں، میں توبہ کروں تو قور ہے، میں نادان ہوں تو دانایا ہے، میں ضعیف ہوں تو قوی ہے، میں محتاج ہوں تو غنی ہے، خدا چیز بد استحقاق کے ٹوٹے ہی عطا فرمائی اور سب کچھ تیرا ہی دیا ہوا ہے، وہ چیز گم ہوئی حالانکہ اس کی حاجت بھی تیری ہی پیدا کی ہوئی ہے، وہ چیز واپس عطا فرمادے، مجھے محروم نہ فرما۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۲/۹/۹۵ھ۔

کشف ارواح کا عمل

سوال [۹۶۲۲]: عمر کا بیان ہے کہ ایک عمل یا وظیفہ ایسا ہے کہ جس کے پڑھنے سے آسمان وزمین، جنت و دوزخ، لوح و قلم کا حال معلوم ہو جاتا ہے اور قبر کے حالات اور روحوں سے ملاقات ہو جاتی ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مجھے معلوم نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

شادی ہونے کے لئے عمل

سوال [۹۶۲۳]: حنیف دین کا رُکھ عین دین ہے جو اس وقت باغ ہے، لیکن ایک نلکھ خراب

ہونے کی وجہ سے اس کی شادی نہیں ہوتی ہے۔ آپ ﷺ کی رائے اور ایک حویہ مکہ دیجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

معین بتا دیں کہ وہ بعد عشاء تنہائی میں رعت نماز کیست پڑھ کر ”یا بدیع العجائب بالحریر
- بدیع - ۱۰۱ دفعہ، اول و آخر درود شریف ۷ دفعہ پڑھ کر دے، یا کریں۔ حق تعالیٰ کامیاب فرمائے۔ فقط
واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲ ۵ ۹۶ھ۔

وسعتِ رزق کا عمل

سوال [۹۶۲۴]: احقر کا ذریعہ معاش کاشتکاری ہے اور کچھ مقروض بھی ہے، اس لئے دعاء کریں
اور وسعتِ رزق کے لئے کوئی عمل کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

فجر کی سنت اور فجر کے درمیان ”سبحان اللہ، حمدہ، وسبحان اللہ اعظم وحمدہ،
استغفر اللہ“ سو بار، اول اور آخر درود شریف گیارہ بار روزانہ پڑھا کریں۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹ ۸ ۸۷ھ۔

وسعتِ معیشت کا علاج

سوال [۹۶۲۵]: معیشت کے لئے اگر کوئی تدبیر یا عمل ہو تو تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

فجر کی سنت اور فرض کے درمیان سورہ الحمد شریف مع سبہ اللہ ۴۱ بار اول و آخر درود شریف
۱۱ بار پابندی سے پڑھیں، حق تعالیٰ حلال روزی برست دے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸ ۷ ۹۳ھ۔

دستِ غیب کا عمل

سوال [۹۶۲۶]: دستِ غیب کا عمل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

دستِ غیب کا جو عمل آج کل رائج ہے، وہ جنات کے ذریعہ چوری ہے، لہذا ناجائز ہے (۱)۔ فقط واللہ
سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی۔

یا جبرائیل بحق یا وہاب کا وظیفہ

سوال [۹۶۲۷]: ”یا جبرائیل بحق یا وہاب“ اس طریقہ سے پڑھنا کیسا ہے؟

”قل هو اللہ أحد، یا جبرئیل“ کا وظیفہ

سوال [۹۶۲۸]: ۲ ”قل هو اللہ أحد یا جبرئیل“ ہر آیت کے ساتھ مؤکل کا نام لے کر
پڑھنا کیسا ہے، جائز ہے یا ناجائز؟

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ
مِنْكُمْ﴾ (سورة النساء: ۲۹)

”عن عمرو بن شمر رضى الله تعالى عنه قال: خطبنا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال:
”لَا يَحِلُّ لِمَنْ مَالٌ أَحْبَبَ شَيْءٌ إِلَّا سَطِيبَ نَفْسٍ مِمَّ“ (شرح معانی الآثار للإمام الطحاوی رحمہ اللہ
تعالیٰ، کتاب الکراهة، باب الرجل يمر بالحائط أله أن يأكل مِمَّ أه لا ۳ ۲ ۳۷۵، قدیمی)

”دستِ غیب میں یہ ہوتا ہے کہ جنات اس کام پر مسلط ہو جاتے ہیں بعض عمل میں تو وہی روپیہ جس کو خرچ کر چکا ہے،
وہ جہاں بھی سو، وہاں سے اٹھاتے ہیں اور بعض عمل میں وہ وہاں روپیہ جس جگہ ان کے ہاتھ آئے نکال دیتے ہیں، سو اس کی تو
ایک مثال ہے جیسے کوئی شخص خاص اس کام کے لئے آدمیوں کو مقرر کرے کہ چوری کرے مجھ کو دیا کرو۔ اس نے یہی کام جنات
سے لیا اور چوری کے ناجائز ہونے کا کس کو انکار ہو سکتا ہے ورنہ یہ شبہ ہو کہ ممکن ہے کہ وہ جن اپنے پاس سے لے آتے ہوں تو
چور کی جہاں ہوں“

سو تو امکان سے وہ لے آتے کی نفی نہیں ہو سکتی۔ اور اگر اپنے ہی پاس سے لے آئے تو بھی حرام ہے کہ خوشی
سے نہیں لے آئے ورنہ اور وہ لوگوں میں دیتے ہر شخص عمل کے جبر سے لے آئے ہیں تو کس کو مجبور کرنا کہ اپنا مال مجھ کو دے دے خود
حرام ہے، اور اس تقریر سے تسخیر جنات کا ناجائز ہونا بھی سمجھ میں آگیا۔ (عملیات و تعویذات، اور اس کے شرعی احکام، دست
غیب اور جنات سے پیسے یا کوئی اور چیز منگوانے کا حکم، ص: ۱۲۰، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

عمل کو پلٹنے کا حکم

سوال [۹۶۳۰]: میری بہن کے شوہر کی دوسری بیوی نے میری بہن اور ان کے شوہر میں جدائی ڈالنے کا ایسا سخت کوئی عمل کرادیا کہ اگر اس کو پتہ چلے کہ اس نے کیا کیا ہے تو اسے بتاتے ہیں کہ اس عمل کرانے والی کی جان کا خطہ ہے۔ ایسی صورت میں شرعاً عمل پلٹنے کی اجازت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسے عمل سے اس کو پتہ چائے جو اس عمل کے اثر کو ختم کر دے اور کفر و شرک یا کسی حرام چیز کا ارتکاب نہ کرے (۱) اور جان نہ لے لے، ہلاک نہ کر دے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۶/۹۴ھ۔

= وظیفہ پڑھنا جائز نہیں، نیز اگر مذکورہ النافذ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور حاضر ہونے کے عقیدے سے پڑھا جائے تو یہ شرک ہے، اور شرک کی کبھی بھی معافی نہیں ہوگی۔

قال الله تعالى ﴿قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا وَلَا نَفْعًا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ﴾ (سورة يونس ۴۹)
قال العلامة الألوسي رحمه الله تعالى تحت قوله تعالى: ﴿قُلْ لَا أَمْلِكُ﴾ أي لا أقدر على شيء مسهما بوجه من لوجهه وتقديره الضر لما أن مساق الطم الكريم لإظهار العجز عنه، وأما ذكر الفع فلتعميم إظهار الكمال العجز (روح المعاني، (سورة يونس. ۴۹) ۱۱، ۱۳۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)
(۱) وقد روى عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في إباحة الرقي كنهها ماله يكن شرک
عن عوف بن مالك الأشجعي رضي الله تعالى عنه قال: كما رقي في الحاهلية فقلنا يا رسول الله! كما
رقي في الحاهلية فما ترى في ذلك؟ قال: "اعرضوا على رفاقكم، لأناس بالرقي ماله يكن شرک
عن حابر رضى الله تعالى عنه قال: لما بيني رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن الرقي أتاه
خالي فقال يا رسول الله! إنك بهيت عن الرقي وإني أرقى من العقر، قال: "من استطاع منكم أن يجمع
أحياه، فيفعل" (شرح معاني الآثار للإمام الطحاوي رحمه الله تعالى، كتاب الكراهة، باب الكي هل هو
مكروه أم لا، مسحت الرقي: ۲/۴۲۷، ۴۲۸، سعيد)

"وإنما تكره العوذ إذا كانت بغير لسان العرب ولا يدري ما هو، ولعله يدخله سرّاً أو كفراً أو
غير ذلك". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۶/۳۶۳، سعيد)

(وكد في تكملة فتح الملهم، كتب الطب، باب الطب والصرفى والرقي ۳، ۲۹۵، مكيه دارالعلوم كراچي)

(۲) قال الله تعالى ﴿وَلَا تَقْنَلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ﴾ (سورة الأنعام ۱۵)

جوانی میں عملیات کرانا

سوال [۹۶۳۱]: سن ہے کہ اپنے اوپر عملیات کا استعمال جوانی کی عمر میں نہ کیا جائے، کیونکہ بھٹکنے کا خوف ہے۔ یہ بات کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عملیات (تسخیر وغیرہ) سے پرہیز کیا جائے، جو اعمال صالحہ احادیث سے ثابت ہیں، ان کو اختیار کرنے میں خطرہ نہیں اور وہ باعث خیر و برکت بھی ہیں اور موجب اجر و ثواب بھی ہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمد غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱/۸۹ھ۔

لکھے ہوئے پانی کی مضرت اور اس کا علاج

سوال [۹۶۳۲]: اگر پانی پر کوئی شخص (جو برتن وغیرہ میں رکھا ہو) لکھ جائے اور اس کے پینے سے گلا دکھنے لگے تو اور پانی لے کر اس کو چاقو سے تین بار کاٹ کر پینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ ایک نوٹکا ہے شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں، اگر اعتقاد ہو کہ چاقو سے کاٹ کر پانی پینے سے گلا ٹھیک ہو جائے گا تو چونکہ یہ شرعاً کوئی علاج ہے نہ طب۔ لکھے ہوئے پانی کو نہ شریعت نے مضرت بتایا، نہ طب نے، لہذا اس سے احتراز چاہیے۔ اگر یہ اعتقاد نہ ہو تو یہ ایک فعل عبث ہے اور دوسروں کے حق میں مفسد عقیدہ، اس لئے اس سے اجتناب ضروری ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے پانی کے احترام کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہا ہوگا کہ پانی کو لکھنا نہیں چاہیے اور اس میں ایک مضرت بھی تجویز کر دی کہ گلا دکھے گا، کیونکہ بلا مضرت بتائے

= وقال الله تعالى ﴿وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ﴾ (سورة الفرقان. ۲۸)

(۱) مثلاً ہر نماز کے بعد آیت الکرسی اور معوذتین کا پڑھنا، اسی طرح ہر کام میں انجام دہی کے وقت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو دعائے ماثورہ ثابت ہیں، ان کا اہتمام کرنا چاہیے۔ و اللہ اعلم بالصواب۔

شاید یہ مخصوص احترام نہ ہوگا، یا نہ سمجھنے سے پانی میں کچھ ذرات کرنے کی وجہ سے اس کو منع کیا۔ فقط واللہ سبحی نہ تعالیٰ آمین۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/ ۱۱/ ۱۴۲۲ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۲۴/ ذی قعدہ/ ۱۴۲۲ھ۔

عذاب قبر سے حفاظت کا عمل

سوال [۹۶۳۳]: کوئی ایسا عمل تحریر فرمائیں جس سے قبر میں عذاب نہ ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ناپ کی سے بچنا، ہمیشہ پاک ربنا (۱)، قرآن کریم کی تلاوت زیادہ کرنا، سنت کا پورا اتباع کرنا، سونے سے پہلے سورہ ملک پابندی سے پڑھنا (۲)، ہر نماز میں درود شریف کے بعد عذاب قبر سے پناہ مانگنے کی دعا پڑھنا جس میں ”أعوذ بك من عذاب القبر“ بھی ہے (۳)۔ چغل خوری سے پرہیز کرنا (۴)۔ یہ چیزیں ایسی ہیں

(۱) ”عن اس عباس رضى الله تعالى عنهما قال مر السى صلى الله عليه وسلم بقبرين يعذبان، فقال: ”إنهما ليعذبان، وما يعذبان فى كبير، أما أحدهما فكان لا يستتر من البول“ وفى رواية مسلم: ”لا يستتره من البول، وأما الآخر فكان يمشى بالميمه“ ثم أحد حريدة رطبة، فشققها نصفين، ثم غرز فى كل قبر واحدة قالوا يا رسول الله! لم صنعت هذا“ فقال ”لعله أن يحفف عنهما ما لم يسب“ (مشكوة المصابيح، كتاب الطهارة، باب آداب الخلاء، الفصل الأول، ص: ۴۲، قدیمی)
(و كذا فى تنبيه العافلين، باب الميمه، ص: ۹۰، رشیدیہ)

(۲) ”عن اس عباس رضى الله تعالى عنهما أنه قال لروح أ لا اتحسك بحديث تفرح به“ قال بى، قال اقراء تبارك الذى بيده الملك، وعمها أهلك وجميع ولدك وصبان بتك وجيرانك، وبها المسجية والمحادلة تحادل أو تحاصم يوم القيامة عد ربها لقارننها، وتطلب لئلا يحيد من عذاب لئلا وينحى بها صاحبها من عذاب القبر، قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ”لو ددت أيتها فى قلب كل إنسان من أمتى“ (تفسير ابن كثير، سورة الملك: ۵۰۸/۴، مكتبة دار السلام رباح)

(۳) ”عن مسلم بن أبى بكره، قال: كان أبى يقول فى دبر كل صلاة ”اللهم سى جردك من الكفر ولفقر وعذاب القبر“ فكت أقولهن، فقال أبى سى! عم أحدت هذا“ قلت: عمك، قال إن رسول الله-

کہ انشاء اللہ تعالیٰ ان کے اہتمام کے برکت سے عذاب قبر سے حفاظت رہے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد المذنب وغفر لہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۹/۹۱ھ۔

اجوب صحیح بند ونجہ ماسدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۹/۹۱ھ۔



— صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقول فی دبر کل صلوۃ: (عمل الیوم واللیل، باب ما یقول فی دبر

صلاة الصبح، (رقم الحديث: ۱۱۱)، مکتبہ الشیخ کراتشی)

(وکذا فی سنن السانی، کتاب الصلوۃ، باب التعوذ فی دبر الصلوۃ: ۱/۹۸، قدیمی)

(۴) (راجع رقم الحاشیة الأولى أعنی من الصفحة المتقدمة)

باب الاثبات

(حظر و اباحت کے مختلف مسائل کا بیان)

سبز پتوں اور شاخوں کو کاٹنا

سوال [۹۶۳۴]: سبز درختوں کو فروخت کرنا، ان کو کاٹنا، ان کے تختے کاٹنا کیسا ہے، جبکہ درخت کی پتیاں تسبیح کرتی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ضرورت کے لئے ایسے درختوں کو کاٹنا، فروخت کرنا، آرو مشین چا کر تختہ کاٹنا سب درست ہے۔ سبز درختوں کی تسبیح کی وجہ سے ضروریات کو نہیں روکا جاتا، ورنہ جانوروں کو گھاس کھانا ہی منع ہو جائے گا، اور سبزی کھانا بھی ختم ہو جائے گا۔ سبز شاخ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی درخت سے جدا فرما کر اس سے کام لیا ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، یکم/ربیع الاول/۸۸ھ۔

(۱) "عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال مر الى صلى الله عليه وسلم بقبرين يعذبان، فقال: "إنهما ليعذبان، وما يعذبان في كبير، أما أحدهما فكان لا يستتر من النول، وأما الآخر فكان يمشي بالسائمة" ثم أحد حريدة رطبة، فشققها صفين. ثم عرر في كل قبر واحدة فقالوا يا رسول الله! لم صنعت هذا؟ فقال "لعله أن يحفف عنهما ما لم يسا". (صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب الحريد على القبر: ۱/۱۸۲، قديمي)

ومسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند ابن عباس رضي الله تعالى عنهما ۱/۳۷۳، (رقم الحديث ۱۹۸۱)، (دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وسن السنائي، كتاب الجنائز، باب وضع الحريد على القبر: ۱/۲۹۱، قديمي)

پھل دار درخت کو کاٹنا

سوال [۹۳۵]۔ پھل دار درخت کو یا بغیر پھل والے درخت کو سرسبز و شاداب ہونے کی حالت میں بوقت قربانیاں اپنے سرکاری کاموں میں صرف کرنے کا حکم ہے، جائز ہے یا ناجائز؟
الحواب حامداً ومصلیاً:

حسب ضرورت یہ تصرف جائز ہے، بلا ضرورت نفع عام کی چیز کو کٹنا سیدہ منفعت اور اضاعت مال ہے۔ نیز سبز درخت تسبیح کرتا ہے (۱)، اس کو تسبیح سے روکنا ہے۔ اور بوقت ضرورت کٹوانے میں مضائقہ نہیں، کیونکہ درخت وغیرہ انسانوں کی ضرورت کے لئے ہی پیدا کئے گئے ہیں

فی حکم قرآن لای بکر ناری لخصاص تحت قوله تعالى: ﴿مَفْطَعُهُ مِنْ لَسَةِ﴾
لا یمنع من عصاه عن أبيه قال لما وحه له بکر رضى الله تعالى عنه نحیش ہى
شہد، کان فیہا نوصدھم۔ "ولا تقصع شجرة مثمرة". قال أبو بکر: "تأولہ محمد بن الحسن
عسى أنهم قد علموا أن الله تعالى سيعصمهم بها وتصير لهم سمی، دا عروا أرض حربة
وإذا حروج، فإن لا یمنع من یحرقوا شجرهم وزروعهم وديارهم، وكذلك قال أصحابنا فی
ما سجد به بمكهم، حر حبه دحمت ثم أحرقت وأما ما رخوا أن یصیر فیئاً للمسمی،
فإنهم یمنعوا یصیر للمسمی، حار، وإن أحرقوه عیضا یمنش کیں، حار استدلالاً بالآیة،

(۱) "عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما قال مر السی صلی الله علیه وسلم بقبرین یعدبان، فقال "إنهما
لیعدبان، وما یعدبان فی کبر، أما أحدهما فكان لا یستر من البول، وأما الآخر فكان یمشی بالمیمة"
ثم أحد حریدة رطبة فشققها بصمغ، ثم عرد فی کل قبر واحد فقالوا یا رسول الله! لم صنعت هذا؟
فقال لعلہ ان یحفف عنهما لم یسنا۔ (صحيح البخاری، کتاب الحائز، باب الحرید علی القبر
۱/۱۸۲، قدیمی)

قال ابن حجر رحمه الله تعالى "وقد قل۔ إن المعنى فيه أن يستح مادام رطباً، فيحصل
التخفيف ببركة التسبيح. وعلى هذا فيطرد في كل ما فيه رطوبة من الأشجار وغيرها". (فتح الباری،
کتاب الوضوء، باب: من الكبائر أن لا یستر من بوله: ۱/۴۲۵، قدیمی)

وحد فعہ نسى صلی اللہ علیہ وسلم فی أموال بنی الضیر۔" أحکام القرآن: ۳/۵۲۸ (۱)۔ فقط واللہ
بسمہ تعالیٰ اتم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہانپور، ۱۸/۱۱/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد، صحیح: عبداللطیف، ۱۹/ذیقعدہ/۱۹۵۷ھ۔

پانچے سے پیشاب پاخانہ وغیرہ کرنا

سوال [۹۶۳۱]: آدمی یا عورت کئی وار پانچمہ پہنے ہوئے ہے، اس صورت میں عورت کو پیشاب،
پاخانہ یا شوبہ نہ نہی کرنا، یعنی آدمی کا جائگیا یا ذھیل پانچمہ پہن کر بغیر از از بند کھولے ہوئے دائیں یا بائیں پیر
اٹھا کر پیشاب یا پاخانہ یا عورت سے وطی کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پیشاب بھی ہو جائے گا، پاخانہ بھی ہو جائے گا، وطی بھی ہو جائے گی، شریعت کی طرف سے اس پر
پابندی نہیں لیکن اس طرح کرنے سے کثیر اضرار ہو جائے گا اندیشہ ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحی نہ تعالیٰ اتم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱۰/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۱۰/۹۰ھ۔

(۱) (أحکام القرآن، (سورة الحشر: ۵): ۳/۶۳۲، قدیمی)

(۲) "عن أنس بن مالک رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم رأى أعرابياً يبول في المسجد فقال: "دعوه" حتى إذا فرغ، دعا بماء فصبه عليه". (صحيح البخاري، كتاب الوضوء، باب ترك النبي صلى الله عليه وسلم والناس الأعرابي حتى فرغ من بوله في المسجد ۱ ۳۵، قدیمی)

قال الحافظ في شرح الحديث المذكور "إنما تركه يبول في المسجد أما أن لا يقطعه، فلا يأمن من تنحيس بدنه أو ثوبه". (فتح الباري: ۱/۴۲۸، قدیمی)

"وفيه التحذير من ملاسة البول" (فتح الباري، قيل باب ما جاء في غسل البول

۱ ۴۲۶، قدیمی)

(وكد في عمدة القاري، قيل باب صب الماء على البول في المسجد ۲ ۱۲۷، إدارة الطاعة
الميرية)

نئی صدی کا استقبال

سوال [۹۶۳]۔ کیا پندرہویں صدی کے استقبال میں جسے جیوں کر، درست ہے، کیا قرآن و حدیث اور فقہ سے اس کا ثبوت ملتا ہے، جو لوگ ایسا کریں ان کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مجھے اس کا ثبوت دلائل شرعیہ میں کہیں نہیں ملے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبدحمود غفرلہ۔

(۱) مسلمانانِ شانِ یہ ہے کہ اس کے ہر کام میں نبی، خوشنودی، خداوندی، وقار اور سنجیدگی پر ہوا اور نئی صدی کے استقبال میں جسے جیوں کر اور اس قسم کے دیگر امور میں خوشنودی ہے، نہ وقار، نہ سنجیدگی

”عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما أن السی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قل لا ینخ عبد القیس: ”إن فیک لحصلتین یحبہما اللہ: الحلم والأناة“۔ رواہ مسلم“۔

”عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن رجلاً قل للسی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم أو صلی قل أحد الأمر بالتدبر فإن رأیت فی عاقبتہ حیراً، فأقصه وإن حفت عیناً، فأمسک“ رواہ فی سراج لیسۃ

وعن مصعب بن سعید عن ابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ - قال الأعمش: لا أعلمہ إلا عن لسی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم - قل ”التؤدۃ فی کل شیء خیر“ إلا فی عمل الآخرة“۔ رواہ أبو داؤد“

”وعن عبد اللہ بن سرح رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن السی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قل لیسۃ الحسن والتؤدۃ والاقتصاد حیرۃ من أربع وعشرين جزءاً من الویۃ“ رواہ الترمذی (مشکوۃ مصابیح، کتاب الآداب، باب الحذر والسی فی الأمور، فصل الثانی، ص ۴۳۰، قدیمی)

قل لیسۃ علی لقاری رحمہ اللہ تعالیٰ ”الحلم“ مکذبة الطالب فی الأصل، ثم يستعمل فی العفو عن الناس قبل والمراد بہ ہذا عددٌ ستعمالہ وترجیہ حتی یطر فی مصالحہ وولادۃ فقیل: معاہ (أی معنی الأناة): الوفاء والنشد. وقیل: الشات فی الطاعات. وقیل: المراد حیرۃ بصرہ فی عوفاً اھ“ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب الحذر والثانی فی الأمور، الفصل الأول: ۷۸/۷۸۵)، (رقم الحدیث: ۵۰۵۳)، رشیدیہ

وقال: ”أحد الأمر بالتدبر“ ی بالتدبر فی دبرہ، والتأمل فی مصالحہ ومفاسدہ، =

غلط پروپیگنڈہ کی مذمت

سوال [۹۶۳۸]: مسلمان کے خلاف پروپیگنڈہ نمائندہ اور ان مسلمانوں کے جو کہ واقعی مسلمان ہیں یعنی نماز روزہ کے پابند، اور یہ پروپیگنڈہ کرتے، اے اپنے کو شریعت کا پابند کہتے ہیں اور یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ ان سے نہ کوئی بولے نہ ان کی معیت وغیرہ میں شریک ہو۔ اور جب وہ لوگ سہم کرتے ہیں تو شریعت کے پابند اشخاص جو کہ اپنے کو سمجھتے ہیں تھوکتے ہیں اور سائنس کا جواب نہیں دیتے۔ تو ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلا وجہ ایسا کرنا حرام ہے (۱)، جس وجہ سے ایسا کرتے ہیں اس کی وجہ معلوم ہونے پر زیادہ غصے

— والطر فی عقۃ مرہ، مرقۃ المفاتیح، المصدر السامی، الفصل الثانی ۸، ۷، ۸، (رقم الحدیث ۵۰۵۶)، (رشیدیہ)

باجہ، اس کے اگر کوئی صاف دشمنی کے طور پر بھی کرتا ہے تب بھی درست نہیں، کیونکہ اس میں کفار سے تشبہ ہے اور فضول خرچی تو ہر حال میں ہے، لہذا اس عمل کو ترک نہ پاپ

قال اللہ تعالیٰ: وَلَا تَسْتَدْرِئُوهُ، ان المذنبین کذبا! حیوان الشیطان، (سورۃ الاسراء ۲۶، ۲۷)

”عن اس عمر رضى الله تعالى عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”من تشبه بقوم، فهو منهم“، (مشکوۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵، قدیمی)

قال العلامة الملا علی نقاری رحمہ اللہ تعالیٰ ”ای من تشبه بقوم بالکفار مثلاً فی اللباس وغيرہ، او بالمساق او الفحار، او بھن الصوف الصلحاء الاررار، فہو منهم“ ای فی الإثم والحبس، (مرقۃ المفاتیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، رقم الحدیث ۶۳۶، ۱، ۵۵، رشیدیہ)

(۱) ”عن اسی ہریرہ رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”حق المسلم على المسلم خمس رد السلام، وعيادة للمريض، واتناع الحائض، وحياة الدعرة، وتشميت العطس“، متفق عليه“ (مشکوۃ المصابیح، کتاب الحائض، باب عیادۃ المریض وثواب المریض، الفصل الأول، ص: ۱۳۳، قدیمی)

”عن اسی یوب الأنصاری رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”لا یحل لمرجل ان یتحر احده فوق ثلاث لیل، یلتغیان فیمرض ھذا ویمرض ھذا، وخیرھما الذی یدأ —

اور توضیح کی جاسکتی ہے کہ اس وجہ کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنوی عثمانیہ عند معین مفتی مدرسہ مفتاح علوم سہارنپور، ۲۵/۷/۵۷ھ۔

چونکہ سائل و سائل نے مجمل رہا اس نے مفتی صاحب ہ جواب بھی سائل کے سوال کے مطابق مجمل ہے، بہتر یہ تھا کہ سائل سوال کو تشریح و تعین سے معلوم کرتا، پس سوال کے مطابق مفتی صاحب کا جواب صحیح ہے۔ فقط والسلام۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/۷/۵۷ھ۔

چراغ پھونک مار کر بجھانا

سوال [۹۶۳۹]: چراغ منہ سے پھونک مار کر بجھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح بھی درست ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۳/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۳/۸۹ھ۔

= بالسلاہ" (مشکوۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب ما یبہی عہ من التہاخر
الأول، ص: ۴۲۴، قدیمی)

قال الملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ "وقال اکمل الدین من أتمنا فی الحدیث دلالة علی
حرمة هجران الأح المسلم فوق ثلاث أہ" (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب ما یبہی عہ من
التہاخر اہ، الفصل الأول: ۷۵۸/۸، (رقم الحدیث: ۵۰۲۷)، رشیدیہ)

"وعن أبی نکر الصدیق رضى الله تعالى عنه قل قل رسول لله صلى الله عليه وسلم "ملعون من
ضار مؤمناً أو مكرهه" (مشکوۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب ما یبہی عہ من التہاخر
الفصل الثانی، ص: ۴۲۸، قدیمی)

(۱) حدیث میں بجھانا مطلق آیا ہے، کسی معین طریقہ کا ذکر نہیں

ردی کاغذ کا گتہ بنانا

سوال [۹۶۴۰]: موجود دور میں کاغذی افراط کے ساتھ ردی کی بھی بہت کثرت ہے، اس میں اردو اخبارات جس میں ترجمہ احادیث اور ترجمہ قرآن پاک بھی ہوتا ہے۔ نیز ہشتی زیور، اردو، فقہ یا عربی قواعد وغیرہ کے اوراق ہوتے ہیں۔ ان کا مصرف کیا ہے؟ آج کل سٹیمیل گتہ بنانے کے واسطے یہ ردی خریدتا ہے اور وہ وہاں ڈھل کر صاف ہو کر گتہ بنانے کے کام میں آ جاتی ہے، جو انسان کی ضرورت کے کام آتا ہے اور ردی کی فروختی میں مسلمان کو منع بھی ہے۔ چونکہ اکثر اردو پریس اور اردو کتب خانہ مسلم آدمیوں کے ہیں و اس میں ان کا کافی نقصان بھی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اُردو ان اوراق کی بے ادبی نہیں کرتے، نجاست میں استعمال نہیں کرتے (۱)، ان کو دھو کر گتہ بناتے ہیں تو ان کے ہاتھ فروخت کرنا شرعاً درست ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۵/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۵/۹۰ھ۔

”عن حابر رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ”أطعموا لمصابيح عبد الرقاد، فإن القويسقة ربما احترت القليلة، فأحرق أهل البيت“ (مشكوة المصابيح، كتاب الأطعمة، باب تعطية الأواني وغيرها، قيل كتاب اللباس، ص ۳۷۲، قديمی)
(ومسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند حابر بن عبد الله رضى الله تعالى عنه ۳/۸، رقم الحديث ۱۴۷۷)، دار إحياء التراث العربی بیروت

(۱) ”وہ اوراق جو گتے کے کام آتے ہیں، دو اور چھانی اور صاف ہوں تب بھی ان کا اتنا ام کرنا چاہیے

”و کذا ورق الكتانة لصقلته وتقويمه، وله احترام أيضا، لكونه آلة لكتابة العلم، ولذا عتله في التاترخاية. بأن تعظيمه من آداب الدين. ومعاذة الحرمة بالمكتوب مطلقاً. وإذا كانت العلة في الأبيض كونه آلة للكتابة كما ذكرنا، ويؤحد معها عدم الكراهة فيما لا يصلح لها إذا كان قالعاً للحاسة غير متقوم كما قدمناه.“ (رد المحتار، كتاب الطهارة، فصل في الاستحشاء: ۳۴۰/۱، معید)

(۲) ”قوله لا بأس بكواعد أحبار أى جعلها علاناً لمصحف وبحوه والظاهر ان المراد بالأحبار =

آلہ مکبر الصوت

سوال [۹۶۴۲]: ایک شخص نے آیا یہ آواز کیا ہے کہ بڑے بڑے مجمع میں (قرآن خواں، واعظ، مقرر) کی آواز تمام مجمع کے حاضرین کو اس آلہ کے ذریعہ سے بلا تلافی، بخوبی قری صاحب، واعظ مقرر صاحب کو پہنچے جاوے اور کوئی فرد، احد میں شیعہ مجمع میں نہ تفرق فی نفس کے فیش سے محروم نہ رہ سکیں۔

متفسر حسب یہ مرتبہ کہ ایسے آلہ کا استعمال نہ صرف مذکورہ وقت شرعی جائز ہے یا نہیں؟ آلہ کے جواز و عدم جواز کی دلیل کتب شرعیہ سے ہونی چاہئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس جگہ محض آواز کا پہونچانا مقصود ہو اور اس میں صرف حاضرین کو خطاب ہی ہو اور کوئی عبادت اس کے مدد نہ ہو، وہاں اس آلہ کا بھی استعمال جائز ہے۔ اصل مقصود کے استعمال کا معین ہے، جب اصل مقصود، مباح ہے تو اس کا وہ معین کہ جس کی ممانعت پر کوئی دلیل نہ ہو، وہ بھی مباح ہوتا ہے، "وہذا مما لا یحلف علی أحد ممن مارس علم الفقه والحديث (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود شکوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر العلوم سہانپور، ۱۹/۱۲/۵۸ھ۔

الجواب صحیح، سعید احمد غفرلہ مدرسہ ہذا، شیخ عبداللطیف، ۹ جمادی الاول ۱۴۰۹ھ۔

(۱) "الضرورات تبیح المحظورات" الضرورات تنفرد بقدرها" (قواعد الفقه، رقم القاعدة ۱۷۰،

۱۷۱)، ص: ۸۹، الصدف پبلشرز کراچی)

"امام کے پیچھے دوسری صف میں جو بیٹھ کھڑے ہوتے ہیں کہ وہ زمر سے تمبیہات سنتے رہیں تاکہ وہ تمبیہات زمرہ مد اور تمبیہات روع و جہ، پہنچنے میں آسانی ہو، ان کے سامنے وہ سٹیلر کا دیو جائے تو جائز ہے جس سے صف تکبیرات لوگوں کو پہنچ جائیں اور نماز صحیح طور پر ادا ہو جائے، امام کی قیادت اور اسپیکر کے ذریعہ سے نہ پہنچائی جائے۔ نماز کے بعد امام، وہ سٹیلر کے سامنے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھنے کے جائز ہے۔ کفایہ المعنی، کتاب الحظر والإباحة،

سولہواں باب: ریڈیو اور لاؤڈ اسپیکر ۲۰۶/۹، دارالاشاعت کراچی)

مزید تفصیل کے لئے مدخلہ میں (۱) تبیین، کہ ممبر صوت نے شرعی احکامات ممبر صوت کا استعمال

نماز میں، ص: ۳۸۰، إدارة المعارف کراچی)

جس لاؤڈ اسپیکر پر گانے گائے جائیں، اس سے سحری کے لئے جگانا

سوال [۹۶۴]: لاؤڈ اسپیکر پر فحش گانے ہوتے ہیں، کچھ قوالیاں بھی ہوتی ہیں، اس طرح سحری کے لئے جگانا جائز ہے یا نہیں؟ شادی بیاہ کے موقع پر لاؤڈ اسپیکر لگا کر اس طرح گانے بجانا جائز ہے یا نہیں؟ اور لاؤڈ اسپیکر سے جو روپیہ مایا جاتا ہے وہ حلال ہے یا حرام؟ کوئی علم فی ضل اُرا ایسے شخص کے یہاں ٹھہرے یا کھانا کھاوے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لاؤڈ اسپیکر پر اس طرح فحش گانا گاکر سحری کے لئے جگانا ممنوع ہے، احترام رمضان کے بھی خلاف ہے، فی نفسہ بھی ناجائز ہے۔ شادی بیاہ میں بھی یہ چیز منع ہے۔ اس طرح روپیہ کمانا بھی منع ہے۔ اہل علم کو ایسے روپیہ سے دعوت قبول نہیں کرنا چاہیے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد المذنب وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۹/۱۳۹۰ھ۔

بجلی سے آدمی کیوں مرجاتا ہے؟

سوال [۹۶۴]: کڑک اور بجلی کیا چیز ہے، اس بجلی سے انسان یا جانور مرجاتے ہیں، اس کی اصل

وجہ کیا ہے؟

(۱) ”ولا یحب دعوة الماسک لیعلم أنه غیر راض بنفسه، وكذا دعوة من كان غالب ماله من حرام ماله یحرم أنه حلال“ (الفتاویٰ العالمگیریہ، كتاب الكراهیة، الباب الثانی عشر فی الهدایا والضيافات: ۳۳۳/۵، رشیدیہ)

”إذا أهدى الرجل إلى إنسان أو أصفه، إن كان غالب مال المهدى من الحرام، یسفی له أن لا یقبل الهدیة ولا یأكل من طعامه ماله یحرم أنه حلال“ (فتاویٰ قاصی حان علی هامش الفتاویٰ العالمگیریہ، كتاب الحظر والإباحة، وما یكره أكله وما لا یكره وما یتعلق بالصیافة ۴۰۰، رشیدیہ)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، كتاب الكراهیة، الباب الثانی عشر فی الهدایا والصیافة

۳۳۲/۵، رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کا مختصر بیان میڈی میں ہے (۱) اور تفسیر فتح العزیز میں زیادہ ہے (۲)۔ یہ مسئلہ نہ فقہ کا ہے، نہ عقائد کا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۷/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۷/۹۲ھ۔

کمر کے دونوں جانب ہاتھ رکھنا

سوال [۹۶۳۵]: دونوں طرف سر پر ہاتھ رکھنا کیسا ہے، اور دونوں ہاتھ کمر کے پیچھے باندھ کر چلنا

کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نامناسب ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۷/۹۵ھ۔

(۱) "وأما الرعد والبرق، ففسیھا أن الدخان إذا ارتفع واحتس (الدخان فیما بین السحاب)، فما صعد إلى العلو مزق السحاب تمزيقاً عسماً، فيحصل صوت هائل هو الرعد بتمزيقه وإن اشتعل الدخان (لما فيه من الدهية) بالحركة، كان برقاً (إن كان لطيفاً، ويضئ بسرعة) وصاعقة (إن كان غليظاً، ولا يطفى حتى يصل إلى الأرض، وإذا وصل إليها فرما صار لطيفاً يمشد في المتحلل ولا يحرقه ويذب الأجسام المدمجة فيذهب الذهب والفضة في الصرة مثلاً، ولا يحرقها إلا ما احترق من الدوب وربما كان كثيفاً غليظاً جداً، فيحرق كل شيء أصابه. وكثيراً ما يقع على الحل، فيدكّه دكاً" (المیڈی، ص. ۹۷، میر محمد کتب خانہ)

(۲) (تفسیر عزیزی، (سورة الققرة: ۱۹): ۲۱۶/۱-۲۲۳، سعید)

(۳) "عن أبي هريرة رضى الله تعالى عنه قال: نهى أن يصلى الرجل مختصراً" (صحيح البخارى، كتاب

التهجد، باب الاختصار فى الصلوة: ۱/۱۶۳، قديمی)

قال العسی رحمہ اللہ تعالیٰ "الحصر وضع اليد على الحاصر. وقد فسره الترمذی بقوله

والاختصار هو أن يضع الرجل يده على حاصرته فى الصلوة وكأنه أراد نفس الاختصار المهيء عنه، -

کیڑے مکوڑوں کی پیدائش

سوال [۹۶۶]: جس طریقے سے انسان کی پیدائش کے پہلے اس میں روح کا فرشتہ روح ڈال دیتا ہے، اسی طریقے سے کیا کیڑے مکوڑے، چیونٹی، یا اسی طریقے کے جاندار، یا ان میں بھی روح ڈال جاتی ہے، یا یونہی پیدا ہو جاتے ہیں جیسے اناج میں ہو جاتے ہیں، کچھر ہو جاتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کیڑے مکوڑے بھی سب باذن خداوندی پیدا ہوتے ہیں، خود بخود پیدا نہیں ہوتے (۱)۔ تفصیلی کیفیت پیدائش کی معلوم نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۵/۹۴ھ۔

غلامی کو ناپسند کرنا

سوال [۹۶۷]: اگر کوئی شخص اسلام کے دستور ”غلامی“ کو ناپسند کرتا ہو اور اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتا ہو تو وہ مسلمان باقی رہ جائے گا یا کافر ہو جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ ناپسندیدگی اصل حقیقت کے نہ معلوم ہونے کی وجہ سے ہے، جیسا کہ دیگر اقوام آج کل ناپسند کرتی

= وإلا فحقیقة الاحتصار لا تنقید بكونها فی الصلوة أما الحکمة فی الہی عن الحصر فقیل: لأن ابلیس أھط محتصراً، قیل: لأن الیہود تكثر من فعله، فہی عنہ کراہة للتشبه بہم“ (عمدة القاری، باب الحصر فی الصلوة: ۷/۲۹۷، إدارة الطباعة المنیریة)

والصحيح لمسلم مع شرحه لسووی، باب کراہة الاحتصار فی الصلوة: ۱۰۶/۲، قدیمی)

(وکذا فی فتح الباری، باب الحصر فی الصلوة: ۱۱۴/۳، قدیمی)

”وکرہ التحصر - وضع اليد علی الحاصرة - لسهی، ویکرہ حارحها تسویها“۔ (الدر المحرر،

کتاب الصلوة، باب ما یفسد الصلوة وما یکرہ فیها، مطلب: مکروهات الصلوة ۱۰۶/۲، سعد)

(وکذا فی الهدایة مع الدراية، کتاب الصلوة: ۱/۱۴۰، شرکت علمیه ملتان)

(۱) قال الله تعالى: ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ (سورة الأنعام: ۱۰۲)

ہیں اور وہ حقیقت ہے، قف نہیں، اب بجائے اس کے کہ ایسے شخص کے لئے کوئی سخت حکم حاصل کریں، آپ اس حقیقت سمجھ نہیں تاکہ وہ دیگر اقوام کا اتباع چھوڑ کر اسلام کا اتباع کرے۔ (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

دوسرے کی دیوار پر اپنے مکان کی بنیاد رکھنا

سوال [۹۶۸]: زید کی دیوار جس کے نیچے سے پانی زید کے مکان کا نکلا کرتا تھا اور دونوں مکانوں میں حد فاصل تھی، اس پر عمر نے اپنے مکان کی بنیاد رکھی ہے۔ اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر یہ دیوار زید کی ملک ہے تو زید کی دیوار پر عمر کو اپنے مکان کی بنیاد رکھنا بغیر زید کی اجازت کے ناجائز ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/ربیع الثانی/۶۴ھ۔

(۱) "وبحسن ساقل الشروع فی شرح أحادیث العتق أن نورد ههنا مقدمة وحيزة سحت فيها عن حقيقة الرق ومكانته فی الإسلام، فإنه قد كثر الشعب على المسلمين من قبل أصحاب العرب ومقلديهم فی إباحة الرق، وقد رعمه الناس فی هذا الزمان وصمة على حبل الدين، ومثاراً للشبه صد الإسلام، ولا حول ولا قوة إلا بالله العظيم اهـ" (تكملة فتح الملهم كتاب العتق، الرق فی الإسلام، ۲۶۳/۱، مكتبة دارالعلوم كراچی)

(۲) "لا يجوز لأحد أن يتصرف فی ملك غيره بلا إذنه" (شرح المحلة، المقالة الأولى (رقم المادة ۹۶)، ص: ۶۱، مكتبة حنفية كوئٹہ)

"وكذا لو كن مسيل ماء سطحه إلى دار رجل وله فيها ميزاب قديم، فليس لصاحب الدار معه عن مسيل الماء، اهـ" (الفتاوى العالمكبرية، كتاب الشرب، الباب الثاني فی بيع الشرب وما يتصل بذلك: ۳۹۴/۵، رشديه)

(وكذا فی مجمع الانهر شرح ملقى الانهر، كتاب احياء الموات، فصل فی الشرب ۲۴۰۴، المكتبة العقارية)

خدا کے واسطے معافی مانگنے پر معاف نہ کرنا اور روپے لے کر معاف کرنا

سوال [۹۶۴۹]: جہاں خدا اور رسول کا واسطہ مانگنے پر معافی نہ ہو سکے، وہاں چند روپے دے کر

معاف کر دیا، آپ اس بارے میں کیا صلاح دیتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی شخص سے کوئی قصور ہو جائے اور وہ معافی مانگے تو اسی بات یہ ہے کہ اس کو معاف کر دیا جائے، خاص کر جبکہ وہ اللہ کے واسطے معافی مانگے: ﴿وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا﴾ (۱)۔ خدا کے نام پر معافی مانگنے سے معاف نہ کرنا، روپے لے کر معاف کرنا بڑی پست حوصلگی کی بات ہے، البتہ اگر کسی نے مالی نقصان کیا ہو تو اس نقصان کا معاوضہ لینا درست ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹ / ۱ / ۹۳ھ۔

”إنشاء الله“ کہنا

سوال [۹۶۵۰]: عبادت کے کام میں جیسا کہ میں نے اعلان کیا کہ ”إنشاء الله تعالیٰ“ کل سے

عصر کی نماز ۵ بجے ہوگی۔ یہ ”إنشاء الله“ کہنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مستحب ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

= (و کذا فی الدر المختار، کتاب إحياء الموات، فصل فی الشرب، ۶ / ۳۶۳، سعید)

(۱) قال الله تعالیٰ ﴿وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا﴾ (سورة البور ۲۲)

(۲) ”لو أتلّف مال غیره تعدیاً، فقال المالك أحررت أورشیت، لم یبرأ من الصمان“ (الدر المختار مع

رد المختار، کتاب المأذون: ۶ / ۱۹۸، سعید)

(۳) قال الله تعالیٰ ﴿وَلَا تَقُولْنَ لِنسائِنا إنا فاعل ذلك عدا﴾ (سورة الکھف ۲۳، ۲۴)

قال العلامة الألوسی رحمہ الله تعالیٰ ”و حور أن یكون المستثنیٰ مہ أعم الأوقات ای لا تقولن

ذلك فی وقت من الأوقات إلا فی وقت مشیئہ الله تعالیٰ ذلك القول مک“ (روح المعانی، سورة۔)

”خدا اور رسول کو منظور ہو تو“ کہنا کیسا ہے؟

سوال [۹۶۵]: ”اگر یہ کام خدا اور اس کے رسول کو منظور ہو جائے ہو تو ہو جائے گا“ ایسا کہنا

کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شرک ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود منگوہی عنہ اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷ صفر ۱۴۱۸ھ۔

الجواب صحیح۔ سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸ صفر ۱۴۱۸ھ۔

جشن بنی رمی شریف

سوال [۹۶۵۲]: رسم و رواج کے مطابق جشن بنی رمی شریف منایا جا رہا ہے اور یہ طالب علم سے

چاپیس روپے لیتے ہیں، بعض طلبہ تو ایسے بھی ہیں جو ناشتہ وغیرہ بھی نہیں کرتے ہیں، تقریباً تین سال سے یہ جشن منایا جا رہا ہے۔ نیز روپے ناظم انجمن یا ناظم رقم کو نہ دینے کی وجہ سے انجمن کے کچھ افراد کہتے ہیں کہ تمہارا نام انجمن سے خارج کر دوں گا۔ ان وجوہات کے پیش نظر لڑکے خائف ہو کر روپے ادا کرتے ہیں، اور ان روپیوں سے تمام انجمن والے بریانی پلاؤ وغیرہ نوش کرتے ہیں۔ کیا یہ فعل شرعاً درست ہے؟ اور ہمارے اکرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا اس پر عمل ہوا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی نیک کام کی توفیق ہو تو اس پر بطور شکر کے اگر احباب و فقراء کو کچھ کھلا دیا جائے تو ناجائز نہیں، مشہور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب سورۃ بقرہ یاد کر لی تو ایک اونٹ ذبح کر کے اعزہ و اقرباء

(= الکھف: ۲۳): ۲۳۸/۱۵، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿مَا كَانَ لِمَا أَنْ شَرَكَ بِاللَّهِ مِنْ شَيْءٍ﴾ (سورۃ یوسف: ۳۸)

”عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رجل ما رسول اللہ ائی الدب اکبر

عبد اللہ“ قال ”أن تدعو لله بذأ وهو حقیقک“ (مشکوۃ المصابیح، کتاب ایمان، باب الكبائر، الفصل

الأول، ص: ۱۶، قدیمی)

کو کھلا دیا (۱)۔

نہیں جو صورت سوال میں درج ہے اس میں قباحت زیادہ ہے، بخش غریب طلباء ہیں جن میں وسعت نہیں، ان سے چندہ لیا جائے وہ شرم کی وجہ سے انکار نہ کریں، یہ دباؤ اس شران سے وصول کیا جائے اور وہ مجبور بہ تردید تو یہاں پہنچنا اور اس کو حاشا نہ کرنا درست نہیں، حدیث شریف میں ہے

”لا یحل من امر مسلمہ إلا بطیب نفس“ (۲)۔

اور فتویٰ مکیہ کی میں ہے

”لا یجوز لأحد من مسلمین أن يأخذ مال أحد بغير سبب شرعی“ (۳)۔

نیز اس میں تقاضا ہے اور ریا ہے، اس لئے اس کی اجازت نہیں (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

امامہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۷/۱۴۰۶ھ۔

”مالک عن سافع عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: تعلم عمر رضي الله تعالى عنه البقرة في اثني عشرة سنة، فلما حتميا، بحر حرورا“ (الجامع لأحكام القرآن لقرطبي، مقدمة المؤلف، باب كسبية التعلم وانقذه، لكتاب الله تعالى، وسنة نبه صلى الله تعالى عليه وسلم وما جاء أنه سهل على من تقدم العمل به دون حفظه: ۳۰/۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) ركر العمال، الفرع الثاني في أحكام الأيمان ۱/۳۹۷، مكتب التراث الاسلامي حلب)

(ومجمع الروايات ومجمع الفوائد، كتاب البيوع، باب العصب ۲/۱، دارالمكر بيروت)

”عن أبي حرة الرقاشي عن عمر رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”لا تظلموا، إلا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه“ (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب العصب والعارية، الفصل الثاني، ص: ۲۵۵، قديمي)

(۳) (الفتاوى العالمكبرية، كتاب الحدود، فصل في التعزير: ۲/۱۶۷، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الحدود، فصل في التعزير، ۵/۶۸، رشيدية)

”وعن سداد بن اوس رضي الله تعالى عنه قال سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول ”من صلى برائي فقد أشرك، ومن صام برائي فقد أشرك، ومن تصدق برائي فقد أشرك“ (مشكوة المصابيح، كتاب الرقاق، باب الرياء والسمعة، الفصل الثالث، ص: ۳۵۵، قديمي)

”عن محمود بن ليد رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”إن أحوف ما =

کھانا کھاتے وقت چار پائی کی پائنتی کی طرف بیٹھنا

سوال [۹۶۵۳]: ۱۔ زید بہت ہے کہ چار پائی پر بیٹھ کر پائنتی کی طرف بیٹھ کر کھانا چاہیے، جو وہ سر ہانے بیٹھ جاتے ہیں ان کا منہ پائنتی کی طرف ہوتا ہے، لہذا یہ رزق کی توہین ہے، سو اس طرح کھانا ناجائز ہے۔ کیا زیدہ خیال ٹھیک ہے؟

چار پائی پر غسل کرنے سے کیا وہ ہمیشہ کے لئے نجس ہوگئی؟

سوال [۹۶۵۴]: ۲۔ ایک صاحب کہتے ہیں کہ کسی نبی نے چار پائی پر بیٹھ کر غسل کیا تھا، سو یہ گندگی کی چیز ہوئی، اس پر بیٹھ کر کھانا کھانا درست نہیں۔ مدلل جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ یہ چیز عرفاً کھانے کی توہین نہیں سمجھی جاتی، اس لئے اس کو ناجائز کہنا صحیح نہیں۔

۲۔ یہ بات بد دلیل ہے، اگر کسی تخت یا فرش پر کسی نبی نے غسل کیا ہو تو کیا اس کی وجہ سے وہ تخت یا فرش نجس ہو کر کبھی پاک نہیں ہو سکے گا، اور اس کی وجہ سے ہر جگہ کا ہر تخت اور ہر فرش ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بالکل نجس ہو جائے گا؟ زمین پر تو قضاے حاجت فرمانا، صحت و صحیح احادیث سے ثابت ہے (۱) تو کیا کسی زمین پر بھی کھانا کھانا ناجائز نہیں ہوگا۔

= أحاف عنكم الشرك الأصغر“ قلوا يا رسول الله وما الشرك الأصغر“ قال ”الرياء“ (مشکوۃ

المصابیح، باب الرياء والسمعة، ص: ۴۵۶، قدیمی)

(ومسند الإمام أحمد بن حنبل حدیث محمود بن لید رضى الله تعالى عنه، (رقم الحدیث ۳۳۱۱۹،

۵۹۶/۶، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(۱) ”عن المغيرة بن شعبة رضى الله تعالى عنه قال كنت مع النبی صلی الله علیه وسلم فی سفر فحدث

”یا مغیرة“ حد الاداة“ فأحدثها، ثم حو حث معہ، فانطلق رسول الله صلی الله علیه وسلم حتی تواری

عمی، فقضى حاجه، ثم جاء وعليه حة شامية“ (المصحح لمسلم، کتاب الطهارة، باب المسح علی

الخفين: ۱/۱۳۳، قدیمی)

(وسن ابن ماجه، أبواب الطهارة، باب ما جاء فی المسح علی الخفين، ص: ۴۱، قدیمی)

نیز سوال نمبر: ۱ میں صرف سر ہانے بیٹھ کر کھانا کھانے کو منع کیا ہے، پائنتی کی طرف بیٹھ کر سر ہانے کی طرف کھانا رکھوا کر کھانے کی اجازت دی ہے، اس کی کیا وجہ ہے، کیا وہ حصہ گندہ نہیں ہوا، استغفر اللہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۸/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۸/۹۲ھ۔

کسی کی بات کا ثنا

سوال [۹۶۵۵]: جب دو شخص گفتگو کر رہے ہوں تو تیسرے شخص کو درمیان میں بات کا ثنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بجب کوئی شخص بات کرتا ہو تو بلند وجہ بات نہ کاٹی جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

اپنی بات کو اونچا رکھنا

سوال [۹۶۵۶]: اگر کوئی شخص اللہ اور اس کے رسول کی راہ کے خلاف چل کر اپنی بات کو اونچی رکھے

اور اپنے فداں بہنوئی کی بات کو گورانا چاہتا ہو کسی وجہ سے، تو وہ شخص کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہ شخص گنہگار ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۵/۹۲ھ۔

(۱) حکایت کے راویزندہ شنیدہ۔ میفت بہ زکے: ہاں خود اقرار کرنا، واست، مگر آنکس کہ چوں دیگرے درغن باشد، بچن تمام ناگفتہ سخن آغاز کند مثنوی:

سخن را سرست امے خود مندوبن میاور سخن در میان سخن

خداوند تدبیر و فرہنگ و ہوش نگوید سخن تانہ بیند خموش۔

(گلستان سعدی، باب چہارم، حکایت نمبر: ۷، ص: ۱۳۱، قدیمی)

آبِ حیات

سوال [۹۶۵۷]: آبِ حیات کیا چیز ہے، آیا اس کے اجزاء ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کتاب حدیث و تفسیر میں اس کا وجود مذکور ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے قصہ میں آبِ حیات کی تفصیل ہے (۱)۔ فقط سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۴/۹۰ھ۔

کیا لڑکے والا افضل ہے لڑکی والے سے؟

سوال [۹۶۵۸]: کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ لڑکے والے کا درجہ اعلیٰ ہے اور لڑکی والے کا درجہ لڑکے والوں سے کم ہے۔ کیا شرعاً بھی درجہ میں تفاوت ہے؟

حافظ علی احمد تھان، گاؤں سیتا پور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان باتوں کی وجہ سے شرعاً درجہ نہ بڑھتا ہے نہ گھٹتا ہے، یہ درجہ کا فرق عوام کا تجویز کردہ ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۶/۹۲ھ۔

(۱) ”وروی حشمة بن سلیمان عن طریق جعفر الصادق عن أبيه أن دا القريش كان له صديق من الملائكة، فطلب منه أن يدلّه على شيء يطول به عمره، فدله على عنب الحيات وهي داخل الظلمة، فسار إليها والحصر على مقدمته، فطعم بها الحمر ولم يظفر بها ذو القريش“ (فتح الباری، کتاب احادیث الانبیاء، باب حدیث خضر مع موسیٰ علیہما السلام: ۵۳۶/۶، قدیمی)

”مجمع البحرين وعمدها عن تسمى عن الحياة لا تصيب شيئاً إلا حيي“ (تفسير الحارثي (سورة الكهف: ۲/۳، حافظ كتب حانه كوئنه)

”وقال سفيان يزعم ناس أن تلك الصخرة عمدها عن الحياة لا يصيب ماءها شيئاً إلا عاش“

(التفسير المظهری: ۲/۳۸، حافظ كتب خانه كوئنه)

(وكذا في تفسير العثماني، ص: ۵۲۱، تاج كمپنی كراچی)

(۲) قل الله تعالى ﴿يَهَبُ لِمَن يَشَاءُ إِنثَاءً وَيَهَبُ لِمَن يَشَاءُ الذَّكَوْرَ﴾ (سورة الشورى: ۲۵) =

شاگرد سے احتلام کے کپڑے دھلوانا

سوال [۹۶۵۹]: اگر کوئی استنہ اپنے شاگردوں سے احتلام کے کپڑے دھواتا ہے تو وہ کپڑے شاگردوں کے لئے دھونا جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ مومنوں نے اس کو چند بار تنبیہ کی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ نامناسب ہے، شرم و حیا، کے بھی خدشہ ہے، بچوں پر بھی اس کے بُرے اثرات پڑیں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

نابالغ شاگرد سے خدمت لینا

سوال [۹۶۶۰]: ۱۔ ایک معلم صاحب جو کہ پیش امام بھی ہیں، کیا وہ اپنے کسی شاگرد نابالغ سے وضو کے لئے پانی منگا کر صبرت کر سکتے ہیں، جیسا کہ وہ روز ایسا ہی کرتے ہی اور اسی وضو سے نماز بھی پڑھاتے ہیں۔ کیا یہ جائز ہے؟

۲۔ بہت سے لوگ جو کہ دستکار ہیں، وہ اپنے چھوٹے چھوٹے شاگردوں سے جو کہ نابالغ ہیں ان سے پانی منگا کر لی سکتے ہیں، وہ خود تر م کرتے ہیں اور شاگرد اب چارے کچھ جھکتے رہتے ہیں۔ کیا ان کا یہ طریقہ درست ہے؟

الجواب سامداً ومصلیاً:

۱۔ ان کی تربیت کے لئے اور سلیقہ سکھانے کے لئے پانی منگانا اور اس پانی سے وضو کرنا اور اس وضو

وفل من تعالیٰ ۛ یا ایہا الناس ما حکمکم من ذکر و انشی و جعلکم شعوباً و قبائل لتعارفوا، ان اکرم عند اللہ اتقاکم ۛ (سورۃ الاحزاب: ۲۶)

و ما سب هذا المساق ان يدل فی البین من اول الامر علی انه تعالیٰ فعل لمحص مشینہ سبحانہ لا مدخل لمشیة العبد فیہ، فہذا قدم الایات و احزت الذکور کأنہ قیل یخلق ما یشاء ینب لم یشاء، من الإلہی ما لا یہوہ، و ینب لمن یشاء منهم ما ینہوہ، فقد کانت العرب تعد الإیات بلاءً

(روح المعانی، سورۃ الشوری: ۵۳/۲۵، دار احیاء التراث العربی بیروت)

سے نماز پڑھنا پڑھنا سب درست ہے۔ سنت نس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وقت فوقتاً نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا میتے درود اس وقت نافذ تھے (۱)۔ سنت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وضو کے لئے پانی لا کر دیا جب کہ وہ نافذ تھے (۲)۔

۲۔ اس کا حکم بھی ثبوت سے معلوم ہو گیا، یمن بچوں پر زیادہ بوجہ انہیں چاہیے، جس سے وہ اکثر کر پریشان ہو جائیں، خاص کر یہ صورت کہ وہ پنچھ تہتے رہیں، راستہ آرام سے سوتے رہیں، اس سے غائب گمان یہ ہے کہ وہ اکتا جاتے ہوں گے۔ اگر استاذ ان سے خدمت لیں تو ان کو انعام بھی دینا چاہیے جس سے وہ خوش ہو جائیں اور ان کی علمی اور اخلاقی تربیت بھی کی جائے، ان کو بہتر بھی سکھایا جائے کہ یہ ان کا حق ہے۔ فقہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۴/۹۰ھ۔

چھوٹے بچوں سے خدمت لینا

سوال [۹۶۶]۔ مختلف بہر شریعت مناسبات کے ”معلمین“ کو نافذ کروں سے پانی بھر وائر

(۱) ”عن أم سلمة رضي الله تعالى عنها، أنها قالت: بارسول الله نس حاد مك، ادع الله له، قال: ”اللهم اكثر ماله وولده، وبارك له فيما أعطته“ بحـ منكرة لمصباح، كتاب المناقب ولفصائل، باب جامع المناقب، الفصل الأول، ص: ۵۷۵، قديمی)

قال لعلامة الملا عني بخاري رحمه الله تعالى ”نس بن مالك بن الصر لحورحی كسبه أنو حمرة، قدم السی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، وهو ابن عشر سنين واسفل إلى الصرة في خلافة عمر رضي الله تعالى عنه ليفقه الناس وهو آخر من مات بالصرة من الصحابة ستة احدى وتسعين“ (مرفقة المصباح، كتاب المناقب ولفصائل، باب جامع المناقب، الفصل الأول، (رقم الحديث ۶۲۰۸) ۵۷۸/۱۰، (شیدیہ)

(۲) ”عن عبيد الله بن أبي يربد عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما، ان السی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دخل الخلاء، فوضعت له وضوءاً، قال: ”من وضع هذا؟“ فأحمر، فقال: ”اللهم فقهه في الدين“ (صحيح البخاري، كتاب الوضوء، باب وضع الماء عند الخلاء: ۲۶/۱، قديمی)

رومسند الإمام احمد بن حنبل رحمه الله تعالى، مسند عبد الله بن عباس رضي الله تعالى عنهما، (رقم الحديث: ۳۳۶۹): ۵۹۲/۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

استعمال کرنا جائز نہیں۔“ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جن چھ بچوں کو استا کے پہونچا جاتا ہے تو ان کی تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت بھی ہوتی ہے، ان سے اس قسم کا کام لینا جن سے خدمت کا سلیقہ اور عادت ہو جائے اور اپنی بڑائی طبیعت میں نہ آئے درست ہے۔ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی خدمت لینا ثابت ہے، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر دس سال کی تھی جب ان کی والدہ نے خدمت اقدس میں لاکر پیش کر دیا تھا، یہ خدمت کیا کرتے تھے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹۔ ۷۔ ۸۸ھ۔

امرد کی تعریف

سوال [۹۶۶۲]۔ امرد کسے کہتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس کی لہیں معمولی سی ہوں اور داڑھی نہ نکلی ہو، یا اس سے قبل ہی اس قابل ہو کہ عورتوں کو اس کی طرف رغبت (شہوت) ہوتی ہو (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴۔ ۵۔ ۹۰ھ۔

(۱) ”عن أم سليم رضى الله تعالى عنها، أنها قالت: يا رسول الله! أئس حادىمك، ادع الله له، قال: ”اللهم أكثر ماله وولده، وبارك له فيما أعطيته، إلح.“ (مشکوۃ المصابیح، کتاب المواقف والفصائل، باب جامع المناقب، الفصل الأول، ص: ۵۷۵، قدیمی)

قال العلامة الملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ ”أئس بن مائک بن النصر الحر رحى كنيته أبو حمزة، قدم السی صلى الله تعالى عليه وسلم، وهو ابن عشر سنين وانقل إلى البصرة في خلافة عمر رضى الله تعالى عنه ليفقه الناس وهو أحر من مات بالبصرة من الصحابة سة إحدى وتسعين“ (مرقاة المصابیح، کتاب المواقف والفصائل، باب جامع المناقب، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۶۲۰۸) ۵۷۸/۱۰، رشیدیہ)

(۲) ”أمرد هو الشاب الذى طر شاربه ولم تست لحينه وهذا شامل لمن ست عذاره، بل بعض =

امرد سے خط و کتابت

سوال [۹۶۶۳]: امرود سے خط و کتابت کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ضرورت ہو تو درست ہے، فتنہ ہو تو پرہیز کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۵/۹۰ھ۔

امرد کو کن کن سے احتراز کرنا چاہیے؟

سوال [۹۶۶۴]: امرود کو کن کن لوگوں سے احتراز کرنا چاہیے، مثلاً ماموں، چچ وغیرہ کے بارے میں

کیا حکم ہے؟ ممانعت یا عدم ممانعت کا حکم اشخاص و افراد کے اعتبار سے ہوگا، یا حکم سب کے حق میں برابر ہوگا، یعنی حکم کا تعلق شہوت پیدا ہونے والے، یا نہ ہونے سے ہے، یا امرود کی ذات سے ہے کہ وہ مشتہی ہے؟ اگر حکم کا تعلق مشتہی سے مان لیا جائے تو ظاہر ہے اس کے لئے ہر آن و ہر لمحہ برابر نہ ہوگا۔

= الفسقة يقصده على الأمر حالى العذار وأن ابتدائه من حين بلوغه سأتشبهه النساء

والمراد من كونه صيحاً أن يكون حميلاً بحسب طبع الناظر ولو كان أسوداً لأن الخس يحتنف باختلاف الطبائع" (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مطب في النظر إلى وجه الأمر ۴۰۷/۱، سعيد)

(۱) "فحل النظر موطئ بعدم حشية الشهوة" (الدر المختار) قل العلامة اس عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ "قل اس القطان" أجمعوا على أنه يحرم النظر إلى غير المسحى بقصد التدد بالنظر، وتمتع البصر بمحاسنه، وأجمعوا على حواره بغير قصد اللذة، والناظر مع ذلك آمن الفتنة" (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۴۰۷/۱، سعيد)

(و کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الصلوۃ، باب شروط الصلوۃ ۱۹۱، دار المعرفة بیروت)

(و کذا فی المهر الفائق، کتاب الصلوۃ، باب شروط الصلاة ۱۸۳/۱، رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلياً:

جس سے فتنہ کا اندیشہ ہو، اس سے اس کا تعلق ہے اور فتنہ اور اشخاص سے بھی تعلق

ہے، افراد اشخاص سے بہرستہ بآریں (۲)۔ (فتاویٰ تہذیبیہ)

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۵/۹۰ھ۔

خودداری کا مفہوم

سوال [۹۶۶۵]: اسلام میں خودداری کا کیا مفہوم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

خودداری کا مفہوم ہے: ”اپنی حیثیت کے موافق کام کرنا، اپنے کام سے بچنا جس سے ذلت پیش

آئے۔“ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبدالموئذ، دارالعلوم، دیوبند، ۲۲/۲/۹۱ھ۔

الجواب بحسب بندہ فقہ سائد بن عثمان، دارالعلوم، دیوبند، ۲۲/۲/۹۱ھ۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

”فصل لظرموط بعدد حسبه نسيرة“ ھذا من المصنفين قال العلامة من عبد بن رحمہ
اللہ تعالیٰ ”قال من القطان اجمعوا على انه حورہ الصر إلى غير المتاحی بقصد السدد بالظن، وتمنع
الصر بمحاسبه، واجمعوا على حورہ غیر قصد لندة، والصر مع ذلك من نفسه“ (رد المحتار،
كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۰۷، سعيد)

(وكذا في حاشية لطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۹۱، دار المعرفة بيروت)
(وكذا في الیہر الفائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۱۸۳، رشیدیہ)

۲ قل للذين آمنوا من بصرهم ويحفظوا فروجهم (سورة النور: ۳۰)

مما لا تفرق من تفرق رمة مدعیہ مذکورہ آیت میں تفرق میں ”آپ مسلمان مردوں سے ہر دیکھنے کی اپنی
نگاہیں نیچی رکھیں“ یعنی جس عضو سے بصر نکلتا ہے اس سے بصر نہ نکلیں، جس کوئی نہ دیکھنا چاہے، مگر ثبوت
سے جائز نہیں اس شہادت سے نہ نکلیں، اپنی شہادتوں سے نہ نکلتے، یعنی بصر میں شہادت فی نہریں جس
میں زنا اور لواطت سے نہ (یون قرآن: ۵۶، ص: ۵۶، عید)

کتاب الرهن

(گروی رکھنے کا بیان)

توسیع مدت رہن پر معاوضہ لینا

مسئران [۹۶۶۶] زید نے اپنا ایک مکان بکر کے پاس با قبضہ مسیغ تین سو روپے پر دو سال کے لئے رہن رکھ دیا۔ اور مسیغ رہن کی تاریخ مقرر کر کے دستاویز پر تحریر کر دیا۔ ”اگر متعینہ وقت پر نہ دے گا تو یہ رہن نامہ بیع نامہ متصور ہوگا۔“ جب مدت رہن ختم ہونے کی تو زید نے مزید تین سو روپے بکر سے لے کر مسیغ دین کی تاریخ میں اضافہ کر لیا۔ اور جب مزید توسیع قریب ختم ہونے والی تو پھر مسیغ دو سو روپے بکر سے لے کر پھر دستاویز تحریر کر دی کہ ”تین سو روپے رہن نہ رہے تو یہ رہن بیع نامہ ہوگا۔“ چنانچہ ۶۴۷ھ شروع ہو گیا، اب زید چاہتا ہے کہ مکان بکر سے واپس لے لے۔ تو شرعاً اس کو یہ حق حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تحریر رہن کی تاریخ گزر جانے پر بیع نامہ تصور کرنے کی تہمت صحیح نہیں، شرعاً بیع نہیں (۱)، زید قرض واپس کر کے مکان بصورت رہن واپس لے سکتا ہے (۲)، بکر نے اس مدت رہن میں مکان سے نفع حاصل

(۱) ”البيع یسقط بإیجاب وقول“ شرح السحنۃ لسلیم رستم بار، ص ۷۵، (رقم المادۃ ۱۶۷)،
مکتہ حنفیہ کوئٹہ

(۲) ”وإذا طُلب دية، أمر بإحضار الرهن فإذا أحضره أمر الراهن بتسليم كل دية أولاً، ثم أمر المورثين بتسليم الرهن“ (ملفئی لأحرم مع مجمع الأنهر ۴-۲، کتاب الرهن، عناریہ کوئٹہ،
”و یؤمر المورثین بإحضار دية، والراهن بأداء دية أولاً“ (البحر الرائق ۸-۴۳۷، کتاب
الرهن، رشیدیہ)

”وإذا طُلب المورثين دية، يؤمر بإحضار الرهن، لأن قص الرهن قص استيفاء، فلا يحوز أن =

نیا تو وہ ناجائز ہوا، سو وہ ہوا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱۰/۸۹ھ۔

مکان مربون میں رہنا

سوال [۹۶۶۷]: ایک شخص نے ایک مکان بعوض مبلغ آٹھ سو روپیہ رُوی رکھا ہے، تقریباً چھ سات برس کا عرصہ ہو گیا ہے گروہی رکھے ہوئے، اور گروہی رکھنے والا اس مکان میں کبھی خود رہتا ہے اور کبھی اپنے رشتہ دار کو رکھتا ہے۔ اور مکان اس درجہ کا ہے کہ اگر کرایہ پر دیا جائے تو کم از کم چار روپیہ کرایہ پر چڑھ سکتا ہے۔ اب یہ دریافت کرنا ہے کہ آیا اس رُوی رکھنے والے مکان مذکور میں اس طرح بود و باش کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر در صورت ناجائز ہونے کے مکان مالک کو دیدے اور اپنا روپیہ وصول کر لے اس سے تو جو نفع اس نے چھ سات برس کے زمانہ میں مکان سے حاصل کیا ہے، اس کا معوضہ شرعاً دینا پڑے گا یا نہیں اور اگر نہیں دے تو اس کا مواخذہ شرعاً ہو گا یا نہیں؟ بیو تحریر۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مرتبہن کو مکان مربون میں رہنا ناجائز ہے، اگر اس مکان میں رہے گا تو غاصب کہلے گا اور گنہگار ہوگا اور ایسی صورت میں منافع غصب کا تاوان لازم نہیں

”أو عقد كسبت الرهن إذا سكنه المرتهن، ثم بان للغير معداً للإجارة، فلا شيء عليه، هـ“۔ درمحرر۔ فی نشومی۔ ”(قوله فلا شيء عليه) لأنه لم يسكنها منتمها بالأجر، كما هو

= يقبض ماله مع قيام الاستيفاء، لأنه يتكرر الاستيفاء على اعتبار الهلاك في يد المرتهن وهو محتمل، وإذا أحصره أمر الراهن بتسليم الدين أولاً، ليتعين حقه كما تعين حق الراهن تحقيقاً للتسوية كما في تسليم المبيع والشمس يحصر المبيع ثم يسلم الشمس أولاً“ (الهداية ۴/۵۱، كتاب الرهن، مكتبة شرکت علمیہ ملتان)

(۱) ”قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم “كل قرص جرّ منعة، فهو ربا“ (فيص القدیر

۴/۸۷، (رقم الحديث: ۶۳۳۶)، مكتبة نزار مصطفى الباز، ریاض)

(و كذا في الهداية: ۴/۵۱، كتاب الكراهية، فصل في البيع، شرکت علمیہ ملتان)

رهنها المالك سکہا المرتہن، اہ۔ رد المحتار: ۵/۱۸۱ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گلوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۵/۱۴۲۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۴/رجب/۱۴۲۷ھ۔

مرہون سے نفع اٹھانا

سوال [۹۶۶۱]: عام طور پر راہن مرتہن کے درمیان یہ بات طے شدہ ہوتی ہے کہ مرتہن مرہونہ چیز سے فائدہ حاصل کرے، مثلاً مکان کا کرایہ اور زمین کی پیداوار سے فائدہ اٹھائے، لیکن یہ بات ناجائز بھی سمجھی جاتی ہے۔ کتب ”مفید المفتی والمستفتی“ اردو ”فتویٰ عزیزی، ص ۵۹، ۶۰“ پر حسب ذیل عبارت مطالعہ سے گزری:

”مگر فقیہ کے نزدیک تحقیقی بات یہ ہے کہ ایسی صورتوں میں روان و عادات کے موافق ”بہ“ کے لفظ و ”اہت“ یعنی فائدہ اٹھانے کی اجازت دینے میں سمجھنا چاہئے۔ جس روپ داس نے جو باقی شاہ واپنی مرہونہ زمین کے محصول اور پھوس سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دیدی۔

اور اس پر دو شاہد دلائل کرتے ہیں ایک یہ کہ فقہ کا مقرر کیا ہوا قاعدہ ہے کہ

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۶/۲۰۸، کتاب الغصب، سعید)

”ولا یضمن منافع ما غصب، سواء سکہ أو عطش، إلا فی الوقف قال فی المجمع وکذا السکی بتأویل العقد لما تقدم عن القیة من سکی المرتہن بتأویل عقد الرهن“ (مجمع الأنهر ۹۴/۴، کتاب الغصب، غفاریہ کوئٹہ)

”لا یقال إن العاصب تلزمه أجرة المعصوب إذا كان معداً للاستغلال كما إذا كان وقفاً أو مالاً یتیم، لأنما یقول إنما تلزمه الأجرة فی المعد للاستغلال إذا لم یکن العاصب بتأویل عقد كعقد الرهن فی مسئلتنا، فإن كان كذلك، لا تلزمه الأجرة اتفاقاً“ (شرح المحلة لجلد الاناسی، ص ۱۹۴، رقم المادة: ۷۵۰)، حقانیہ پشاور)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۶/۳۳۷، کتاب الغصب، دارالکتب العلمیہ بیروت)

”عائدہ محکمہ“ جیسا کہ ”لأشياء منقولة“ میں موجود ہے (۱) اور عرف و عادت اس امر کو ثابت کر رہے ہیں کہ راہن مرتبہ کو نفع اٹھانے کی اجازت دیتا ہے تو اس کو بھی عرف اور عادت پر قیاس کرتا چاہئے۔

دوسرے یہ کہ فقہ کا باندھا ہوا قاعدہ ہے کہ ”موقوفہ اور معادلت میں معافی کا اعتبار ہے نہ الفاظ کا“ (۲)۔

اس واسطے فقہیہ وک بہہ یا عوض کو بیع کے حکم میں شمار کرتے ہیں۔ مندرجہ بالا عبارت سے واضح ہے کہ جس بات کو ناجائز سمجھا جا رہا ہے، وہ جائز ہے“ (۳)۔

مہربانی فرما کر آپ پر دو صورتوں کا حکم بیان فرمائیں تاکہ الجھن رفع ہو۔

(۱) (الاشباه والظائر، الفن الأول، القاعدة السادسة، ص: ۹۳، قدیمی)

(۲) ”العبرة في العقود للمقاصد والمعنى لا للألفاظ والمساوي“ (قواعد الفقه، ص ۹۱، رقم القاعدة ۱۸۳)، الصدف پلشرز

(۳) مستفتی نے فتاویٰ عزیزی (اردو) کی عبارت ”یا تو بہت اختصار سے غل یا ہے اور یا اس کے سامنے والا ترجمہ اور ہمارے ہاں کے ترجمہ میں فرق ہے، بہرحال دونوں کا مفہوم ایک جیسا ہے، لہذا فتاویٰ عزیزی کی محولہ عبارت اس طرح ہے

”یعنی فقہ کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ ایسی صورتوں میں موافق رواج و عادت کے لفظ بہہ سے مراد ہاتھ تھکا چاہیے، یعنی ایسی صورتوں میں مقصود یہ ہوتا ہے کہ راہن کی اجازت ہوتی ہے کہ مرتبہ من مہونہ سے نفع اٹھائے تو روپ دس گنا سن نے جو باقی شاہ مرتبہ کو نفع اپنی زمین مہونہ کا اور پھل درختوں کا دے، یا تو اس سے مراد یہ تھی کہ روپ دس گنا سن راہن نے یہ اجازت دے دی ہے کہ باقی شاہ مرتبہ زمین مہونہ کے منفع اور درختوں کے پھل سے فائدہ اٹھائے، اور امر کے سے دلیل یہ ہے کہ اصول فقہ میں ثابت ہے کہ العادة محمۃ یعنی عادت حکم آتی ہے، ایسا ہی کتاب کشاہ وانظار میں موجود ہے، اور ہاتھ عرف و عادت کے یہی امر مروی ہے کہ راہن کہہ دیتا ہے کہ من مہونہ کے منفع مرتبہ کے لئے مباح ہیں تو اس مسئلہ میں بھی عرف و عادت کے موافق ایسا ہی سمجھنا چاہیے، اور دوسری میں یہ ہے کہ یہ بھی اصول فقہ میں ثابت ہے کہ ”العبرة في العقود للمعنى لا للألفاظ“ یعنی معادلت میں جو غلط استعمال میں تو معادلت میں ان الفاظ سے جو اصل مقصود ہوا کرتا ہو اسی کا اعتبار ہوگا، صرف الفاظ کی جانب لی نظر نہ ہوگا۔ اسی واسطے یہ کہتے ہیں بہہ یا عوض کے بارہ میں فی واقعہ بیع کا حکم ہے۔“ (فتاویٰ عزیزی، مسائل رہن، رہن زمین کی ایک صورت، ص ۵۳۶، ۵۳۷، سعید)

الجواب حامداً ومصلحاً:

یہ فائدہ اٹھانا بالکل ناجائز ہے، خواہ رہن نے اسے اجازت دیدی ہو یا عرفاً رواج ہو، جن لوگوں نے اجازت راہن کے بعد جائز سمجھ لیا ہے ان پر عدم شرمی نے رد المحتار میں رد کیا ہے (۱) اور مولانا عبدالحی نے مستقل ایک رسالہ اس مسئلہ پر لکھا ہے جس میں قطعاً ناجائز قرار دیا ہے اور کتب فقہ کی عبارات کو نقل کیا ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ منٹا بہ علوم سہارنپور، ۲۷ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ منٹا بہ علوم سہارنپور، ۲۷ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ۔

مالک کی اجازت سے رہن سے نفع اٹھانا

سوال [۹۶۶۹]: اشیائے مہونہ سے مالک کی اجازت سے نفع حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں، اگر نہیں تو ہدایہ کی اس عبارت کا کیا مطلب ہے: "وبس للمرتین أن يتنفع بالرهن لا باستخدام ولا سكنی"

(۱) "لا يحل له أن يستمتع بشيء مہ بوحہ من الوحدہ وبأذن له الراہن، لأنه أذن له في الربا لأنه يستوفي دينه كاملاً، فسقى له الممتعة فصلاً، فيكون ربا، وهذا أمر عظيم" (الدرالمختار ۶/۴۹۲، کتاب الرهن، سعید)

(۲) "وقد اعتر كثير من علماء عصرنا و من سبقا بظاهر عبارات الفقهاء أنه يحوز الانتفاع للمرتين بالإذن، فأفتوا به مطلقاً من دون أن يفرقوا بين المشروط وغيره، ومن دون أن يتأملوا في أن المعروف كالمشروط، فصلوا وأصلوا وقد التزمنا أن من مدة مديدة أنى كلما سنلت من الانتفاع بالإذن، احت الكراهة، لعدمى منهم أن الإذن عندهم يكون مشروطاً حقيقة أو عرفاً، والإذن المحرر عن سوب الاشتراط الحقيقي والعرفي بادر قطعاً (مجموعة رسائل الذكوى، الملك المشحون في الانتفاع بالمرهون: ۱۲/۳، إدارة القرآن كراچی)

(و كذا في الفتاوى الكاملية، ص: ۲۳۳، كتاب الرهن، حقانيہ پشاور)

(و كذا في حاشية الطحطاوى على الدر المختار ۲/۲۳۶، كتاب الرهن، دار المعرفة بيروت)

و كذا في شرح المحلة لحالدا الاتاسى ۳/۱۹۶-۱۹۷، (رقم المساده ۷۵۰)، مكتبة حفيه كوثه)

و لا یسّر لانی اذن فی عداۃ" حدیث ۵۰۶ (۱)۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ناجائز ہے "لا یسّر لانی اذن فی عداۃ" حدیث ۵۰۶۔ "قل فی الصبح" و عن عبد اللہ محمد بن شمسہ سمرقندی و عن من کد عبدہ سمرقندی "لا یحل لانی یتفع بشیء منہ" حدیث میں ہے حدود میں اذن سے مراد: اذن فی عداۃ، اذن فی یریدون عند الدفع الانتفاع، ولولاہ لما أعطاه الدراہم، وهذا بمنزلة شرطہ؛ لأن المعروف کسبروط، وهو مما یسّر سبع، و لہ تعالیٰ اعلم، اھ"۔ شامی ۵/۴۲۷ (۲)۔

صاحب ہدایہ کے زمانہ میں عرف نہ ہوگا۔ مولانا عبدالحق صاحب مکتبہ عثمانی نے اس مسئلہ پر مستقل ایک رسالہ تصنیف فرمایا ہے جس کا نام الفلک المشحون (۳) ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱/ ذی قعدہ ۱۳۷۷ھ۔

انتفاع از رہمن

سوال [۹۶۷]: زید نے عمر کو ایک ہزار روپے دیئے اور اس کی دس بیکہ زمین اس سے لی، اس شرط کے ساتھ کہ میں روپے پانچ سو روپوں سے کائے جائیں گے۔ تو یہ معاملہ جائز ہے یا نہیں، اگر جائز نہیں تو جواز کی کیا صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نظاہر یہ ایک ہزار روپے قرض ہے اور دس بیکہ زمین رہمن ہے، رہمن سے نفع اٹھانا درست نہیں (۴)۔

(۱) (الہدایۃ: ۵۱۸/۳، کتاب الرهن، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

(۲) (رد المحتار: ۳۸۲/۶، کتاب الرهن، سعید)

۳، مجموعہ رسائل الکیوی، الملک المشحون فی الانتفاع بالمرہون ۱۲۳، ادارۃ القرآن، کراچی)

(۴) "لا یحل لانی یتفع بشیء منہ بوجہ من الوجوہ وان اذن لہ الراہن؛ لانه اذن لہ فی الرماء لانه"

اس نے ساتھ ہی طے کرنا کہ بیس روپے کا مکان اسی ایک ہزار روپے سے بیاجے گا تو یہ اجارہ ہوگا، ایک عقد میں دو معاملے کرنا (ایک رہن، دوسرا اجارہ) شرعاً درست نہیں (۱)۔ زید کو چاہیے کہ اس معاملے کو فتح کر دے، پھر قرض

= يستوفى ديه كاملاً، فتقضى له المفعة فصلاً، فيكون ربا، وهذا أمر عظيم (الدر المختار ۶/۴۸۲، كتاب الرهن، سعيد)

”وقد اعتر كثير من علماء عصرنا و من سبقنا بظاهر عبارات الفقهاء أنه محور الاستع للمرتهن بالإذن، وفتوا به مطلقاً من دون أن يعرفوا بين المستروط و غيره، و من دون أن يتأملوا في أن المعروف كالمشروط، فصلوا واصلوا وقد التزمنا ما من مده مديدة أنى كلما سئمت من الانتفاع بالإذن، أحبت الكراهة، لعلسى منهم أن الإذن عدهم يكون مشروطاً حقيقة أو عرفاً، والإذن المحرد عن شوب الاشتراط الحقيقي والعرفي بادر قطعاً“ (مجموعة رسائل اللكوى، الفلك المشحون في الانتفاع بالمرهون: ۳/۱۲، إدارة القرآن كراچی)

(و كذا في الفتاوى الكاملية، ص: ۲۳۴، كتاب الرهن، حقایہ پشاور)

(و كذا في حاشية الطحطاوى على الدر المختار ۳/۲۳۶، كتاب الرهن، دار المعرفة بيروت)

(و كذا في شرح المحدة لجلد الأتاسی ۳/۱۹۶، ۱۹۷، (رقم المادة ۷۵۰)، حقایہ پشاور)

(۱) ”عن عبد الرحمن بن عبد الله بن مسعود عن أبيه رضى الله تعالى عنه قال: نهى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم عن صفقتين في صفقة“ (اعلاء السی ۱۳/۱۷۰، كتاب البوع، باب النهی عن بيعتين في بيعة، إدارة القرآن كراچی)

لہذا اگر عقد رہن کے بعد عقد اجارہ کریں تو یہ جائز ہے، لیکن اس صورت میں رہن کا معاملہ باقی نہیں رہتا

”اما الإحارة فالمستأجر إن كان هو الراهن، فهي باطلة وإن كان هو المرتهن و حدد القصص للإحارة بطل الرهن، والإحارة للراهن“ (رد المختار ۶/۵۱۱، كتاب الرهن، سعيد)

”و كذلك لو استأجره المرتهن، صحت الإحارة و بطل الرهن إذا حدد القصص للإحارة“

(الفتاوى العالمكيرة: ۵/۴۶۵، الباب الثامن في تصرف الراهن، رشیدیہ)

سوال: ”ایک شخص نے دوسرے شخص کے پاس اپنی زمین سے روپے کے عوض کروی رہی اس شرط پر کہ میں برس

کے بعد ہمارے پیر کے کر زمین واپس کریں گے اور اس درمیانی مدت میں جو پٹھ پیداوار کا منافع ہو وہ اپنے تصرف میں لائے اور ماخذ اری“ لکھئے۔

جواب: ”رہن کی یہ دونوں صورتیں ناجائز ہیں، کیونکہ زمین میں مرتبن وقت تک حق جس ہوتا ہے اور شرطیں مفصل

کا معاملہ مستقلاً ایک ہزار کے ساتھ رہے اور زمین کو جدا گانہ کرایہ پر لے لے اور اس کا معاملہ جدا گانہ بیس روپے طے کرے ورنہ بھی طے کرے کہ عمر اس قرض کو قسط وار ادا کر دیا کرے، مثلاً بیس ۲۰ روپے کی قسط تجویز کر لی جائے، عمر جب قسط ادا کرے، زید اسے وصول کرے کرایہ زمین لگان میں عمر کو دے دیا کرے تو اس طرح یہ معاملہ درست ہوگا، زمین اس صورت میں رہن نہیں ہوگی۔ صنف کرایہ پر ہوگی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

انتفاع بالمرہون

سوال [۹۶۷] ۱۰ روپیہ قرض دیگر زمین رہن رکھ کر استفادہ کرنا اور لگان گورنمنٹ کو خود ادا کرتے رہنا یہ جائز ہے یا نہیں؟
۲ بعض لوگوں کی عادت یہ ہے کہ روپیہ قرض دے کر پھر اس قرض کو زمین کھیتی کرنے کے لئے ۵، ۱۰ من کے بدلہ میں لکھ دیتے ہیں خواہ زمین میں کچھ پیداوار ہو یا نہ ہو۔ یہ کیسا ہے؟
۳ بعض لوگ رہن رکھ کر استفادہ کرنے کی وجہ سے کچھ عدد سالانہ روپیہ اس سے کاٹ دیتے ہیں۔ یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... یہ صورت جائز نہیں (۲)۔

= رالی الربا ہے، مرہون کے منافع اور زوائد راہن کی ملکیت میں اسی طرح کا نفع بھی راہن کے دے پس مرتبن زمین مرہونہ کی تدنی یا جانور مرہون کے دودھ میں سے صرف اس قدر لے سکتا ہے جس قدر زمین کا سرکاری لگان ادا کرنا پڑے۔ (کفایت المفتی، کتاب الدیون، دہر باب دخل رہن، مرتبن کا رہن بھی ہوئی چیز سے نفع اٹھانا، ۸، ۱۴۱، دارالاشاعت کراچی)
(۱) "وکذلک لہ استاحوہ المرتین، صحت الإحارة وبطل الرهن إذا حدد القرض للإجارة" (الفتاویٰ العالمکبریة، الباب الثامن فی تصرف الراهن: ۵/۳۶۵، رشیدیہ)

(وکذا فی رد المحتار، کتاب الرهن: ۵/۵۱۱، سعید)

(۲) "لا یحل لہ أن یتفع بشیء منه بوجه من الوجوه وإن أذن لہ الراهن؛ لأنه أذن لہ فی الربا؛ لأنه یسوفی دینہ کمالاً. فسقی لہ المفعة فصلاً، فیکون ربا، وهذا أمر عظیم". (الدرالمختار: ۶/۳۸۲، کتاب الرهن، سعید)

۲ ۱۰،۵ من غداً ربحی حساب سے قرض میں محسوب کریں تو درست ہے، ورنہ نہیں، یعنی غداً وصول کرتے وقت جو نرخ ہو اس نرخ سے قیمت کا کر یہ سمجھیں کہ وہ یہ ہم نے اپنے قرض میں سے اتنا وصول کر لیا (۱)۔

۳ یہی زمین کا جو پچھ سال نہ رایہ بغیر کسی دباؤ کے ہوتا ہے، اگر اتنی مقدار وصول کردہ روپیہ سے کاٹ دیں تو جائز ہے (۲)۔ فتاویٰ اللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد المودع، د. راعی، یوبند، ۸۹ھ۔

وفد اعمر كثير من علماء عصرنا و من سبقا بظاهر عبارات الفقهاء أنه يحوز الاستفاد للمرتبه بالإذن، وفتوا به مطلقاً من دون أن يترقوا إلى المشروط وغيره، و من دون أن يتأملوا في أن المعروف كالمشروط، فصلوا وأصلوا وقد ألزمنا أن ما من مدة مديدة أنى كلما سئلت من الاستفاد بالإذن، أحبت الكراهة، لعلمى مهم أن الإذن عندهم يكون مشروطاً حقيقة أو عرفاً، والإذن المحرود عن شوب الاشتراط الحقيقى والعرفى يادى قطعاً (مجموعة رسائل الديكوى، البنك المشحون فى الاستفاد بالمرهون: ۳/۱۲، إدارة القرآن كراچى)

(و كذا فى الفتاوى الكالمية، ص: ۲۳۴، كتاب الرهن، حقاہ پشاور)

(و كذا فى حاشية الطحطاوى على الدر المختار ~ ۲۳۶، كتاب الرهن، دار المعرفة بيروت،

(و كذا فى شرح المحلة لحالده الأتاسى ۳، ۱۹۶، ۱۹۷، رقم لماده ۷۵۰)، حقاہ پشاور)

() قال الحموى فى شرح الكسر نقلاً عن العلامة المقدسى عن جده الأشقر عن شرح القدورى الأحطاب إن عدم حوار الأحد من خلاف الحسن كان فى زمانهم لمطاولتهم فى الحقوق، والفتوى اليوم على جواز الأحد عند القدرة من أى مال كان (رد المختار، كتاب الحجر ۶، ۵، سعيد)

(۲) یہ رہن کا معاوضہ نہیں بلکہ اجارہ کا ہوا کہ قرض دینے والے جو کہ کر یہ رہن بھی ہے، مقروض کی زمین کا کر یہ اپنے قرض میں محسوب کر سکتا ہے:

”واما الإحارة، فالمسأحر إن كان هو الراهن، فهي باطله وإن كان هو المرتبه وحدد

القص للإحارة بطل الرهن، والأحره لدرهن“ (رد المختار ۶، ۵۱۱، كتاب الرهن سعيد)

(و كذا فى الفتاوى العالمكيرية: ۵/۳۶۵، الباب الثامن فى تصرف الراهن، رشيدية)

سہ ۱ نہ تخمین ہوتا ہے، داخلی رہن رکھ دیا یعنی مالک ارضی مثلاً بکرو دو سو روپے دیدیے، کھیتوں پر قبضہ کر لیا اس شرط پر کہ جس وقت میرا روپیہ دو سو دین ادا کر دو گے، میں حیت چھوڑ دوں گا اور منفعہ خود (یعنی زید) بیکار رہوں گا۔ اس عقد رہن پر باق عدہ ضابطہ عدالت نورمنست پورا کیا گیا یعنی رجسٹری وغیرہ کی گئی۔ مالک ارضی مسمی بکری ملک کاشتکارانہ تھی، وہ ایک زمیندار کا مالگزار تھی۔ اس عقد رہن کے انعقاد کا زمانہ تخمیناً دس سال ہے، کچھ دنوں سے تخمیناً چار سال سے جب کہ مسمی بکری مالی حالت بہت خراب ہوئی، زمیندار کو مال زاری بھی زید ہی ادا کرتا ہے۔

یہ صورت مسئلہ کی ہے، اس میں صرف دو سوال ہیں:

- ۱ آیا شرعاً عقد رہن یعنی داخلی رہن (جس صورت سے سمجھا گیا) جائز ہے یا ناجائز؟
 - ۲ اگر ناجائز ہے تو اب شرعی تدارک کیا ہے؟ مفصل سمجھا دیا جائے۔ زید تو بہ کرنے کو تیار ہے۔ اب تک رہن نہیں ہوا۔ بکرو دو سو روپیہ ادا نہیں کر سکتا۔ زید دس سال سے منافع کما رہا ہے۔ نیز چار سال سے مالگزار بھی زمیندار کو دیتا ہے جو تخمیناً ۱۸ روپے ہے۔
- مسئمتی مہدی حسن، کانپور، محلہ بین گنج، مدرسہ مظہر العلوم۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حیت کسی اور شخص کی ملک ہے، بکرو کے پاس اس کی موروٹی کاشت ہے اور بکرو نے بعض دو سو روپیہ قرض زید کے پاس اسے رہن رکھ دیا اور زید نے دس سال اس کی آمدنی حاصل کی اور چار سال مالگزاری نمبر ۱۸، بھی ادا کی۔ اس تمام قضیہ میں تین چیزوں کا حکم تفتیش طلب ہے کھیت و قرض، دو سو روپیہ، مالگزار کی ۱۸ روپے معاملہ فاسد و فاسد ہے، اس لئے تینوں چیزوں کا حکم لکھا جاتا ہے۔

کھیت کا بصورت موجودہ نہ زید کو رکھنا جائز ہے نہ بکرو، اس کا فوراً چھوڑ دینا واجب ہے (۱)، اس کے

(۱) "عن السائب بن یزید عن أبیہ رضى الله تعالى عنه، عن السی صلی الله تعالى علیه وسلم قال "لا

یاخذ أحدکم عصا أخیه لأعناً جاداً، فمن أخذ عصا أخیه، فلیردھا إلیه".

"وعن سمرة عن السی صلی الله تعالى علیه وسلم قال "علی البدن ما احدث حتی تودی"

(مشکوۃ المصابیح، ص: ۲۵۵، باب الغصب والعاریۃ، قدیمی) =

بعد، ملک کو اختیار ہے، خواہ خود کاشت کرے، یا اپنی رضا مندی سے زید، بکر وغیرہ کسی کو کاشت پر دے، یا بیع، ہبہ، جوداں چاہے کرے (۱)، کیونکہ موردی ناجائز ہے۔ لہذا بکر، غاصب ہے، اس کو جائز نہیں کہ کسی دوسرے کے کھیت کو غصب کر کے کسی کے پاس رکھ دے۔ اور دس سال تک جو زید نے آمدنی حاصل کی ہے، اپنا خرچہ بیع وغیرہ اس میں سے نکال کر باقی کو غرباء و مساکین پر صدقہ کرے۔ یہ ملک خبیث ہے (۲)۔ اور جس قدر آمدنی بکر نے بغیر مالک کی رضا مندی کے اس کھیت سے حاصل کی ہے، اس کا بھی یہی حکم ہے۔

قرض دوسور وپسہ بدستور باقی ہے، بکر کے ذمہ اس کا ادا کرنا واجب ہے، ادا کرے یا معاف کرے۔
 • لکڑاری نم۔ : ۱۸، زید نے اگر بکر کے کہنے پر بطور قرض ادا کی ہے تو اس کو بھی بکر سے وصول کر سکتا ہے، اگر تبرعاً و احساناً ادا کی ہے تو اس کے وصول کرنے کا حقدار نہیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی غفرلہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۲۳ ۸ ۵۸ھ۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا،
صحیح، عبداللطیف، ۲۳، ۸، ۵۸ھ۔

- "وَحُكْمُهُ وَحُوبُ الْإِثْمِ إِنْ عَلِمَ، وَوُجُوبُ رَدِّ عَيْبِهِ فِي مَكَانِ عَصِهِ إِنْ كَانَتْ بَاقِيَةً" (منتقى الأسرار مع مجمع الأنهر: ٤٨/٣، كتاب الغصب، غفاريه كونه)

(١) كل يتصرف في ملكه كيف شاء
 (المادة: ١١٩٢)، مكتبته حفيه كوئنه

(٢) "وما نقص منه" أى من لعنار، بعينه كسكاد، أى سكى العاصب فى الدار المعصوبة (وورعه) فى الأرض المعصوبة (صمه) أى النقصان. ويأخذ العاصب رأس ماله وهو الدر و ما عره من النقصان وما أسبق على الأرض، ويتصدق بالفصل" (مجمع الأثير ٨١ ٢، كتاب العصب، عفاريه، كوئته)

”ویردونه علی أربابه إن عرفوهم، وإلا يتصدقوا به؛ لأن سبيل الكسب الحیث التصدق إذا تعذر الرد“. (البحر الرائق: ۳۶۹/۸، كتاب الكراهية، فصل فی البيع، رشیدیہ)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ٢/٣٨٥، سعيد)

(وكد في تبين الحقائق - ١٥، كتب لكراهية، فصل في البيع، دار الكتب العلمية بيروت)

(٣) "الصمونات تحب إما باحد أو بشرط، وإلا لم تحب" (قوله عد الثمّه، ص ٨٩، الصدف بدمشقر) -

کھیت کارہن

سوال [۹۶-۴]: ۱۔ زید نے اپنا کھیت رہن رکھا اس شرط سے کہ میں جتنی مالگزاری زمیندار کو ادا کرتا ہوں اس قدر مرتہن ادا کر دیا کرے، یا سال میں اس قدر کٹ جایا کرے گا، یعنی رہن کو مرتہن داکر دیا کرے۔ جب پٹانے کے لئے روپیہ ہو جائیں تو پٹانے کی صورت میں بقیہ روپیہ ادا کر لے (۱)۔ اور مالگزاری کے لینے کی صورت میں سب روپیہ ادا کر کے اپنا کھیت واپس لے لیوے۔ تو کیا صورت مذکور جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو کیوں؟ جو بھی صورت ہو مدلل معہ حوالہ تحریر فرماویں؟

۲۔ اگر کوئی صورت جواز کی ہو تو اس کو ضرور تحریر فرمائیں۔

نعیم الدین بستوی غفرلہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ یہ معلوم نہیں کہ اس کھیت کی پیداوار کس کے پاس رہے گی راہن کے یا مرتہن کے، اگر مرتہن کے پاس رہے گی تو ناجائز ہے، ”لأن كل قرض جر نفعاً، فهو ربا“ (۲)۔

۲۔ جواز کی صورت یہ ہے کہ مالگزاری حسب دستور راہن کے ذمہ رہے اور پیداوار جو کچھ ہو وہ

= ”والأصل أن كل ما يظال به الإنسان بالحبس والملازمة، يكون الأمر بأدائه مثبتاً للرجوع من غير اشتراط الصمان، ومالا فلا، إلا إذا شرط الصمان“ (ردالمحتار ۵/۷۰۲، کتاب الہیۃ، باب الرجوع فی الہیۃ، سعید)

”وكل ما وحب على أحدهما فأذاه الآخر، كان مترعاً، إلا أن يأمره القاضي به، ويحعله ديناً على الآخر“۔ (ردالمحتار: ۶/۴۸۶، کتاب الرهن، سعید)

(۱) ”پٹانا وصول کرنا، آپ پٹی کرنا، چھت ڈوانا، سودا کرنا، لین، پین کرنا“۔ (فیروز المعات، ص. ۲۷۷، فیروز سنز، لاہور)

(۲) (فیص القدیر ۹/۴۳۸، رقم الحدیث ۶۳۳۶)، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز (ریاض)

”كل قرض جر منفعة، فهو ربا“، (إعلاء السنن: ۱۴/۴۹۸، ۴۹۹، إدارة القرآن کراچی)

”كل قرض جر نفعاً حرام“، (الدر المختار مع ردالمحتار: ۵/۱۶۶، سعید)

(و کذا فی الہدایۃ، کتاب الکراہیۃ، قیل مسائل متفرقة ۴/۷۷۱، مکتبہ شرکت علمبیہ ملتان)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ دونوں صورتیں ناجائز ہیں، کیونکہ یہ رہن کی صورتیں ہیں اور رہن میں راہن کو یا مرتہن کو انتفاع کا حق نہیں ہوتا، کتب ہو مصرح فی نسب سند۔ جواز کی صورت یہ ہے کہ زمین اجارہ پر دی جائے اور مدت اجارہ متعین کرے جس قدر روپیہ کی ضرورت ہے بطور اجرت پیشگی وصول کیا جائے اور اس مدت تک وہ شخص کھیتی وغیرہ کر کے زمین سے نفع حاصل کرے پھر واپس کرے ”بسر سند پس الانتفاع بالرهن، اھ“۔ مراۃ: ۱/۳۸۹ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرر والعبد محمد منوبی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/رجب ۱۴۲۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/رجب ۱۴۲۳ھ۔

صحیح عبداللطیف، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/رجب ۱۴۲۳ھ۔

(۱) (ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر: ۳/۲۷۳، کتاب الرهن، غفاریہ کوئٹہ)

”والعالم من احوال الناس انهم يريدون عند الدفع الانتفاع، ولو لاد لم أعطاه الدراهم، وهذا بمسرة الشرط، لأن المعروف كالمشروط، وهو مما يعين لمع“ حاشیة الصحطاوی علی الدر المختار: ۳۳۴، کتاب الرهن، دار المعرفة بیروت

”لا يحل له ان يستمتع بشيء منه بوجه من الوجوه وان ادن له الرهن، لأنه أدن له في الرمان، لأنه يستوفي دينه كاملاً، فنسب له المتعة فصلاً، فيكون ربا، وهذا امر عظيم“ (رد المحتار ۶/۲۹۲، کتاب الرهن، سعید)

(وکذا فی شرح المحلہ لحالہ الأتاسی ۱۹۲، ۱۹۳، رقم المادة ۷۵۰)، مکنہ حقانیہ پشاور)

روکذا فی مجموعۃ رسائل اللکوی، الملک المشحون ۱۲۳، اذرة القرآن کراچی)

(وکذا فی الفتاویٰ الکاملیۃ، ص: ۲۴۴، کتاب الرهن، حقانیہ پشاور)

”وما الإحارة، فالمسناحر ان كان هو الرهن، فهي باطنة وإن هو المرتهن و حدد القص للإحارة بطل الرهن، والأحارة للرهن“ (رد المحتار ۵/۱۱۵، کتاب الرهن، سعید)

”وکذلك لو استأجر السربین، صحت الإحارة، وبطل الرهن إذا حدد القص للإحارة“

(الفتاویٰ الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۵/۲۶۵، الباب الثامن فی تصرف الراهن، رشیدیہ)

رہن اور اجارہ

سوال [۹۶-۹۷]: زید نے بکر کے پاس زمین رهن رکھی اس شرط پر کہ زمین کا لگان بکر دے گا اور اس رهن کے لئے وہ پتھر پیسے اور مزید ہر زید دیتا ہے اور اس زمین کا نصف غلہ بکر لیتا ہے۔ اب زید بکر سے زمین و پس لینا چاہے تو وہ کس شرط پر اس طرح لے سکتا ہے؟

مسئلہ مذکورہ کے بارے میں جس طرح آپ حضرات دوسری کی تھی، اسی طرح ایک دوسری مفتی صاحب سے بھی جواب منگایا گیا تھا، اب چونکہ دونوں میں نظام تعرض ہے، جو ہمارے لئے موجب تشویش ہے۔ اس لئے براہ کرام تشویش کا ازالہ فرمائیں۔

الجواب: من جانب مدرسه شمس العلوم

”صورت مسئلہ میں ایسا معاملہ کرنا شرعاً حرام ہے۔ مسلمانوں کو سود کا لین دین کرنا، رسولوں معاملات سے مطلقاً احتراز کرنا لازم ہے۔ جو صورت سوال میں درج ہے، یہ بھی سودی معاملہ ہے، مرتہن جو نفع زمین مرتہن سے اٹھا رہے ہیں اور سب کو اپنے تصرف میں رہے ہیں وہ بھی سود ہے، کیونکہ شریعت کا قاعدہ مقرر ہے کہ وہ قرض جس سے نفع حاصل کیا جائے رہا ہے، لقولہ علیہ السلام ”کل فرص حرز مفعلاً، فهو ربا“ (۱)۔

علاوہ پر لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب وہ قرض دیتے ہیں تو اس سے نفع حاصل کرنا چاہتے ہیں، یہاں تک کہ اگر نفع کی امید نہ ہو تو قرض نہیں دیں گے، یہ امر ممنوع ہے

”و سعت من احوال الناس بعد یرسلون عند دفع الاستدراج، و تولاد بعد عقدہ، و ہم، و بعد عسرہ سرحد، لأن المعروف كمشروط، و هو مما یعین المصع إلی اخره، کذا فی المضمرات“ (۲)۔

سرکاری محصول (لگان) بذمہ راہن ہوتا ہے، مرتہن سے یہ شرط کرنا کہ مرتہن

(۱) (فیض القدیر، (رقم الحدیث: ۶۳۳۶) : ۴۴۸۷/۹، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز (ریاض)

(۲) (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار: ۳۳۳/۴، کتاب الرهن، دار المعرفۃ بیروت)

محصول ادا کرے بالکل ناجائز ہے:

”و عقد رهن و حرج و عسر عن رهن“ الدر المختار، ”وفی

شامی عن سمح ”یہ لاجل“ کی مرہنیں ان ینتفع بشیء منہ بوجه من

نحوہ وہیں ”دے نہ رہیں“ لایہ ادا سر ہو۔ تم ریت فی جوہر

الفتاویٰ: ان کان مشروطاً، صار قرضاً فیہ منفعة، وهو ربوا، اھ“ (۱)۔ ”لیس

للمرتهن أن ینتفع الرهن لا باستخدام ولا سکنی ولا لبس“ (۲)۔

زمین رکھنے والے نے خواہ نفع اٹھانے کی اجازت دی ہو یا نہ دی ہو، ہر حال میں

حرام ہے۔ زید کو چاہئے کہ مرہن سے اپنی زمین واپس لے لے اور جو رقم لی ہے، قرض ہے،

کل کو ادا کر دیں۔ اور جو نہ مرہن نے استعمال کیا ہے، کل رقم سے قیمت لگا کر اس کو منہا کر

کے زید سے رقم وصول کریں ورنہ رہا ہوگا۔ اگر زید اپنی زمین کو ربا پر دینا چاہتا ہے تو پھر

سے عقد کرے اور مرہن قبضہ جدید کرے۔

رہن کے ساتھ اجارہ جمع نہیں ہو سکتا، کما فی الدر المختار:

”بخلاف الإجارة والبيع والهبة والرهن من المرتهن ومن أجنبي إذا

باشر أحدهما بإذن الآخر حيث یخرج عن الراهن“۔ وفی الشامی: ”أما

الإجارة، فالمستأجر إن كان هو الرهن، فبی باطل..... وإن كان هو

المرتهن وجدد القبض للإجارة، بطل الرهن“ (۳)۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ: احقر محمد شعیب بھاگل پوری

خادم مدرسه شمس العلوم ضلع سیتا پور۔

(۱) (الدر المختار مع رد المختار: ۶/۴۸۷، کتاب الرهن، سعید)

(۲) (رد المختار: ۶/۴۸۲، کتاب الرهن، سعید)

(۳) (الدر المختار مع رد المختار: ۶/۵۱۱، کتاب الرهن، سعید)

الجواب حامداً ومصلحاً:

من دار العلوم دیوبند :

یہاں کے فتوے میں بھی رہن کے نفع ٹھکانے کو ترامیہ ہے (س نے کہ وہ سود ہے) (۱)۔ جب اجارہ کا معاملہ رہن کا معاملہ ختم ہو گیا (۲)، پہلے قبضہ کی حیثیت مرتبہ تھی، جب رہن ختم کر دیا اور اجارہ کا

۱، وليس للمرتبه الانتفاع بالرهن ولا إحارته ولا إعارته، أي ليس للمرتبه الانتفاع بإحارة أو بإعارة إذا لم يكن له الانتفاع بنفسه، فلا يكون مالكا لتسليط الغير عليه إلا بإذن الراهن وفي المسح وعن عبد الله بن محمد بن مسلم السمرقندي - وكان من كبار علماء سمرقند - أن من ارتهن شيئا لا يحل له أن يتفع بشيء منه بوجه من الوجوه، وإن أدن الراهن، لأنه أدن له في الربا، لأنه يستوفي ديته كاملاً فتبقى له المنفعة التي استوفى فصلاً فيكون ربا، وهذا أمر عظيم (ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر ۲/۳۷۳، كتاب الرهن، غفاريہ کوئٹہ)

”والعالم من حوال الناس انهم يريدون عند الدفع الانتفاع، ولو لاه لما اعطاه الدراهم، وهذا مسرلة الشرط، لأن المعروف كالمستروط، وهو مما يعين المسح“ (حاشية الطحطاوى على الدر السحار ۳۳۷، كتاب الرهن، دار المعرفة بيروت)

”لا يحل لدن يتفع بشيء منه بوجه من الوجوه وإن أدن له الراهن، لأنه أدن له في الربا، لأنه يستوفي ديته كاملاً، فتبقى له المنفعة فصلاً، فيكون ربا، وهذا أمر عظيم“ (رد المحتار ۶/۴۸۲، كتاب الرهن، سعيد)

(و كذا في شرح المحمد لحايد الأناسي ۳/۱۹۶، ۱۹۷، رقم المادة ۵۰)، مكتبه حقايقه پشاور)

(و كذا في مجموعة رسائل اللكوى، الملك المشحون ۳/۱۲۳، إدارة القراں كراچی)

(و كذا في الفتاوى الكاملة، ص: ۲۴۴، كتاب الرهن، حقايقه پشاور)

”وأما الإجارة فالمستأجر إن كان هو الراهن، فهي باطلة... وإن كان هو المرتهن و حدد القصص للإجارة بطل الرهن، والأجرة للرهن“ (رد المحتار ۶/۵۱۱، كتاب الرهن، سعيد)

۲، ”وكذلك لو استحوه لسرين، صحت الإجارة وبطل الرهن إذا حدد القصص للإجارة“ (الفتاوى العالمكبرية: ۵/۴۶۵، الباب الثامن في تصرف الرهن، وشيدبه)

(و كذا في العاية شرح الهدية على هامش فتح القدير ۹/۱۱۷، كتاب الرهن، مصطفى لابی الحلبي، مصر)

معدہ کر یہ تو پھر قبضہ ثبوت مستاجر ہو گیا، رہن اور اجارہ و جمع نہیں کیا اور بہت رہن اجازت نہیں دی گئی۔
 اہل صل جو صورت انتفاع بہرہوں یا جمع بین الرهن والی اجارہ حرام و منوع ہے، اس کی اجازت نہیں دی گئی اور
 جس صورت کی اجازت دی گئی ہے (اجارہ محضہ) وہ منوع نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔
 حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۶/۹۰ھ۔

ضمان مرہون میں کوئی قیمت معتبر ہوگی اور امانت کو رہن رکھنا

سوال [۹۶]۔ زید کی بیوی کو طلاق ہوئی، زید کے سارے وراثے کے ولد نے کچھ قرضہ اپنی
 معرفت سے دوا دیا تھا۔ انہوں نے کہا یہ روپیہ اگر وہ قرضہ ہوگا۔ اس کے بعد یہ بات قرار پائی کہ اس کے عوض
 میں کچھ زیور کسی کے پاس جمع کر دیا جائے، روپیہ ادا ہونے پر زیور واپس لے لیا جاوے گا، لہذا ایک پان طلائی
 ایک توالہ، ایک گلو بند طلائی دونوں چیزیں ایک صاحب کے پاس جمع کر دی گئیں۔ تقریباً تین سال کے بعد وہ
 روپیہ زید کے سارے لے لیا، اس دوران جن صاحب کے پاس وہ امانت رکھا تھا، ہتھ پریشانی آئیں اور
 انہوں نے اپنے زیور کے ساتھ امانت کی وہ چیزیں بھی گروہی رکھ دیں، پھر ان کی حالت خراب ہو گئی۔ نتیجہ یہ ہوا
 کہ زیور بنیا کے یہاں ڈوب گیا۔

اب تقریباً بارہ سال کا عرصہ ہو گیا، اس وقت سارے کا بھائی تقرباً ایک روپیہ تھا۔ اس دوران جن
 صاحب کے پاس زیور جمع تھا ان کے لڑکوں نے زید کے داماد کے پاس کا مکیا، اس کے ۱۲۲ روپے ان کے داماد
 پر باقی رہ گئے، جب ان سے مانگے گئے تو زید نے کہا کہ ہمارا زیور آپ کے پاس ہے، اس کے حساب میں مجرا
 کر لینا۔ اس کو بھی تقریباً پانچ برس ہو گئے۔ اب زید اپنا زیور پینا پتا ہے، امانت دار کہتا ہے کہ زیور جس وقت دیا
 تھا، اس وقت جو سونے کا بھوٹا تھا وہ میں دوں گا۔ زید کہتا ہے کہ اس وقت سونے کا جو بھوٹا ہے اس حساب سے
 میں لوں گا۔ اس بارے میں شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس وقت روپیہ رہن کا معدہ نہ تھا کیا جا رہا ہے اس وقت کی قیمت کا اعتبار ہوگا، امانت دار کو حق نہیں تھا
 کہ وہ امانت کو اپنی ضرورت کے لئے رہن رکھ دے، ایسی صورت میں اس کے ذمہ ضمان لازم ہے۔ اگر زیور

ذوب یا اور رہن میں ختم کر دیا گیا تو اس کی موجودہ قیمت لزم ہوگی، امانت دار موجودہ قیمت دے کر بری الذمہ ہو جائے گا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۵/۹۳ھ۔

بیع ورہن کی ایک صورت

سوال [۹۶-۹۷]: دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کیا فرماتے ہیں۔

سراج الحسن صاحب مرحوم ایک زمین پر اپنا مکان تعمیر کراتے ہیں، تعمیر کے بعد اس زمین کا بیع نامہ اپنی بیوی کے نام کراتے ہیں۔ بعد مدت طویل کے سراج الحسن صاحب کا انتقال ہو جاتا ہے اور بیوی دو صاحبزادے اور لڑکی مسماۃ فاطمہ بیگم ان کے وارث ہوتے ہیں۔ بڑے صاحبزادے کی نام لکھی کی بنا پر کچھ عرصہ بعد مسماۃ شفیق النساء زوجہ سراج الحسن مرحوم تنہا رہن رکھتی ہیں اور فاطمہ بیگم اور عین الحسن کے دستخط بھی رہن نامہ پر کرتی ہیں۔

کچھ عرصہ بعد مسماۃ شفیق النساء مکان کو فروخت کر دیتی ہیں، جس کے محرک اعلیٰ مسمیٰ عین الحسن ہوتے ہیں، اس وقت بیع نامہ پر صرف عین الحسن کی طرف سے ہوتی ہیں اور بیع نامہ مسماۃ کی طرف سے ہوتا ہے۔ بوقت بیع نامہ لڑکی مسماۃ فاطمہ بیگم بالغ اور شادی شدہ ہے اور عین الحسن اور شمس الحسن بھی بالغ ہیں، شمس الحسن کی عمر اس

(۱) "الودیعة متى وجب ضمانها، فإن كانت من المثليات تضمن بمثلها، وإن كانت من القيميات تضمن بقيمتها يوم لروم الصمان" (شرح المحلة لسليمة رستم دار، ص ۲۶۰، (رقعة المادة: ۸۰۳)، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

"(وإن أقطع المثل) بأن لا يوجد في السوق الذي يباع فيه وإن كان يوجد في البيوت (فقيمته يوم الحصومة). أي وقت القضاء، وعند أبي يوسف رحمه الله تعالى يوم العصب، وعند محمد رحمه الله تعالى يوم الاقطاع. ورجحنا" (الدر المختار مع رد المحتار ۶/۱۸۳، کتاب العصب، سعید)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳۱۷/۶، کتاب العصب، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی شرح المحلة لحالہ الأتاسی: ۲۹۶/۳، حقانیہ پشاور)

(و کذا فی مجمع الأنهر: ۷۸/۳، ۷۹، کتاب العصب، غفاریہ کوئٹہ)

وقت ۱۹ سال کی ہوتی ہے۔ عرصہ دو سال بعد مسماۃ فاطمہ بیگم، شمس الحسن کی طرف سے مقدمہ دائر کیا جاتا ہے کہ والدہ کو ہم لوگوں کے حصے بیچنے کا کوئی حق نہیں ہے، لہذا ہم لوگوں کو ہمارا حصہ ملنا چاہئے۔ مسکمی شمس الحسن کا دعویٰ ہے کہ ہم نابالغ تھے اور مسماۃ فاطمہ بیگم باوجود باغی کے اپنا حق طلب کرتی ہیں۔

امور قابل تنقیح حسب ذیل ہیں

۱۔ رہن نامہ پر مسماۃ فاطمہ بیگم اور عین الحسن کے دستخط ہیں اور رہن کا مضمون یہ ہے کہ ”مکان میں تنہا مائیک ہوں اس میں کسی کا کوئی حصہ نہیں ہے، محض اطمینان مہاجرن کے لئے ان لوگوں کے دستخط کرائے جا رہے ہیں، لیکن جب بیعنامہ ہوتا ہے تو دستخط صرف عین الحسن کے ہوتے ہیں اور بیعنامہ پر فاطمہ بیگم کی دستخط نہیں ہے اور کچھ عرصہ بعد مسماۃ شفیق النساء (جو اصل بالغ ہیں) اور فاطمہ اور شمس الحسن کی طرف سے دعویٰ ہوتا ہے۔

۲۔ مدعیان کہتے ہیں کہ بیعنامہ ناجائز ہے، لہذا ہمارا حصہ ملنا چاہئے۔

۳۔ شمس الحسن اپنی نابالغی کا بھی عذر پیش کرتے ہیں اور سابق رہن نامہ پر ان کے دستخط بھی نہیں ہیں۔

۴۔ دعویٰ بیع کے دو سال بعد ہوا ہے۔

۱۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ از روئے شرع والدہ جو حیثیت متولی ہیں، اول رہن بعدہ بیع کرتی ہے اور صرف تنہا رہن اور بالغ بنتی ہے، اس کا رہن اور بیع کل کی طرف سے صحیح ہوا یا نہیں، جب کہ تمام حضرات دو سال تک خاموش رہے؟

۲۔ اگر شرعی حیثیت سے بیع باطل یا فاسد ہے اور استحقاق صحیح ہے تو مشتری کو روپیہ واپس ملنا چاہئے یا نہیں؟

۳۔ زمین تنہا شفیق النساء کے نام سے خریدی جاتی ہے، اس سے مکان کی ملکیت پر کیا اثر پڑے گا، حالانکہ مکان سراج الحسن مرحوم کی ذاتی رقم سے بنایا گیا ہے؟

نوٹ: مدعیان کی نیت ہے کہ بذریعہ عدالت اپنے حصہ پر قبضہ ہو جائیں اور روپیہ نہ دیں۔ اور وہ لوگ اس بات کے ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ مکان کے مالک ہمارے والد تھے، بعد وفات والد سراج

الحسن مرحومہ کی وادہ مسماۃ شقیق النساء کو تہنایع و رزق کا وہی حق نہیں ہے، ہذا بمروؤوں کا حصہ منہا چاہئے۔
 (ب) مدعا علیہم زمین سے بیعنامہ اور رہن نامہ کے مطابق بیع کو بجا نہ سمجھتا ہے اور حصہ دینے پر تیار نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ ان لوگوں کو اعلیٰ حق تو رہن نامہ پر استخطا کیوں کیا؟ جب کہ تہنایع مسماۃ شقیق النساء نے اس میں تصدیق تھی۔

(ج) اصل بائع بھی بیانی مسماۃ شقیق النساء بھی عدالت میں بیعنامہ سے انکار کر رہی ہیں اور بتی ہیں کہ ہم وہاں ہوا کہ وہ راہبہ کیا کیا (یہ خلاف واقعہ ہے)۔ اصل بات یہ ہے کہ مدعیان منت میں قبضہ چاہتے ہیں۔
 (د) سرچی کو ابی دی جاتی ہے تو مدعا علیہم کا وہی کہتا ہے کہ مقدمہ بار جاؤں گا، ہندہ تمہیں یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ مسماۃ شقیق النساء نے خود اپنے روپ سے مکان تعمیر کرایا ہے، لیکن اس وقت گواہوں کو اللہ نے کچھ دینی امور کی طرف سے مائل کر دیا ہے، وہ لوگ غلط کو ابی کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اب شرعاً یہ بتلایا جائے کہ سرچی کو ابی دینے سے ایک شخص کا روپیہ مفت میں ڈوبتا ہے، لہذا اگر صاحب حق کا حق دلانے کے لئے جھوٹ بول سکتے ہیں یہ نہیں اور یہ نہ بیع و رہن کا کیا حکم ہے اور دعویٰ کیسا ہے؟ قدرے تفصیل ہو تو زیادہ بہتر ہے۔

بندہ: محمد شفیع آلہ آبادی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ سراج الحسن مرحوم نے بیوی کے نام بیعنامہ کر دیا ہے خواہ بیوی کی زمین میں مکان بنایا ہے اور صرف تعمیر کا بیعنامہ کیا ہو، اور زمین کی بیوی پہلے سے مالک ہو، یہ زمین بھی سراج الحسن کی ہو اور زمین و تعمیر ہر دو کا بیعنامہ بیوی کے نام جو شخص حسن مہر یا ہو تو زوجہ اس کی تہنایع ہے (۱)، اس کو ترکہ سراج الحسن تجویز کر کے دیگر ورثہ کا مطابق میراث کرتا ہے محل ہے (۲)، تہنایع النساء کو اس کے رہن و بیع کا پورا پورا اختیار ہے (۳)۔ ایسی

(۱) "إن الممکة تست بمعرد العقد إذا استجمع السبع شروط العقد والصحة والمروء والمعاد"

(شرح المحلة لحالہ الاناسی: ۳۵۷/۲، حقانیہ پشاور)

(۲) "لے کہ یہ بمرحومہ تہنایع رہا، قال اس عابدیس رحمہ اللہ تعالیٰ "لأن التركة ما ترکہ المیت من

الأحوال صافياً عن معنى حق لعبير بعين من لأموال" رد المسحور، کتاب الفرائض ۶۰-۵۹، سعید

(وکلذا فی البحر الرائق، کتاب الفرائض: ۳۶۵/۹، رشیدیہ

(۳) اس لئے کہ وہ اس کی مالک بنی اور مالک کو اپنی ملک میں بقسم کے جائز تصرف کرنے کا اختیار۔ فی المحلة: "کل =

صورت میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مسماۃ نے بحیثیت متولی رہن یا بیع کیا ہے، خاص کر جب کہ رہن نامہ میں تن تنہا مالک ہونے کی تصریح بھی ہے اور دوسروں کے دستخط کی وجہ سے حصول اطمینان خاصہ کی گئی ہے۔

شروع سوال میں مسماۃ کے نام بیع نامہ کا ذکر ہے اور صفحہ ۳۰ (ب) کے حاشیہ پر مذکور ہے کہ اس کا ثبوت نہیں تو وہ بیع نامہ کہاں آیا، بیع نامہ پر باندھ کے دستخط کافی ہیں، کسی اور کے دستخط کی ضرورت نہیں۔ عین احسن کے دستخط نہ ہوتے تب بھی بیع نامہ صحیح تھا۔ بیع نامہ کے ناجائز ہونے کی وجہ مدعیان کیا بیان کرتے ہیں، حالانکہ عین الحسن کے اس پر دستخط ہیں، اتنی مدت تک مدعیان کیوں خاموش رہے۔ درحقیقت مسائل شتی میں مذکور ہے کہ اگر کسی زمین کو فروخت کیا جائے اور بائع کے اقارب اس پر سکوت کریں اور پھر اس بیع کو فسخ کرانا چاہیں کہ یہ بیع ہماری مرضی کے خلاف ہوئی ہے تو ان کا قول معتبر نہیں ہوگا (۱)۔

امید ہے کہ اس تحریر میں سوال کے تمام اجزاء کا جواب آیا تاہم نمبر وار جواب بھی تحریر ہے۔

۱۔ صورت مسئلہ میں والدہ تن تنہا مالک ہے، کیونکہ سوان الحسن مرحوم نے یہ مکان اجوش مہر مسماۃ کے نام بیع کیا ہے اور فطمہ بیہ اور عین الحسن بھی رہن نامہ پر اس کے واہ ہیں، لہذا مالک ہونے کی حیثیت سے اس کو بیع اور رہن کا پورا اختیار ہے (۲)۔

۲۔ بیع کے باطل اور فساد ہونے کی کوئی شرعی وجہ نہیں۔ لہذا نہ بیع فسخ کی جائے، نہ روپیہ مشتری کو واپس دلایا جائے گا (۳)۔

— تنصرف فی ملکہ کیف شاء (شرح المحلہ لسلمہ رستم ۱، ۶۵۴، رقم المادة ۱۱۹۲)، کتاب القسمۃ، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ

(نوع عقاراً أو حیواناً أو ثوباً، وابہ أو امرأۃ أو عرہما من قرۃ حاصر یعلم بہ، ثم ادعی الال من متلا انہ ملکہ، لا تسمع دعواہ“ (الدرا المختار، مسائل شتی: ۶/۴۲۲، ۴۲۳، سعید)

(وکذا فی الأشاہد والمطائر، الفن الاول، القاعدۃ الناسۃ ۱، ۸۰، دار الفکر بیروت)

(۲) ”کل یتصرف فی ملکہ کیف شاء“ (شرح المحلہ لسلمہ رستم ۱، ۶۵۴، رقم المادة ۱۱۹۲)، کتاب القسمۃ، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ

(۳) ”البیع السافد یبطل بالحکم فی الحال إذا کان البیع لارماً نافداً وليس لاحد المتبايعین الرجوع عہ“ (شرح المحلہ لسلمہ رستم باز، ص ۲۱۱، رقم المادة ۳، ۴، ۵، ۳)، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ

۳۔ مسمّاة شفیق النساء کے نام زمین خریدی اور اس کو دیدی گئی ہے اور پھر اس کی اجازت سے رہن اس نے اس پر مکان تعمیر کیا ہے تو وہ مکان مسمّاة ہی کا ہے، البتہ جو رقم تعمیر میں صرف ہوئی ہے وہ مسمّاة کے ذمہ ہے، پھر اگر بعض مہرہ راجہ اس نے سابقہ خریدی تو اب کسی کو اس کے حسب کرنے کا اختیار نہیں (۱)۔ اور اگر بغیر اجازت تعمیر کیا ہے تو وہ مسمّاة کا ہی ہے اور مسمّاة کے ذمہ وہ خرچ شدہ رقم بھی واجب نہیں۔ اور اگر نہ آج حسن نے وہ مکان اپنے لئے تعمیر کیا ہے تو وہ تعمیر نہ آج الحسن کی ہے، لیکن جب کہ وہ مسمّاة کو بعض مہرہ دیدیا تو وہ مکان بھی مسمّاة کا ہو گیا، اگر مسمّاة کو نہ دیتا تو مسمّاة کو اختیار تھا کہ اس مکان کو مسمّاة کرنے کا مطالبہ کرے (۲)۔

نوٹ: یہ نظم ہے (۳)۔

(ب) مدعی یتیم کا جواب تو بظاہر صحیح ہے۔

(ج) کیا سرے کا عندیہ مستثنیٰ کرائے گئے اور کیا اس بیعنامہ پر کوئی گواہ موجود نہیں، اگر شہعی گواہ موجود ہیں تو ان کی گواہی قبول ہوگی اور مسمّاة کا انکار غیر معتبر ہوگا (۴)۔ اور کیا رہن نامہ بھی دھوکہ دیکر کرایا گیا ہے؟

(۱) قال ابن عبدین رحمہ اللہ تعالیٰ "لأن التركة ماترکہ الميت من الأحوال صافياً عن تعلق حق العبر بعین من الأموال"۔ (رد المحتار، کتاب الفرائض: ۷/۷۵۹، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الفرائض: ۹/۳۶۵، رشیدیہ)

"کل یتصرف فی ملکہ کیف شاء" (شرح المحلہ لسلیم رستم ۱/۶۵۴، رقم المادة

۱۱۹۲)، کتاب القسمة، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ

(۲) "عمر دار روحہ رادینا و تعمیرا لہا و النفقة دین علیہا، لصحة امرها ولو عمر لنفسه بلا إذنها، فالعمارة له. ویکون عاصباً للعروسة فیومر بالمربع بطلها دلك، ولها بلا إذنها، فالعمارة لہا، وهو لوع فی الساء فلا رجوع لہ"۔ (الدر المحتار، مسائل شتی: ۷/۷۴۷، سعید)

قال للہ تعالیٰ "ولا تاكلوا أموالکم سکم بالباطل، وتدلوا بها لی الحکمہ لئلا ینفقوا من أموال الناس بالإثم وأنتم تعلمون"۔ (سورة البقرة: ۱۸۸)

۴۔ عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن حماد بن أبي عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم قال "الدية على المدعي وليس على المدعى عليه"، مشکوة لمصباح، باب الأقضية والشهادات ۲/۳۲۷، قديمي

"وإذا صححت الدعوى سأل القاضي المدعى عليه عنها، فإن اعترف قضى عليه، وإن أنكر سأل

(۱) اگر حق کا فیصلہ اور ظلم سے نجات اسی پر موقوف ہے تو گواہوں کو تو یہ اور قرینہ کذب کی اجازت ہے، صریح جھوٹ سے احتراز کریں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود سنوہی عنہما اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار بنپور، ۹ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ۔

جب تک بیع نامہ اور رہن نامہ سامنے نہ ہو اور گواہوں کے بیانات نہ ہوں، اس وقت تک فریقین کی تصدیق و تکذیب مثالی ہے۔ معاملہ طے کرنے والوں کو سب جزؤں کو غور سے دیکھ کر فیصلہ کرنا چاہئے۔ سوال سے کچھ مندرجہ باتیں نہ ہوتی ہیں، اس لئے جوابات صرف سوالات کے مطابق لکھ دیئے گئے ہیں، اصل حقیقت کے بدستور، بات بھی بدل جائیں گے۔ اول فیصلہ کرنے والے تحقیقات کریں، اس کے بعد اگر کسی مسئلہ میں اشکال ہو تو تحقیق کر لی جائے۔

سعید احمد غفرلہ، ۱۰/ربیع الاول/۱۴۱۷ھ۔

رہن کی واپسی ورثائے راہن کے لئے

سوال [۹-۹۶]: زید نے اپنا مکان بعض تین سو روپے پانچ سو تک کی مدت کے لئے بعض تین سو روپے ماہوار خالہ کو رہن رکھ دیا اور اس رہن نامہ کے اندر تحریر ہے کہ اس مدت مقررہ میں رقم دے نہ ہوئی تو رہن نامہ کو بیع نامہ تصور کیا جائے۔ اگر جواب نفی میں ہے تو ورثائے زید کے فوت ہونے پر مکان بیع کرنا چاہیں تو کیا بیع کا حق ہوگا؟

= المدعى اليه، نقوله عليه الصلوة والسلام الك بسبه "فقل لا فقل" لك بسبه" وان احصرها

فضلى بها". (الهداية، كتاب الدعوى: ۳/۲۰۱، إمداديه ملتان)

(۱) "والتعريض والتورية: إطلاق لفظ طاهر في معنى وحشى في احرار مع إرادة حمية، وهو صواب من

المرور والحدع قال العلماء فإن دعنا إليه مصلحة سرعة راحة على حداع السحاب، و حاجة

لامندوحة عنها إلا بالكذب، فلا بأس بالتعريض وان لم يدع إليه مصلحة كذلك، كرهه" الفتاوى

الحديثية، مطلب: في التعريض والتورية، ص: ۱۹۷، قديمي)

(وكذا في تفسير ابن كثير: ۳/۱۳، سهيل اكيڈمي لاہور)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الكاح: ۳/۷۳، ۷۵، سعید)

الحواب حامداً ومصلیاً:

یہ رہن ہے، بیع نہیں، نہ رہن رکھتے وقت نہ پانچ سال گزرنے پر، زید قرض واپس کر دے اور اپنا مکان لے لے، چاہے فروخت کر دے (۱)، قرض جتنا لیا ہے اسی قدر واپسی ہوگی، زیادہ کی نہیں (۲)۔ زید کے بعد اس کے ورثہ کو بھی اس کا حق حاصل ہو (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد عثیٰ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵ / ۱ / ۸۸ھ۔



(۱) "توقف مع الرهن رهنه على احارة مرهنة او قضاء ديه، فإن وجد أحدهما، بقدا" (الدر المختار

۵۰۸/۶، کتاب الرهن، باب التصرف فی الرهن والحناية عليه، سعيد)

(و كما فی الفتاوى العالمکیرية ۵ / ۴۶۲، کتاب الرهن، الباب الثامن فی تصرف الرهن، رشید)

(۲) قرض پر زیادتی بغیر کسی عوض کے، مومن کر، ۳۰، سے جو کہ حرام ہے

"کل قرض حرمه حرام" (الدر المختار: ۵ / ۱۶۶، کتاب الموع، فصل فی القرض، سعيد)

(۳) "قد بالركة. لأن الإرت بحرى فی الاعیان المالية، أما الحقوق فمها ما یورث كحق حسن المیع

و حسن الرهن. ومها ما لا یورث كحق السبعة و شرط الحیار" (رد المختار ۶ / ۷۶۲، کتاب

الفرائض، سعيد)

"مات الراهن، باع وصيه رهنه بإذن مرتبهه و قضی ديسه لقيامه مقامه"

(الدر المختار: ۶ / ۵۱۹، کتاب الرهن، باب التصرف فی الرهن، سعيد)

کتاب الفرائض

الفصل الأول فی التركة وتصرف المیت فیہا

(ترکہ اور میت کے تصرف کا بیان)

اپنی جائیداد کو اپنی زندگی میں ورثاء پر تقسیم کرنا

سوال [۹۶۸۰]: ۱۔ ... زید ابھی حیات ہے لیکن بطور حفظ ما تقدم کہ آئندہ اہل میں جھگڑا و فساد نہ ہو

اس لئے زندگی ہی میں اندازہ سے تقسیم جائیداد فرما رہے ہیں، درست ہے یا نہیں؟

۲۔ کیا زید چونکہ ابھی حیات ہے اس لئے ساری جائیداد اس کی ملک ہے، اس لئے اپنی زندگی میں

جس کو جتنا چاہے دینے کا شرعاً مجاز ہے یا نہیں؟ ایسا کرنے پر ورثاء راضی نہیں ہیں۔

۳۔ اگر شرعی طور سے تقسیم ہی حیات میں بھی ضروری ہے تو حسب ذیل حالت میں جو وارث ذیل

ہیں۔ براہ کرم جس کا جو شرعی حق دیا جانا چاہیے، تجزیہ فرمادیا جائے تو سب کو ان کے حق کے موافق حق کی تقسیم کر کے

زید اور اس کے ساتھ عند اللہ ما جو رہو سکیں۔ رہبری چاہتے ہیں۔

زید کی دو بیویاں ہیں ایک کا نام حفیظہ بیگم مرحومہ ہے جس کے بطن سے ۴/ مرد ولد ہیں اور دو لڑکیاں ہیں

جو بالغ ہیں، ان میں سے دو لڑکوں کی اور لڑکیوں کی شادی ہوئی۔ نیز زید کی دوسری بیوی جو حیات میں ان کا نام بی

پاشا جہاں ہے، ان کے بطن سے ۳/ لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں جن میں سے ایک بڑی بالغ ہے اور شادی بھی ہوئی

ہے، باقی دو لڑکے اور لڑکیاں نابالغ ہیں۔

ترکہ کی تقسیم میں بڑے کو متا حصہ سے کا ورثہ کی کو یا اور بیوی کا یا حصہ ہوتا ہے۔ نیز مرد بیوی کا

حصہ بھی نسا جاننا ضروری ہے یا نہیں۔ اگر نکاحا نہ ہوئی ہے تو پھر اس حصہ کے حقدار اس کے بطن سے پیدا

ہونے والے اور ہو سکنے والے ہیں؟ زید اس کو تقسیم کرنے کا مجاز ہے۔ براہ کرم اس کا جواب جلد زید

مطلوب ہے۔ فقط۔

عبدالحکیم عفی عنہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید اپنی زندگی میں اپنی مملوکہ جانیاد میں تصرف کا متار ہے (۱)، جس کو جس قدر مناسب سمجھے دے دے، کسی کو اعتراض کا حق نہیں، البتہ اتنا ضرور ہے کہ کسی ہونے والے وارث کو طبعی رنج کی وجہ سے ضرر پہنچنا مقصود نہ ہو (۲)، اس لئے ایک حالت میں منقہ بہ قول کے مطابق لڑکی کو بھی لڑکے کے برابر حصہ دیا جائے (۳)۔ آٹھواں حصہ نکال کر موجودہ بیوی کو دیا جائے (۴)، بقیہ کو گیارہ حصے بنا کر ہر دو بیویوں سے پیدا شدہ لڑکوں اور لڑکیوں کو برابر دے دیا جائے (۵)۔ مرحومہ بیوی کا کوئی حصہ نہیں (۶)، لیکن اگر اس کا مہر باقی ہو،

(۱) "و لکل واحد منهم أن يتصرف في حصته كيفما شاء" (شرح المجلة لسليمان رستم ۱/ ۶۴۳،

رقم المادة ۱۱۶۲، کتاب الشریکة، الفصل الثامن فی أحكام القسمة، دارالکتب العلمیة بیروت)

"وأما ما يرجع إلى الواهب، فهو أن يكون الواهب من أهل الهبة وكونه من أهلها أن يكون حراً

عاقلاً بالغاً مالکاً للموهوب" (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الهبة، الباب الأول، ۳/ ۳۷۴، رشیدیہ)

(۲) "ولو وهب رجل لأولاده في الصحة وأراد تفصيل البعض على البعض عن أبي حنيفة رحمه

لله تعالى، لا بأس به إذا كان التفصيل لزيادة فضل له في الدين..... وعن أبي يوسف رحمه الله تعالى

أنه لا بأس به إذا لم يقصد به الإصرار، وإن قصد به الإصرار، سوى بينهم" (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب

الهبة، الباب السادس فی الهبة للتصغير: ۳/ ۳۹۱، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الهبة: ۷/ ۴۹۰، رشیدیہ)

۳، "وفي الخلاصة المختار التسوية بين الذكر والأنثى في الهبة" (البحر الرائق، کتاب الهبة ۷/ ۴۹۰، رشیدیہ)

(و کذا فی خلاصة الفتاویٰ، کتاب الهبة: ۳/ ۴۰۰، رشیدیہ)

و کما فی الفتاویٰ نعنسکریہ، کتاب الهبة، الباب السادس فی الهبة للتصغير، ۳/ ۳۹۱، رشیدیہ)

(۳) اس لئے کہ جب میت کی مومنہ بیویوں کو آٹھواں حصہ ملے گا، قال اللہ تعالیٰ: ﴿فإن كان لكم ولد فلهن

الثلث مما تركته﴾، سورة النساء، ۱۲)

(۵) (راجع رقم الحاشية: ۳)

(۶) مرحومہ بیوی کو حصہ اس لئے نہ ملے گا کہ وارث کا مورث کی موت کے وقت زندہ ہو، شرط ہے اور وہ زندہ نہیں

ادانہ کیا گیا ہو، نہ اس نے معاف کیا ہو تو اس کے ورثاء کو ملے گا (۱)، جن میں خود شوہر بھی حصہ دار ہے (۲)۔
فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۳/۱۴۰۶ھ۔

مملوکہ اور سرکاری زمینوں میں وراثت

سوال [۹۶۸۱]: باپ کے انتقال کے بعد اس کی زرعی زمین میں بڑکی بھی مستحق میراث ہوئی، یہ سرری زمین بڑکے کو مل جائے گی؟ سوال اس لئے پیدا ہوا کہ زرعی زمینوں کی مالک غالب حکومت ہو گئی ہے، یہ زمینیں اب افراد کی ملک نہیں ہیں، تو اگر بڑکا ساری زرعی زمین خود لے لے اور اپنی بہن و بچہ نہ دے تو سہکار ہوگا یا نہیں؟ باغ اور باغ کی زمین اور مکان اور مکان کی زمین کا کیا حکم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو زمین ملک سرکاری ہے اور اس نے برائے کاشت کرایہ پر کسی کو دی ہے تو وہ اس کی ملک نہیں ہو گئی، اس کے انتقال پر اس زمین میں وراثت جاری نہیں ہوگی (۳)، بلکہ جس کو سرکار دے گی اس کو اس میں حق کاشت حاصل ہوگا۔ یہی حال باغ اور گھر کی زمین کا ہے۔ جو زمین کسی کی مملوکہ ہے، اس میں

— "وشروطه ثلاثة موت مورث ووجود وارثه عند موته حیا" (رد المحتار، کتاب الفرائض: ۷۵۸/۶، سعید)

(و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب الفرائض: ۳۹۴/۳، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۱) "كما أن أعبان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم، كذلك يكون الدين الذي له في دمة آخر مشتركاً بينهم على قدر حصصهم" (شرح المحلة، رقم المادة ۱۰۹۲) ۶۱۰/۱، دارالکتب العلمیہ بیروت

(۲) قال الله تعالى: "ولكم نصف ما ترك أزواجكم إن لم يكن لهن ولد، فإن كن لهن ولد فلكم الربع مما تركن" (سورة النساء: ۱۲)

(۳) "يبدأ من تركه الميت الحالية عن تعلق حق الغير بعيها كالرهن والعقد الحاي والمبيع المحسوس بالنقص والدار المستأجرة" (رد المحتار). "لأن التركة في الاصطلاح ما تركه الميت من الأموال صافياً عن تعلق حق الغير ببعض الأموال" (رد المحتار ۷۵۹/۶، كتاب الفرائض، سعید) —

وراثت جاری ہوگی (۱)۔ اور لڑکی کو حصہ نہ دینا غصب ہوگا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

ترجمہ: العبد المذنب، مفت محمد عابدی رحمہ اللہ

ماں شہرمت کی وراثت

سوال [۹۶۸۲] اس وقت حسین بخش، والد بخش کے تینوں بڑوں نے ایک جائیداد مسویٰ حصہ پر خرید کی تھی تو اس وقت حسین بخش والد بخش دونوں جانی زندہ تھے، پچھڑ حصہ کے بعد دیکر انتقال ہوا ہے۔ تو ایسی صورت میں یہ جائیداد جو کہ تینوں فریق نے مسویٰ طور پر خرید کی ہے کیسے تقسیم ہونی چاہیے؟ فقط والسلام۔

محمد حنیف، راجپور،

ضلع دھڑہ دون، ۲۱/فروری/۵۳ء۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

کر جائیداد خریدتے وقت حسین بخش، والد بخش زندہ تھے اور پھر بعد میں ان کا انتقال ہوا تو اس سے تقسیم

(و کذا فی البحر الرائق: ۳۶۵/۹، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۴۷۱/۷، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۱) (تقدم تحریحه تحت المسئلة السابقة)

(۲) قل لا یسارک وتعلیٰ ۵ ولان کنوا موالکم بسکم بالصل (سورة المفرہ ۱۶۶)

”عن انس رضى الله تعالى عنه قل قل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم “من قطع ميراث وارثه، قطع به ميراثه من الحد رواه الترمذی“ (مسکوة المصابیح، ص ۲۰۶، باب الوصایا، الفصل الثالث، قدیمی)

”لس لا حد ان لاحد من عمره لا سب سرعی و ن حد، ولو علی ط انه ملکہ، و حب علیہ ۵۵“ (شرح المحلة لسلم وستم باز: ۲۲/۱)، (رقم المادة: ۹۷)، (مکنه حنفیہ کوئٹہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر: ۲۸/۵، رشیدیہ)

و کذا فی المساوی العالمکریذ، کتاب الحدود باب حد لحد، فصل فی تعزیر: ۲۷۲ (رشیدیہ)

پروٹی شری نہیں پڑتا (۱)، اس جائیداد کے برابر ۳ حصہ کر کے تینوں لڑکوں کے ورثاء کو دے دیئے جائیں گے (۲)۔ اگر ان کے ورثاء میں اللہ بخش و حسین بخش بھی ہیں یعنی ان کا انتقال لڑکوں کے بعد میں ہوا ہے تو ان کو بھی حصہ ملے گا، ہر ایک کے انتقال کے وقت جس قدر ورثاء اس کے زندہ رہے (۳)۔ اگر سوال میں اس کی تفصیل ہوتی تو پوری طرح جائیداد کی تقسیم اور اس کے حصص کا حال معلوم ہو جاتا، اب جس قدر سوال ہے اس قدر جواب ہے (۴)۔
فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔
الجواب صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۳/۶۴ھ۔

(۱) واضح رہے کہ یہ اس وقت ہے کہ جائیداد سب بیٹوں کی ہو، والدین کا حصہ اس میں نہ ہو۔
" (سئل) فی إحوۃ حمۃ سعيہم و کسہم واحد و عائلہم واحدة حصلوا بسعيہم و کسہم أموالاً، فهل تكون الأموال المذكورة مشتركة بينهم أحماساً؟
الحواب. ما حصله الإحوۃ الحمۃ بسعيہم و کسہم یكون بينهم أحماساً " (تفہیم الفتاویٰ الحامدیہ، کتاب التركة: ۹۵/۱، مکتبہ مبینیہ مصر)
(۲) "القسمۃ سیہا طلب الشریکاء أو بعضہم الانتفاع بملکہ و رکعہا هو النعل الادی یحصل بہ الإفراز والتمیز بین الأنصاء و حکمنا تعین نصیب کل من الشریکاء علی حدة"
(الدرالمختار: ۲۵۴/۶، کتاب القسمۃ، سعید)
"وأما تنقسم العین الواحدة ونعین کل حصۃ شائعة بکل جزء من أحرانہا فی قسم مہا کقسمۃ العرصۃ الواحدة بین اثین، ویقال لہا قسمۃ تفریق وقسمۃ فرد" (شرح المحلۃ لسیہم رستم بر ۶۱۸، (رقم المادۃ ۱۱۵)، کتاب التركة، الباب الثانی فی القسمۃ، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)
(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ ۲۰۳۵ کتاب القسمۃ، الباب الأول فی تفسیرہا و بیان ماہیۃ القسمۃ الخ، رشیدیہ)

(۳) قل اللہ تبارک وتعالیٰ * ولأبویہ لکل واحد مہما السدس مما ترک (سورۃ النساء ۱۱)
(۴) "وشروطہ ثلاثۃ موت مورث حقیقۃً أو حکماً، ووجود وارثہ عند موتہ حیاً والعلم بحیثۃ الإرث". (ردالمحتار: ۷۵۸/۶، کتاب الفرائض، سعید)
(وکذا فی مجمع الأنہر: ۴۹۴/۴، کتاب الفرائض، مکتبہ عقاریہ کوئٹہ)

کیا بیوی نے مرنے پر مہر بھی ترک ہے؟

سوال [۹۶۸۳]: زید نے مہر معاف نہ کیا ہوا ورشوہر کی طرف سے ادا بھی نہ کی گئی ہو، اسی درمیان بیوی کا انتقال ہو جائے تو مہر کا کیا حکم ہے؟ جب نہ شوہر پر واجب ہے، کیا غریبوں، مسکینوں میں مہر کی رقم تقسیم کر دینے سے مہر ادا ہو جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ مہر مرحومہ بیوی کا ترکہ قرار دیا جائے گا اور حسب حصص شرعیہ ورثاء پر تقسیم ہوگا جیسا کہ اور ترکہ تقسیم ہوتا ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد شہابی عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۵/۱۴۰۱ھ۔

مرحومہ زوجہ کا مہر ترکہ میں داخل ہے یا نہیں؟

سوال [۹۶۸۴]: زید نے اپنے نکاح کے فوراً بعد اپنی زوجہ کا مہر انہیں کیا، ارادہ بھی تھا کہ جتنی جلدی ممکن ہو ادا کر دوں۔ زید صاحب اول دے، مگر زید کی زوجہ کا انتقال ہو گیا۔ اب زید کیسے اپنی بیوی کا مہر میں کیا مسئلہ ہے؟ وہ مسجد یا مدرسہ کو مہر دینے کیلئے تیار ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مہر اب ترکہ زوجہ بن گیا ہے (۲)، اب اس میں شرعی میراث جاری ہوگی، ایک چوتھائی کا مستحق

(۱) "کما أن أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم، كذلك يكون الدين الذي له في دمة آخر مشترك بينهم على قدر حصصهم" (شرح المحلة لسليم رستم، ۶۱۰، رقم المادة: ۱۰۹۲)، كتاب الشركة، الفصل الثالث، حفيه كوئته

"يبدأ من تركه الميت الحالية لأن التركة في الاصطلاح ما تركه الميت من الأموال صافياً عن تعق حقه الغير معين من الأموال" (رد المحتار ۶/۵۵، كتاب الفرائض، سعيد) (وكذا في البحر الرائق: ۳۶۵/۹، كتاب الفرائض، رشيديه)

(۲) "کما أن أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم، كذلك يكون الدين الذي له في دمة آخر مشترك بينهم على قدر حصصهم" (شرح المحلة لسليم رستم، ۶۱۰، رقم المادة: ۱۰۹۲)، كتاب الشركة، الفصل الثالث في الديون المشتركة، مكنه حفيه كوئته

شوہر ہے (۱)، وہ خود رکھ لے اور بقیہ اولاد کو دیدے۔ اگر سب لڑکے ہیں تو سب کو برابر دیدے، اگر لڑکی بھی ہے تو دوہا لڑکے کو، اگر لڑکی کو دیدیا جائے (۲)۔ یہ اس وقت ہے کہ زوجین کے والدین میں سے کوئی زندہ نہ ہو، ورنہ سب کی تفصیل لکھ کر ہر ایک ۵ حصہ دریافت کریں۔ پورا مہر بغیر دیگر ورثاء کی اجازت کے از خود مسجد وغیرہ میں دینے کا حق نہیں، اپنا حصہ جس طرح چاہے کرے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۳/۱۴۰۶ھ۔

ایک بیٹے کو روپیہ دینے کے بعد دیگر ورثاء کا اس میں حق

سہ ان [۹۶۹۵]: ایک شخص نے انتقال کیا، ان کا ایک لڑکا بیان کرتا ہے کہ والد صاحب نے مجھ کو ایک ہزار روپے دیئے تھے اور فرمایا تھا کہ تم اپنے فلاں کام میں آؤ اور ہم کو واپس نہ دینا۔ اور یہ بیان ان کا اپنے والد کے انتقال کے بعد ہے، مگر متوفی کے کفالت میں مستعد رکھتے ہوئے نکلے تو اس صورت میں وارثان متوفی مذکور کے حکم شرعی معلوم کرنا چاہتے ہیں۔

نیز آرواہان کے ذریعہ متوفی کے مرض الموت کا یہ ثبوت مل جائے کہ متوفی نے اب مرض الموت میں واپس لینے کا ارادہ ترک کر دیا تھا، یا معاف کر دیا ہے تو کیا یہ فعل متوفی کی وصیت سمجھا جائے گا یا کیا؟ اور یہ بات کہ وارث کے حق میں وصیت نافذ نہیں ہوتی، متوفی کوئی مام نہیں تھے۔ اس بات کو جاننے۔ کیا اس صورت میں اس فعل کو عیث سمجھا جائے گا؟

۱۔ قال اللہ تبارک وتعالیٰ: "فان كان لهن ولد فلنكم الربع مما تركن" (سورة النساء ۱۲)
۲۔ قال اللہ تبارک وتعالیٰ: "یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین" (سورة النساء ۱۱)
۳۔ "لا یحور لاحد ان یتصرف فی ملک عبیرہ بلا اذنه" (شرح المحلة لسیم رستم بار ۶۰، رقم المادة: ۹۶)، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ

(وکذا فی الدر المختار: ۲۰۰/۶، کتاب العصب، سعید)

"کل یتصرف فی ملکہ کیف شاء" (شرح المحلة لسیم رستم ۶۵۴، رقم المادة

۱۱۹۲)، کتاب الشریکة، الباب الثالث فی احکام الاملاک، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ

"لأن المسک مامن شانه ان یتصرف فیہ بوصف الاحتصاص" (رد المحتار ۵۰۲، اول

کتاب البیوع، مطلب فی تعریف المال والملک، سعید)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر دیگر ورثاء اس لڑکے کا یقین ہے کہ والد نے بحالت صحت وہ روپیہ دیدیا، واپس لینے کے لئے نہیں دیا، ہندہ بہہ مر دیا ہے تب تو وہ روپیہ محض اس لڑکے کا ہے، دیگر ورثاء کا اس میں کوئی حق نہیں (۱)۔ اگر یقین نہیں اور اس کے پاس ثبوت شرعی بھی نہیں تو پھر وہ ترکہ شمار ہوگا اور سب ورثاء اس میں شریک ہوں گے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ منشاہ علوم سہارنپور، ۱۰ شوال ۱۴۲۷ھ۔
الجواب صحیح سعید حمد غفرلہ، ۱۰ شوال ۱۴۲۷ھ۔

اپنی جائیداد مدرسہ کو دینا

سوال [۹۶۸۶]: ہمارے گاؤں میں ہمارے بزرگ حاجی بھورے خان کی کچھ زمین زائد ہے اور

(۱) "سبلک الموهوب له الموهوب بالقص، فالقص شرط لثبوت المدک" (شرح المحلة لسليم رستم ۱/۳۷۳، رقم المادة ۱۶۱)، کتاب الہیۃ، الباب الثالث فی احکام الہیۃ، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ،
"لا یحوز لأحد أن یتصرف فی ملک غیرہ بلا إبدہ أو وكالة مہ أو ولاية علیہ، وإن فعل کان صاماً" (شرح المحلة لسليم رستم ۱/۶۱۱، رقم المادة ۹۶)، المقالة الثانية فی بیان قواعد الفقہیہ، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۵/۶۹۰، کتاب الہیۃ، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۳/۳۷۴، کتاب الہیۃ، الباب الأول، رشیدیہ)

(۲) "عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن حده رضى الله تعالى عنه أن السی صلی الله تعالى علیه وسلم قال فی خطبته "البیۃ علی المدعی والیمین علی المدعی علیہ" (جامع الترمذی ۱/۲۳۹، أبواب الأحکام، باب ما جاء أن البیۃ علی المدعی، سعید)

"فإذا صحت الدعوى من المدعى، سأل القاصي المدعى عليه فإن اعترف بدعواه، قصي عليه بها، لأنه عبر متهم في حق نفسه وإن أنكر سأل المدعى البیۃ لإثبات ما ادعاه، فإن أحصرها، قصي بها لظهور صدقها" (الباب فی شرح الكتاب ۳/۱۲۲، کتاب الدعوی، قدیمی)

(و کذا فی البحر الرائق: ۷/۳۴۵، کتاب الدعوی، رشیدیہ)

ان کے پیچھے رکاز کی پٹھ نہیں، ہاں اتنے پیچے، پوتے، بھتیجے، جو ہیں۔ اب حاجی صاحب اپنی یہ زمین مدرسہ یا مسجد میں دینا چاہتے ہیں۔ سوال طلب یہ مسئلہ ہے۔ آیا وہ اپنی جائیداد مدرسہ یا مسجد میں دے سکتے ہیں یا نہیں، یہ پوتے وغیرہ وہ ہیں، اور اس کے کافران کی قرب ہے۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ دور کے بھتیجے ضرورت مند نہیں اور ان کو محرم مر کے نقصان پہونچنا بھی مقصود نہیں تو حاجی صاحب کے لئے بہتر یہ ہے کہ اپنی جائیداد اپنے مدرسہ یا مسجد کے لئے وقف کر دیں (۱) تاکہ صدقہ جاریہ بن جائے، ورنہ بہتر یہ ہے کہ ایک تہائی وصیت مدرسہ و مسجد کے لئے کر دیں، بقیہ ورثہ کو مل جائے گا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱/۹۰ھ۔

(۱) "الوقف" وسه إرادة محبوس النفس في الدنيا لبر الأحياء، وفي الآخرة بالثواب، يعنى بالية من أهلها ومحنة المال المتقو، وركه الأنطاط الخاصة كإرضى هذه صدقة موقوفة مؤبدة على المساكين ونحوه". (الدرالمختار: ۳/۳۳۹، كتاب الوقف، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۵/۳۱۷، ۳۱۸، كتاب الوقف، رشيدية)

(۲) "عن عمر بن سعد عن أبيه رضي الله تعالى عنه قال مرصت عام الفتح حتى أشميت على الموت، فعادني رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فقلت أي رسول الله إن لي مالاً كثيراً، وليس يرثي إلا إسة لي أفأصدق بثلثي مالي" قال "لا" قلت "فلشطر" قل "لا" قلت "فأثلث" قال "الثلث، والثلث كثير"، أن تدرو رثتكم أعياء حير من أن تدروهم عالة يتكفمون الناس" (س اس ماحة، أبواب الوصايا، باب الوصية بالثلث: ۲/۱۹۴، قديمي)

"وتحور الوصية بالثلث للأحمى عند عدم المانع وإن لم يحر الوارث ذلك لا الريادة عليه" (الدرالمختار) "هل الوصية بأقل من الثلث أولى أم تركها" قالوا إن كانت الورثة فقراء ولا يستعرون مما يرثون، فالترك أولى لم فيه من الصدقة وفل عليه السلام "افصل الصدقة على ذي الرحم الكشح" ولأن فيه رعاية المقر والقراءة وإن كانوا أعياء يستعوا، مصيهم، فالوصية أولى" (ردالمحتار: ۶/۶۵۰، ۶۵۱، كتاب الوصايا، سعيد)

اپنا پیسہ وارث کو دے یا مدرسہ میں؟

سوال [۹۶۸]: ایک آدمی کے پاس زکوٰۃ کا روپیہ آیا، وہ آدمی نابینا تھا اور پیروں سے معذور تھا، موصوف نے وہ روپیہ کسی اور آدمی کے پاس بطور امانت رکھ دیا اور پھر ان کا انتقال ہو گیا۔ مرحوم کا کوئی وارث نہیں ہے، صرف مرحوم کا ایک بھانجا حیات ہے اور مرحوم کے نزدیک وقت نزاع امین بھی نہیں تھا اور نہ مرحوم نے کسی دوسرے کے لئے کوئی وصیت کی۔ تو اب امین یہ رقم مدرسہ میں دے یا بھانجا کو دے یا غریب کو دے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بھانجا ایک قسم کا وارث ہے، اگر اس سے قریب تر کوئی مستحق وارث نہیں تو بھانجا کو دیدے (۱)، مدرسہ میں دینے کا حق نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۵/۹۲ھ۔

غیر وارث کو کچھ جائیداد دینا

سوال [۹۶۸۸]: اس مسئلہ کے بارے میں حکم شرع سے مطلع کریں۔ ایک عورت مسماۃ حبیبہ جو کہ لاؤلد ہے، اس کے مندرجہ ذیل رشتہ دار ہیں:

حبیبہ

حقیقی والدہ شوہر حقیقی بھائی ۳ حقیقی بہن ۲

حبیبہ کے مذکورہ بالا رشتہ داروں میں سے ہر ایک مالدار ہے۔ حبیبہ چاہتی ہے کہ ایک دوسرے غیر رشتہ

= (و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ ۶/۹۱، کتاب الوصایا، الباب الأول، رشیدیہ)

(۱) ”و حمله القول فیہ کما فی الصف الأول وهو أنهم إما أن يتفاوتوا فی الدرجة أولاً، فإن تفاوتوا قدم الأقرب ولو أنشی کست أحت وابن ست أحت“ (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الفرائض، باب توریث ذوی الأرحام: ۶/۷۹۳، سعید)

”ثم یقسم الباقی بعد ذلک بین ورثته“ (الدرالمختار: ۶/۷۹۱ کتاب الفرائض، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۶/۴۴۷، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

لجواب حامداً ومصلیاً:

حج کو جاتے وقت والدہ عبدالکریم کو اپنا وارث درج کرایا تھا اور اختیارات سپرد کرنے تھے، اس سے حاصل تو یہ تھا کہ اگر اس سفر سے واپسی نہ ہو سکی تو والدہ عبدالکریم کو میرا مال دیدیا جائے، یہ منصب نہیں۔ فی الحال بہہ کر کے ان کو مالک بنا دیا، ورنہ واپسی پر خود بخود مالک ہونے کا کوئی حق نہیں تھا، بلکہ والدہ عبدالکریم کے بعد ان کے ورثاء کو وہ حق پہونچتا، اور محبوب الرحمن ان کے وارث نہیں، اس سے اگر محبوب الرحمن نے مرض الموت میں زبانی بہہ عبدالکریم کو کیا ہے اور قبضہ بھی کرایا ہے تب بھی یہ وصیت کے حکم میں ہے، لہذا بعد اوائے دین وغیرہ ایک تہائی ترکہ کا مستحق باعتبار وصیت عبدالکریم ہے (۱)۔

بقیہ دو تہائی کے حقدار محبوب الرحمن کے والد (عبدالرحمن) کے دادا (شاہ علی) کے بھائیوں (سردار علی و مصطفیٰ علی) کی ہے۔ دو اولاد میں جو قریب ترین مرد ہوں گے، وہ برابر کے حقدار ہوں گے (۲)، ماموں زاد بھائی کی شریک مستحق نہیں (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ عبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۱۰/۹۲ھ۔

(۱) "أَوْفَ نَوَهِبَ وَسَلَّمْ لِعَبْرِ الْوَرِثَةِ، فَإِنْ حَرَّجَ الْمَوْهُوبُ مِنْ ثَلَاثَ مَالِهِ، صَحَّتْ الْهَبَةُ، وَإِنْ لَمْ يَحْرَجْ وَلَمْ تَحْرَ الْوَرِثَةُ الْهَبَةُ، فَإِذَا تَصَحَّ فِي مَا يَحْرَجُ مِنَ الثَّلَاثِ" (شرح المحلة لسليمان رستم دار ۱۸۴۱، رقم المادة ۹۷۹)، كتاب الهبة، الفصل الثاني في هبة المريض، مكتبة حتمية كونه (و كذا في الفتاوى العالمكبرية ۳۰۰، كتاب الهبة، الباب العاشر في هبة المريض، رشيدية) (۲) "الأقرب فالأقرب يرثون بقرب الدرجة" (السراجي، ص ۱۳، باب العصابات، سعيد) (و كذا في الدرالمختار مع ردالمحتار ۶/۷۷، كتاب الفرائض، فصل في العصابات، سعيد) (و كذا في الشريفة شرح السراجية، ص: ۳۹، باب العصابات، سعيد) (۳) چونکہ ماموں زاد بھائی کی لڑکیاں ذوی الارحام میں سے ہیں اور عصبہ کے ہوتے ہوئے ذوی الارحام وارث نہیں ہوں گے، لہذا ماموں زاد بھائی کی لڑکیاں مستحق نہیں ہیں

"إنما يرث دوا الأرحام إذا لم يكن أحد من أصحاب الفرائض ممن يرث عليه، ولم يكن عصبة" (الفتاوى العالمكبرية ۶/۳۹۵، كتاب الفرائض، الباب العاشر في ذوی الارحام، رشيدية) "هو كل قريب ليس بدی سهم ولا عصبة، ولا يرث مع ذی سهم ولا عصبة" (الدرالمختار: ۶/۷۹۱، كتاب الفرائض، باب توريث ذوی الارحام، سعيد)

و كذا في مجمع الأنهر ۳/۵۲۲، كتاب الفرائض، فصل في ذوی الارحام، مكتبة عفا رية كونه

الفصل الثانی فی مایعلق بدین المیت وأمانته (میت کے قرض اور امانت کا بیان)

میت کے ذمہ قرض ہو تو اس کا حکم

سوال [۹۶۹۰]: ایک شخص کا انتقال ہو گیا اس حال میں کہ اس کے اوپر کافی قرض تھا، اس کی اولاد کو کبھی طرح معلوم ہے کہ ہر باپ فاس کا مقروض تھا، اب قرض خواہ اپنا دیا ہوا قرض اس کی والدہ سے مانگتا ہے، تو او، دنتوان کاربی کرتی ہے اور نہ ہی اقرار بتایا جائے کہ اس متوفی مقروض کا آخرت میں کیا حال ہوگا، نیز او۔ دکا سب پہچانتے ہوئے کیا ہوگا؟ اور ان کی شرعی حیثیت اب کیا ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرض خواہ کے پاس اگر قصہ کا شرعی ثبوت ہے، یا میت کی اولاد کو قرض کا علم ہے تو میت کے ترکہ سے اولاد کا قرض دائر نہ رہی ہے، قرض ادا ہونے کے بعد جو کچھ بچے اس کے ایک تہائی سے میت کی وصیت پوری کی جائے اگر کوئی وصیت کی ہو (۱)۔ اس کے بعد وراثت شرعی طریقہ پر یہ تقسیم کرنے کے حقدار ہوں گے، اس سے پہلے حقدار نہیں ہوں گے، اگر قرض ادا نہیں کریں گے تو ظالم ہوں گے (۲)۔

(۱) "ثم تقدم ديونه التي لم تصاب من حصة العاد" (الدر المختار) وقال ابن عابد بن رحمہ اللہ تعالیٰ "هو ما كان ثابتاً لیسة مطلقاً أو بإقرار. ثم تقدم وصيته من ثلث ما بقي، ثم يقسم الباقي بعد ذلك بين ورثته". (الدر المختار: ۶/۷۶، کتاب الفرائض، سعید)

وکد فی الفتاویٰ العالمکبرۃ ۶ ص ۴۶ کتاب الفرائض، الباب الأول فی تعریفها و فیما یعیى بالترکة، (رشیدیہ)

۲، "عن سی هريرة رضي الله تعالى عنه ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال "مطل لعلى ظلم" (سنن أبي داود: ۴/۳۷۵، کتاب البيوع، باب في المطل، دار الحديث ملتان)

اگر میت نے کچھ نہیں چھوڑا تو ورثاء کے ذمہ اس قرض کا ادا کرنا ضروری نہیں، تاہم اگر اولاد واپسے والد کو آخرت کے مواخذہ سے بچانے کی فکر ہو تو اس کا قرض ادا کریں (۱)۔ اگر اتنا ترکہ چھوڑا جس سے قرضہ واپس نہ آئے تو آخرت میں اس میت کی پکڑ نہیں ہوتی، اگر اتنا ترکہ نہیں چھوڑا، پکڑ ہوتی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۵/۸۸ھ۔

(۱) "واسر داسدس دس له مطلب من حینہ العاد فلا یبرہ الورثۃ اذ انہا الا ادا اوصی بہ و

ترغوا بہ من عندہم" تنسیح لحقیق ۷/۲-۳، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیۃ بیروت،

(وکذا فی البحر الرائق: ۳۶۶/۹، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(وکذا فی الدر المختار: ۶/۷۶۰، کتاب الفرائض، سعید)

(۲) "عن نبی ہریرۃ رسی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "نفس المؤمن معلقۃ بیدہ حتی یقضى عنه" (مشکوۃ المصابیح، ص ۲۵۲، کتاب السوع، باب الافلاس و لا ینظر۔ الفصل الثانی، قدیمی)

"عن عبد الرحمن بن کعب بن مالک قال کان معاد بن حل رسی اللہ تعالیٰ عنہ شہا سحیا، وکان لا یمسک سینا، فلم یزل یدان حتی اعرق ماله کله فی الذین، فأتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکتمہ لیکم عرماء، فلو ترکوا لأحد لتركوا المعاد، لأجل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فباع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لہم ماله حتی فاد بعیر شیء" (مشکوۃ المصابیح، المصدر السابق)

"عن ابی سعید الخدری رسی اللہ تعالیٰ عنہ قال أتى لسی صلی اللہ علیہ وسلم بحماره بیصلى علیہ، فقال "هل علی صاحبکم دین؟" قالوا نعم، قال "هل ترک لہ من وفاء؟" قالوا لا، قال "صلوا علی صاحبکم" قال علی بن ابی طالب رسی اللہ تعالیٰ عنہ علی دینہ یا رسول اللہ، فقده فصلى علیہ

وفی رواۃ معناه وقال "فک اللہ رهاک کما فکک رهاک أحيک المسلم، لیس من عند مسلم یقضى عن أحيه دینہ إلا فک اللہ رهاہ یوم القامۃ" (مشکوۃ المصابیح، المصدر السابق)

، وصحیح البحاری ، ۳۰۵، کتاب الحوالہ، باب إذا حال دین الميت علی رجل، قدیمی)

قال الحافظ العیسیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ "وقال بعض أهل العلم یجب علی الإمام أن یقضى من سب المال دس لتقرء اقدء بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فہ قد صرح بوجوب ذلک علیہ حیث -

قرضہ میت کون ادا کرے؟

سوال [۹۶۹۱]: مرحوم کے قرض کا علم اس کی بیوی کو ہی ہے جس کا وہ قرض ہے، وہ اگر یہ کہے کہ میں اس بیوہ کے ہاتھ سے نہیں لوں گا، اگر اس کا بھائی وغیرہ کوئی دے تب لوں گا تو بیوہ ہی کو قرض ادا کرنا ضروری ہے یا بھائی بھی ادا کر سکتا ہے؟

الحواب حامداً ومصلیاً:

قرض مرحوم کے ترکہ سے ادا کیا جائے گا، خواہ بیوہ ادا کرے خواہ بھائی، جس کے ہاتھ سے بھی ادا کر دیا جائے گا، مرحوم بری ہو جائے گا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد المذنب وغفر لہ۔

باپ کا قرض ادا کر کے اس کو میراث سے وصول کرنا

سوال [۹۶۹۲]: ایک شخص کے ذمہ قرض تھا، وہ قرض اس کے بڑے نے ادا کیا۔ پھر اس شخص کا انتقال ہو گیا، لہذا اس شخص نے اپنے مرنے پر وہی مکان جو اس قرض میں مکفول تھا جو اس کے بڑے کے قرض ادا کرنے سے بری ہوا تھا ترکہ میں چھوڑا، اور ایک لڑکا اور ایک لڑکی اپنے وارث چھوڑے۔ تو کیا جبکہ متوفی مرحوم کا ترکہ لڑکا اور لڑکی میں تقسیم کیا جائے تو اس قرضہ ادا شدہ میں سے بھی بڑے کے ذمہ بقدر حصہ ڈالا جاوے یا نہیں،

= قال "فعلى قضاءه" ولأن الميت المديون حائ أن يعذب في قبره على ذلك الدين. لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم "الآن" حين بردت جلدته وكما أن على الإمام أن يسد رمقه ويراعى مصححه الديوبية، فالأحرورية أولى" (عمدة القاری شرح صحيح البخاری، ۱۲، ۱۳، کتاب الحوالة، باب ۱۵) حال دین الميت علی رجل جاز، إدارة الطباعة المنيرية بیروت

(۱) یہ تفصیلاً دیوبہ لٹی لیا مضامین من حیث العباد، ثم وصيته من ثلث ما بقى، الدر المختار ۶، ۶۰، کتاب الفرائض، سعید)

"تعلق سركة الميت حقوق أربعة مرتبة الأول يبدأ بتكفيله وتحيزه ثم تقضى ديوبه من جميع ما بقى من ماله". (السراجی، ص: ۳، ۴، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۲/۳۳۷، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

جبکہ یہ صورت ہے کہ اگر وہ ٹرکا قرضہ ادا نہ کرتا تو وہ مکان باقی نہیں رہ سکتا تھا اور وہ مکان قرض میں لگ جاتا اور ورثاء کو کسی طرح ترک نہ پہنچتا۔ سو یہ حرد۔

خواجہ مرحسن، محلہ شاہو، بیت صاحب، سہارنپور، نیم اگست ۱۹۲۹ء۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر باپ کے سبب پر بطور قرض ادا کیا ہے یعنی مثلاً باپ نے یہ کہا تھا کہ اتنا روپیہ میرے ذمہ فداں شخص کا قرض ہے جس کے منہ میں یہ ایسا مکان مشغول ہے تو یہ قرض میری طرف سے ادا کر دے اور اتنا روپیہ بچائے اس شخص کے میرے ذمہ واجب ہے اور اب میں تیرا مقروض ہوں تب تو وہ روپیہ ٹرکا باپ کے ترکہ سے وصول کر سکتا ہے، روپیہ کی ادائیگی تقسیم ترکہ سے مقدم ہے، لڑکے کو حق ہے کہ پہلے اپنا قرضہ وصول کر لے اس کے بعد ترکہ تقسیم کرے (۱)۔

مگر اس کے لئے شرط یہ ہے کہ اس روپیہ کے قرض ہونے کا شرعی ثبوت موجود ہو، یہ ورثاء سب اس کو تسلیم کریں (۲)۔ اگر لڑکے نے بطور قرض وہ روپیہ باپ کی طرف سے نہیں ادا کیا، بلکہ محض تبرع اور احسان کیا ہے تو اب اس کو ترکہ سے وصول نہیں کر سکتا (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی حفظہ اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۱۰/۵۸ھ۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/شوال المکرم ۱۴۱۸ھ۔

(۱) "ثم تقدم ديونه التي لها مطال من جهة العباد، ثم تقدم وصيته من ثلث ما بقي، ثم بقية الباقي بعد

ذالك بين ورثته". (الدر المختار: ۶/۷۶۰، كتاب الفرائض، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمكبرية: ۶/۴۴۷، كتاب الفرائض، رشيدية)

"كف الوارث الميت أو قضي ديته من مال نفسه، فإنه يرجع ولا يكون منطوعاً"

(الدر المختار: ۶/۷۱۷، ۷۱۸، كتاب الوصايا، فصل في شهادة الأوصياء، سعيد)

(و كذا في خلاصة الفتاوى ۲/۲۴۰، كتاب الوصايا، الفصل السادس في تصرفات الوصي، رشيدية)

(۲) "ثم تقدم ديونه ويقدم دين الصحة" (الدر المختار) وقل ابن عابدين رحمه الله تعالى "هو ما

كان له من ديون مضمونة أو بالإقرار في حالة الصحة" (رد المختار ۶/۷۶۰، كتاب الفرائض، سعيد)

(۳) "لأنه لا يوجب ولا ينفذ، وإنما ينفذ من السرعة والسرعة لا يتم إلا -

مرحوم کا قرضہ مسجد میں دینا

سوال [۹۶۹۳]: زید عمر سے قرض لیتا ہے اور کسی مجبوری کی وجہ سے اس کو واپس کر پاتا، اب عمر مر جاتا ہے، اور پچھان بعد نو زید بھی مر جاتا ہے، اب زید کے ورثاء اس قرض کو واپس کرنا چاہتے ہیں۔ یہ قرض کس کو ادا کیا جائے گا، یا اس قرض کو مدرسہ، مسجد، یا مسجد کے مکان میں لگایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ کسی بیوہ، یتیم، محتاج کو دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس نے قرض لیا تھا، اس کے ورثاء کے ذمہ لازم ہے کہ مقدار قرض مرحوم کے ترکہ سے اس شخص کے ورثاء کو دیں جس سے قرض لیا تھا (۱)، کسی اور بیوہ، یتیم، محتاج، مدرسہ، مسجد کو دینا کافی نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ وجہ شہادت منی عندہ مدرسہ دارالعلوم دیوبند ۲۰ ۱۱ ۸۵ھ۔

~ سلفی ~ (شرح السحلة لسلمہ رستم ص ۱۶۲ ~ (رقم المادة ۸۳۷)، کتاب الہیۃ، مکتبہ حنفیہ، کوئٹہ)

من وھب لاصولہ وفروعہ فہنس لہ الرجوع ~ شرح المحمۃ لسلمہ رستم ص ۸۷/۱، (رقم المادة: ۸۶۶)، کتاب الہیۃ، الباب الثالث، مکتبہ حنفیہ، کوئٹہ
(وکذا فی الدرالمختار: ۵/۴۰۴، کتاب الہیۃ، باب الرجوع فی الہیۃ، سعید)
وکذا فی فتاویٰ العالمگیریہ ۶/۳۸۵، کتاب الہیۃ، الباب الخامس فی الرجوع فی الہیۃ، رسدہ،
۱، بسلام۔ بركة لسبت الحلیۃ عن تعلق حق العبر بتحییرہ تم تقدم دیوبند الی لہا مطلب من
جهة العباد۔ (الدرالمختار: ۶/۴۱۰، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۴۴۷، کتاب الفرائض، الباب الأول، رشیدیہ)

(وکذا فی الاحتیار لتعلیل المختار: ۲/۵۵۳، ۵۵۴، کتاب الفرائض، مکتبہ حنفیہ، پشاور)

(وکذا فی الزاویۃ علی هامش الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۴۵۳، کتاب الفرائض، الباب الأول، رشیدیہ)

(۲) باب مترجمہ ورثاء کا حق ہے، ہذا "ن" بابت ہے۔ فیہ اس میں کسی قسم کا تصرف جائز نہیں

"لا یجوز لاحد ان تصرف فی ملک عمرہ ولا اذن" (شرح المحمۃ لسلمہ رستم ص ۱۶۰ ~

اگر میت در سرکہ مال گذشتہ است و مدعی بر دعوی خود بیہ نمی دارد، و وراثت فرار دین سی کند، پس مدعی را حق است کہ از وراثت حلف ستاند، اگر حلف کند دعوائے مدعی ساقط خواهد شد و اگر انکار کند، دعوی لازم خواهد شد و سبب فی اخانیۃ (۱) والہندیۃ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عنہما اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار بنپور، ۲۵/ ۵/ ۱۳۶۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، عبداللطیف، ۲۵/ جمادی الاولیٰ/ ۱۳۶۱ھ۔

ورثاء اور غرماء کے درمیان مصالحت

سوال [۹۶۹۵]: شامی، جلد چہارم، فصل فی التخرج میں ہے کہ جب ترکہ میں دین علی الناس ہو، تو

= (وکذا فی الدرالمختار: ۵/ ۵۸۵، کتاب الدعوی، باب دعوی النسب، سعید)

وکذا فی جامع المصولین ۳۱۲، المتصل لقام و لعشرون فی مسائل التركة والورثة والذین فی التركة، اسلامی کتب خانہ کراچی)

(۱) فتاویٰ قاضی حاکم علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریہ ۲/ ۴۲۱، ۴۲۲، کتاب الدعوی، باب الیمین، رشیدیہ)

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب ادب القاضی، الباب لحامس و لعشرون فی اثبات الوکالة والورثة والذین: ۲/ ۴۰۶، ۴۰۷، رشیدیہ)

ترجمہ سوال

وہی شخص مرے میں ترکہ تقسیم ہونے کے بعد، یا قبل تقسیم میت پر دین کا احوال کرتا ہے ورم حوم نے موت کے وقت اس کا کوئی خبر بھی نہیں کیا، مرے بھی دین سے عدم میت کا ظہار کرتے ہیں اور مدعی کو وہ غیہ بولی ثبوت نہیں رکھتا، اس صورت میں مدعی پر حلف لازم ہے یا مرے میت پر، یا اس کا دعویٰ ہی ناقابل سماعت ہے؟ جواب سے جد مشرف فرمادیں۔ فقط۔

خلاصہ جواب

اگر میت نے ترکہ میں مال چھوڑا ہے اور مدعی اپنے دعویٰ پر کوئی نہیں رکھتا، اور مرے دین کا اقرار نہیں کرتے تو مدعی کو حق ہے کہ مرے سے حلف کرے، اگر حلف کرے تو مدعی کا دعویٰ راقع ہو جائے گا، اگر حلف سے انکار کریں تو دعویٰ رزم ہو جائے گا۔ فقط۔

صحیح کے جائز ہونے کے چار حیلے ہیں، جن میں سے حیلہ ثالثہ کو ”احسن الحیل“ لکھا ہے، حالانکہ جو نہ حیلہ ثانیہ میں ہے وہ بعینہ ثالثہ میں بھی ہے یعنی ”النقد خیر من النسئۃ“ (۱)۔

تو اب ثالثہ کا ثانیہ سے احسن ہونا سمجھ میں نہیں آتا، ہذا بندہ حق رائے ناقص میں حیلہ ثانیہ کا حاصل یہ ہے کہ ”مُصَاحٌ کا حصہ دین سے تہا پورا کر دیں اور اس کے حصہ میں غرماء پر رجوع نہ کریں“ تا باقی کے حیلہ ثانیہ میں ”وَحَصَبُ حَصَبِهِ“ پر بحث لکھتے ہیں ”لَا مَحْلَ لِهَذِهِ لِحِمْمَةِ هَيْبَةٍ“ (۲) پس اس حیلہ میں دو ضرر ہیں ایک وہی جو حیلہ اولیٰ میں ہے اور دوسرا ”نقد خیر من النسئۃ“ (۳) یعنی مُصَاحٌ کو حصہ نقد دلایا اور باقی ورثاء کو حصہ نسئۃ میں صرف ”نقد خیر من النسئۃ“ (۴) کا ضرر ہے، یعنی مُصَاحٌ کو قرض فی حق دیتے ہیں اور اس قرض کو، نیز اپنے حصہ و غرماء سے نسئۃ وصول کریں گے۔

حیلہ اولیٰ میں بھی اگرچہ ایک ہی ضرر ہے، مگر وہ ثالثہ کے ضرر سے زیادہ ہے، اور ثانیہ میں دو ضرر ہیں، لہذا ثالثہ احسن الحیل ہوا، اور رابعہ میں کوئی ضرر نہیں۔

مگر ایک اعتراض اب بھی باقی ہے، وہ یہ کہ مُصَاحٌ بہر صورت صحیح تو دین کے سوا باقی ترکہ پر کرتا ہے تو حیلہ اولیٰ میں ورثاء اپنے حصہ قرض پورا لیتے ہیں اور مُصَاحٌ اپنے حصہ سے غرماء کو بری کرتا ہے تو اس میں ضرر مُصَاحٌ کا ہے نہ کہ ورثاء کا، بعینہ یہی ضرر مُصَاحٌ ثانیہ و رابعہ میں بھی ہے کہ وہ اپنا حصہ دین وصول نہیں کرتا، مگر

(۱) ”وَبَطَلَ الصَّحاحُ إِذَا أَحْرَجَ أَحَدَ الْوَرِثَةِ وَفِي التَّرَكَّةِ دَيُونٌ بِشَرَطِ أَنْ تَكُونَ الدَّيُونُ لِبَقِيَّتِهِمْ لَا لِتَمْلِيكَ الدَّيْنِ مِنْ غَيْرِ مَنْ عَلَيْهِ الدَّيْنُ بَاطِلٌ ثُمَّ ذَكَرَ لَصَحْحَهُ حَيْلًا فَقَالَ: وَصَحَّ لَوْ شَرَطُوا إِبْرَاءَ الْعَرْمَاءِ مِنْهُ أَوْ مِنْ حَصَّتِهِ، لِأَنَّهُ تَمْلِيكَ الدَّيْنِ مِمَّنْ عَلَيْهِ، فَيَسْقُطُ قَدْرُ بَصِيهِ عَنِ الْعَرْمَاءِ، أَوْ قَصْرًا بِصَبِّ الْمَصْلُوحِ مِنْهُ تَبَرُّعًا مِنْهُمْ وَأَحْلَاهُمْ حَصَّتَهُ، أَوْ أَقْرَصَهُ قَدْرَ حَصَّتِهِ مِنْهُ وَصَالِحُهُ عَنْ غَيْرِهِمْ بِمَا يَصْلَحُ سَدْلًا وَأَحْلَاهُمْ بِالْقَرْضِ عَلَى الْعَرْمَاءِ وَقَبُولِ الْحَوَالَةِ. وَهَذِهِ أَحْسَنُ الْحَيْلِ. اس کمال والا وحده أن يسعوه كَمَا مِنْ تَمَرٍ وَنَحْوِهِ نَقْدُ الدَّيْنِ، ثُمَّ يَحْلِيهِمْ عَلَى الْعَرْمَاءِ“ (رد المحتار ۵/۶۴۳، ۶۴۴، کتاب الصلح، فصل فی التَّخَارُجِ، سعید)

(۲) (رد المحتار: ۵/۶۴۳، کتاب الصلح، فصل فی التَّخَارُجِ، سعید)

(۳) وہ ہے تملیک الدین من غیر من علیہ الدین اور یہ باطل ہے، شامی بحوالہ بالا۔

(۴) بحوالہ بالا

فإن العين خير من الدين، اهـ۔ زيلعي: ۵۱/۵ (۱)۔

اس کے بعد دیکھئے راجعاً و آجہ کہا ہے اور ”و أحالهم بحصته“ سے صاحب الدرر پر رد مقصود ہے:

”(قوله: وأحالهم بحصته) ذكره رداً على صاحب الدرر، وتبعه المصنف حيث قال:

ولا يخفى فيه: أي هذا الوجه من الضرر بقية الورثة، ولكنه لا يرجع عليهم بما أحالهم به،

فيكون الضرر عليهم مرتين، اهـ۔ طحطاوي، ص: ۳۶۰ (۲)۔

یہ ثانیہ میں جو ضرر ہے اس میں فقہاء کی عبارتیں دو طرح کی ہیں ایک ”سقط حصر“ میں

النسبة۔ دوسری: ”عدم رجوع الورثة على العرماء“ چنانچہ کسی فتح القدیر میں ہے (۳)۔ اور

حاشیہ علامہ سراج الحدیث ۷۰ ص ۵۹ میں اسی کو حق کہا ہے (۴)، گناہ میں بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور اس کی

(۱) تسلسل الحقائق للزيلعي رحمه الله تعالى عليه ۵۱۱، ۵۱۲ کتاب الصلح، باب الصلح فی

الدين، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) حاشیہ الطحطاوی علی الدر المنہار ۳۶۰ ص ۳ کتاب الصلح، فصل فی الخارج، دار المعرفة

للطباعة والشربيروت)

(۳) ”وإذا كان في الشركة دين على الناس، فأدخلوه في الصلح على أن يحرقوا لمصالح عنه ويكون

الدين لهم، فالصلح باطل؛ لأن فيه تملك الدين من غير من عليه، وهو حصص المصالح وبشرط أن

يسرا العرماء منه ولا يرجع عليهم بصلب المصالح في صلح حاضر، لأنه إسقاط وهو تملك الدين ممن

عليه الدين وأخرى أن يعجلوا قضاء بصلبه متسرعين، وفي الوحيين صرر بقية الورثة، (فتح

القدیر: ۴۴۲/۸، کتاب الصلح، فصل فی الخارج، وشیدیه)

(۴) ”(قوله وفي الوحيين صرر بقية الورثة) لعدم رجوعهم على العرماء، كذا في الكندية وشرح تاج

الشريعة وقالوا ما في الوحي الأول فإن بقية الورثة لا يمكنهم الرجوع على العرماء، وفي

الوحي الثاني لرواه لقد علمهم بمقتضى الدين الذي هو سببه، والسقط حصر من السببه، انتهى وقال يعتبر

لمصلاء بعد نقل المعنى الأول عن الكندية وهذا هو الحق، لا ما في سائر الشروح من لزوم

بالسببه في الصورة الثانية إذ لا سببه عند الشرح، فيما مل، انتهى العبدية شرح لهدیه علی

فتح القدیر: ۴۴۲/۸، کتاب الصلح، فصل فی الخارج، مصطفى البابي الحلبي مصر)

وجہ بیان کی ہے۔ ”إذ لا نسيئة عند الترع“ (۱)۔ اور علتِ اولیٰ کے متعلق حاشیہ منیہ میں ہے ”قول فیہ حجت“ (۲)۔

اس تقدیر پر حیلہ اولیٰ و ثانیہ ہر دو میں ورثاء کو حصہ مصالح میں غرماء پر رجوع کا حق نہیں ہوگا، اور ثانیہ میں مزید ہر مال یہ کہ مصالح کا حصہ دین اپنے پاس سے تبرئاً دینا ہوگا، البتہ مصالح کے حق میں ثانیہ احسن ہے اولیٰ سے کیونکہ اولیٰ میں مصالح کو کچھ حصہ دین نہیں ملتا اور ثانیہ میں بقیہ ورثاء سے مل جاتا ہے اور حیلہ ثالثہ میں بقیہ ورثاء کو بعوضِ قرض مصالح غرماء پر رجوع کا حق حاصل ہوتا ہے اور وہ بدلِ قرض کے مستحق ہو جاتے ہیں تو گو مصالح کا حصہ دین اور اپنا حصہ دین سب کچھ غرماء سے وصول کرتے ہیں، کوئی حق مالی فوت نہیں ہوتا، صرف وصویابی میں تاخیر ہوتی ہے اور اتنی بات میں ثالثہ و رابعہ ہر دو شریک ہیں، پھر رابعہ کے اوجہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ”والأوجه: أي الأيسر والأخف، اهـ“، ط (۳)۔

الحاصل اولیٰ میں حصہ دین مصالح غرماء سے قطعاً ساقط ہے اور بقیہ ورثاء کو بھی اس میں رجوع علی

(۱) ”(قوله وفي الوجهين ضرورية الورثة) لعدم رجوعهم على العرماء، كذا في الكفاية وشرح تاج الشريعة. وقالوا أما في الوجه الأول فإن بقية الورثة لا يمكنهم الرجوع على العرماء، وفي الوجه الثاني لروم القدر عيهم بمقابلة الدين الذي هو سينة، والقدر حيز من السينة، انتهى. وقال بعض المضلاء بعد نقل المعنى الأول عن الكفاية وهذا هو الحق لا ما في سائر الشروح من لروم القدر بالسينة في الصورة الثانية إذ لا نسيئة عند الترع، فليتأمل، انتهى“ (العناية شرح الهداية على هامش فتح القدير ۸ ۴۴۲، کتاب الصلح، فصل فی التحارج، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(۲) ”أقول وفيه بحث، لأن ما ذكره إنما يفيد ثبوت الفائدة للعرماء لا لبقية الورثة، فإن قيل إذا لم يبق للمصالح على العرماء حق سهل للعرماء أداء حصص بقية الورثة، فيحصل من هذه الجهة فائدة لبقية الورثة. قلنا إن حصل لهم فائدة من تلك الجهة، يحصل لهم الضرر من جهة أن حصة المصالح لا تنصير لهم“ (العناية شرح الهداية على هامش فتح القدير ۸ ۴۴۲، کتاب الصلح، فصل فی التحارج، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(۳) (حاشية الضحطاوي على الدر المختار ۳ ۶۰، کتاب الصلح، فصل فی التحارج،

الغرماء کا حق نہیں، البتہ اپنا حصہ دین پورا لیں گے، اس میں مصالح کا نقصان ظاہر ہے۔ ثانیہ میں مصالح اپنا حصہ دین پورا بقیہ وراثت سے وصول کر لے گا اور وراثت اس میں رجوع علی الغرماء نہیں کریں گے، کیونکہ انہوں نے مصالح کے ساتھ غرماء کے ساتھ تجارت کیا ہے، اس میں وراثت کا نقصان ظاہر ہے۔ ثالثہ میں مصالح کو بھی حصہ دین مل جاتا ہے وراثت وراثت کے پاس سے بھی کچھ مفت خرچ نہیں ہوا، بلکہ جو کچھ دیتے ہیں وہ قرض ہے جس کو بذریعہ حوالہ غرماء سے وصول کر لیں گے، اگر نقصان ہے تو صرف نسیئہ کا ہے اور یہ اہول ہے، لہذا یہ احسن اخیل ہو (۱)۔

رابعہ میں رجوع علی الغرماء کی وجہ سے نسیئہ ضرور ہے جیسا کہ ثالثہ میں تھا، لیکن بیع ہونے کی وجہ سے قرض کے معاملہ سے نجات ہے اور حق نہ مصالح کا ضائع ہوتا ہے، نہ بقیہ وراثت کا، اس لئے یہ اوجہ ہے۔ ہ۔ ماعدی واللہ أعلم بحقیقة الحال۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۰/محرم/۶۶ھ۔

(۱) "وصح لو شرطوا إبراء العرماء منه أي من حصته - لأنه تملك الدين ممن عنه الدين، فيسقط قدر نصبه عن العرماء، أو قصوا نصيب المصالح منه أي الدين ترعاً منهم وأحالهم بحصته، أو أقرصوا قدر حصته منه أي الدين ترعاً منهم وأحالهم بحصته، أو أقرصوا قدر حصته منه وصالحوه عن غيرهم سم يصح بدلاً وأحالهم بالقرص على العرماء وقلوا الحوالة، وهذه أحسن الحيل والأوجه أن يبيعوا كفاً من تمر أو نحوه بقدر الدين، ثم يحيلهم على العرماء" (الدر المختار) وقال ابن عابد بن رحمہ اللہ تعالیٰ: "لأن في الأولى ضرر للورثة، حيث لا يمكنهم الرجوع على العرماء بقدر نصيب المصالح، وكذا في الثانية، لأن القدر حيز من السية" (الدر المختار ۵/۶۴۳، كتاب الصبح، فصل في التحارح، سعید)

قال رحمه الله تعالى " (وإن شرطوا أن يبرأ العرماء منه) أي من الدين (صبح)، لأنه إسقاط أو تملك لدين ممن عليه الدين، وكل ذلك جائز وقال صاحب الهداية وهذه حيلة الحوار، وأخرى أي حيلة أخرى أن يعجلوا قضاء نصبه مسرعين، ثم قال وفي الوحيين ضرر ببقية الورثة والأوجه أن يقرصوا المصالح مقدار نصبه وصالحوا عما وراء الدين ويحيلهم على استيفاء نصبه من العرماء، وهذا =

ورثاء اور غرماء کی مصالحت پر اشکال

سوال [۹۶۹۰]: میت کا دین ہو کسی پرتہ جو زبائح کے ہیں رہے ہیں سے تیسرے حیثہ اسن اخیل ہونا سمجھ میں آ گیا، مگر رابعہ کا اوجہ بمعنی "ایسہ ہونا" سمجھ میں نہیں آتا۔ روئے اس میں مصالحت کا نہ رخصہ ہے، شاید میں تو مصالحت اپنے حصہ قرض پر اہصول کر رہا ہوں، رابعہ میں صرف ایک مشت کھجور کے بدلہ میں پنا دین ان کے حوالے کرتا ہے، اور سے بالکل سمجھ نہیں آتا۔

الحواب حامداً ومصلیاً:

مجاہد اگر بمعنی "انفع للمصالح" ہوتا تب بھی حیلہ اولیٰ کے مقابلہ میں صحیح ہوتا، اگرچہ ثانیہ و ثالثہ کے مقابلہ میں صحیح نہ ہوتا، لیکن یہ اوجہ بمعنی "الایسر والأخف فی حق الورثة" ہے، وهذا ظاہر (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

دین مہر مقدم ہے میراث کی تقسیم پر

سوال [۹۶۹۱]: مسمی محمد یسین مرحوم متوفی کے ایک لڑکا، لڑکیاں ایک باغ ایک باغ ایک زوجہ وارث ہیں، یسین زوجہ بعوض دین مہر مبلغ پانچ ہزار روپیہ کی دعویٰ دار ہے اور ترکہ متوفی پانچ ہزار سے بہت کم ہے۔ تو اس صورت میں ترکہ متوفی تمام زوجہ کو بعوض دین مہر دیا جائے گا، یا جمیع ورثاء میں تقسیم ہوگا، اگر تقسیم ہوگا

- لو حیس طاهر، لایہم اذا اعطوا المصالح شئاً بمقابلة الدين أو قدر الدين ولم يحصل لهم الدين، فقد حصل لهم ضرر ديوى، وليس في الصورة الثالثة مثل ذلك من الضرر - لایہم وإن حرج منهم قدر الدين، لكس حصل لهم الدين بمقابلته، فاستفي عنهم الضرر - الا ضرر النقد، فإن العسر حيز من الدين، ولا وجه منه ان يسعوه كفا من نمر أو نحوه بضرر الدين، ثم يحيلهم على لغرماء أو يحيلهم ابتداء من غير بيع شئى ليقصوه له، ثم يأخذ لأنفسهم" (تسني الحقائق ۵۱۲ ۵، كتاب الصلح، باب الصلح في الدين، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۱) والأوجه ای لأيسر لهم والأخف، حاشية الطحطاوى على الدر المختار ۳۶۰ ۳، كتاب الصلح، فصل في الخراج، دار المعرفة بيروت لبنان،

تو شرعاً ہر وارث کو کس قدر پہونچے گا؟ مفصل جواب عنایت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اجر عظیم سے فرمائیں۔

عید احمد از ندوہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئلہ میں متوفی کا کل ترکہ زوجہ و بعض دین مہر دیا جائے گا اور وراثت کو پہونچ نہیں سکتا، یہ نہ قرضہ کی ادائیگی شرعاً وراثت کے حق پر مقدم ہے:

فی السراجی، ص: ۳: "قال علمائنا رحمہم اللہ تعالیٰ: تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأولى: بدأ تكفيله وتجهيزه من غير تدبير ولا تقسيم، ثم تقصى ديونه من جميع ما بقي من ماله، ثم بعد وصاياه من ثبت ما بقي بعد تدبيره، ثم يقسم الباقي بين ورثته، بح (۱)۔ بشرطیکہ زوجہ نے معاف نہ کیا ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر العلوم، ۹/ جمادی الثانیہ/ ۱۳۵۲ھ۔

صحیح: بندہ عبد الرحمن غفرلہ، صدر مدرسین۔

صحیح: سعید احمد، صدر مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی۔

ودیعت کا روپیہ وفات مودع پر اس کی مرضی کے خلاف صرف کرنا

سوال [۹۶۹۸]: زید نے اپنی ضرورت کے لئے اپنے ایک عزیز مثلاً جمال سے چھ قرض مانگا،

جس نے کہا کہ میری والدہ کا روپیہ ایک صاحب کے پاس رکھا ہوا ہے جو میری معرفت ہی امانت رکھوایا تھا، وہ میں تم کو دے دیتا ہوں اس کو تم خرچ کر لو، جب ضرورت ہوگی تم ادا کر دینا۔ اس طرح جمال اور جمال کے بھائی کمال نے وہ روپیہ زید کو دیدیا اور زید نے اس کو اپنی ضرورت میں خرچ کر لیا۔

اس کے کچھ عرصہ کے بعد جمال و کمال کی والدہ نے اور جمال کے بڑے بھائی عقیل نے زید سے کہہ

(۱) (السراجی فی المیراث، ص: ۳، ۲ سعید)

(و کذا فی الدر المختار: ۵۹/۶، کتاب الفرائض، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۴۴۷/۶، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

کہ ہو یہی ہمارے تم کو دیا ہے وہ تم اپنے پاس رکھنا، اور جب ہماری پوتی بھتیجی (ہندہ) جو یتیم ہے اس کا عقد بوجہ اسے تو اس بھتیجی کو دیدینا ہم میں سے کسی کو نہ دینا۔

اس نشتکو کے بعد جہاں کی والدہ کا انتقال ہو گیا (جن کا روپیہ تھا) اور عقیل صاحب پستان چلے گئے، ان سے زید کی ولی خط و کتابت بھی نہیں رہی، اور عقیل صاحب بہت بیمار وغیرہ بنے گئے۔ جہاں کے چھوٹے بھائی کہاں سے زید کی نشت مٹا لشت ہوئی، یہاں تک کہ کمال نے زید سے ملنا اور نشتکو مرنا بھی پسند نہیں کیا اور سخت ناراض ہو گیا۔

اب جہاں اور مال اور عقیل کی بھتیجی کا نکاح ہونے لگا تو اس ہندوڑی کی والدہ جمال و ماں کی بھاون کا خط زید کے پاس ایک عزیز کی معرفت آیا کہ جو روپیہ تمہارے پاس ہندوڑی دادی نے رکھوایا تھا وہ اس وقت دیدو تاکہ ہندو کا نکاح کر دیا جائے اور ضروری کاموں میں خرچ ہو سکے۔

زید نے ان عزیز کو یہ جواب دیدیا کہ ہندوڑی والدہ سے کہا کہ مجھ سے تو یہ کہا گیا تھا کہ نکاح کے بعد دینا۔ ہندو کے پتے جمال نے جنھوں نے یہ روپیہ زید کو ابتداء دیا تھا، زید سے کہا کہ وہ روپیہ اس وقت دیدو، میں اب ہندو کا نکاح کر رہا ہوں۔ زید نے یہ سوچ کر کہ جمال ہی کی معرفت یہ روپیہ میرے پاس آیا تھا، اور جمال ہی اس لڑکی کا، یہی سب روپیہ کی اصل، لکہ والدہ جہاں کا انتقال ہو چکا، ان کے دوسرے بیٹوں سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے جو اس سے معلوم برسوں، دھڑڑی کی والدہ بھی اس وقت روپیہ لینا چاہتی ہے اور پتہ بھی کہہ رہے ہیں اس لئے زید نے وہ روپیہ جہاں کو واپس کر دیا۔

اب ہندو کا شوہر زید کو پریشان کرتا ہے کہ تم نے وہ روپیہ جمال کو کیوں واپس کیا، وہ تو بعد نکاح ہندو کو دینا چاہتا تھا تم ذمہ دار تھے تم روپیہ مجھے دیدو۔ زید نے کہا کہ جن لوگوں نے میرے پاس روپیہ رکھا تھا ان کے مانگنے پر میں نے واپس کر دیا۔ ہندو کا شوہر کہنے لگا کہ ہندو کی والدہ نے کوئی پرچہ نہیں لکھا تھا کہ تم روپیہ واپس کر دو، لڑکی کے پتہ جہاں نے دھوکہ سے ان کی طرف سے پرچہ لکھ کر بھیجوا یا تھا۔

زید نے کہا کہ مجھے یہ پتہ بھی نہیں تھا کہ یہ پرچہ جہاں بنا کر بھیجا گیا ہے کہ لڑکی کی والدہ اور اس کے چچا جمال جب دونوں کی وقت روپیہ واپس لینا چاہتے ہیں تو مجھے یہ حق ہے، اصل لکہ روپیہ کا زندہ نہیں ہے جو ان سے راکھ پیتا، ان سے دونوں سے معلوم نہیں کر سکتا تھا، اس نے جہاں ہی کے کہنے سے اور لڑکی کی والدہ کی

رضامندی سمجھ کر روپیہ واپس کر دیا۔

ہندہ کے شوہر نے اور اس کے ہمدردوں نے زید کے ساتھ زیہ دہتی کی، اس کی ایک کافی قیمتی چیز چھو کر لے گئے اور یہ کہا کہ جب تم روپیہ دیدو گے تو یہ چیز ملے گی، تم پر ذمہ داری یہ تھی کہ نکاح کے بعد زیہ کو روپیہ دیتے، جمال کو روپیہ کیوں دیدیا؟ اگر ایسی حالت میں میرے اوپر اس رقم کی بڑی منہ دہ دو، بارہ سو روپیہ ملے ہوگی تو میں وہ رقم ادا کر دوں گا، اس وقت میری چیز واپس کر دو۔

دریافت طلب یہ ہے کہ ان حالات میں کیا زید پر یہ واجب ہے کہ وہ رقم جو جمال وغیرہ نے زید کو دی تھی اور زید نے جمال کو واپس کر دی، اب زید وہ رقم اپنے پاس سے دوبارہ ہندہ کو ادا کرے؟ جو حکم ہو مطلع کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہندہ کا شوہر اس روپیہ سے بالکل بے تعلق ہے اس کو مطالبہ کرنے کا کوئی حق نہیں، اس نے زید کی جو چیز چوری کر کے رکھ دی ہے اس کا واپس کرنا ضروری ہے (۱)۔ اگر ہندہ اس پر رضا مند تھی کہ اس کے چھپنے والے روپیہ اس کی شادی کی ضروریات میں صرف کر دیا تو اب زید کے ذمہ دوبارہ وہ روپیہ ہندہ کو دینا لازم نہیں (۲)۔ زید نے بھی غلطی کی کہ اصل مالک ہندہ کی دادی کی ہدایت پر عمل نہیں کیا اور شادی سے قبل روپیہ ہندہ کے چچا کو دیدیا، اس کو چاہیے تھا کہ نہ چچا کو دیتا نہ والدہ کو، بلکہ شادی کے بعد براہ راست ہندہ کو دیتا۔ اب اگر ہندہ اس پر رضا مند

(۱) قال الله تبارک وتعالى ﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ، وَتَدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لَأَنتُمْ أَهْلُهَا﴾ (سورة البقرة: ۱۸۸)

”أَكَلَ الْمَالُ بِالْبَاطِلِ عَلَى وَحْيِهِ أَحَدُهُمَا أَحْذَرُ عَلَى وَحْدِ الظُّلْمِ وَالسَّرِقَةِ وَالْحَيَاةِ وَالْعَصَبِ وَمَا حَرَىٰ مُحَرَّاهُ، وَالْآخِرُ مِنْ حَيْثُ الْمُحْظُورِ وَقَدْ انْطَلَمَتِ الْآيَةُ حُظْرَ الْأَكْلِ مِنْ هَذِهِ الْوُجُوهِ كُلِّهَا“ (احکام القرآن للحصص: ۱/۳۴۴، قدیمی)

(۲) ”أَجَبْتُ أُنْفِقُ عَلَى بَعْضِ الْوَرِثَةِ فَقَالَ أُنْفِقْتُ بِأَمْرِ الْمُوصِي وَأُنْفِقُ لَهُ الْوَصِيُّ وَلَا يَعْنِي ذَلِكَ إِلَّا بِقَوْلِ الْوَصِيِّ بَعْدَ مَا أُنْفِقُ، يُقْبَلُ قَوْلُ الْوَصِيِّ وَفِيهِ قَوْلُ أُنْفِقُ عَلَى أَوْ عَلَى عِيَالِي أَوْ عَلَى أَوْلَادِي، فَصَلِّ، قِيلَ يَرْجِعُ بِلاَ شَرْطِهِ، وَقِيلَ: لَا وَلَوْ قَصَىٰ دِيْنَهُ بِأَمْرِ، رَجَعَ بِلاَ شَرْطِهِ، وَكَذَا كُلُّ مَا كَانَ مُطْلَباً لَهُ مِنْ حَيْثُ الْعِبَادَةِ“ (الدر المختار ۳/۳۱۷، ۳۱۸، كتاب الطلاق، باب الثقة، مطلب في امر غيره بالإتفاق، سعيد)

نہیں نہ جو روپیہ اس کی دادی نے اس کے تجویز کیا تھا وہ اس کی شادی میں صرف ہو یا اور وہ محالہ کرتی ہے تو زید بندہ و روپیہ دید (۱) اور جو روپیہ اس کے چچا اور والدہ دودیا تھا وہ ان سے واپس لے لے (۲)۔

یہ تفصیل اس وقت ہے جبکہ بندہ کی دادی نے اس روپیہ سے اپنی ملک ختم کر کے بندہ کو اس کا مالک بنا کر زید کے پاس بطور امانت رکھا اور زید کو امین قرار دیا ہو، لیکن صورت واقعہ میں یہ نہیں معلوم ہوتا، بندہ زید مقروض ہے، بندہ کی دادی کا اور قرض کی ادائیگی کی یہ صورت تجویز کی ہے کہ بندہ کی شادی کے بعد اس کو دیدیہ جائے، پھر دوی کا انتقال ہو گیا تو وہ روپیہ سب دادی کا ترکہ بن گیا جس میں شرعی وراثت جاری ہوگی (۳) اور ورثاء میں جب ازکا موجود ہے تو پوتی کا کوئی حق نہیں (۴)، وہ جمال اور اس کے بھائی بہن کا حق ہے، بندہ کا اس میں کوئی حصہ نہیں، نہ بندہ کی والدہ کا نہ بندہ کے شوہر کا (۵)۔ اگر جمال کی کوئی بہن نہیں تو سب

(۱) "(وصح ضمان الولی مہرھا ولو) المرأة (صغيرة) ولو عاقدا، لأنه صغير" (الدرالمختار) وقال اس عاصدیس رحمہ اللہ تعالیٰ "(قوله . وصح ضمان الولی مہرھا) ای سواء کان ولی الروح أو الروجة، صغيرا کانا أو کسری، اما ضمان ولی الکبیر منها فظہر، لأنه کالأجسی ثم إن کان بامرہ، رجوع، وإلا لا" (ردالمحتار ۳/ ۱۴۰، کتاب النکاح، باب المہر، مطلب فی ضمان الولی المہر، سعید) (۲) "لا يجوز لاحد أن يتصرف فی ملک غیرہ بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية عليه، وإن فعل کان صما" (شرح المحلة لسليمان رستم ۱/ ۶۱، (رقم المادة ۹۶)، المقالة الثانية فی بیان القواعد الفقهية، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(و کذا فی الدرالمختار: ۶/ ۳۰۰، کتاب العصب، سعید)

(۳) "كما ان اعيان المتوفی المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم، كذلك يكون الدين الذي له في دمة آخر مشتركاً بينهم على قدر حصصهم" (شرح المحلة لسليمان رستم ۱/ ۶۱، (رقم المادة ۱۰۹۲)، کتاب الشركة، الفصل الثالث فی الديون المشتركة، مکتبہ حنفیہ، کوئٹہ)

(۴) "الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة، أعنى أولهم بالمبرات حواء الميت ای لسن، ثم بوهم وإن سفلوا" (السراجی فی الميراث، ص: ۱۳، باب العصبات، سعید)

(۵) "وبسحق الإرث باحدى حصل ثلاث سلسب وهو القرابة، والسب وهو الروحانية، والولاء، الفناوی لعلمکبرية ۱/ ۳۴، کتاب الفرائض، الباب الأول فی تعريفها وفيما يتعلق بالتركة، (رشیدیہ)

بھائیوں کو برابر ملے گا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود ثقی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱۲/۸۸ھ۔

میت کی امانت ورثاء کو دی جائے

سوال [۹۶۹۹]۔ ۲۵.۲۶ سال کی عمر کا لڑکا اپنے باپ سے خفا ہو کر اپنے چچا کے یہاں رہنے لگا اور مرتے وقت اپنے والد سے اسے پاس چھ روپیہ امانت چھوڑ گیا، امانت رکھنے والے کے والد اور دو بھائی موجود ہیں۔ والد سے اسے پتہ ہے کہ میرا لڑکا تمہارے پاس مبلغ تیس روپے نقد چھوڑ کر مر رہا ہے اور یہ روپیہ میرے حوالہ رہا، جس سے اس امانت رتی تھی وہ روپیہ دینے سے انکار کرتے ہیں، کیونکہ اقرار کریں تو تیس روپے دینے پڑیں گے۔ اگر امانت رکھنے والا مبلغ چھ روپے سے پوشیدہ کسی مدرسہ کے اسباب میں نکال دیں تو اس کے ذمہ سے ساقط ہوگا یا نہیں، اگر یہ روپیہ مدرسہ میں دینے سے ادا نہ ہو تو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس چھ روپے کا مدرسہ میں دینا یا اور کسی کام میں خرچ کرنا جائز نہیں، بلکہ مرنے والے کے ورثہ کو دینا ضروری ہے (۲)، اگر وہ تیس روپے کا دعویٰ کرے تو ثبوت پیش کرے، بغیر ثبوت کے تیس روپیہ کا دعویٰ شرعاً معتبر نہیں اور نہ اس کے ذمہ دینا ضروری ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

(۱) جن کی چونکہ نصیب میں اس لئے ذمہ کی افروض کی مدد سے جو ان میں نصیب تھا مگر ان کے مستحق ہیں

”العصۃ من یا أحد جمیع المال عند انفرادہ وما أنقته الفرائض عند وجود من له العرص“

(تبیین الحقائق: ۴/۸۵، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۴۴، کتاب الفرائض، باب العصبۃ، رشیدیہ)

(۲) قال اللہ تعالیٰ ۵: ان الله یأمرکم ان تؤدوا الامانات الیٰ ہئنا (سورۃ النساء: ۵۸)

”لا یحوز لأحد ان یصرف فی ملک غیرہ ولا یدہ أو وکلۃ مہ أو ولایۃ علیہ، وإن فعل کان

ضاماً“ (شرح المحلۃ لسلیم وسمہ: ۱/۶۱، رقم المادۃ ۹۶)، المسئلۃ الثانیۃ فی مسائل الفرائض

الفقیہیہ، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(۳) ”عن عمرو بن شعیب عن أبیہ عن حدیث رسول اللہ تعالیٰ عہ أن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال

فی حوضہ ”الیسۃ علی المدعی، والیمن علی المدعی علیہ“ (جامع الترمذی: ۱/۲۴۹، ابواب -

حریر: اجدید، نگہ بنی ثنی منہ، مدرسہ علوم سہارنپور، ۲۰/۱۱/۶۰ھ۔

امریقہ میں، اندیشہ ہے تو اس صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اتنی رقم ان کو کسی طرح دے دی جائے، اطراف کی ضرورت نہیں ہے (۱)۔ باقی جوابات صحیح ہیں۔

سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۱۱/۶۰ھ۔

میت کا مہر بیوی کے سامنے رکھنے سے ادا ہو گیا

سب ان [۹۷۰۰]۔ قمر الدین کے یہاں ایک لڑکا، دوسری لڑکی تھی، لڑکی کی شادی کرنے کے بعد سامان بچہ، میر نصرت کیا۔ محمد عمر کی شادی قمر الدین نے کی، لیکن بچپن میں ہی عمر کی بیوی کا انتقال ہوا۔ قمر الدین کے انتقال کے بعد محمد عمر کا نکاح ماموں صاحب نے کیا، اس بیوی کے دو بچے پیدا ہوئے، لڑکی کا انتقال ہو گیا، لڑکا حیات کے ساتھ رہا۔ اس کے بعد محمد عمر کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد اس کی پھوپھی مع سامان کے مرے اصفہان لائے۔ عمر کے پڑپڑنے پر اپنی پوتی سے نکاح کر دیا اور پانچ چار سال لڑکی نکاح میں رہی، اس کے بعد اس کے باپ نے چار قسمت یا انعامات لگا کر لڑکی کو آزاد یا طلاق حاصل کر لی ہے، لیکن بیوی کی زبانی معلوم ہوا کہ وہ زندہ تھی ورنہ سامنے رحمت و رزق نے بخوشی واپس لوٹا کر معاف کر دیا۔

اور اب با سامان و کائنات کا معاملہ یہ ہے کہ قمر الدین اور فرزند محمد عمر کی یہ میراث تھی، لیکن حیات اصفہان کو چھوٹھی صاحبہ تمام سامان کھر کالے، اپنے سسرال چلی گئی اور مکان مسجد کو دیدیا، جب کہ اصفہان جوان ہو گیا تھا اور اس شادی پر یہ میراث سب تم بھی اپنا حق دو۔ اب مکان میں اور سامان میں وہ حقدار ہے یا نہیں؟ اگر حقدار

۱۔ لا حکم، باب فی ناسیۃ علی المدعی، سعید

۲۔ (۱)۔ سابقہ میں، ناسیۃ، کتاب الفرائض

بیوی ترکہ والا ہے سمعہ و قریصا، حار فی الاصح، لأن العبرة للقلب لا للسنن

(الدر المختار: ۶/۷۳۳، کتاب الحشی، مسائل شتی، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکبریۃ: ۱/۱۷۱، کتاب الزکاة، الباب الاول، رشیدیہ)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الزکاة: ۲/۳۷۰، رشیدیہ)

ہے تو وہ اپنا سامان چھوڑ بھی سکتا ہے اور مکان بھی لے سکتا ہے؟ آیا چھوڑ بھی کو بھی چھوڑتا ہے یا نہیں؟
اگر یہو نچے تو اس کا طریقہ تقسیم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب شوہر نے مہر کا روپیہ ادا کرنے کے لئے بیوی کے سامنے رکھ دیا اور بیوی نے خوشی وہ روپیہ شوہر کو دیدیا اور دونوں اس کا اقرار ہے تو مہر ادا ہو گیا (۱)۔ قمر الدین کے انتقال پر لڑکی اور لڑکا محمد عمر دونوں وارث ہیں۔ لڑکی کا اہل حنفیہ کے محمد عمر کا دوہا حصہ ہے (۲)۔ محمد عمر کے انتقال پر اسی شرح کے ساتھ لڑکا (عمر) اور لڑکی دونوں وارث ہیں۔ چھوڑ بھی تو قمر الدین کے ترکہ سے چھوڑ نہیں لے گا وہ اس میں حقدار نہیں (۳) اگرچہ اپنے والد کے ترکہ میں حقدار ہے۔ چھوڑ بھی صاحبہ نے بچہ کی پرورش کی بہت اچھا کیا، ان کو اجر ملے گا، لیکن قمر الدین اور محمد عمر کی متروکہ جائیداد، روپیہ، مکان، سامان کی چیز میں بھی ان کو تصرف، کا نہ کرنے کا حق نہیں (۴)۔

(۱) "للمرأة أن تهب ماله لزوجها من صدق و ليس لأحد من أولائها أب ولا غيره إلا عتر ص

عليها". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۳۱۶/۱، کتاب النکاح، باب المهر، رشیدیہ)

'تحلیۃ رفع الموبع بان یصع المال من یدی المولی بحیث لو مذبذبه أحدہ، فحیث یحکم

القاصی بآیہ قصہ، وکذا فی ثمن المبع ویدل الإحارۃ' (رد المحتار، کتاب العتق، باب العتق علی

جعل بالضم ویفتح، المال: ۶۷۶/۳، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۴۳۴/۴، کتاب العتق، باب العتق علی جعل، رشیدیہ)

(۲) قال الله تعالى: "یو صبکم لله فی اولادکم للذکر مثل حظ الانسی" (سورة النساء: ۱۱)

(۳) "منع ربک بامیتک و... جو موتو" انت "یعنی میت کی بن و پڑھ بھی نہیں لے گا

"و یسقط من الاعیان و هم الإحوة لأویس بالان واسه و بالان و فی الحد خلاف" ، الفتاویٰ

العالمکیریة: ۴۵۳/۶، کتاب الفرائض، الباب الرابع فی الحجب، رشیدیہ)

(۴) قال الله تعالى: "ولا تکتوا أموالکم بیکم بالظلم" (سورة البقرة: ۱۸۸)

"عن أنس بن حذافہ الرقاشی عن عمه رضى الله تعالى عنه قال رسول الله صلى الله تعالى عليه

وسلم: "لا تظلموا، إلا لا یحل من امریء إلا بظن نفس مہ" (مشکوۃ المصابیح ص ۲۵۵،

کتاب البیوع، باب الغصب والعاریة، الفصل الثانی، قدیمی)

محض ن کے مکان مسجد میں دینے سے وہ مکان مسجد کا نہیں ہوا (۱)، ہاں! اگر اصغر نے بالغ ہونے کے بعد، خوش مسجد میں دیا ہے تو وہ مسجد کا ہو گیا۔

اصغر و پورا حق حاصل ہے کہ اپنے باپ دادا کا پورا سامان پھوپھی صاحبہ سے واپس لے لے، مگر چونکہ پھوپھی صاحبہ نے اس کی پرورش کی شادی کی، اس لئے ان کے احسان و فراموش نہیں کرتا چاہیئے، ان کے ساتھ ہمیشہ ہمدردی سے پیش آئے وراپنی محنت کے موافق مالی خدمت بھی کرتا رہے، ویسے بھی پھوپھی صاحبہ کا رشتہ ایسا ہے کہ ان کی خدمت کرتے رہنا چاہیئے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۷/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۷/۸۹ھ۔



”لا يجوز لأحد أن ينصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية عليه، وإن فعل، كان صاماً“ (شرح المحلة لسليم رستم، ج ۱، ۶۱، (رقم المادة ۹۶)، المقالة الثانية في بيان القواعد الفقهية، مكنه حقه كوئنه)

(۱) ”ومن شرائطه (أي شرائط الوقف) الملك وقت الوقف حتى لو عصب أرضاً، فوقفها، ثم ملكها، لا يكون وقفاً“ (مجمع الأئمة: ۵۶۷/۲، كتاب الوقف، غفاريه كوئنه)

”رحل وقف أرضاً لرحل آخر في بر سماء، ثم ملك الأرض، لم يحز، وإن أحرار المالك، جاز عبدنا“ (الفتاوى العالمگیریہ: ۳۵۳/۲، كتاب الوقف، الباب الأول، رشیدیہ)

(۲) قال الله تبارك وتعالى: ”إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ، وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ“ (سورة البقرہ: ۱۷۷)

عمر ابن عبد ربیع رحمہ اللہ عیما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ”إن من أسوأ لرسول الله الرحل أهل وذابہ بعد ان یولی مشکوة المصابیح، ص ۴۱۹، کتاب الأدب، باب البر والصلة، الفصل الأول، قدیمی)

زوی ابو یعلیٰ فی مسندہ داس حار فی صحیحہ ”من أحب أن یصل أباه فی قبره، فیلصل إخوانه من بعده“ مرفوع المصابیح شرح مشکوة لمصابیح ۶۵۶، کتاب الأدب، باب البر والصلة، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۴۹۱۷)، رشیدیہ)

الفصل الثالث فی وصیۃ المیت وإقرارہ (میت کی وصیت اور اقرار کا بیان)

وصیت بحالت سکران

سوال [۱۰۱-۹]: زید کے تین فرزند ہیں ۱- رسول خان جو کہ انتقال کر چکے ہیں ۲- محمد خان۔
۳- سکندر خان، یہ دونوں زندہ ہیں۔ ان بھائیوں کے درمیان اپنے والد کا ایک مکان ہے، اس مکان میں مرحوم رسول خان کی زوجہ رہتی تھی۔ رسول خان کی کوئی اولہ نہیں تھی۔ مرحوم رسول خان کی زوجہ کے انتقال کے وقت سکندر خان نے مذکورہ مکان اپنی دختر مسماۃ عابدہ بی بی کے جبکہ ان کی شادی نہیں ہوئی تھی وصیت نامہ اس کے نام ایک دوسری جگہ اپنی مرضی سے کرایا، گل صاحبہ بی بی زوجہ رسول خان اس وقت حالت سکران میں تھی اور ان کی لاشی میں ان کے بانیں ہاتھ کے انگوٹھے کا نشان کرایا، اور یہ وصیت نامہ جبکہ عابدہ بی بی کی شادی ہو گئی تب ان کے ہاتھ میں چلا گیا۔ اب عابدہ بی بی مذکورہ مکان کو بیٹھا چاہتی ہے۔

عابدہ بی بی کی والدہ کے بعد سکندر خان نے دوسری شادی کی ہے، زوجہ ثانی کے حسن سے تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں اور محمد خان کے تین لڑکے اور ایک لڑکی ہے، یہ مکان صرف عابدہ بی بی کو ملے گا یا سب کا حصہ ہوگا، اگر سب کا حصہ ہوگا تو کتنا حصہ ملے گا؟ کیا حالت سکران میں جو انگوٹھا کا نشان کرایا یہ قبل قبول ہوگا یا نہیں، اور نشان لینے والا گنہگار ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سکرات اور لاعلمی کی حالت میں نشان انگوٹھا لگانے سے ملکیت کا دعویٰ کرنا شرعاً غلط ہے (۱)، یہ تدبیر

(۱) "یلزم فی الہیۃ رضا الواجب، فلا تصح الہیۃ الی وقعت بالجبر ولا کراه" (شرح المحمۃ نسیم

ہستم: ۱/۴۷۲، (رقم المادۃ: ۸۵۹)، کتاب الہیۃ، حنفیہ کوئٹہ)

(و کذا فی الفتویٰ العلمیۃ ۶/۱۰۹، کتاب الوصایا، الباب الرابع، فصل فی اعتبار حالۃ الوصیۃ، رشیدیہ)

وارث کے لئے وصیت

سوال [۹۰۲-۹۰۳]: اگر وہی شخص کسی متقی، عابد و زائدی وصیت و مسلک و طریقہ عمل کے خلاف ورثہ وغیرہ میں دست تصرف و راز کرنے تو خائن و غاصب کہلائے گا کہ نہیں؟ اور اس وصیت کے مطابق ورثہ میں حقدار کو حق نہ ملنے پر حق تلفی ہوگی کہ نہیں؟ اور ایسا شخص غاصب کہلائے گا کہ نہیں؟ اور اس کے اس فعل سے موصی کو روحی تکلیف ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مستحق کو اس کا حق نہ دینا اس پر خود بجا قبضہ و تصرف کرنا غصب ہے (۱)، موصی کو شرعی وصیت کے بعد اس کے خلاف کرنے سے موصی کو روحی اذیت کا مظنہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۳/۹۱ھ۔

= وهو الروحانية، والولاية (الفتاویٰ العالمیة ۶: ۶۴، کتاب الفرائض، الباب الأول فی تعریفها وفيما يتعلق بالتركة، رشیدیہ)

(وکذا فی الدرالمختار: ۶/۷۶۲، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی الاختیار لمعدیل المختار ۲: ۵۵۵، کتاب الفرائض، مکتبہ حقایقہ پشاور)

(۱) قال الله تبارک ونعالي: "ولا تأکلوا أموالکم بکم بالباطل" (سورة البقرة ۱۸۸)

"عن ابي حرة الرقاشي عن عمار رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
"الا لا تظلموا، الا لا يحل مال مري الا بطيب نفس منه" (مشکوٰۃ المصابيح ۱: ۲۵۵، کتاب
اليروع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، قديمی)

"لا يجوز لأحد ان يتصرف في ملك غيره بلا إذنه" و ان فعل كان صاماً ليس
لأحد ان يأخذ مال غيره بلا سب شرعي، وان أحده، وحب عليه بذه (شرح المحنة ۱: ۶۱، ۶۲،
(رقم المادة: ۹۶، ۹۷)، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(وکذا فی الأشبه و لفظان، کتاب العصب، الفن الثاني، الفوائد ۲: ۳۳۳، (رقم القاعدة ۱۷۱۳)،
إدارة القرآن کراچی)

(وکذا فی ردالمحتار: ۳/۶۱، کتاب العصب، سعید)

وصیت بحق وارث

سوال [۵۰۲]۔ ایک شخص نے اپنے مال کا نصف اپنے بیوی کو دیا تھا، جو چھ ماہ کے پاس روپیہ تھا وہ ان کی ذاتی کمائی کا تھا۔ اس نے اپنے بیوی سے رتی تعلق نہیں، جب ان کی طبیعت خراب ہوئی تو جس کے پاس روپیہ امانت تھا ان کو بدتر کہا کہ میرا تمام روپیہ صرف میری بیوی کو دیا جائے، وہی مالک ہے۔ کیا یہ ہدایت حاجی نھو کی شرع کے مطابق ہے؟ ترکہ ۸۰۰ روپیہ ہے۔

۲۔ حاجی نھو کے بعد ان کی بیوی مالک بن گئی اور اپنی زندگی میں وہ کل مال خرچ کرتی رہی، جب حاجی نھو کی بیوی بیمار ہوئی تو کوئی پرسان حال نہ رہا، صرف حاجی نھو کی بہن کی لڑکی شہنازی نے خدمت کی، بیماری میں انھوں نے کہا کہ میرا کل روپیہ زیور وغیرہ سب شہنازی کو دے دیا جائے، پھر ان کا بھی انتقال ہو گیا۔ ان کا انتقال ہوتے ہی حاجی نھو کے بھائی اور حاجی نھو کی بیوی کے بھائی کاڑ کا حقدار بن کر سامنے آ گئے کہ ہم بھی وارث ہیں۔

بہر حال ان سب نے مل کر ایک تحریر لکھ دی کہ اگر ہمارا حق شرعاً ملتا ہے تو ہم مسجد شیخ ہادیون میں وقف کرتے ہیں۔ یہ تحریر حاجی نھو کی بیوی کے بھائی کا لڑکا اور شہنازی نے مل کر لکھ دی ہے۔ حاجی نھو کے بھائی نقد روپیہ ۵۰۰ طلب کرتے ہیں کہ ہمارا حصہ ہم کو دے دو، ہم ایصالِ ثواب کریں گے۔ اس مسئلہ شرعی صمدیہ ہے فقط۔ اس تحریر سے مال وقف ہوایا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ بیوی شرعی وارث ہے، ارثیت کا حکم یہ ہے کہ شرعی وارث کے لئے جو وصیت کی جائے وہ اس وقت معتبر ہوتی ہے کہ وہ سب سے وراثت بھی اجازت دیدیں، ورنہ وہ معتبر نہیں ہوتی (۱)۔ پس اگر حاجی نھو کے بھائی

(۱) "عن یونس بن راشد عن عطاء عن عکرمۃ عن اس عمار بن عاصی عن علی بن ابی طالب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال "لا تحور وصیۃ لوارث الا ان تشاء لورثہ" قال اس قتاد فی کتابہ وبونس بن راشد قصی حوران، قال ابو درعۃ لانس بن وقاص الحارثی کان مریضاً، وکان الحدیث عنہ حسن" (مصباح الراية للربیع ۴۰۶، کتاب الوصایا، رد المحتار للحدیث ۱۰۷۰ مؤسسۃ الریان بیروت لسان)

(۲) "ولا لوارثہ وقتلہ مباشرة، لا تسب کما مر الا باحارۃ ورثتہ" لقولہ عبد السلام "لا وصیۃ -

نے بھی اس وصیت کی اجازت دی ہے تو جتنی تھوکی کل رقم مرگن ترکہ میں بیوی کا حصہ ہے، اجازت نہیں دی تو بیوی صرف یہ پوتہ ہی ترکہ کی حقدار ہے (۱) اور بقیہ تین بھائی ہیں (۲)۔ مثلاً اگر کل ترکہ ۱۰۰ ہے تو بیوی کو بعد ازاں مہر و نیکہ اس میں سے ۲۰۰ ملے گا اور بقیہ ۱۰۰ بھائی کا ہے، دوسرے بھائی کی اور اس میں حقدار نہیں (۳)۔

۲..... حاجی تھوکی بیوی مرحومہ کو اپنے کل مال کی وصیت کا حق نہیں، صرف ایک تہائی کی وصیت کا حق ہے (۴)۔ پس ایک تہائی ترکہ تو حسب وصیت شہزادہ کو دیا جائے، بقیہ مرحومہ کے بھائی کے لئے ہے، بشرطیکہ

”لورث لائن یحیوہ لورثہ یعنی عد و حود و ارت حر کما یفسدہ آخر لحدیت“ (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۶/۶۵۵، ۶۵۶، کتاب الوصایا، سعید)

(۱) ”فإن الله تبارک وتعالى“ وللهن الربع مما نرکن من لکم یکن لکم ولده، سورة النساء (۱۲)

(۲) بھائی عصبہ ہے اور ذوی الفروض کے بعد عصبہ کل مال کا مستحق ہوگا

”قال رحمه الله (ثم لآل لآل واه، ثم الأخ لآل، ثم اس الأخ لآل واه، ثم اس لآل لآل واما قدموا على الاعداء لأن الله تعالى جعل الإرث في الكلالة للإخوة عدو الولد والولد“ (تبیین الحقائق، کتاب الفرائض: ۷/۴۸۶، دارالکتب العلمیہ بیروت)

”نعصه من باحد جميع السائل عدو شراده وما يشه لغرض عدو حود من له الفرض المقدّر“، (تبیین الحقائق: ۷/۴۸۵، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۳) بیوی کے بھائی کی اولاد شرعاً وارث نہیں ہے، اس لئے مستحق میراث نہیں

”ويستحق الإرث باحدى حصان ثلاث بالنسب وهو القرابة، والنسب وهو الروحانية، والولاء“، (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۴۴۷، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(و کذا فی الدرالمختار: ۶/۷۶۲، کتاب الفرائض، سعید)

(۴) ”وکونه عروارث وقت الموت“ (الدرالمختار) وقال العلامة اس عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ ”وقت الموت“ ای لا وقت الوصیۃ، حتی لو أوصی لأخيه وهو وارث ثم ولد له اس، صحب الوصیۃ للاح ولو أوصی لأخيه وله اس ثم مات الاس قبل موت الوصی، بطلت الوصیۃ“ (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الفرائض: ۶/۶۴۹، سعید)

اس سے قریب تر کوئی اور وارث نہ ہو (۱)۔ حاجی نتوئے بھائی و س ترکہ سے چند نہیں ملے گا (۲)، جو کچھ ان سب نے، مدہ نیا ہے س کو پورا کرنا چاہیے (۳)۔

شہنازی نے جو خدمت مرحومہ کی ہے، حق تعالیٰ کے یہاں اس کی بڑی قدر ہے، اس کو چاہیے کہ مرحومہ کے ترکہ کو اس خدمت کا معاوضہ نہ سمجھے، مرحومہ کے بھائی سے بڑے نے اس خدمت نہیں کی تو بہت بڑی حق تلفی کی (۴)، لیکن اس حق تلفی کی وجہ سے وہ شرعی میراث سے محروم نہیں ہوگا (۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غنی عنہ، مدرسہ دارالعلوم دیوبند، ۸/۱۱/۸۵ھ۔

وارث کے حق میں وصیت

سوال [۹۷۰۴]: مسماۃ ہندہ کے زوج کا انتقال ہوا، اس کے والد نے دوسری جگہ نکاح ثانی مسمیٰ

(۱) چونکہ مرحومہ کے بھائی کا بیٹا یعنی ابن الاح عصیبہ ہے اور عصیبہ ذوی الفروض کے نہ ہونے کی صورت میں کل مال کا مستحق ہوتا ہے (کما تقدم، فلیراجع، ص: ۱۸۵، رقم الحاشیة: ۲)

(۲) شوہر کا بھائی مرحومہ کا وارث نہیں ہے (کما تقدم، فلیراجع، ص: ۱۸۵، رقم الحاشیة: ۳)

(۳) قال الله تبارک وتعالیٰ "وأولوا بالعید ابن العبد کن مسلولاً" (سورة الاسراء: ۳۴)

(۴) "عن عائشة رضى الله تعالى عنها قلت. قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "الرحم معلقة بالعرش تقول. من وصى الله، ومن قطعى قطعه الله" متفق عليه" (مشکوٰۃ المصابیح ۲/۴۱۹ کتاب الأدب، باب البر والصلة، الفصل الأول، قدیمی)

"الرحم" قال السيوطی "أى رحم الأقارب كمن وصى" "ومن قطعى"

والقطع عبارة عن الغصب عليه والإعراض عنه" (مروۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح

۸/۶۵۸، (رقم الحديث: ۴۹۲۱)، کتاب الأدب، باب البر والصلة، الفصل الأول، رشیدیہ)

(۵) یہ شہنازی متعین من جانب اللہ ہے، حق تعالیٰ سے ساقط نہیں ہوتا

"الإرث حرثی لا یسقط بالإسقاط"، تکملة رد المحتار ۵۰۵، کتاب الدعوی، مطلب

واقعة الفتوى، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۷/۴۷۱، کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(وکذا فی مجمع الأنهر: ۴/۴۹۴، کتاب الفرائض، غفرایہ کوئٹہ)

زید سے کر دیا، بعد اس کے ہندو کے پاس ہوا اتفاق ہو گیا۔ ہندو وفاق شرع نہ کر سکا۔ باپ سے کہن کر لی پہنچ ہندو کے زوجہ ثانی نے جو اس کا منہ بن بڑھی کا چھوڑ دیا ورنہ رانی اپنی مراد پر ایگر گزریات کرتے رہے، مرمت کرانی نواب خود اتر رہا، اس کی آمدنی سے جدید رانی کی آمدنی کی آمدنی سے شہہ ثانی نے پتھر روپیہ جمع کر کے باطلات زوجہ ثانیہ نے اپنی بنت جو زوجہ اولیٰ سے تھی، پتھر میں خرید کر اس سے نہ مروی اور جمع شدہ باقی کسی شخص کے پاس امانت رکھ دیا۔

اتفاق سے یہ رہا ہو گیا، حالت یہ رہی میں جس کے پاس روپیہ راجا تھا اس نے کہا کہ اپنا روپیہ لے لو، اس نے کہا کہ اگر میں مر جاؤ تو یہ روپیہ میری بنت جو زوجہ اولیٰ سے ہے اس کو دینا۔ اس نے یہ کہا کہ تم جس کو چاہو اپنے سامنے دیدو۔ دینے کی نوبت نہیں آئی تھی کہ زید کا اتفاق ہو گیا، ہندو کا زید سے جس وقت نکاح ثانی ہوا تھا اس کے پاس اس وقت کوئی ترکہ ذاتی یا پدری نہیں تھا، نہ ف مزدوری پر نہ رتھا، مرتے وقت بھی کوئی ترکہ نہیں چھوڑا، سوائے زوجہ ثانیہ کے مال کے، اور جو اس میں اضافہ ہوا ہے وہ ان کے مال سے ہوا ہے، البتہ محنت اور مزدوری سے اور اس نے کی ہے، ایسا ہی زوجہ ثانیہ کا نان و نفقہ اس کے ذمہ تھا۔ ایسی صورت میں ترکہ زید کے وارث کو پہنچتا ہے کہ نہیں اور وصیت شرعاً جاری ہوگی یا نہیں؟ بیسوا تو حروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کے انتقال کے وقت جو چھ زید کی ملکیت میں تھا، وہ اس کے ورثہ، بقدر حصص شریعہ پہنچے گا (۱) اور لڑکی بھی چونکہ وارثہ ہے اس سے اس کو میراث ملے گی، وصیت اس کے حق میں جائز نہ ہوگی، ہاں اگر دوسرے ورثہ، بڑے یعنی باغ ہوں اور وہ اس وصیت کی اجازت دے دیں تو وصیت جاری ہو سکتی ہے (۲)۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى "بدا من تركه الميب" (الدر المختار) وقال ابن عابدین رحمه الله تعالى "التركة في الاصطلاح ما تركه الميت من الأموال صافياً عن تعلق حق الغير بعين من الأموال" (رد المختار: ۶/۷۵۹، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في تبیین الحقائق: ۷/۴۷۱، كتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بيروت)

۲، "ولا تحور (ای الوصية) بما زاد على الثلث إلا أن يحصر الورثة، بعد موته وهم كبار ولا تحور الوصية بوارث إلا أن يحصر الورثة" (الفتاوى العالمگیریہ: ۶/۹۰، كتاب الوصایا، رشیدیہ،

جو ماں زوجہ ثانیہ کا تھا اگر زوجہ ثانیہ نے وہ مال بیکر کر زید کا اس پر باقاعدہ قبضہ نہیں لیا تھا تو وہ

زوجہ ثانیہ کی ملک ہے (۱)، اس کو زید کا ترکہ تصور کر کے زید کے ورثاء میں تقسیم نہیں کیا جائے گا

”لا وصہ سوارث إلا أن يحیزها الورثة یعنی عند وجود وارث آخر، اھ“۔ رد المحتار:

۵/۵۷۵ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ ہذا، ۱۱/۸/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

چچا زاد اور پھوپھی زاد میں تقسیم ترکہ اور وصیت

سوال [۹۷۰۵]: عبد الجبار خان نے انتقال کیا، ترکہ میں بڑی جائیداد و مکانات چھوڑے۔ ورثاء

میں ذوی الفروض کوئی نہیں، صرف چچا زاد اور پھوپھی زاد بھائی ہیں، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

مرحوم کے چچا زاد بھائی ہیں اور چچوپھی زاد بھائی ہیں، چچا زاد بہنوں میں کس طرح تقسیم ہوگا؟ نیز عبد

الجبار خان مرحوم چونکہ، ولد تھے، ان کی بیوی بھی آتش یار رہتی تھی، اس سے موجودہ ذوی الارحام نے ان کی بھر

پور خدمت کی، انھوں نے کچھ مطالبات بھی پیش کئے ہیں، مرحوم نے ان سے کچھ دینے اور مدد کرنے کا تذکرہ بھی

کیا تھا اور اپنی حیات میں ان کی مدد کرتے تھے اور آئندہ بھی مدد کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ اندریں صورت کیا

ذوی الارحام کو ترکہ سے حاصل سکتا ہے؟

نسبت: موجودہ ورثاء کا کیسے مسئلہ ہوگا؟ دریافت طلب یہ ہے کہ موجودہ ورثاء اپنی رضامندی سے

تقسیم ترکہ کا معاملہ کسی کمیٹی کے سپرد کریں اور کمیٹی کو اختیار دیں، اپنی صوابدید کے مطابق یہ کمیٹی ترکہ کی تقسیم اس

طرح کرے کہ ترکہ سے ذوی الارحام و ان کی خدمات کا صلہ مل جائے، یا دینی مدرسہ میں کمیٹی ترکہ کچھ دیدے

جس مدرسہ کی مرحوم نے مدد کی ہو۔ کیا کمیٹی کو یہ اختیار ہے؟

(۱) ”بیمک الموهوب له الموهوب بالفرض، ولقص شرط لتبوت المک“ (شرح المحمۃ

۴/۱، (رقم المادة: ۸۶۱)، کتاب الہیۃ، الباب الثالث، مکتبہ حنفیۃ کوئٹہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۵/۶۹۰، کتاب الہیۃ، سعید)

(۲) (الدر المختار: ۶/۶۵۶، کتاب الوصایا، سعید)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مرحوم کے ذمہ کوئی قرض ہو تو اول اس کو ادا کیا جاوے، پھر اگر کوئی وصیت کی ہو ذوی الارحام کے لئے یا مدرسہ وغیرہ کے لئے تو ایک تہائی ترکہ سے اس کو پورا کیا جاوے (۱)، پھر جو کچھ بچے وہ صرف دو چچا زاد بھی وئیں کو نصف نصف دیدیا جاوے (۲)، چچا زاد بہنوں اور پھوپھیوں کی اولاد (یعنی مذکورہ سب کی اولاد) کو اس ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا۔

ذوی الارحام نے جو خدمت کی اس کا اجر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخرت میں ملے گا (۳)، اس کے عوض دنیا میں میراث میں حصہ نہیں۔ مرحوم نے جو کچھ جس جس کو دینے اور مدد کرنے کا ارادہ کیا تھا، اب اس ارادہ کو وراثت سے پورا کرنے کا حکم نہیں (۴)۔ حصہ مساوی جب دونوں چچا زاد بھی یوں کو ان کا حصہ مل

(۱) "تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة الأول يبدأ بتكفیه وتجهیزه من غیر تذيیر ولا تنقیص، ثم تقصى ديونه من جميع ما بقى من ماله، ثم تعد وصاياه من ثلث ما بقى بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته"، (السراجی فی الميراث، ص: ۲، ۳، سعید)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض: ۶/۵۹، ۷۱، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الفرائض، الباب الأول فی تعريفها وفيما يتعلق بالتركة ۶/۴۳، رشیدیہ)

(۲) "العصبة من یاخذ جميع المال عند انفرادہ، وما أنقته الفرائض عند وجود من له الفرص المقدر" (تبیین الحقائق: ۴/۴۸۵ کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیہ بیروت)

"وإما يرث ذوو الأرحام إذا لم يكن أحد من أصحاب الفرائض ممن يرث عليه ولم يكن عصبة" (الفتاویٰ العالمگیریہ ۶/۴۵۹، کتاب الفرائض، الباب العاشر فی ذوی الأرحام، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار ۶/۹۱، کتاب الفرائض، باب توريث ذوی الأرحام، سعید)

(۳) قال الله تبارک وتعالى: ﴿إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ شَيْءٌ مِنْهُ فَالْيَتَامَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْيَتَامَىٰ﴾ (سورة التوبة ۱۲۰)

(۴) مرنے کے بعد مال، جائیداد سب ورثاء کی طرف منتقل ہو جائے گا اور میت کی ملک نہ رہے گا، تو میت کے صرف دینے کے ارادہ سے وہ مستحق نہیں ہوئے، الا یہ کہ وصیت کی ہو تو وہ ثلث میں جاری ہوگی، یا ورثاء از خود تبرعاً مرحوم کے ارادے کی تکمیل کریں۔

"والإرث في الشرع انتقال مال الغير إلى الغير على سبيل الحلافة" (الفتاویٰ العالمگیریہ -

جائے، پھر وہ مرحوم کی نیت پوری کرنے اور مرحوم کے ذوی الارحام نے ساتھ خیر خواہی کرنے اور مرحوم کو ثواب پہنچانے کے لئے اپنی صوابدید کے مطابق جتنا بھی دیں گے، اس سے ان کو بھی ثواب ہوگا اور ذوی الارحام کی بھی خیر خواہی ہوگی، اور مدرسہ کی بھی مدد ہوگی، جس سے مرحوم کو بھی اجر و ثواب ملے گا (۱)۔

کسی یمینی یا انجمن کے حوالہ آ کر اس تقسیم کو کیا جائے تو وہ بھی بطریقہ مذکورہ پر تقسیم کر دے، کثیث وراثت نہ ذوی الارحام کو دے نہ مدرسہ کو دے، دونوں وارثوں کو برابر دیدے (۲)، پھر وہ دونوں اپنے اپنے حصہ میں اپنی رائے کے مطابق تصرف کریں، جس جس کو جتنا چاہیں دیدیں (۳)۔ فقیر و مفسر نے یہی تصریح فرمائی۔
حررہ عبدالموہبی عنہ، دارالمعجم دیوبند، ۲۲/۴/۹۰ھ۔

لڑکی کے حق میں وصیت

سوال [۱۹۷۰]: مجھ کو ایک مساکینہ مبلغ ۵۰ نقد اور کچھ سونے چاندی کی چیزیں بطور امانت دی اور یہ وصیت کی کہ اس میں سے میری چھوٹی بیٹی کے لئے کاف اور باقیوں میں زیور بنوادیں اور باقی سب لڑکے کو

= ۶/۷۴، کتاب الفرائض، (رشیدیہ)

(۱) "الأصل أن كل من أتى بعبادة ما، له جعل ثوابها لغيره وإن بواها بعد الفعل لمسه لظاهر الأدل" (الدرالمختار)، وقال ابن عابدس رحمه الله تعالى "أي سواء كتب صلاة، وصوما، وصدقة، أو فراءة، أو ذكرًا أو طوافًا، أو حجابًا، أو عمرة، أو غير ذلك وجميع أنواع البر" (ردالمحتار على الدرالمختار ۲/۵۹۵، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، مطلب في إهداء ثواب الأعمال للغير، سعيد)

(وكذا في تيسير الحقائق ۲/۴۱۹، ۴۲۰، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، درالكتب العلمية، بيروت)

۲، "ثم بقسمه لبقی بعد ذلك بس ورتبه ی النبی ثب برئهم بالکتاب أو السنة أو الإجماع" (الدرالمختار: ۶/۷۶۱، ۷۶۲، کتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في السراجی، ص: ۳، سعيد)

۳، "وكل واحد منهم یتصرف فی حصته کما یشاء" (شرح لمحله ۲۶۳، رقم المسألة ۱۱۶۲)، کتاب الشریعة، الفصل الثامن، مکتبه حنفیہ کوفہ،

دیدینا۔ اس پر میں نے یہ دریافت کیا کہ دوسری لڑکیوں کو بھی دیا جائے یا نہیں جو کہ شادی شدہ ہیں، اس نے کہا کہ میں سب کو دے چکی، ان کی شادی مکرومی، صرف ان ہی کو دینا ہے جن کا میں ذکر کرتی ہوں۔

اس کے کچھ دن بعد وہ مسماۃ فوت ہوئی اور عرصہ ایک دو ماہ بعد چونکہ سونا تراں ہو گیا تھا، میں نے ان کو فروخت کر دیا تاکہ ان کا زیادہ نفع ہو جائے، صرف اس غرض سے میں نے اس چیز کو فروخت کر دیا۔ اب میرے پاس ان کی کل رقم ۴۳۴/ روپے کی ہے۔

بہذا اتمن ہے کہ آپ مجھ کو مطابق حکم خداوندی آگاہ کر دیجئے، تاکہ میں اس کے مطابق ادا کروں، تاکہ میرے ذمہ کوئی معاوضہ نہ رہے۔

فوت: اس عورت کی کل تین لڑکیاں اور ایک لڑکا ہے۔

محمد ابراہیم بقلم خود، بازار نخی سہارنپور، مورخہ ۴/ جنوری/ ۱۹۳۷ء۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

لڑکی شرعاً وارث ہوتی ہے اور وارث کے لئے شرعاً وصیت ناجائز ہے (۱)، البتہ اگر دوسرے سب وارث اجازت دیدیں اور وہ بڑے یعنی بالغ ہوں تو وصیت درست ہو سکتی ہے، ورنہ مثل دوسرے ترکہ کے اس میں بھی وراثت جاری ہوگی، کذا فی الشامی، ص: ۵۷۵ (۲)۔

(۱) "عن یوس بن راشد، عن عطاء عن عکرمہ، عن اس عباس رضى الله تعالى عنهما ان السی صبی الله تعالى علیه وسلم قال: "لا تحور وصیة لوارث إلا ان تشاء الورثة" قال اس قطان فی کتابہ وبوس بن راشد قاصی حرا، قال أبو زرعة لا ناس به، وقال البخاری کان مرحماً، وكان الحدیث عندہ حسن" (نصب الراية للربيعی ۴/ ۴۰۴، کتاب الوصایا، (رقم الحدیث ۸۰۷۰)، مکتبہ مؤسسہ لبنان بیروت، لبنان)

"عن اسی امامة الیہی رضى الله تعالى عنه قال سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول فی حطمة عام حجة الوداع "ان الله تبارک وتعالى قد أعطی کل دی حق حقه، فلا وصیة لوارث" (جامع الترمذی، أبواب الوصایا، باب ماجاء لا وصیة لوارث: ۳۴/۲، معید)

(وسنن أبی داؤد، کتاب الوصایا، باب ماجاء فی الوصیة للوارث: ۴۰/۲، إمدادید ملتان)

(۲) "ولا لوارثه وقاله مباشرة إلا باحازة ورثته، لقوله علیه الصلاة والسلام "لا وصیة لوارث" -

اگر اس عورت کے ماں باپ اور شوہر موجود نہیں تو اس کا ترکہ اس طرح تقسیم ہوگا کہ کل ترکہ پانچ سہام قراردے کر ایک ایک تینوں لڑکیوں کو اور دو سہام لڑکے کو دے دیا جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵

۳ لڑکیاں

لڑکا

۳

۲

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۹/شوال/۵۵ھ۔

لڑکی کے لئے وصیت یا ہبہ

سوال [۱۹۷۰ء]: اگر کوئی آدمی اپنی تمام جائیداد اپنی لڑکی کے نام تندرستی کی حالت میں کر دے جیسا کہ پنجاب میں رواج ہے کہ لڑکی کو باپ کے مرنے کے بعد کچھ نہیں ملتا۔ آیا یہ فعل درست ہے یا نہیں، اور اس لڑکی کو اس کی آمدنی کھانی جائز ہے یا نہیں؟ یا اس نے لڑکی کے نام تمام جائیداد وصیت کر دی تو اس وصیت سے یہ تمام جائیداد اگر مل جائے تو پھر اس کی آمدنی کا کیا حکم ہے؟ اور اگر وہ اپنی زندگی میں نصف جائیداد لگا دے اور

= يُحِيرُهَا الْوَرِثَةُ ”وہم کبار عقلاء، فلم تحر إحازة صغير ومحور“، (الدرالمختار مع

ردالمحتار: ۶/۲۵۵، ۶۵۶، کتاب الوصایا، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۹/۲۱۲، کتاب الوصایا، رشیدیہ)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ ۶/۹۰، کتاب الوصایا، الباب الأول، رشیدیہ)

(۱) واضح رہے کہ بیٹا اور بیٹی، تو مل کر عصبہ ہیں اور ذوی الفروض کی عدم موجودگی میں کل مال عصبہ کو دیا جائے گا

قال الله تبارک وتعالیٰ ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِي﴾ (سورة

النساء: ۱۱)

”وإذا حبط النون والسات، عصب النون والسات، فيكون للان مثل حظ الأنثيين“ (الفتاویٰ

العالمگیریہ: ۶/۴۴۸، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، رشیدیہ)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۷/۴۸۰، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیہ بیروت)

نصف عصبہ کے لئے چھوڑ دے اور وہ لڑکی اپنی خوشی سے باپ کے مرنے کے بعد کہہ دے کہ میں حصہ چھوڑتی ہوں، اس کو جو عصبہ میں سے نصف ملتا تھا۔ شریعت کے لحاظ سے اس لئے کہ ترکہ تو مرنے کے بعد ہی تقسیم ہوتا ہے، تو اس کا حکم تحریر فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بالحالت صحت وتندرستی اگر باقاعدہ بربہ کر کے لڑکی کا قبضہ کرادے تو بلاشبہ بربہ صحیح ہوگا، اور لڑکی مالکہ ہو جائے گی اور تمہاری اس سے سب سے درست ہوگی (۱)، لیکن دیگر ورثاء، مستحقین کو نقصان پہونچانے کی نیت سے ایسا کرنا گنہگار ہے (۲)، لہذا جس قدر کی وہ مستحق ہوتی اس قدر دینا چاہیے۔

اگر اپنی زندگی میں تقسیم نہیں کیا، بلکہ یہ کہہ دیا کہ میرے مرنے کے بعد نصف ترکہ لڑکی کو دیا جائے، اور نصف کسی دوسرے مستحق کو، تو شرعی حکم یہ ہے کہ یہ وصیت ہے اور وارث کے حق میں وصیت نافذ نہیں ہوتی جب تک کہ دیگر ورثاء راضی نہ ہوں (۳)۔ لہذا اگر لڑکی صرف ایک ہے اور لڑکا کوئی نہیں تو شرعاً وہ نصف ہی کی مستحق

(۱) "یملک الموهوب له الموهوب بالقض، فالقض شرط لثبوت الملك" (شرح المحلة

۴/۱، (رقم المادة: ۸۶۱)، کتاب الہبة، الباب الثالث، حنفیہ کوئٹہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۵/۶۹۰، کتاب الہبة، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۴/۳۷۴، کتاب الہبة، الباب الأول، رشیدیہ)

(۲) "وفی فتاویٰ قاضی خان: لا بأس بتفضیل بعض الأولاد فی المحبة و کذا فی العطایا ان لم

یقصد به الإصرار، وإن قصد فسوی بیہم" (الدر المختار ۵/۶۹۶، کتاب الہبة، سعید)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی حان علی هامش الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳/۲۷۹، کتاب الہبة، فصل فی ہبة

الوالد لولده، رشیدیہ)

(۳) "عن یونس بن راشد عن عطاء، عن عکرمہ، عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما أن السی صلی الله

علیہ وسلم قال: "لا تحور وصية لو ارث إلا أن تشاء الورثة" قال ابن قطن فی کتابہ وبوس بن راشد

قاضی حران، قال أبو زرعة لا بأس به، وقال البحاری: کان مرحناً، وکان الحدیث عندہ حسن

(نصب الراية للزیلعی: ۴/۴۰۴، ۴۰۵، (رقم الحدیث: ۸۰۷۰)، مؤسسة الریان بیروت)

"عن أبي أمامة الساهلي رضى الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم =

وارث اور اجنبی کے لئے وصیت

سوال [۵-۱۰۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

عبدالمطیف کے والد مطیع اللہ نے اپنے فرزند عبدالمطیف کو اپنے مکان سے علیحدہ کر دیا اور اپنے ساتھ سے اور با کسی چیز دیتے ہوئے صرف عبدالمطیف کے جسم پر جو کپڑا تھا وہی تھا۔ والد سے علیحدہ ہونے پر عبدالمطیف اپنے پتو پیمار صاحب کے مکان پر گئے اور دس روز وہاں رہے۔ بعدہ عبدالمطیف کے دادا صاحب جو کہ اپنے بیٹے مطیع اللہ صاحب سے علیحدہ رہتے تھے وہ آکر عبدالمطیف کو اپنے ہمراہ مکان پر لے گئے اور اپنے ہمراہ ایک سال رکھا اور اپنے پاس سے کھانے پینے کا سامان اور پرورش کیا۔

عبدالمطیف نے جو مائی کی اور کام کیا، عبدالمطیف کے دادا صاحب ان کو جمع کرتے رہے اور جب ایک سال ہو گیا تو عبدالمطیف کی بیوی عبدالمطیف کے ساتھ رہنے کے قابل ہوئی، اس وقت عبدالمطیف کے دادا صاحب نے عبدالمطیف کو ان کی مائی دے کر عبدالمطیف کو اپنے ہمراہ سے علیحدہ کر دیا۔ اب وہ جانے کون سے گئے اور دادا صاحب نے انتقال کیا۔

بعدہ عبدالمطیف کی دادی صاحبہ جو سوتیلی دادی تھی، وہ عبدالمطیف کے ہمراہ آکر رہنے لگی اور عبدالمطیف کے دادا صاحب کا جو سامان تھا گھر سے لے کر وہ عبدالمطیف کے والد مطیع اللہ صاحب اٹھ کر لے گئے اور ایک پائی بھی سوتیلی ماں کو نہیں دیا۔

اب عبدالمطیف اپنی سوتیلی دادی کو ساتھ لے کر کھاتے ممت رہے مع بیوی۔ اور بچے کے اور پٹی مائی

= یہ ہر کرنا درست ہے

رحل قال لعبرہ ہذہ الأمة لك قال ابو يوسف رحمہ اللہ تعالیٰ ہذہ ہمة حائرة یسکھا ادا قصص " فتاویٰ قضاوی حان علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الہمة، فصل فیما یكون ہمة من الألفاظ وما لا یكون: ۲۶۱/۳، (رشیدیہ)

"وأما ما رجع إلى الواهب، فهو أن يكون الواهب من أهل الہمة، وكونه من أهلها أن يكون حرًا، عاقلًا، بالغًا، مالكًا، لغيره، " الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الہمة، الباب الأول فی تفسیر الہمة ورکھا وشرائطها وأنواعها وحكمها وما یكون ہمة من الألفاظ وما یقوہ مقامها وما لا یكون

(۳، ۷۳، رشیدیہ)

سے عبد اللطیف نے ایک مکان بھی خرید لیا جس میں مکان کے مالک نے وہ عبد اللطیف کے پاس سات سو تیس روپے تھے، بقیہ برتن وغیرہ اور تمام گھڑ سکی اور زیورات۔ وہ زیورات جو کہ عبد اللطیف کے والد مطیع اللہ صاحب نے اپنی بہو بنوایا تھا اس زیور کی قیمت پانچ سو پچاس تھی۔ عبد اللطیف کے والد مطیع اللہ صاحب نے لے لی تھی۔

بعدہ عبد اللطیف نے انتقال کیا اور عبد اللطیف کی کمائی کا زیور جو تھا وہ بھی مطیع اللہ صاحب نے سمیٹ لیا اور اٹھ کر لے گئے، کیوں کہ عبد اللطیف نے اپنی زندگی میں اپنے چھوٹے صاحبزادے احمد اللہ کو یہ وصیت کی تھی کہ میرے انتقال کے بعد میرے والد مطیع اللہ صاحب میرا سامان اور زیورات وغیرہ نہ بینے پائے اور میرے بیوی اور بچے اور دادی کو دیا جاوے، لیکن عبد اللطیف کی وفات کے بعد ان کے والد مطیع اللہ صاحب تم سامان اٹھ کر لے گئے اور اس پر قبضہ کیا۔ چھوڑا عبد اللطیف نے وفات بعد فرزند محمد شریف عمر سات سال کو اور بیوی کو اور دادی کو۔

سراکل: حاجی محمد ابراہیم محمد عبد اللہ، امیا کی منڈی، مکان نمبر: ۵۰، ۷۲، شہر بنارس۔

الجواب هو الموفق للصواب حامداً ومصلياً ومسلماً:

صورت مسئلہ میں بعد تجہیز و تمیزین و ادائے دین و مہر وغیرہ (۱) از کل مال عبد اللطیف کا ایک ثلث ترکہ بحسب وصیت سوتیلی دادی کو ملے گا (۲) اور بقیہ دو ثلث ترکہ چوبیس سہام ہو کر ورثاء کے درمیان تقسیم ہوگا، اس

(۱) "تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة، الأول يبدأ بتكفيله وتجهيزه من غير تدبير ولا تقدير، ثم نقضي ديونه من جميع ما بقى من ماله، ثم تعد وصاياه من ثلث ما بقى بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته". (السراحي في الميراث، ص: ۲، ۳، سعيد)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض: ۶/۵۹، ۷۱، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الفرائض، الباب الأول فی تعریفها وفيما يتعلق بالتركة، ۶/۳۳، رشیدیہ)

(۲) "ثم تقدم وصيته من ثلث ما بقى بعد تجهيزه وديونه، ثم يقسم الباقي بين ورثته". (الدر المختار، ۶/۷۰، ۷۱، کتاب الفرائض، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۳۳، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

طرح کہ چار سہام ولد کو بیس گے (۱) تین سہام زوجہ (۲) کو اور سترہ سہام لڑکے کو بیس گے (۳)۔ والد کے متعلق ترکہ سے محروم ہونے کی جو وصیت کی ہے وہ شرعاً لغو اور ناقابل عمل ہے (۴)۔

وصیت وارث کے حق میں بغیر اجازت دیگر ورثاء کے نافذ نہیں ہوتی (۵)، وصیت کا حق صرف ایک

(۱) واضح رہے کہ جب میت کی اولاد ہو تو باپ کو سدس ملے گا اور چوبیس کا سدس چار ہے:

قال الله تبارک وتعالى ﴿وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّمَّاهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كُنْ لَهُ وَلَدٌ﴾

(سورة النساء: ۱۱)

”أما الرجال فالأول الأب، وله ثلاثة أحوال. الفرض المحض، وهو السدس مع الابن وابن

الابن وابن سفل“ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۴۴۸، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۲) میت کی جب اولاد موجود ہو تو زوجہ کو ثلث (آٹھواں حصہ) ملے گا اور چوبیس کا آٹھواں حصہ تین ہے

قال الله تبارک وتعالى ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلِلنِّسَاءِ مِمَّا تَرَكَتُمْ﴾ (سورة النساء: ۱۱)

(۳) لڑکا چونکہ عصبہ ہے تو ذوی الفروض کو حصہ دینے کے بعد باقی تمام جائیداد عصبہ کو ملے گی

”العصبة من يأخذ بجميع المال عند انفرادہ وما أنقته الفرائض عند وجود من له الفرض

المقدر“ (تبيين الحقائق ۷/۴۸۵، کتاب الفرائض، دار الكتب العلمية بیروت)

(وكذا في الدر المختار: ۶/۷۷۴، کتاب الفرائض، سعید)

(وكذا في السراجی، ص: ۳، سعید)

(۴) چونکہ میراث جبری حق ہے اختیاری نہیں ہے کما سقاط قبول کرے:

”الإرث حرری لا یسقط بالإسقاط“ (تکلمة رد المحتار ۱/۵۰۵، مطلب: واقعة الفتوی،

کتاب الدعوی، سعید)

”وهذا العلم محتص بحالة الممات، وعیره بالحياة أو باعتار أسباب الملك، فإنها حرریة أو

اختیاریة، فالأول المیراث والثانی غیره من أسباب الملك“ (تبيين الحقائق ۷/۴۷۱، کتاب

الفرائض، دار الكتب العلمیه بیروت)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۳/۴۹۳، کتاب الفرائض، غفاریہ کوئٹہ)

(۵) ”عن یونس بن راشد، عن عطاء، عن عكرمة، عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما أن السی صلی الله

عليه وسلم قال ”لا يحور وصية لو ارث إلا أن تشاء الورثة“۔ قال ابن قطان في كتابه: ويونس بن راشد=

ثالث ترکہ میں ہوتا ہے، اگر اس سے زائد میں جائے تو ورثہ کی اجازت پر موقوف رہتی ہے، ایک ثلث میں بہر حال نافذ ہوتا ہے، خواہ ورثہ میں سے کسی ایک یا دو (۱)۔ ثلث میں وصیت کی جائے تب بھی ایک ثلث میں نافذ رہتا ہے (۲)۔

اگر ایک ثلث سے زائد ورثہ میں سے کسی ایک یا دو میں وارث اور جنین دونوں کو شریک کیا جائے یعنی تنفید وصیت سے مانع کوئی نہ ہو، نہ یہ کوئی بین تنفیض تو اس صورت میں حصہ اجنبی کی

- فاضل حرر، قل نوررہ لا ینسبہ، زلف البحری کن مراح وکان الحدیث عدہ حسن
نصب الرایۃ للربیع، ۴۰۶، کتاب الوصایا، رقم الحدیث ۸۰۷۰، مکتبہ مؤسسۃ
الریان، بیروت

اعلیٰ سماء الساہلی رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
يقول فی حصۃ عام حجة لہ د ع ان اللہ تبارک وتعالیٰ قد اعطی کل دی حق حصہ، فلا وصیۃ لوارث
(جامع الترمذی، أبواب الوصایا، باب ما جاء لا وصیۃ لوارث: ۳۲/۲، سعید)

(وسنن أبی داؤد، کتاب الوصایا، باب ما جاء فی الوصیۃ للوارث: ۴۰/۲، إمدادیہ ملتان)

ولا لورثہ وقتلہ من سيرة الا باحارة ورثہ، لقولہ عند الصلاة والسلام "لا وصیۃ لوارث الا
ان لبحرہ لورثہ" هذا وهم کنار عندہ، ثم بحر اشارة صغیر ومحذور "الدر المحتار مع
رد المحتار: ۶/۶۵۵، ۶۵۶، کتاب الوصایا، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۲۱۲/۹، کتاب الوصایا، رشیدیہ)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۹۰/۶، کتاب الوصایا، الباب الأول، رشیدیہ)

(۱) "ولو اوصی رجل بربع منه ولا حر بثلث منه، ان احررت بورثة، فثلث المال للذی اوصی لہ
بثلث، والربع للموصی بہ بالربع و ساقی بورثة علی فرض اللہ تعالیٰ ولو لم یحر بورثة، تصح من
الثلث، فیکون سهم علی سعة سیم ربعہ للموصی بہ بثلث وثلاثة للموصی لہ بالربع" (الفتاویٰ
العالمگیریہ، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال الخ: ۹۷/۶، رشیدیہ)

۲ "وتحوز بالثلث الذی عندہ لمدع وین لہ بحر لو رب ذلك لا لورثة عید الا ان تحوز
ورثہ بعد موته" (الدر المختار: ۶/۶۵۰، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۲۱۲/۹، کتاب الوصایا، رشیدیہ)

وصیت درست ہوئی اور حصہ وارث کی وصیت باطل ہوئی (اگر دیورثاء اجازت نہ دیں) (۱)، یہ بھی ممکن ہے،
 ہدایہ کی اس عبارت کا ”ومن اوصی لأحبی وورثہ، فلا أحیی نصف بوصیہ، ونصف وصیہ وورثہ،“
 ھ (۲)۔ اور ”نصف بوصیہ“ کی تفسیر ”سب“ ہدایہ میں مذکور نہیں۔ فتح القدیر (۳) عن یہ وغیرہ میں بھی نہیں،
 اسی وجہ سے ملتقی الانہر میں موسیٰ قرادیا اور شرح میں وارث کے ساتھ قتل کو بھی ذکر کیا

”وإن أوصی بعینہ رثہ أو فسدہ ولأحیی، فلا أحیی نصفہ ولا سبہ وورثہ،“ ھ

سکب الأنہر: ۲/۲۰۷ (۴)۔

اور مجمع الزہر میں ”نصف“ کی ضمیمہ کا مرجع متعین کیا ہے ”أی نصف نعین،“ ھ (۵) یعنی جس معین
 شئی کی وصیت میں اجنبی کے ساتھ وارث کو بھی موسیٰ قرادیا ہے، ایسی صورت میں اس اجنبی کو اس معین شئی کا
 نصف حصہ ملے گا۔

درر الحکام، ص ۴۳۷، شرح درر الحکام میں اس جزئیہ کو ”نصف“ کے ساتھ ذکر کیا ہے
 ”وإن أوصی بألف وورثہ ولأحیی، فلا أحیی نصفہ وورثہ،“ ھ ”ووصی بألف وورثہ ولأحیی،
 فلا أحیی نصف بوصیہ، ونصف وصیہ وورثہ،“ ھ ”ووصی بألف وورثہ ولأحیی،“ ھ

(۱) ”ولو أوصی لورثہ ولأحیی، صح فی حصہ الأحیی، ویوقوف فی حصہ الوارث علی إحصاء الورثہ،
 إن أحاروا، جاز، وإن لم یحیروا، بطل“ (الفتاویٰ العالمگیریہ ۶۰۶، کتاب الوصایا، الباب الأول،
 (شیدیہ)

(۲) (الہدایہ: ۶۶۳/۴، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ بثلاث المال، إمدادیہ ملتان)

(۳) واضح رہے کہ فتح القدیر میں یہ تشریح ہے..... البتہ عنایہ کی عبارت یوں ہے:

”ومن اوصی لأحیی ولورثہ صاهر وھد، بحلاف ما إذا أقر بعین أو دیں لورثہ
 ولأحیی، حیث لا یصح فی حق الأحیی کما لا یصح فی حق الوارث“ (العیایہ علی الہدایہ علی ہامش
 فتح القدیر ۱۰۵۵، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ بثلاث، مصطفیٰ الدبی الحللی مصر)

(۴) (سکب الأنہر وملقی الأنہر ۳۳۲، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ بثلاث، عفارہ کوئٹہ)

(۵) ”وإن أوصی بعین لورثہ ولأحیی، فلا أحیی نصفہا، أی نصف نعین، ولا شیء لورثہ“ (مجمع
 الأنہر، باب الوصیۃ بالثلث: ۳/۲۳۲، مکتبہ غفارہ کوئٹہ)

فصح فی، لأول لا نسی، ۱۱۵-۱۱۶۔

یہاں پر ”نصف الوصیۃ“ کا مصداق ”نصف رُف“ ہے جیسا کہ ملتقی الابحار میں ”نصف العین“ تھا اور بعض کتب میں انظر ”نسی“ مذکور ہے۔

”ووصی لأحیی ولوارثه بشئ ولا وارث له غیره، ثم مات، فیکون له: أي للأحیی نصف الوصیۃ، وبطل وصیۃ الوارث. وإن کان وارث غیره، فإن أجاز، لا یبطل أيضاً، اه.“ (قولہ: نصف الوصیۃ، نج) لہ: وصی ما یست و ما لا یست، فصح فی، لأولی، وبطل فی، نسی، بخلاف ما یست و وصی نسی ومیت؛ لأن المیت یس لأهل الوصیۃ، و” یصح مراً حمداً، فیکون کل نسی و وارث من أهلها، وینفذ یصح بإحارة الوصیۃ، وفترق، اه.“ فتح المعین، ۵۷۳/۳ (۲)۔ والسط فی تکملة بحر الرائق: ۴۸۲/۸ (۳)۔

یہاں ”نصف الوصیۃ“ کا مصداق ”نصف نسی“ یا ”موصی لہ“ ہے جس عبارت ہدایہ میں ”نصف الوصیۃ“ کی تعیین ”الثلاث“ اور پھر اس پر قیاس کر کے وارثین کی صورت میں ”ثلاث نسی“ کی تفریع صحیح نہیں (ثلاث الثلاث کا مصداق تین قرار دینا بھی سمجھ میں نہیں آیا، کیونکہ جب بارہ وایت ثلاث مانا ہے تو اس کا ثلاث ۴/ ہوتا ہے، تین نہیں ہوتا) مبسوط (۴)۔

(۱) (درر الحکام شرح عرر الأحکام، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ بالثلاث، ص. ۴۳۷، میر محمد کتب خانہ کراچی)

(۲) (فتح المعین: ۵۳۷/۳، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ بثلاث المال، سعید)

(۳) ”وإن أوصی لأحدهما بجميع ماله وللآخر بثلاث ماله ولم تحرر الورثة، فثله بیہما بصفان، وهذا عند أسی حقیقة رحمہ اللہ تعالیٰ قال رحمہ اللہ ولا یضرب الموصی لہ بأكثر من الثلاث وله أن الموصی لہ یضرب بما یتحققه وهو لا یتحقق ما وراء الثلاث إلا بإحارة الورثة، ولم توجا“ (البحر الرائق: ۲۲۴/۹، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ بثلاث المال رشیدیہ)

(۴) ”ولو ترک حمسة یس وأوصی لأحدهم بکمال الثلاث مع نفسه وأوصی لأحیی بثلاث ما بقی من الثلاث، فإن الأحیی یاخذ مع جميع المال - لانه لا مراحمة للوصیۃ للوارث مع الوصیۃ للأحیی، فیاخذ الأحیی کمال حقه کأنه لم یوص لأحد غیره، وثلاث ما بقی من الثلاث، وهو ثلاث الثلاث إذا لم یکن =

فتاویٰ عالمگیری (۱)، قاضی خان وغیرہ (۲) کتب فقہ میں بھی جزئیہ مسئلہ کی نظیریں موجود ہیں۔

”سئل فی امرأة أوصت لولديها: زيد و هند، وإلحوتها الثلاثة بجميع ما تملكه، ثم ماتت عس وديها المذكورين وحنفت تركته ولم يحير أوصيتها لهم هل تنفذ وصية لإلحوة من الثلث؟“

الاجواب. نعم! ولو أوصى لوارثه ولأجنبي، صحت في حصة الأجنبي، ويتوقف في حصة الوارث على إجارة الورثة، فإن أحاراً، حاراً، وإن لم يحيروا، بطل ولا تعتر إحارتهم في حياة الموصي حتى كان لهم الرجوع بعد ذلك. حاشية، من فصل من تحور وصية ومن لا تجوز، اهـ. تنقيح الفتاوى الحامدية: ۲/۳۱۵ (۳)۔

دیکھئے اس صورت میں دو وارث ہیں جن کو اجنبی کے ساتھ وصیت میں شریک کیا ہے اور کل مال کی وصیت کی ہے تو یہاں تنفیذ وصیت سے مانع دو چیزیں ہیں: موصیٰ بہ یعنی کل مال، اور موصیٰ لہ یعنی اجنبی کے ساتھ وارث کی شرکت۔ تو یہاں دونوں چیزوں کی رعایت کی گئی ہے، موصیٰ لہ کی رعایت سے وارث کے حق میں

= هناك وصية أخرى " (المسوط للسرخسي، كتاب العين والدين، باب الوصية بأكثر من الثلث، الخ: ۱۵/۱۰، ۱۱، حاشیہ کوئٹہ)

(۱) "ولو أوصى لوارثه ولأجنبي، صح في حصة الأجنبي، ويتوقف في حصة الوارث على إجارة الورثة، إن أحاروا، حاراً، وإن لم يحيروا بطل" (الفتاوى العالمكيرية ۶/۹۰، كتاب الوصايا، الباب الأول، رشیدیہ)

(۲) "ولو أوصى لوارثه ولأجنبي، صح في حصة الأجنبي، ويتوقف في حصة الوارث على إجارة الورثة، إن أحازوا، جازاً، وإن لم يحيروا بطل ولا تعتر إحارتهم في حياة الموصي حتى كان لهم الرجوع بعد ذلك" (فتاویٰ قاضی حان علی ہامش الفتاویٰ العالمکیرية ۳/۴۹۶، فصل فیمن تحور وصيته وفیمن لا يحوز، كتاب الوصايا، رشیدیہ)

(۳) (تنقيح الفتاوى الحامدية ۲/۳۱۵، كتاب الوصايا، مطب أوصى لوارثه ولأجنبي في حصة الأجنبي، مكتبة ميمية مصر)

باجازت نافذ نہیں کی گئی، موصی بہی رعایت سے صرف ایک ثلث میں نافذ کی گئی ہے جو کہ مقسود بالسوال ہے اور اس کا حصہ جنہیں "جواب میں" آیا ہے۔

اسی طرح صورت مسئلہ میں ایک ثلث ساتھیوں کی دوتہ جو کہ انجینی ہے، اور اس کے ساتھ دو وارث وصیت میں شریک ہیں ان کے حق میں بغیر اجازت وراثہ وصیت نافذ نہیں ہوگی، بلکہ "حصہ الوارث" دو ثلث حسب میراث تقسیم ہوگا، جس کی تفصیل پر مذکور ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم و صمدہ و قہرہ و حکم۔

حررہ العبد محمود سنوہی عٹا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸ شوال ۱۴۲۹ھ۔

اجواب صحیح سعید احمد فخر۔ ۲۵ شوال ۱۴۲۹ھ۔

وارث کے حق میں وصیت

سوال [۵۰۹-۵]۔ زید کا انتقال ہوا، اس نے کافی جائیداد منقولہ وغیرہ منقولہ چھوڑی اور وارثان حقیقی میں ایک بھائی، ایک اہلیہ، چار بہنیں چھوڑی ہیں۔

بیوی اور بھائی نے بیماری کے زمانے میں زید پر باوجود اہلکہ نامہ وصیت نامہ لکھ دو، زید نے مجبور ہو کر اپنے بھتیجے کے نام وصیت نامہ لکھ دیا اور اہلیہ کے نام بھی۔ اس وصیت نامہ پر بھتیجے، اہلیہ اور ایک بہن کے دستخط ہیں۔ اگر وصیت نامہ کوئی مان لیا جائے تو بھائی اس وصیت شدہ جائیداد کے علاوہ مزید حصہ لینے کا حقدار ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیوی شرعی وارث ہے، اس کے حق میں وصیت معتبر نہیں جب تک دیگر وراثہ اجازت نہ دیدیں (۱)۔

(۱) "حدثنا هشاد بن عمار، ثنا اسمعيل بن عباس، ثنا شرحبيل بن مسلم الحولاني سمعت ابا امامة لباهلي رضي الله تعالى عنه يقول سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول في خطبه عام حجة الوداع "إن الله اعطى كل ذي حق حقه، فلا وصية لوارث" (سنن ابن ماجة، ص ۹۵، کتاب الوصایا، بات: لا وصية لوارث، قدیمی)

عن عطاء عن عكرمة، عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال "لا تحور وصية لوارث إلا أن يشاء الورثة" (نصب الراية للزيلعي: ۴/۴۰۴، کتاب الوصایا، رقم =

جتنے کے حق میں جو وصیت کی ہے، اگر وہ وجہ اُمرانی کی ہے تو وہ بھی معتبر نہیں (۱)، اگر رضامندی سے وصیت کی، پھر بعد میں یہ بدویہ کہ بھائی یہ تمہارا حق مرگتا ہے، تو تم اس کو اپنے سے رخصت خواہ اپنے بڑے کو دیدو، تمہارا حق پھر نہیں ہے، تو گویا عیوش یہ اثقہ را میر وصیت کی ہے، یہ بھی شرعی اعتبار سے لغو اور بیکار ہے۔ ابھی بھائی میراث کا حق ہی نہیں، ہوا تو پھر اس سے عیوش کا یا غل ہے (۲)۔ نیز اس اعتبار سے گویا کہ بھائی کے حق میں

(= الحدیث: ۸۰۷۰)، مکتبہ مؤسسة الریان بیروت لبنان

ولا یوارثہ وفیہ مہرہ لا حارۃ ورثتہ، لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام ”لا وصیۃ لوارث إلا ال بحرہا لورثۃ“ وہم کدر عذلاء، فلم تحر حارۃ صغیر ومحوں“ رد المحتار مع رد المحتار: ۶/۲۵۵، ۲۵۶، کتاب الوصایا، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۲۱۲/۹، کتاب الوصایا، رشیدیہ)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۶/۹۰، کتاب الوصایا، الباب الأول، رشیدیہ)

(وکذا فی البحر الرائق: ۲۱۲/۹، کتاب الوصایا، رشیدیہ)

(۱) کسی سے اس کا مال جبراً و قہراً لینا جائز نہیں۔

”عن اسی حوۃ البرقشی عن عمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قل قل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ”الا لا تضموا، الا لا یحل مال مری لا یطیب نفس مد“ (مشکوۃ المصابیح ۱/۲۵۵، کتاب البیوع، باب الغصب والغارۃ، الفصل الثانی، قدیمی)

او کد فی شرح معانی الآثار للإمام الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ، کتاب الکراہیۃ، باب الرجل یمر بالحائط أله أن یأکل منه أم لا؟: ۲/۳۷۵، سعید)

”لیس لأحد ان یأخذ مال غیرہ بلا سب شرعی، ولو أحمده ولو علی ظن انه ملکہ. وحب علیہ ردہ“ (شرح المحمۃ لسیب رستم ۱/۲۲، (رقم المادۃ: ۹۷)، المقالة الثانیۃ فی القواعد الفقھیۃ، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(۲) اس لئے کہ میراث قوم نے نہ مہجوری کی، وہی نہ زندہ میں

قل لعلامہ اس علامہ رحمہ اللہ تعالیٰ ”لقولہ وہی الارث الحی من الحی أم من المیت) ای قبل الموت فی حر حرہ من احرء حیاتہ، والأول قول رفیر ومشایخ العراق، والثانی المعتمد، والثانی قول صاحبین“. (الدر المحتار مع رد المحتار: ۲/۷۵۸، کتاب الفرائض، سعید) =

وصیت کی ہے جو کہ شرعی وارث ہے، لہذا معتبر نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۳/۹۵ھ۔

وارث کے حق میں وصیت

سوال [۹۷۱۰]: سید عبدالاحد صاحب مرحوم نے اپنی وفات سے قبل جائیداد وغیرہ کے متعلق وصیت کی، ان کی وصیت استفتاء کے ساتھ محقق کر دی گئی ہے، ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمائیں کہ آیا اس وصیت کا نفاذ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ ہو سکتا ہے تو کس طرح پر؟ مدلل ارشاد فرمائیں۔

۲ متوفی کے جملہ ورثاء کی فہرست بھی اسی کے ساتھ محقق ہے۔ جائیداد کی تقسیم کس طرح ہوگی اور کن لوگوں کو حصہ مل سکتا ہے؟

المستفتی: محمد مرتضیٰ عفی عنہ، ۲۸/جمادی الاولیٰ/۱۳۶۶ھ۔

= (و کذا فی البحر الرائق: ۳۶۴/۹، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(و کذا فی مجمع الأہر: ۴۹۳/۴، کتاب الفرائض، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

(۱) ”حدثنا هشام بن عمار، ثنا اسمعيل بن عياش، ثنا شرحبيل بن مسلم الحولاني سمعت أبا أمامة الساهلي رضي الله تعالى عنه يقول: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع ”إن الله أعطى كل ذي حق حقه، فلا وصية لوارث“، (سنن ابن ماجه، ص: ۱۹۵، کتاب الوصايا، باب: لا وصية لوارث، قديمي)

”عن عطاء عن عكرمة، عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال:

”لا تحوز وصية لوارث إلا أن تشاء الورثة“ (نصب الراية للزيلعي، ۴۰۴/۴، کتاب الوصايا، رقم الحديث: ۸۰۷۰)، مکتبہ مؤسسة الريان بیروت لبنان)

”ولا لوارثه وقاتله مباشرة إلا بإحالة ورثته، لقوله عليه الصلاة والسلام ”لا وصية لوارث إلا

أن يحيرها الورثة“ ”هم كبار عقلاء، فلم تحر إحارة صغير ومحور“ (الدر المختار مع

رد المختار: ۶/۶۵۵، ۶۵۶، کتاب الوصايا، سعيد)

(و کذا فی البحر الرائق: ۲۱۲/۹، کتاب الوصايا، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۹۰/۶، کتاب الوصايا، الباب الأول، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۲۱۲/۹، کتاب الوصايا، رشیدیہ)

سید عبدالاحد مرحوم ولد سید ہدایت حسین مرحوم، سائن نچھو امیر نے اپنی تاریخ انتقال سے تقریباً ۱۷۵
ماہ قبل مندرجہ ذیل وصیت زبانی مجھ سے اور اسحاق سلمہ سے رو برو دیگر وارثان واقرباء کے کی تھی، جس کی تفصیل
حسب ذیل ہے

۱- ”نوریدہ زہرہ بی بی دختر متوفی کی ولیہ زمانہ نابالغیت میں اس کی ماں ہاجرہ بی بی بیوہ متوفی
رہیں گی۔

۲- بذریعہ وصیت زبانی حسب ذیل جائیداد، حسب ذیل وارثان کی تہا سکت ہوگی، ہاجرہ بیوہ متوفی۔
جملہ زمینداری کا ایک ٹکٹ (علاوہ حصہ شرعی) بقیہ وارثان و حقداران۔

۱ جملہ حصہ اندر باغیچہ قلمی واقع مجھو امیر،

۲ جملہ حصہ اندر باغیچہ واقع مجھو اشاہی۔

۳ جملہ حصہ مکان موجودہ مع اکوڑوہ پکھوڑو (۱)۔

۴ جملہ سامان منقولہ اندر مکان علاوہ سامان مندرجہ۔

(ب) زہرہ بی بی دختر متوفی (مدوہ حق شرعی جائیداد کے) سنگاردان ۱ عدد (۲) پتیلا کلاں ایک
عدد، گن کلاں ایک عدد (۳)، سنی ایک عدد (۴)، دیکھی خوردو عدد، اگالدان دو عدد (۵)، فرش بدری
ایک عدد (۶)، گاس بدری ایک عدد (۷)، شستہ تانبہ ۳ عدد (۸)، کشتی چینی ایک عدد (۹)، قاب چینی

(۱) ”اکوڑو“ مکان ہا سنے، حصہ پکھوڑو سن ضد۔ (فیروز اللغات، ص ۱۱۱، فیروز سنز لاہور)

”پکھوڑو“ عقب خانہ، گھر کی پشت، مکان کی پینٹ۔ (فیروز اللغات، ص ۲۸۲، فیروز سنز لاہور)

(۲) ”سنگاردان“ سنگار کی چیزیں رکھنے کا صندوق یا پٹاری۔ (فیروز اللغات، ص: ۷۱۴، فیروز سنز لاہور)

(۳) ”گن طشت، طس، پرات، ٹب، شمعدان، اُردان۔“ (فیروز اللغات، ص: ۱۱۶۱، فیروز سنز لاہور)

(۴) ”سنی: دھات کا بنا ہوا خوان یا کشتی۔“ (فیروز اللغات، ص: ۸۳۰، فیروز سنز لاہور)

(۵) ”اگالدان: پیک دان، تھوکنے کا برتن۔“ (فیروز اللغات، ص ۱۵۹، فیروز سنز لاہور)

(۶) ”فرش بدری: فرش بچھونا، بستر بچھانے کی چیز، بوری، خالیچہ۔“ (فیروز اللغات، ص ۹۲۸، فیروز سنز لاہور)

بدری: چھوٹی تھیلی (فیروز اللغات، ص ۱۸۹، فیروز سنز لاہور)

۔ ”گاس بدری: گاس، پانی پینے کا برتن، رانغ، شیشہ۔“ (فیروز اللغات، ص ۱۱۰۴، فیروز سنز لاہور)

ایک عدد (۱)، روپیہ اندر سیونگ پاس بک ۶۷ روپے (۲) مکتب زہرہ بی بی۔

۳۔ حکیت نمبر: ۵۹۸ دوازی، ۸ بھر آٹھ بسوہ (۳) عدوہ بقیہ جائیداد غیر منقول حسب قانون شرع محمدی
جمہ حق دار بن ہوئی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جن کے حق میں وصیت کی ہے وہ شرعی وارث ہیں، وارث کے حق میں وصیت نافذ نہیں ہوتی:
”لا وصیۃ لوارث“۔ (حدیث (۴)، لیکن اگر دیگر ورثاء بالغ ہوں اور وہ اس وصیت کی اجازت رضامندی سے
دیے تو ان کی مرضی کے موافق نافذ ہو سکتی ہے (۵)۔

-(۹) ”ششتری رکابی، چھوٹی تھنی، پرچ“۔ (فیروز اللغات، ص: ۸۷۸، فیروز سنز لاہور)

(۹) ”کشتی چینی کشتی، ناؤ، بیڑی، سفینہ، ڈونگا، ایک قسم کی پانی“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۰۱۳، فیروز سنز، لاہور)

(۱) ”قاب چینی: بڑی رکابی، تھل“۔ (فیروز اللغات، ص: ۹۴۲، فیروز سنز لاہور)

(۲) ”سیونگ پاس بک، عوامی بچت کاروپیہ امانت رکھنے والا ادارہ“۔ (فیروز اللغات، ص: ۸۳۰، فیروز سنز
لاہور)

”پاس بک، Pass Book، بک کی کتاب“۔ (The English to English Dictionary،

Page: 636, Feroz Sons Lahore)

(۳) ”بسوا: ایک بگھے کا میواں حصہ“۔ (فیروز اللغات، ص: ۳۰۴، فیروز سنز لاہور)

(۴) ”حدثنا هشام بن عمار، ثنا إسماعیل بن عیاش، ثنا شرحبیل بن مسلم الحولانی سمعت أبا أمامة
الباہلی رضى الله تعالى عنه يقول سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول في خطبته عام
حجة الوداع ”إن الله أعطى كل ذي حق حقه، فلا وصية لوارث“ (سنن ابن ماجة، ۲/ ۱۹۵، كتاب
الوصايا، باب: لا وصية لوارث، قديمی)

(وجامع الترمذی، أبواب الوصايا، باب الوصية لوارث: ۳۲/۲، سعید)

(وسنن أبي داود، كتاب الوصايا، باب ما جاء في الوصية للوارث: ۴۰/۲، إمدادیه ملتان)

(۵) ”ولا لوارثه“ إلا بإحارة ورثته، لقوله عليه الصلاة والسلام ”لا وصية لوارث إلا أن يحبرها

الورثة وهم كبار عقلاء“ فلم تحر إجارة صغیر“ (الدرالمختار ۲/ ۶۵۶، كتاب الوصايا، سعید)

(وكذا في البحر الرائق: ۲۱۲/۹، كتاب الوصايا، رشیدیہ)

مسئلہ ۸

زوجہ	بنت	حقیقی بہن	سوتیلی ماں	سوتیلی بہن	خامہ	چچا زاد بہن	چچا زاد بہن
۱	۲	۳					
							محروم

بعد تجہیز و تکفین و ادائے قرض (مہر وغیرہ) (۱) سید عبد الاحد صاحب کا کل ترکہ آٹھ سہ ماہی قرضے کے حساب نقشہ بالا ورثاء پر تقسیم ہوگا، یعنی ایک سہ ماہی زوجہ کو ملے گا (۲) چار دختر کو ملیں گے (۳) تین حقیقی بہن کو (۴)۔

= (وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۹۰/۶، کتاب الوصایا، الباب الأول، رشیدیہ)

(۱) "تتعلق بترکۃ المیت حقوق اربعۃ مرتبۃ الاول بدأ تکفید و تحفیرہ من غیر تدبیر و لاتفتیر، ثم تقضی دیونہ من جمع ما بقی من مالہ، ثم تعد و وصایاہ من ثلث ما بقی بعد الدین ثم ینقسم الباقی بین ورثتہ"۔ (السراجی فی المیراث، ص: ۳۰۲، سعید)

(وکذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض: ۷۵۹/۶، ۷۶۱، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الفرائض، الباب الأول فی تعریفہا و فیما یعلق بالترکۃ، ۴۴۷/۶، رشیدیہ)

(۲) قل اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿وَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثَّمَنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ﴾ (سورۃ النساء: ۲)

(۳) قل اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿وَأُولَئِكَ كَانَتْ لِحَدِّثِهَا الصَّفَّةُ﴾ (سورۃ النساء: ۱۱)

"وَأَمَّا النِّسَاءُ فَأُولَوِى النِّسْبِ، وَلَهُنَّ الصَّفَّةُ إِذَا امْرُؤٌ، وَلِلنِّسَاءِ الصَّفَّةُ إِذَا امْرُؤٌ" (الفتاویٰ

العالمگیریہ: ۴۴۸/۶، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(وکذا فی السراجی، ص: ۷، سعید)

(۴) حقیقی بہنیں چونکہ میت کی بہن تھیں اور عصبہ ہوئیں۔ اور عصبہ ذوقی اغراض و حسدین کے بعد باقی ماندہ ترکہ کا مستحق ہوتا ہے:

"وَأَمَّا لِأَخَوَاتٍ لِأَبٍ وَأُمٍّ، فَأَحْوَالُ حَمْسٍ وَلَهُنَّ الْبَاقِي مَعَ الْبَنَاتِ أَوْ بَنَاتِ الْأَسْلِ، لِقَوْلِهِ

عَلَيْهِ السَّلَامُ: "اجْعَلُوا الْأَخَوَاتِ مَعَ الْبَنَاتِ عَصَبَةً"۔ (السراجی، ص: ۱۰، سعید)

باقی سوتیلی ماں، سوتیلی بہن (۱)، خالہ (۲)، چچا زاد بھائی، بہن سب محروم رہیں گے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ ا عبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷ رجب ۱۴۲۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور۔

بھانجے، بھتیجے، پھوپھی، قربانی اور ایصالِ ثواب کے لئے وصیت کرنا

سوال [۹۷۱۱]: مسماۃ زینب کا انتقال ہوا جس کے ورثاء دو بھائی اور ایک بہن موجود ہیں ترکہ

۱۴۹ روپیہ ہیں نیز وصیت کی کہ ۴ بھانجے کو دینا اور ۲۵ بھتیجے کو دینا ۲۰ قربانی وغیرہ میں خرچ کرنا جس کا

= (وکذا فی شرح معانی الآثار، کتاب الفرائض، باب الرجل یموت ویترک بنتاً وأختاً وعصبۃ سواہ
۴۶۷/۲، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۴۴۸/۶، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۱) واضح ہو کہ سوتیلی ماں اور سوتیلی بہن اس لئے محروم ہیں کہ وراثت کے اسباب ثلاثہ میں سے کوئی سبب پایا نہیں جاتا:

”وینسحق الإرث بإحدى خصال ثلاث بالنسب وهو القرابة، والنسب وهو الزوجية،

والولاء“ (الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۶/۴۴۷، کتاب الفرائض، الباب الأول، رشیدیہ)

(وکذا فی الدرالمختار: ۶/۷۶۲، کتاب الفرائض، سعید)

(۲) خالہ ذوی الارحام میں سے ہے اور ذوی اغرض وعصبہ کی موجودگی میں ذوی الارحام کو حصہ نہیں ملے گا

”وإسمايرث ذوی الأرحام إذا لم یکس أحد من أصحاب الفرائض ممن یرد علیه ولم یکس

عصبۃ“ (الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۶/۴۵۹، کتاب الفرائض، الباب العاشر فی ذوی الأرحام، رشیدیہ)

(وکذا فی الدرالمختار: ۶/۷۹۱، کتاب الفرائض، باب توريث ذوی الأرحام، سعید)

(۳) چچا زاد بھائی، بہن اس لئے محروم ہیں کہ ان کا درجہ بعد میں ہیں اور عصبہ میں یہ قانون ہے کہ قریب کے ہوتے ہوئے بعید کو حصہ نہیں ملے گا

”الأقرب فالأقرب یرجحون بقرب الدرجة“۔ (السراجی، ص: ۱۳، سعید)

”ویقدم الأقرب فالأقرب منهم“ (الدرالمختار: ۶/۷۷۴، کتاب الفرائض، فصل فی

العصبات، سعید)

ثواب مجھ کو پہونچ دینا، ایک جوڑا اور بتیس سیڑیوں پھوپھی کو دینا۔ تو یہ وصیت اور ترکہ اس طرح پر تقسیم کریں؟ فقط والسلام۔

سعید احمد کھٹڑہ افتخاری، ۵۶ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر دو بھائی اور ایک بہن بالغ ہیں اور اس وصیت کی اجازت دیتے ہیں تو حسب وصیت مسماۃ زینب ۷۲ کو مصرف مذکورہ پر صرف کر دیا جائے (۱)، آگے کچھ پی سی نہیں جو ورثہ پر تقسیم کیا جائے اور مسند دریافت کرنے کی ضرورت پیش آئے۔

اگر اس وصیت کی اجازت نہیں دیتے تو اس میں سے ایک ثلث کو یعنی ۲۱ پیسہ سے ۱ پیسہ مصرف مذکورہ بیان کردہ وصیت کے موافق صرف کر دیا جائے (۲) اور بقیہ دو ثلث یعنی ۴۲ پیسہ اور ۱ پیسہ کا دو تہائی کو پانچ سہام بنا کر ایک بہن کو اور دو دو سہام دونوں بھائیوں کو تقسیم کر دیا جائے (۳) اور تجبیز، تنفین اور دین کی

(۱) "ولا تحور بما راد علی الثلث إلا أن يحور الورثة بعد موته وهم كبار" (الفتاویٰ العالمیہ

۹۰/۶، کتاب الوصایا، الباب الأول، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۲۱۲/۹، کتاب الوصایا، رشیدیہ)

(و کذا الدر المختار: ۶۵۶/۶، کتاب الوصایا، سعید)

(۲) "ولا تصح بما راد علی الثلث ولا لقاتله ووارثه إن لم تحور الورثة وفيه ويشترط أن يكون

المجيز من أهل التبرع بأن يكون بالغاً عاقلاً" (تبيين الحقائق: ۳۷۶/۷، کتاب الوصایا، دارالکتب العلمیہ بیروت)

"ثم تصد وصایاه من ثلث ما بقى بعد الدين، ثم يقسم الباقي من ورثته" (السراجی،

ص: ۳، سعید)

(۳) "قل الله تبارک وتعالیٰ: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ الْإُنثَى﴾ (سورة النساء،

"إذا احتلض السون والسات، عصمت السون والسات، فيكون للابن مثل حظ الانثيين" (تبيين

الحقائق: ۳۸۰/۷، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیہ بیروت)

اوانیگی تنفیذ وصیت اور تقسیم ترکہ پر مقدم ہے (۱)۔

حررہ العبد محمد، گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی بدر، منظرہ علوم مبارک پور، ۱۲۵۶ھ۔

جواب شیخ سعید احمد غفر۔ شیخ عبد الصغیر، ۱۹، ہمدانی، دہلی، ۱۲۵۶ھ۔

بیٹی کے حق میں وصیت اور بیٹی اور مرحوم کے بھائی کے درمیان تقسیم ترکہ

سوان [۱۲۵۶]۔ واقعات اس طرح ہیں کہ قاضی فضل الرحمن صاحب کے دوڑے ہیں قاضی تجمل حسین، قاضی خلیل الرحمن۔ قاضی تجمل حسین کی اولاد میں ایک لڑکی مسماۃ بدر النساء ہے، اور خلیل الرحمن کے لڑکے اور لڑکیاں ہیں، قاضی تجمل کی بڑی مسماۃ بدر النساء کا عقد قاضی خلیل الرحمن (یعنی چھوٹے بھائی) کے لڑکے جمیل احمد سے ہوا تھا، لیکن آپس کے اختلافات کی بنا پر جمیل احمد نے بدر النساء کو طلاق دیدی، اپنی اولاد کو بھی ساتھ لے گیا، اور جمیل احمد نے دوسری جگہ عقد کر لیا۔

قاضی فضل الرحمن کی چھوڑی ہوئی جائیداد میں دونوں بھائی تجمل حسین و خلیل الرحمن ۱۲ برابر کے حصہ دار ہیں جس کا ذکر سرکاری کارڈ میں بھی ہے۔ قاضی فضل الرحمن صاحب مرحوم کی چھوڑی ہوئی جائیداد کے علاوہ سرکاری کارڈ میں قاضی تجمل حسین کی بھی جائیداد اور بھی ہے۔

قاضی تجمل حسین فوت ہو گئے اور فوت ہونے کے بعد میں ان کی بیٹی بدر النساء کو طلاق دیدی گئی۔ قاضی خلیل الرحمن حیات میں، اور قاضی تجمل حسین نے اپنے مرنے سے قبل حیات میں ایک وصیت نامہ بھی تحریر کیا کہ میرے مرنے کے بعد میری لڑکی مسماۃ بدر النساء کو میری مشقہ کہ جائیداد، غیر مشقہ کہ جائیداد کی وارث ہوں۔ مسماۃ بدر النساء کے مذراوات کا ذریعہ اس کے والد مرحوم قاضی تجمل حسین کی مشقہ کہ وغیر مشقہ کہ جائیداد بھی ہے۔
۱۔ تحریر فرمائیں کہ مسماۃ بدر النساء کا اس مشقہ کہ جائیداد میں متناحق اور حصہ ہے جو کہ دونوں بھائی تجمل حسین و خلیل الرحمن حیات نامہ لکھتے ہیں۔

۲۔ مسماۃ بدر النساء اس جائیداد میں متناحق ہے جو کہ اس کے والد مرحوم قاضی تجمل حسین کی

۱۔ "بدا من تركة الميت صحبه - بعد انكس - ثم نفقه ديونه النى له مطالع من جهة العاد

ثم تقدم وصيته من ثلث ما بقى ... ثم يقسم الباقي بعد ذلك بين ورثته". (الدر المختار:

نچی یعنی بھائی سے علیحدہ اور جائیداد ہے، جس کا سرکاری کارڈ میں وجود ہے، اور کیا اس نچی جائیداد میں خلیل الرحمن کا بھی کوئی حق پہنچتا ہے یا نہیں؟

۳ مسماۃ بدر النساء نے ابھی عقد نہیں کیا ہے، اور اگر عقد کر لے تو کیا وہ مشترکہ جائیداد اور غیر مشترکہ جائیداد میں اس کا حق رہے گا یا نہیں؟

۶ مسماۃ بدر النساء کے گذرا وقت کی ذمہ داری خلیل الرحمن پر عائد ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصبياً:

۲۱ قاضی قاضی نے اپنے انتقال پر اصراف یہی دو وارث چھوڑے ایک لڑکی مسماۃ بدر النساء اور ایک بھائی قاضی خلیل الرحمن، تو قاضی قاضی نے مرحوم کا ترکہ - بعد اوائے حقوق متقدمہ علی الارث دین وغیرہ (۱) - دو حصہ بنا کر نصف ان کی لڑکی مسماۃ بدر النساء کوٹ گا (۲) اور نصف ان کے بھائی قاضی خلیل الرحمن کو ملے گا (۳)۔

(۱) "تعلق بترکۃ المیت حقوق اربعۃ مرتبۃ الاول یبدأ بتکمیہ وتجهیزہ من غیر تدبیر ولا اعتبار، ثم تقضى دیوہ من جمیع ما بقى من مالہ، ثم تشدد وصایاہ من ثلث ما بقى بعد الدین، ثم یقسمہ الدقی بین ورثتہ". (السراجی فی المیراث، ص: ۳، ۴، سعید)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض: ۷۵۹/۶، ۷۶۱، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الفرائض، الباب الاول فی تعریفہا و فیما ینعق بالترکۃ ۷/۶، رشیدیہ)

(۲) قال الله تبارک وتعالیٰ: ۴ وان کنت واحده فلها النصف (سورۃ النساء ۱۱)

"واما لسات الصلب فأحوال ثلث النصف لواحده والثلثان للابن فصاعده" (السراجی فی المیراث، فصل فی النساء، ص: ۷، سعید)

"واما النساء فالأولی البت، ولها النصف إذا انفردت، ولستین فصاعداً الثلثان" (الفتاویٰ

العالمگیریہ: ۷/۶، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(و کذا فی البراریۃ علی هامش الفتاویٰ العالمگیریہ ۶، ۷۵۵، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۳) بھائی چونکہ عصبہ ہے، ذوی الفروض کو حصہ دینے کے بعد باقی ماندہ تمام جائیداد عصبہ کو ملے گی =

قنشی تجل حسین و جو پتہ سپنہ والد کے ترکہ سے ملتا ہے، اس کی تقسیم بھی اسی طرح ہوں۔ جو کچھ ان کی ذاتی پیدا کردہ جائیداد وغیرہ ہو، اس کی تقسیم بھی اسی طرح ہوگی (۱) یعنی مشہدہ جائیداد کے ۱/۲ میں آدھ بدر النساء کا سبہ اور آدھ قنشی خلیل الرحمن کا اور نجی میں بھی ان دونوں کا آدھا آدھا ہے۔

۳۔ قدرینے سے بھی وہ محروم نہیں ہوں، بلکہ حسب تحریر یہاں۔ واندن کل مہو کہ متروکہ سے نصف کی حقدار ہے (۲)۔

۴۔۔۔۔۔ جب مسماۃ بدر النساء کے والد کا پیوڑا ہو، ترکہ (مشہدہ اور نجی) اتنا ہے کہ اس میں سے وہ نصف کی حقدار ہے اور وہ اس کے گذر اوقات کے لئے کافی ہے تو اس کی ذمہ داری (نان و نفقہ) قنشی خلیل الرحمن کے ذمہ نہیں ہے اور وہ اپنا حصہ وصول کر کے اپنے مصارف کا انتظام کرے (۳)۔

= واما العصية بنفسه فكل ذكر لاتدخل في بسنه إلى السيت أسي، وهم أربعة أصناف ثم حواء أي الإحوة، ثم بنوهم وإن سفلو " (السراحي في السير، باب العصب، ص ۱۳، سعید) "العصبة من واحد جميع المال عند الفرائض وما أبقت الفرائض عند وجود من له الفرض المقدّر"۔ (تبیین الحقائق: ۷/۳۸۵، کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیہ بیروت) (وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۳۵۱، کتاب الفرائض، باب العصب، رشیدیہ) (وکذا فی مجمع الأنهر: ۳/۵۰۳، کتاب الفرائض، غفاریہ کوئٹہ) (۱) ترکہ سے۔۔۔۔۔ بنویہ خود بنی ہو، سب چھاندہ میت کی میت شریعتوں ابتداء ماتیہ میں میراث جاری ہوں "السرکة فی الاصطلاح ما ترکہ السیت من الأموال صاف عن تعلو حق لغير من الأموال" (الدر المختار: ۶/۷۵۹، کتاب الفرائض، سعید)

(۲) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿وإن كانت واحدة فلها النصف﴾ (سورة النساء: ۱۱) "سرع فی الحجب فقال لا یحرم سنة من الورثة بحل النصف الأب والأه والاس والاس" ای الأسوں والوالدین والبروحان "سر محجرات" کتاب الفرائض، فصل فی العصب ۶-۷-۹۔۔۔۔۔ (۸۰، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الفرائض، الباب الرابع فی الحجب، ۶/۳۵۲، رشیدیہ)

(۳) تندرست و توانا اور غیر عاجز، بالغ شخص ہاں مشہدہ سپنہ، چاہے مرد ہو یا عورت

وتحب (أي العقة) أيضاً لكن دی رحم محرم صغیر او بنی مطلقاً ولو کانت الانثی بالعد۔

اگر وہ ترکہ قاضی خلیل الرحمن کے قبضہ میں ہے تو ان کے ذمہ لازم ہے کہ نصف خود رکھ کر نصف بدر انشاء کے حوالہ ردیں اور اسحاق کے فرض سے سبکدوش ہو جائیں (۱)۔ بھتیجی اور مرحوم بھائی کی نشانی ہونے کی حیثیت سے وہ بہر صورت احسان و مروت کی مستحق ہے۔ لڑکے نے اگرچہ طلاق دیدی ہے اور وہ بہو نہیں رہی، لیکن بھتیجی تو اب بھی ہے، اس سے ناش نہ ہوں بلکہ ہمیشہ اس کے ساتھ شفقت کا معاملہ کریں (۲) اور اس کی اولاد کو اس سے کلینہ جدا رکھ کر اس کے دل کو نہ ترپائیں (۳)۔

- صحیحۃ أو کان ذکرنا بالعلل لكن عاجزا عن الكسب (الدر المحرر) وقال العلامة اس عبدی رحمہ اللہ تعالیٰ (قوله مطلقا، سواء كانت مائة أو صغيرة صحیحۃ أو رمة و المراد بالصحیحۃ القادرة على الكسب، لكن لو كانت مكنته بالمعنى كالثابتة والمعسلة، لا نفقة لها) رد المحتار ۳/۲۲۷، کتاب لطلاق، باب النفقة، مطلب فی نفقة قرانة غیر لا اولاد من الرحم المحرر، سعدی (و كذا فی الفتاوی العالمگیریة . ۵۶۶، کتاب الطلاق، باب النفقات، فصل فی نفقة دوی الأرحام، رشیدیہ)

(و كذا فی الهدایة ۲/۴۸۶، کتاب الطلاق، باب النفقة، مكنته شركة علمیه ملن)

(۱) "أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال "مطل العی" أي تأخيره أداء الدين من وقت إلى وقت "ظلم" فإن المطل مع أداء ما استحق أداءه وهو حرام من التمكن ولو كان عیاء، ولكنه ليس متمكناً، حار له التأخير إلى الإمكان" (مرقة المفاتیح، کتاب البیوع، باب الإفلاس والإبطار، الفصل الأول: ۱۱۹/۶، رشیدیہ)

(۲) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم "الرحم معلقة بالعرش تقول من وصى الله، ومن قطعني قطعه منه" (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۱۹، کتاب الأدب، باب البر والصلة، الفصل الأول، قدیمی)

"وعن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم "الراحمون يرحمهم الرحمن، ارحموا، من في الارض يرحمكم من في السماء" (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۴۲۳، کتاب الأدب، باب الشفقة والرحمة، قدیمی)

(۳) "عن أبي أيوب رضي الله تعالى عنه قال سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم "من فرق بين والدته وولدها، فرق الله بينه وبين أحبته يوم القيامة". رواه الترمذی". =

تنبیہ: قاضی تاج حسین نے اپنی کتاب کے حق میں مشرکہ نہ کیا، نہ مشرکہ کیا جائیداد کی جو وصیت کی وہ شرعاً معتبر اور زکوٰۃ نہیں ہے، بلکہ شرعی نہیں، لیکن صاحب رسالہ مندی سے اس کی اجازت لیں تو مسکا قہر النساء کل کی حقدار اور مالک، وچا، کے (۱۱-۱۲) فقہاء مذہب نے بھی تحریر۔

حررہ العبد المودع عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۴/۹۰ھ۔

وصیت ایک تہائی ترکہ سے نافذ ہوتی ہے

سوال [۹۷۱۳]: ایک بوڑھی عورت سے اس کی تین بیویاں ہیں، سب سے بڑی بڑی کے ایک فرزند اور یک بڑی ہے۔ بوڑھی اپنی بیویوں کو دوہا بخش رہی ہے۔ بوڑھی مرتد ہو کر پچھوڑ گئی

”وعن علی رضى الله تعالى عنه قال: وهب لى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم علامى احوىس سمعت احدهما، فقال لى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ”يعلى ما فعل علامك“ فأجرتة، فقال ”رده رده“ ”وعنه انه فرق بىس حاربه وولدها، فهاه السى صلى الله تعالى عليه وسلم عن ذلك، فرد لىع“ (مشكره المصابيح، ص ۲۹۱، كتاب الكاح، باب المقتات وحق المملوك، الفصل الثانى، قديمى)

() ”عن يونس بن راشد، عن عطاء، عن عكرمة، عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما، عن السى صلى الله تعالى عليه وسلم قال ”لا تحور وصية لوارث الا ان نشاء الورثة“ قال ابن قطان فى كتابه ويونس بن راشد قاصى حوران، قال ابو زرعة لاس به وقال المحارى كان مروحاً، وكان الحديث عنه حسن“ (صب الراية للربيعى ۴۰۶، كتاب الوصايا، (رقم الحديث ۹۰۷۰)، مؤسسة الريان بيروت لبنان)

”عن اسى امامة لىاهلى رضى الله تعالى عنه قال سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول فى خطبة عام حجة الوداع ”ان الله تبارك وتعالى قد اعطى كل ذى حق حقه، فلا وصية للوارث“ (جامع الترمذى، أبواب الوصايا، باب: لا وصية للوارث: ۳۲/۲، سعيد)

(وسنن أبى داؤد، كتاب الوصايا، باب ماجاء فى الوصة للوارث: ۴۰/۲، إمداديه ملتان)

(وكذا فى الدرالمختار: ۶/۲۵۶، كتاب الوصايا، سعيد)

(وكذا فى البحر الرائق: ۲۱۲/۹، كتاب الوصايا، رشديه)

ہے اور یہ وصیت کر گئی ہے کہ یہ روپیہ تم کو نہیں دیتی ہوں اور نہ جس کے گھر میں بلکہ یہ روپیہ کسی کام میں صرف کر دیا جائے یہ بوڑھیا کی وصیت ہے۔ اب یہ روپیہ کسی مدرسہ کے کام میں صرف کر دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں، یا اس مدرسہ کے مدرس جو صاحب نصاب ہیں، ان کو تنخواہ میں دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر یہ روپیہ اس بوڑھیا کے کل ترکہ کا ایک تہائی حصہ یا اس سے کم ہے تب تو اس کی وصیت کے موافق مدرسہ میں خرچ کرنا درست ہے (۱)۔ اگر ایک تہائی سے زائد ہے تو اس زیادہ کو مدرسہ میں دینا اور ثبات کی اجازت پر موقوف ہے، اگر سب ورثاء بالغ ہوں اور اجازت دیں تب تو مدرسہ میں خرچ کرنا صحیح ہوگا۔ اگر اجازت نہ دیں یا وہ نابالغ ہوں تو درست نہیں (۲)۔ جب وہ روپیہ مدرسہ کے مہتمم و مدرسہ کی ضرورت کے لئے دیا جائے تو اس کو تنخواہ میں صرف کرنا بھی صحیح ہے اگرچہ مدرس صاحب نصاب ہو (۳)۔ فیضانِ اللہ رحمہ۔

حررہ العبد المذنب عنہ، معین منشی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰ ۶ ۶۱ھ۔

الجواب صحیح، سعید غفرہ، صحیح عبدالمطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱ ۶ ۶۱ھ۔

(۱) "عن عامر بن سعد، عن أبيه قال مرص مرضاً أنشئ فيه، فعاد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال يا رسول الله! إن لي مالا كثيرا وليس يرثني إلا أنثى، أفأتصدق بالثلثين؟" قال "لا" قال فالشطر قال "لا" قال فالثلث قال "الثلث، وثلث كثير" انك ان تترك ورثتك أغنياء حرم من أن تدعهم عائلة يكفون الناس" (سنن أبي داود ۲ ۳۹۵، كتاب الوصايا، باب ما جاء فيما لا يحوز للموصي في ماله، دار الحديث ملتان)

(۲) "وتحوز بالثلث للأحی وإن لم يحز الوارث ذلك لا الزيادة عليه، إلا أن تحيز ورثته بعد موته وهم كبار"۔ (الدر المختار: ۶/۲۵۰، كتاب الوصايا، سعید)

(وكذا في البحر الرائق: ۹/۲۱۳، كتاب الوصايا، رشیدیہ)

(وكذا في تبیین الحقائق: ۷/۳۷۶، ۳۷۷، كتاب الوصايا، دار الكتب العلمية بیروت)

(۳) "وأما صدقة التطوع، فيحوز صرفها إلى العی، لأنها تحزی محرری الهیة" (مدنغ الصانع،

۲ ۳۷۶، كتاب الزکوة، فصل فی الذی یرجع إلى المودی لہ، دار الكتب العلمية بیروت)

(وكذا في التاتاریخایہ ۲ ۲۷۵، كتاب الزکوة، باب من توضع الزکوة فیہ، إدارة لیسون کراچی)

(وكذا في المحيط الرهني. ۲ ۳۳۵، كتاب الزکوة، لفصل الثامن فی من توضع الزکوة فیہ، عفارید کوئٹہ)

وصیت اور تقسیم ترکہ

سوال [۱۵-۱۰] ایک مرتبہ میری والدہ نے فرمایا کہ چاول خرید لو، شاید نفع ہو۔ بہن نے کہا کہ رقم میری ہوئی منفع آپ کا، جس کو منظور کر رہا۔ خریداری ہوئی، مگر قیمت بڑھی، نقصان سے فروخت کر دیئے گئے۔ ماہ رمضان میں موسم برسات میں والدہ کا پیچہ تھل یا کافی پوٹ آئی، تدبیر کی غی غرافہ نہیں ہوا، جب طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو والدہ نے کہا گیا کہ پیچہ بہن ہو تو ہو، تو انھوں نے پیچہ رقم کے بارے میں وصیت کی کہ چاول کی رقم سے اتنا فداں اور اتنا فداں واہر پیچہ زیور اور نقد والدہ کے بھی تھے، پیچہ رقم دارا محمود دیو بند کے لئے بھی بتائی جس کو دے چکا ہوں۔ تو ب میں اس وصیت پر ایسے عمل کروں جبکہ چاہوں میں خسارہ ہوا؟

والدہ مرحومہ کی ذاتی رقم ۱۹۵ روپے اور دو زیور اور مال موجود ہے، اور وصیت کی رقم کی کل میزان ۱۱۵ روپے ہوتے ہیں۔

۲ جوزمین بنائی پردی کی ہو (۱) اس کی تقسیم ہر چیز میں ہونی، یہ صرف عند میں

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱ جبکہ چاول کی رقم آپ کی تھی اور والدہ کے سے نفع کا وعدہ تھا، نفع نہیں ہوا، بلکہ خسارہ ہوا تو والدہ صاحبہ کی یہ وصیت شرعاً واجب عمل نہیں (۲)، آپ ان کو جواب پہنچانے کے لئے جو پیچہ بھی

= "العصۃ من یاخذ جميع المال عند الترادد، وما أفتتہ الفرائض عند وجود من له الموصى

المقدر"، (تبيين الحقائق: ۷/۴۸۵، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(وکذا فی الدر المختار: ۶/۷۷۴، کتاب الفرائض، فصل فی العصات، سعید)

(وکذا فی السراجی فی المیراث، ص: ۳، سعید)

"وأما العصۃ بنفسه، فکل ذکر لا تدخل فی نسبه الی المیت اشئ، وهم أربعة اصناف

ثم جزء أبیه: أى الإحوة، ثم بنوهم وإن سفلوا"، (السراجی فی المیراث، ص: ۱۳، سعید)

(۱) "بنائی: پیداوار کی وہ تقسیم جو اجارہ دار اور مالک زمین میں قرار پائے"۔ (فیروز اللغات، ص ۱۸۰، فیروز خان، لاہور)

(۲) اس لئے کہ یہ وصیت دوسرے کی ملک کی ہے اور دوسرے کی ملک میں وصیت باطل ہے

"ومن أوصی بسبب إله أو غيره من التوراة أو وصیه صفة، لأنه وصیه بدل العروة، والد

دین گئے ان کا تعلق ہوگا (۱)۔ جو پچھترکہ ان کا (زیور یا نقد وغیرہ) ہے، ان میں سب ورثہ کا حصہ ہے، ورثہ کی تفصیل معلوم ہونے پر سب کا حصہ بٹھا جاسکتا ہے۔ ورثہ اگر سب بانٹ لیں اور اس بات پر رضا مند ہوں کہ ان کے ترکہ سے وصیت پوری کی جائے تو اس کی بھی اجازت ہے (۲)، یہ بھی درحقیقت وصیت کی شرعی تکفیز نہیں، بدایا صواب ثواب ہے۔

۲۔ بابت صورت یہ ہے کہ: چیز میں بٹائی کی جائے (۳)، پھر کوئی فریق اس میں سے کوئی چیز نہ لینا

= فی شرح الكتاب: ۲۲۶/۵، کتاب الوصایا، قدیمی

(وکذا فی الدر المختار: ۶/۲۶۹، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ بالثلث، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۹۹، کتاب الوصایا، رشیدیہ)

(۱) "الأصل في هذا الباب أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة، صلاةً كان أو صوماً، أو حجاجاً، أو صدقة، أو قراءة قرآن، أو الأذکار إلى غير ذلك من جميع أنواع البر، ويصل ذلك إلى الميت ويضعه وعن ابن رضى الله تعالى عنه أنه سأل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال يا رسول الله: إنا نتصدق عن موتانا ونحج عنهم ويدعوا لهم، فهل يصل ذلك إليهم؟ قال "نعم" (تبيين الحقائق ۲/۱۹۰، ۳۲۰، کتاب الحج، باب الحج عن الغير، دار الكتب العلمية بيروت)

(وکذا فی الدر المختار: ۲/۵۹۵، کتاب الحج، باب الحج عن الغير، مطلب فی إهداء ثواب الأعمال للغير، سعید)

(۲) "ولا تحوز سماراد على الثلث إلا أن يحيزها الورثة بعد موته وهم كبار" (الفتاویٰ العالمگیریہ ۶/۹۰، کتاب الوصایا، الباب الأول، رشیدیہ)

(وکذا فی الدر المختار: ۶/۶۵۶، کتاب الوصایا، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۹/۲۱۲، کتاب الوصایا، رشیدیہ)

(۳) "ثم يقسم الباقي بعد ذلك بين ورثته بالكتاب، والسنة والإجماع" (الدر المختار ۶/۷۱، ۷۲، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی السراحي فی الميراث، ص: ۳، سعید)

چاہے تو اپنا حصہ دوسرے فریق کو قیمۃ دیدے یا باقی قیمت ہی شرعی طور پر دے۔ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۶/۸۷ھ۔

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۶/۸۷ھ۔

مال وصیت کے بارے میں اختلاف

سوال [۶۱۷۱]۔ عبدالمید کے بھائی (پھوپھی زاد) تصور علی حاجی جس کے بچپن ہی میں والدین فوت ہو گئے تھے، اس کی پرورش میرے ہی والدین نے کی اور اس کو پڑھایا لکھایا، جوان ہونے پر اس کی شادی بھی کر دی تھی۔ یہ لاؤ لد تھ، یہ بیمار ہوا اور مجھ کو بلوایا، میں اس کے پاس آیا، میری موجودگی میں یہ فوت ہو گیا، اس کا گور، جنازہ کرو یا (۲)۔ کفن دفن کرنے کے بعد چند آدمی جو کہ دنیا دار ہیں، مجھ کو یہ کہا کہ میرے والد کی جو نقدی رقم ہے یا سہاں پکانواں ہے وہ سب مرنے والا مسجد میں دے گیا۔ میں نے کہا مجھ کو تو یہ بتلایا تھا کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ سب تیرا ہے، مگر ان لوگوں نے مجھ کو قطعی جواب دیدیا۔ آیا میرا حق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ اپنے حق میں وصیت کے مدعی ہیں، وصیت کا حکم یہ ہے کہ وہ ایک تہائی ترکہ میں نافذ ہوتی ہے، جبکہ ورثاء، اس کو تسلیم کر لیں (۳) یا وصیت پر شرعی دلیل موجود ہو (۴)۔ نیز کسی ایک وارث کے حق میں معتبر اس

(۱) "کل واحد من الشركاء يصح بعد القسمة مالاً لحصته بالاستقلال، ولا يبقى لأحدهم علاقة في

حصه الآخر، ولكل واحد منهم أن يتصرف في حصته كيفما شاء" (شرح المحلة لسليم رستم بار:

۶۴۳، (رقم المادة ۱۱۶۲)، كتاب الشركة، الفصل الثامن في أحكام القسمة، مكتبة حفيه كوئٹہ

(۲) "گور: قبر"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۱۱۲، فیروز سنز، لاہور)

(۳) "ثم تعد وصاياهم من ثلث ما بقي بعد الدين"۔ (السراجی فی الميراث، ص: ۳۰، سعید)

(و کذا فی الدر المختار: ۷۶۰/۶، کتاب الفرائض، سعید)

(و کذا فی مجمع الأنهر: ۴/۳۹۵، کتاب الفرائض، غفاریہ کوئٹہ)

(۴) "ادعی علی میت حقاً أو شیئاً مما کان بیده، فأقر الوارث به، لزمه فی حصته"۔ (جامع الفصولین۔

۴۳/۲، الفصل التاسع والعشرون، اسلامی کتب خانہ کراچی)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳۶۹/۷، کتاب الدعوی، رشیدیہ)

وقت ہوتی ہے جبکہ وید، ورثہ اس پر راسی ہوں اور اجرت، یدیں (۱)۔ پس مہوم۔ ورثہ اس کے حق میں وصیت و تسلیم کر میں، اس و ایک تہائی تر۔ یہ جائے گا (۲)، بقیہ دو تہائی ورثہ کا ہوگا (۳)، ورثہ کی تفصیل آپ لکھیں تو سب کے حصہ متعین کر دئے جائیں گے۔ فقط و الحمد للہ۔

حرره العبد محمود غفر له، دارالعلوم دیوبند، ۱/۸/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ تادم الدین غفری عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۸/۹۲ھ۔

میراث کی ایک صورت اور وصیت نامہ

سوال (۱۷) : زید کا انتقال ہو گیا ہے جس نے پسماندگان مندرجہ ذیل چھوڑے تین بھتیجے وردو بھتیجیوں، نیز دو حقیقی بھائی اور دو بھانجیاں۔ مسئلہ یہ ہے کہ زید کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا، اس واس قدر حصہ ملے گا؟ جبکہ زید کی مندرجہ ذیل وصیتیں بھی ہیں اور زید کا تعلق ایک مدرسہ سے توفات رہا ہے

وصايا

۱۔ ”میرے پاس بتو بات کے برتن ہیں (۴) جو میری ملک نہیں بلکہ مدرسہ

(١) "عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "لا تحوز وصية نوارث إلا أربع: تشاء الورثة" (نصب الراية ٣٠٦، رقم الحديث ١٠٠٠). كتاب الوصايا، مؤسسة الريان، بيروت.

“ولا نوارثه وقاتله مباشرة إلا باحارة وورثته، لقوله عليه الصلاة والسلام “لا وصية لوارث إلا أن يحيزها الورثة”. . . . وهم كبار”. (الدر المختار: ٦/٦٥٥، ٦٥٦، كتاب الوصايا، سعيد)

(وڪذا في البحر الرائق: ۲۱۲/۹، كتاب الوصايا، رشديه)

(٢) "ثم تغذ وصاياه من ثلث ما بقي بعد الدين". (السراجي في الميراث، ص: ٣، سعيد)

(وكذا في الدر المختار: ٦/٦٠٤، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في مجمع الأبرار: ٣/ ٢٩٥، كتاب الفرائض، غفرية كوثه)

(٣) "ثم يقسمه الباقي بعد ذلك بين ورثته"، الدر المختار ٦/٢٢٤. كتاب الفرائض، سعيد.

(وكذا في البحار الرائق: ٣٦٥/٩، كتاب الفرائض، رشيدية)

(وكذا في السراحي في الميراث، ص: ٣، سعيد)

(۴) "دعوت" بمعدنی جوم اس میں یحییٰ بن اسماعیلیت ہو جیسے سنا، یہ نمن"۔ (فیروز لغات، ص ۶۵۹، فیروز سر لاہور)

کے ہیں۔

۲- تمام بچے برتن میرے ہیں جن کو چاہیں دیئے جائیں۔

۳- دو چار کتابوں کے علاوہ سب کتابیں میری ہیں جن کو حسب استعداد ضرورت

مند لوگوں کو دیدی جائیں، جن میں میرا خادم عمر بھی شامل ہے۔

۴- میرے نئے پرانے کپڑے کسی ایک شخص کو نہ دیئے جائیں، بکہ ضرورت

مندوں کو دے دیئے جائیں۔

۵- بڑا صندوق میرا ذاتی ہے، چھوٹا صندوق مدرسہ ہے جو بغیر استغناء کے

رکھا ہے۔

۶- دو عدد بور یوں میں کپڑے ہیں، کچھ سلعے ہوئے کچھ بغیر سلعے، وہ بھی میرے

نہیں ہیں، نیز کٹڑی کا صندوق اور چار پائی بھی میری نہیں ہے۔

۷- میرے روپے کا حساب بکرو خالد دو شخصوں کو معلوم ہے، اگر کسی بھائی کا قرضہ

ہو تو وہ گواہوں کے ساتھ ان دونوں سے لے لے۔

۸- میرے خرچ کے علاوہ جو کچھ بچے وہ مدرسہ کو دیدیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جواشیا، زید کی ملک نہیں بکہ بطور امانت اس کے پاس تھیں وہ زید کا ترکہ نہیں (۱)، اس میں کسی

وارث کا حق نہیں، وہ جس کی ہیں اس کو دیدی جائیں (۲)۔ جواشیا، زید کی ملک تھی وہ ترکہ ہیں، اولاً تجہیز

(۱) قال العلامة الحصکمی رحمہ اللہ تعالیٰ ”یبدأ من ترکة المیت“ (الدرالمختار) وقال العلامة بن عابدین رحمہ

اللہ تعالیٰ ”الترکة فی الاصطلاح: ما ترکہ المیت من الأموال صافیاً عن تعلق حق العبرعین من الأموال“

(ردالمحتار: ۶/۷۵۹، کتاب الفرائض، سعید)

(و کذا فی تسین الحقائق: ۷/۴۷۱، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۲) قال اللہ تبارک وتعالیٰ ”ان اللہ یمرکم ان تؤدوا الامت الی اہلہا“ (سورة النساء: ۵۸)

”یخیر تعالیٰ اہلہ بأمر بأداء الامت الی اہلہا، وفی حدیث الحسن عن سمرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ”اذ الامانة الی من ائتمسک، ولا تخص من خاک“ رواہ الإمام أحمد -

”ثین متوسط حریقہ پر رکے جو چھ بچے اس کے ایک تہائی میں وصیت پوری کی جائے۔ اس کے بعد بقیہ ترکہ تینوں حقیقی بھتیجیوں کو برابر سے گا (۱)۔ بھتیجیوں (۲)، بھائیوں، بھائیوں کو اس کے ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔“

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۷/۸۹ھ۔

== ”وہد یعم جميع الامانات الواحة على الابن من حقوق الله عز وجل ومن حقوق العباد بعضهم على بعض كالودائع وغير ذلك مما ياتسون به بعضهم على بعض“ (تفسیر اس کبیر، ۱/۶۸۵، در السلام الربا ص)

(۱) ”بدأ بتكمية وتحهيره من غير تدبير ولا تقدير، ثم تقضى ديونه من جميع ما بقى من الله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقى بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته“ (السراجی، ص: ۲، ۳، سعید)

(وکذا فی الدر المختار: ۷/۷۵۹، کتاب الفرائض، سعید)

(۲) بھتیجا چونکہ عصبہ ہے اور عصبہ ذوی الارحام کی عدم موجودگی میں کل مال کا مستحق ہوگا

”ثم جزء أبيه: أي الإحوة، ثم بنوهم وإن سفلوا“ (السراجی، ص: ۱۳، سعید)

”العصبة من يأخذ جميع المال عند انفرادها، وما أبقته الفرائض عند وجود من له الفرض المقر“ (تیس)

الحقائق: ۷/۳۸۵، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(وکذا فی الدر المختار: ۷/۷۷۳، کتاب الفرائض، باب العصبات، سعید)

(۳) مذکورہ ورثاء ذوی الارحام میں سے ہیں اور عصبہ کی موجودگی میں ذی الارحام کو حصہ نہیں ملے گا

”والمستحقون لتركه عشرة اصناف مرتبة فبدأ بذی الفرض، ثم بالعصبة النسبية، ثم بالعصبة

النسبية، ثم الرد على ذوی الفروض النسبية، ثم ذوی الارحام“ (الفتاویٰ للعالمگیریہ ۶/۳۳۷، کتاب الفرائض،

الباب الأول، رشیدہ)

”هو كل من ليس بذی سهم ولا عصبة ولا يرث مع ذی سهم ولا عصبة“ (الدر المختار،

۷/۷۹۱، کتاب الفرائض، باب ذوی الارحام، سعید)

”وإما يرث ذوی الارحام إذا لم يكن أحد من اصحاب الفرائض وله يكن عصبه“ (الفتاویٰ

العالمگیریہ: ۶/۳۵۹، کتاب الفرائض، باب ذوی الارحام، رشیدہ)

وصیت پورا کرنے کی ایک صورت

سوال [۹۷۱۸]: میری والدہ کا اجسی تھوڑا عرصہ ہوا انتقال ہوا ہے، انتقال کے بعد ختم شرع ہمارے ہر ایک وارث کو اس کا حق دیدیا۔ قبل از فوت میری والدہ نے ۳۱ میں سے وصیت کی تھی، اس وصیت میں چھ وارثین کے لئے مثل بڑی رُک کو کچھ دیا، نو اسی کو کچھ دیا، چھوٹی لڑکی کو ایک مکان دیا، نو اسی کو اسی طرح پچھتیمہ مسجد کے لئے، مطلب یہ کہ ۳۱ میں انھوں نے وصیت کی ہے، اس وصیت کے مطابق جو بیوہ شرعی فیصدہ کے مطابق تقسیم کر دیا۔

کچھ دنوں کے بعد میری والدہ کو ہمارے ایک عزیز ہیں جو دیندار اور آئمہ پیشترین کے خواب بالکل صحیح ہوتے ہیں، انھوں نے خواب دیکھا، پوچھا یہ حال ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے جو بھی صدقات وغیرہ دینے ہیں ان سب کا اجر مجھے پورا پورا مل گیا ہے، لیکن میرے ایک غریب کو نہیں ملے جس کی وجہ سے تکلیف میں ہوں، لہذا تم فلاں بہن (جو عورتوں میں دینی و بیہی کا مکررتی ہیں) خلیفہ بانی کو یہ میری امانت ہے ان کو بھیجوا، میں میری لڑکیوں کو کہہ دیں۔ یہ لوگ بہت ہی پریشان ہیں، آپ اس خواب کو حل فرما کر ہمارے حال پر مفرح فرمائیے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وصیت میں اس غریب عورت کے لئے بھی تجویز کیا تھا تو اس کو بھی دیا جائے (۱)، ورنہ اس کے ساتھ سوگ اور خیمہ کا معاملہ کیا جائے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۷/۹۵ھ۔

(۱) "ثم نفذ وصاياهم من ثلث ما بقي بعد الدين". (السراجی، ص: ۳، سعید)

"ثم تصح الوصية لأجسی من غیر إجارة الورثة" (الفتاویٰ العالمکیرۃ ۶/۹۰، کتاب الوصیۃ، رشیدیہ)

(وکذا فی الدر المختار: ۶/۶۵۰، کتاب الفرائض، سعید)

(۲) قال الله تبارک ونعالي ﴿وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينُ، فَارْزُقُوهُمْ مِنْهُ، وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا﴾ (سورة النساء: ۸)

قربانی کی وصیت پر عمل کب تک واجب ہے؟

سوال [۹۷۱۹]: ہندہ آخر عمر میں تھی، اس کا بیٹا سفر میں تھا، اس نے کہا کہ دو بیٹا آئیے یا نہیں؟ تو ہندہ نے اپنے بھائی کو یہ وصیت کر کے اپنی دو بیٹھ زمین بھائی کے نام پر لکھ کر جاری کر دیا کہ ہر سال میرے لئے ایک قربانی کرنا۔ بعدہ ہندہ مر گئی، جب بیٹا ہر آتا تو وہ زمین بھائی نے بیٹے کے نام کر دی اور وصیت جاری رکھی، پھر بیٹا مر گیا، اس نے وہ زمین دوسرے کے نام فروخت کر دی تھی۔ سوال یہ ہے کہ

۱۔۔۔ قربانی کی وصیت کب تک جاری رہے گی؟

۲۔۔۔ وصیت کردہ زمین وارثوں کا ترکہ بن سکتی ہے؟

۳۔۔۔ اگر ترکہ بن سکتی ہے تو فروخت کر سکتے ہیں یا نہیں؟

۴۔۔۔ اگر وارث نے فروخت کر دی تو مشتری کا روپیہ یعنی ثمن کس کے ذمہ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ جب تک وہ زمین بھائی کے پاس رہی اس وقت تک وصیت کے موافق قربانی بھائی کے ذمہ رہے گی۔
۲۔۔۔ زمین بعد میں نہیں (۱)۔

(۱) واضح رہے کہ وصیت شرعاً ایک ٹکٹ میں جاری ہو سکتی ہے، بذائدہ زمین کا حساب گارہ ف ایک ٹکٹ کے بقدر قربانی کرنا بھائی کے ذمہ لازم ہے، ایک ٹکٹ سے زائد میں نہیں

”عن عامر بن سعد عن أبيه قال مرص مرصا أسمى فيه، فعاده رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال ما رسول الله بن لي مالا كثيرا ولبس يرثي إلا ابتي، أفأصدق بالثمنين“ قال ”لا“ قال فبالشطر؟ قال ”لا“ قال: فبالثلث؟ قال: ”الثلث، والثلث كثير، إنك إن ترك ورثتك أغنياء خير من أن تدعهم عالة يتكففون الناس“ (سنن أبي داؤد: ۳۹۵/۲، كتاب الوصايا، باب ما جاء فيما لا يجوز للموصي في ماله، مكتبة دار الحديث ملتان)

”ولا تحور سماراد على الثلث إلا أن يجبرها الوارثة بعد موته وهم كبار“ الفتاوى

المكبرية: ۹۰/۶، كتاب الوصايا، الباب الأول، (رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۶۵۶/۶، کتاب الوصایا، سعید)

۲ جب بھائی نے مرحومہ کی وصیت کردہ زمین اس کے لڑکے کو دیدی تو وہ اس کی ملک ہوگئی، حسب تخریج شرعی اس میں وراثت جاری ہوگی (۱)۔

۳..... ہر وارث کو اپنا حصہ فروخت کرنے کا اختیار ہے (۲)۔

۴ وصیت صرف بھائی کے حق میں تھی، اس نے جب مرحومہ کے لڑکے کو بہہ بردی تو وہ ملک ہو گیا (۳) اس کو بھی فروخت کرنے کا حق تھا، اور اس کے بعد جس وراثت میں بی بی کو بی فروخت کرنے کا حق ہے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۲/۸۸ھ۔

وصی اور وارث میں اختلاف

سوال [۹۷۲۰]: ہر ایک پھوپھی زاد بھائی فشی حسین بخش و ندر حیم بخش عرصہ ۲۵ سال کا ہوا، انتقال کر گیا تھا۔ اور مرحوم اپنی حیات میں مرنے سے پہلے اپنی بیوی اور اپنے لڑکے کو اور اپنے مال اسباب کو مجھ پر وصیت کر گیا تھا اور کہا کہ میرے مرنے کے بعد تم ان کے مختار ہو گے، یہ تمام اشیاء تمہارے سپرد ہیں۔ یہ بھی

(۱) ”ثم يقسم الباقي بعد ذلك بين ورثته بالكتاب والسنة والإجماع“ الدرالمختار

۶/۷۶۲، کتاب الفرائض، سعید

(و کذا فی البحر الرائق: ۴/۳۶۵، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(و کذا فی مجمع الأنهر: ۴/۴۹۵، کتاب الفرائض، مکتبہ غفراریہ کوئٹہ)

(۲) ”کل واحد من الشركاء يصح بعد القسمة مالاً لحصته بالاستقلال، ولا يبقى لأحدهم علاقة في

حصه الآخر، ولكل واحد منهم أن يتصرف في حصته كيما شاء“ (شرح المحلة لسليم رستم دار

۱/۶۳۳، (رقم المادة ۱۱۶۲)، کتاب الشریکة، الفصل الثامن فی أحکام القسمة، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(۳) ”يمسك الموهوب الموهوب له بالقص، فالقص شرط لثبوت الملك لا لصحة الهبة“، شرح

المجلة لسليم رستم باز: ۱/۴۷۳، (رقم المادة: ۸۶۱)، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(و کذا فی ردالمحتار: ۵/۶۸۸، کتاب الهبة، سعید)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۶/۴۸، کتاب الهبة، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۴) (راجع رقم: ۲)

وصیت کر گیا تھا کہ سو روپے تمہارے میرے ذمہ ہیں اور ۱۲ روپیہ پنچائی (۱) میرے پاس ہیں۔ ۹۶ روپیہ مرحوم کی بیماری اور کفن و دفن پر میں نے صرف کئے۔ دفن کرنے کے بعد میں نے پنچایت کی رقم اور جو کچھ مال اسباب تھا، وہ سب میں نے پنچایت میں رکھا اور میں نے پنچوں سے کہا کہ ان میں مختار کون ہونا چاہیے، مرحوم کی یہ وصیت تھی۔ تو اس پر پنچوں نے مجھے مختار بنایا اور جو کچھ بھی چیز تھی وہ سب میرے سپرد کر دی تھی، تحریر وغیرہ کوئی نہیں ہوئی۔

مرحوم کا بچہ سب بھرا کا تھا، بیڑھ برس تک بیوہ اور بچہ ن پرورش میں نے کی جس پر ۱۳۰ روپیہ میرا صرف ہوا۔

ان زیورات میں سے میں نے تین چار زیور بیوہ کو دیدے تھے، بیوہ نے ڈیڑھ سال بعد نکاح کر لیا، لڑکے کی عمر اس وقت ڈھائی سال کی تھی۔ پھر میں نے پنچایت کی اور پنچایت نے یہ لڑکا میرے سپرد کر دیا اور میں نے اس پرورش کی اور لڑکے کی مسلمان (۲) بھی میں نے کی اور لڑکائی بھی میں نے کی (۳)، مگر قدرتی الہی سے یہ لڑکا جس کا نام کرم الہی تھا انتقال کر گیا، اس کا کفن و دفن و دیگر اخراجات سب میں نے کئے۔

اس کے بعد اس کے والیان جو کہ چوتھی یا پانچویں پشت میں ایک دادا کی اولاد ہیں، مندرجہ ذیل شخاص ہیں

مولانا بخش، قادر بخش، نظام الدین، خیر الدین، علیم الدین۔

یہ سب ایک دادا کی اولاد ہیں۔ پھر انھوں نے مجھ سے تمام اشیاء طلب کی جس پر میں نے جواب دیا کہ جس وقت اس کا والد گذرا تھا اس نے مجھے اس کا سرپرست بنایا تھا اور پنچایت نے مجھے وارث بنایا، اور ساڑھے چار سال کے بعد انھوں نے مجھ پر دعویٰ ہی کیا تھا کہ یہ لڑکا ہمیں ملنا چاہیے۔ عدالت نے یہ فیصلہ کیا کہ جب پنچایت نے محمد خان کو وارث بنایا تھا تو عدالت کی طرف سے بھی یہ فیصلہ ہوا کہ محمد خان ہی ہر چیز کا سرپرست ہے۔

(۱) "پنچائی حوام کے پٹے ہوئے مندوں کی خدمت"۔ (فیروز اللغات، ص ۳۰۵، فیروز سنز لاہور)

(۲) "مسلمانی ختمہ سنت"۔ (فیروز اللغات، ص ۱۳۷، فیروز سنز لاہور)

(۳) "لڑکائی معنی نسبت"۔ (ایضاً ۱۰۲)

انہوں نے میرا تمام روپیہ فضول بیچ صرف کرایا اور پھر یہ دعویٰ بھی خراج ہو یا اور محمد خان کے حق میں کامیابی ہوئی، اس کے بعد انہوں نے فوجداری مقدمہ ۴۰۶ کا یہ جس میں خدا کے فضل سے محمد خان کو کامیابی ہوئی اور اب ان کا ارادہ دیوانی کرنے کا ہے (۱)، مگر میں نہیں چاہتا کہ کسی قسم کا جھگڑا ہو اور میرا بہت سا روپیہ ناجائز طریقہ پر خرچ ہو، آپ کا فتویٰ چاہتا ہوں۔

مرحوم منشی حسین بخش کی ایک سگی بھانجی ہے، اس لڑکی نے بھی نوٹس دیا ہے اپنے حقوق کے لئے، داد و اولاد صرف تین اشخاص ہیں اور یہ جائیداد مرحوم کی پیدا کردہ ہے جدی نہیں، صرف ایک مکان جدی تھا، وہ خیر الدین نے بچوں نابالغی میں ہی قبضہ کر لیا تھا۔ جو شرع کا حکم ہو اس پر عمل کیا جاوے، ان وارثوں نے سوا اور کوئی وارث نہیں۔

محمد خان۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مرحوم کا ترکہ بعد ادا کے قرض وغیرہ (۲) اس طرح تقسیم ہوگا کہ آٹھواں حصہ بیوہ کو ملے گا (۳)، سات

(۱) ”دیوانی عدالت خلیفہ، وہ عدالت جس میں مال از چاہیدہ و رقبہ وغیرہ کے مقدمات کی دعوت ہو“۔ (فیہ ذراعات۔ ص ۶۷۴، فیروز سنز لاہور)

(۲) ”تعلق بترکۃ المیت حقوق اربعۃ مرتبۃ الاول یبدأ بتکفیلہ وتجهیزہ من عبور تدبیر ولا تقصیر، ثم تقصی دیوہ من حمیع مابقی من مالہ، ثم تشد وصایہ من ثلث مابقی بعد الدین، ثم یقسم المابقی بین ورثتہ“۔ (السراجی فی المیراث، ص: ۲، ۳، سعید)

(وکذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض: ۶/۷۵۹، ۷۶۱، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الفرائض، الباب الاول فی تعریفہا و فیما یعلق بالترکہ ۶/۴۴۷، رشیدیہ)

(۳) جب میت کی اولاد موجود ہو تو زوجہ کو ثمن (آٹھواں حصہ) ملے گا

قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ، فَلَيْسَ الْتَمَنُّ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا

أَوْ دِينَ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

حصے لڑکے کو ملیں گے (۱)، پھر لڑکے کے انتقال کے بعد اس کے ترکہ سے ایک تہائی اس کی والدہ کو ملے گا (۲)، اور دو تہائی مو بخش وغیرہ کو (۳)۔ ان میں سے جو تک زیادہ قریب ہیں اور ایک درجہ میں ہیں، وہ برابر کے حقدار ہیں۔ مرحوم کا جو کچھ ترکہ ہے، اس کو بطریق مذکورہ وراثہ کے حوالہ کر دیجئے، آپ کو خود رکھنا درست نہیں (۴)۔ اب سرپرستی بھی ختم ہو چکی، پنچیت کا فیصلہ بھی پیچیدہ نہیں (۵)۔

جو روپیہ آپ نے اپنا خرچ کیا ہے وہ اگر احسان اور تبرع ہے تو آپ نہیں لے سکتے (۶)، اگر لڑکے کی

(۱) بیٹا عصبہ ہے اور عصبہ ذوی الفروض، حصہ دینے کے بعد تمام میراث کا مستحق ہوگا

”العصبات وہم کل من لیس لہ شیء مقدر، ویأخذ ما بقی من سہام ذوی الفروض، وإذا انفرد احد جميع المال“ (الفتاویٰ العالمگیریۃ ۶/۵۱۴، کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصبات، رشیدیہ)

(وكذا فی تبیین الحقائق: ۴۸۵/۷، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(۲) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ”من لم یکن لہ ولد وورثاء او ید، فلامہ الثلث“ (سورۃ النساء ۱۱)

”والثالثۃ الام، ولینا ثلاثة احوال السدس مع الولد وولد الان أو اثین من الإحوة والأخوات والثلث عند عدم هؤلاء“ (الفتاویٰ العالمگیریۃ ۶/۴۴۹، کتاب الفرائض، الباب الأول، رشیدیہ)

(وكذا فی السراجی، ص: ۱۱، سعید)

(۳) چونکہ یہ عصبہ ہے اور عصبہ ذوی الفروض ہے۔ بعد ازاں اس کا مستحق ہوگا، کما بقدرہ فی رقمہ الحاشیہ ۱ پر ملاحظہ فرمایا۔ قریب و رقیب میں بھی برابر

”اد اجتماعت العصبات بعضها عصۃ بنفسها وبعضها عصۃ بغير وبعضها عصۃ مع غيرها، فما سرحیح مہمہ۔ لقرب الی الست، لا یكون۔ عصۃ بنفسها“ (الفتاویٰ العالمگیریۃ ۶/۵۲۲، کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصبات، رشیدیہ)

”الأقرب والأقرب برخول بقرب مدرجہ“ (السراجی، ص: ۱۳، سعید)

(۴) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ”ولان کنوا منکم سکنہ بالعلیہ“ (سورۃ البقرہ ۱۸۸)

(۵) سرپرستی میں وقت تھی، اب تک مرحوم بچہ زندہ تھا، اس لئے اس پر سرپرستی بنی تھی۔

(۶) ”ورجع بما جہزہ بالمعروف علی ترکہ“ وذلک من ذوی الرجوع فی بیوی -

پرورش میں عدالت یا پنپیت کے حکم سے بطور قرض اپنا روپیہ خرچ کیا ہے اور خرچ کرتے وقت اس وقت کے دوا بھی آپ نے بنائے تھے کہ یہ روپیہ میں قرض دے رہا ہوں، پھر وصول کر لوں گا تو آپ ۱۰۰ روپیہ سے سکتے ہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

جواب صحیح ہے: سعید احمد مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبدالمطیف مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ربیع الاول/۱۴۳۷ھ۔

بیوی کے لئے جائیداد کی وصیت

سوال [۲-۹]: بھرنی دو بیویاں ہیں، زوجہ اول زائدہ و سہیلی اور ایک لڑکی ہے، اس کے انتقال کے بعد دوسری زوجہ سعیدہ سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے۔ بیکچور ارضیات کا مالک ہے، زوجہ اول زائدہ کے لئے کوئی راضی مخصوص نہیں کی، زوجہ دوم سعیدہ کے لئے وصیت کی کہ فلاں راضی دیدی جائے، بیکچور کے انتقال کے بعد وہ راضی سعیدہ کو دیدی گئی اور وہ اپنی حقیقی اولاد کے ساتھ عیال و زندگی بسر کرنے لگی، اس راضی سے وہی فائدہ اٹھاتی رہی۔ گورنمنٹ کے عام احکام کے پیش نظر، خط قبضہ سعیدہ بنی مالک راضی قرار پائی، اب اہلیہ دوم سعیدہ کا انتقال ہو گیا۔

اس راضی کی نسبت برادر خورد و کلاں میں یہ تحریر موجود ہے کہ: اور نور (۲) کا کہنا کہ والد نے میری ولدہ کو یہ راضی بذریعہ وصیت بدشروط دیدی اور گورنمنٹ نے یہی کارروائی کے نام پر یہ دیدی اس لئے

۱۔ السرع، فلاں رجوع لہذا الفقہ الاسلامی وادلہ ۵۹۶۔ کتاب الوصایا، لمبحث الثلث فی احکام تصرفات الوصی، (رشیدیہ)

(وکذا فی قواعد الفقہ، ص: ۱۰۶، الصدف پبلشرز)

۲۔ ”أنفق الوصی من ماله نفسه علی نصی، ویتقی مال عاتق فهو مطوع فی التصرف من حسابہ، لا أن یشہد اسہ قرص، أو اسہ یرجع عیسہ، لأن قول الوصی لا یفعل فی الرجوع فیشہد لذلك (ردالمحتار: ۶/۷۱۷، کتاب الوصایا، فصل فی شہادۃ الأوصیاء، سعید)

(۲) ”برادر خورد: چھوٹی بھائی“۔ (نور اللغات: ۱۰/۵۷۵، سگ میل پبلی کیشنز، لاہور)

اس اراضی میں برادر کلاں اور اس کی ہمیشہ کو کوئی اتحقاق نہیں، میں ہی اس اراضی کے پانے کا مستحق ہوں۔

۲۔ پیش کی گئی ہے کہ جو اراضی بہاء دوم سعیدہ کو بذریعہ وصیت بلا کسی شرط کے دی گئی ہے وہ اسی وقت سے اس کی حیثیت ماکانہ ارپائی سے مرور منٹ سے اس کے نام پہنچا دیا (۱) قرار دے کر اس کو ماکانہ حیثیت دے دی، اس سے برادر کلاں (۲) اور اس کی ہمیشہ کو اس میں سے حق نہیں مل سکے گا۔

ان واقعات کے پیش نظر یہ برادر کلاں اور اس کی حقیقی بہن اراضی مذکورہ میں شرعاً حصہ پانے کے مجوز ہیں یا نہیں، اگر ہیں تو کتنی اراضی کے مجاز ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ بکرنے زوجہ دوم سعیدہ کو جو اراضی دی ہے اگر بعوض مہر دی ہے، یہ محض وصیت کی ہے ٹرسٹ دیئر ورثاء نے اس کی اجازت دیدی ہے اور وہ اراضی سعیدہ کو دیدی گئی تو وہ تنہا مالک تھی (۳)، اس کے انتقال کے بعد خود اس کی اولاد تو اس کی مستحق ہوئی، اور بکرنے کی زوجہ اولیٰ سے پیدا شدہ اولاد اس کی مستحق نہیں ہوگی، کیونکہ وہ بکرنے کا ترکہ نہیں (۴)۔

(۱) ”پیدار و تحریر جس سے مراد ہے جاپیدا، فیہ نقولہ کان یا کرانے پر کی ہیں چاہے وہ دست ویز جو کاشت کار مالک زمین کو اجارے کی بابت لکھ کر دے“۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۷۸، فیروز سنز لاہور)

(۲) ”برادر کلاں: بڑا بھائی“۔ (نور اللغات، ص: ۳، ۴/۸۱۲)

(۳) ”عس اس عاس رخصی اللہ تعالیٰ عیماں السی صلی اللہ علیہ وسلم قال ”لا وصیۃ لورث الا ن شاء الورثۃ“ نصب الراية للربیع ۴/۴۰۶، (رقم الحدیث ۸۰۷۰، کتاب الوصایا مؤسسة الریان بیروت)

”ولا میراثہ وقتلہ مناسرة الا بحرة ورثہ وہم ککار عقلاء، فلم تحر احدة صغر ومحور“ (الدرا المحتار: ۶/۶۵۶، کتاب الوصایا، سعید)

(و کذا فی السحر الرائق: ۹/۲۱۲، کتاب الوصایا، رشیدہ)

(۴) جب بکرنے زوجہ اولیٰ کے لیے وصیت کی اور اس سے ورثہ ملے اور اس صورت میں یہ زوجہ ثانیہ کا ترکہ ہو، بکرنے کا ترکہ نہ ہو، ہذا زوجہ اولیٰ کی اولاد میں ورثہ ملے گا (۱) (۲) (۳) (۴) کے ہوئے ہوتے مستحق میراث نہیں ہیں۔

۲۔ ... یہ رائے صحیح ہے، بیوی شرعاً ارث ہوتی ہے اور وارث کے حق میں جو وصیت کی جائے وہ اس وقت معتبر ہوتی ہے کہ سب ورثاء اس کی اجازت دیدیں۔ لہذا پہلی زوجہ کے لڑکے اور لڑکی نے اگر اس وصیت پر اعتراض نہیں کیا، بلکہ اس کو منظور کر لیا تو یہ وصیت معتبر ہوگی، اب اس کے مطالبہ کا حق نہیں رہا۔

تنبیہ جو وارث نابالغ ہو، اس کی اجازت کا اعتبار نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

ترجمہ: العبد محمد غفر، دارالعلوم، پونہ ۱۳/ ۹۲۱ھ۔

کنواں کھدوانے کے لئے سو روپے کی وصیت

سوال [۲۲-۹]: زید نے بہوش ہو کر اس برہقت انتقال ورثاء کے سامنے ایک شخص کو ایک سو روپیہ دیا اور وصیت کی کہ اس سے کنواں بنوادے۔ چونکہ رقم تھوڑی ہے اور اس سے کنواں نہیں بن سکتا تو یہ روپیہ وراثی جگہ صرف ہو سکتا ہے یا نہیں، کسی کار خیر میں یہ مدرسہ میں دیدیا جائے، مرحوم کو ثواب ملے گا یا نہیں، اور وصیت پوری نہ کرنے کا مواخذہ نہیں ہوگا؟ اور جب کہ مرحوم بچے کا ہے تو اب اس میں ورثاء کا تو کوئی حق نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مرض الموت میں سو روپیہ دے دیں تو یہ وصیت ہے، جس کا حکم یہ ہے کہ ایک ٹاٹ میں جاری ہوئی ہے، یعنی اگر کل ترکہ کا ٹاٹ سو روپیہ ہو تو وصیت پوری کی جاوے گی، ورنہ اس کا نافذ کرنا ضروری نہیں، اگر وراثت چاہیں نافذ ہونی ورنہ نہیں، بلکہ کل ترکہ کا ٹاٹ کیا اس میں نافذ ہوں، اگر اس رقم سے مستقل کنواں نہیں بن سکتا تو جو کنواں بن رہا ہو اس میں اس رقم کو دیدیا جائے تب بھی وصیت پوری ہو جائے گی۔ اگر کنواں کے اندر اس رقم کا خرچ کرنا مشورہ ہو تو پھر کی دینی مدرسہ یا مسجد قیام میں دیدیا جائے۔

”وصی صحیح، صحیح عہد رکھ من بدہ، کفی نفقہ دلت، ولا فیس حبس کفی“

وان مات حاح فی طریقہ او اوصی بالصح عنہ، یصح من بدہ ان بلغ نفقته ذلك، ولا فمن

”وہو رای ذوو الارحام، کل قریب“ لا یوت مع دی سہم ولا عصۃ سوی الروح حبس

لعدم الرد علیہما“ رد المحتار مع رد المحتار، کتاب الفرائض، باب توریث ذوی الارحام

حیث تبلغ“ تنویر (۱)۔

قال الطحاوی: ۳۲۱/۴: ”إن أوصى إيماناً يحج عنه، فإن حسن الطريق وإلا صرف إلى ما يراه الفقهاء من وجوه البر“ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
۷۔ اہل بیت محمد و آلہ عندہ: جین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۱۱/۵۲ھ۔
کتب: عبداللطیف ثنی عندہ، ۱۶/۱۱/۵۲ھ۔

والد کی وصیت کہ میرا فلاں بیٹا میرے غن و فن میں شریک نہ ہو

سوال [۲۳-۹]: ۱۔ میرے والد صاحب کی عمر ۸۰، ۹۰ سال کی ہے اور بہت زیادہ ضعیف ہو گئے ہیں۔ ہم لوگ تین بھائی ہیں اور دو بیویوں کی اولاد ہیں، ایک سوتیلہ بھائی ہے۔ والد صاحب سوتیلے بھائی اور سوتیلی ماں سے زیادہ انسیت رکھتے ہیں، والد صاحب کا کہنا ہے کہ ہمارے مرجانے کے بعد تم دونوں بڑے اور تمہاری بیوی سچے ہمارے جنازہ پر ہاتھ نہ لگانا اور نہ ہمارے غن و فن میں شریک ہوں۔ ایسی صورت میں ہم دونوں بھائی مع مل و عیال کے والد صاحب کے جنازے میں شریک ہو کر غن و فن کریں یا نہ کریں؟

۲..... والد صاحب کے اس تاکید کی حکم کے خلاف کرنا کیسا ہے؟

۳..... والد صاحب کا اس طرح کا حکم بچوں کو ماننا ضروری ہوگا یا نہیں؟

۴..... اس طرح کے حکم نہ ماننے پر قیامت کے دن کوئی مواخذہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ کے والد صاحب کی یہ وصیت قابل عمل نہیں، بالکل بیکار ہے (۳)، آپ سب ان کی تجہیز و تکفین

(۱) (تویر الأبصار مع الدر المختار: ۶/۶۶۲، ۶۶۳، کتاب الوصایا، سعید)

(۲) (حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار ۳۲۱، کتاب الوصایا، دار المعرفۃ بیروت لبنان)

(۳) وکذا فی السحر الرائق ۹، ۲۸، کتاب الوصایا، باب العتق فی المرض والوصیۃ، رشیدیہ

(و کذا فی تسنن الحقائق ۷، ۳۱۰، کتاب الوصایا، باب العتق فی المرض، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(۳) غیر شرعی وصیت کا نفاذ اور اس میں وصیت کرنے والے کی اتباع جائز نہیں

”یشترط فی الموصی لہ شروط صحۃ وشروط نفاذ، أما شروط الصحۃ، فہی ما یأیی

میں شریک ہوں (۱) اور سب کام شریعت کے مطابق ہوں قیمت میں آپ سے اس پر وفی مواخذہ نہیں ہوگا۔
فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ اچھہ محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۵/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۵/۸۸ھ

مرض الموت کی حد اور تعریف اور مرض الموت میں وارث کے حق میں اقرار

سوال [۹۷۲]: زید عرصہ دو تین سال سے ایک مرض مہلک میں مبتلا تھا، یعنی پیشانی پر مرض (سرطان) نمریزی میں (کینسر) اردو میں (پھیوڑا) کہتے ہیں، زید نے متاعی حکماء و ڈاکٹروں وغیرہ کا معائنہ تک مرض مذکور کا علاج کرایا، لیکن صحت یاب نہیں ہوا۔ بعد ازاں یہ وفی ڈاکٹر بمقام (مراق) انتقال سے تین ماہ پیشتر

= والا یكون الموصی له جهة معصية فإذا كان به حجة معصية، بطلت الوصية باتفاق الفقهاء، كالوصية لأندية القمار والمراقص وإقامة القمار على المقامر أو اليأحة على المولى لأن الوصية شرعت صلة أو قرابة، فلا يصح أن تكون في معصية، فإذا وقعت كدلك كانت باطلة عدو، لأنها وصية بمحرمة شرعاً (الفقه الإسلامي وأدلته، ۱۰/۳۶۳، كتاب الوصية، المطب الثاني شروط الوصية، والوصية لجهة معصية، رشیدیہ)

”أوصی بأرض له نسی بیعة أو كسبة، عدها لا یحور، وحه قولهما ان الوصیه یهدد الاشیاء وصیة بما هو معصية، والوصية بالمعاصی لا تصح“ (بدائع الصائغ، ۱/۳۴۱، كتاب الوصایا، فصل اما شرائط الركن، سعید)

(وكدافى الدر المختار مع رد المحتار ۱/۲۹۰، كتاب الوصایا، باب الوصية للأقرب وعبرهم، سعید)
(وكدافى الفتاوى العالمكیریة: ۹۵/۶، ۹۶، كتاب الوصایا، الباب الثانى، رشیدیہ)

(وكدافى فتاوى قاضى حان على هدمش لفتاوى لعالمكیریة ۳/۹۵۳ كتاب الوصایا، رشیدیہ)

(۱) ”عن أبی هريرة رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: حق المسلم على المسلم خمس: رد السلام، وعيادة المريض، وسأع الجار، وحاجة الدعوة، وتنصت العاضن“ (مشكوه المصالح، ص ۱۳۳، كتاب الجار، باب عيادة المريض ووجوب المرح، لفصل

الأول، قديمی)

پنے ۱۰ رکان (۱) کو ہمراہ ایئر بغرض علاج گیا، مرض مذکور کا علاج وہاں بھی نہیں ہوا۔ آخر کار بیرونی ڈاکٹر نے انتقال سے ڈھائی ماہ قبل زید کو لا علاج قرار دیکر اپنے وطن واپس کر دیا۔

پہلے کی یہ حالت تھی کہ روز بروز چہرہ پر بڑھتا جاتا تھا، یہاں تک نوبت پہنچی کہ مرض نے پیشانی سے تاؤ تک غار کر لیا جس سے بدہ اور غنونت پیدا ہو گئی، بس دماغ سے خون اور پیپ رات دن جاری تھا۔ انتقال سے ڈیڑھ ماہ قبل مریض کی ایک آنکھ پانی ہو کر خود بخود دھو جاتی رہی، بعد ازاں دوسری آنکھ بھی جاتی رہی، سر پر اٹھ رات کھوں پر ہر وقت پانی بندھی رہتی تھی، دو تین روز زید دوا کھاتے اور بٹھاتے تھے۔

چونکہ زید تاجر تھا، خرچ کچھ پاس نہیں تھا، آنکھوں پر پٹی بندھی رہتی تھی، سواری میں بیٹ کر تیار و دار کو ساتھ لے کر اپنی دوکان پر انتقال سے بیس یوم پیشتر گیا اور چھ سات سو کا پارچہ یک وقت میں دیگر دوکان داروں کو فی الوقت دے کر چند گھنٹے میں، اپس مکان پر آ گیا، کیوں کہ مرض، مانی تھا نہ آنکھوں سے نظر آتا تھا، نہ دماغ کام آتا تھا پس صاحب فراش ہو گیا۔

چنانچہ ایک صورت میں زید نے اپنے انتقال سے ایک ماہ سولہ یوم پہلے اپنے ایک وارث بزرگے قرضہ کا اقرار کر کے قرضہ میں اپنی جائیداد منقولہ کو مکشول کر دیا جس سے دیگر ورثاء محروم وارث تصور کئے جا رہے ہیں۔

الحاصل: ۱..... مرض الموت کی تفسیر اور حد بموجب مذہب مختار کیا ہے؟

۲ مرض مذکورہ بالا پر بموجب مذہب مختار مرض الموت کی تعریف صادق آتی ہے یا نہیں؟

۳ کیا مرض متذکرہ بالا کی صورت میں زید کا اقرار نامہ اپنے وارث کے قرضہ کا شرعاً معتبر ہے یا

نہیں؟ فقط۔

المستفتی حکیم ظہیر احمد خان، ٹونک قدیم، ۸ جمادی الثانیہ ۱۳۶۴ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... فی الہندیۃ: ”المریض مرض الموت من لا یخرج الی حوائج نفسه، وهو

لأصح، ک۔ فی حوائج النفسی، حد مرض الموت نکموفہ، و محارر لفتویٰ تہذیب

الغالب منه الموت، کان مرض الموت، سواء کان صاحب فراش أو لم یکن، کذا فی

(۱) ”برادر گلان بڑا بھائی“۔ (نور اللغات، ص ۸۱۲/۴، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور)

تو رستہ کا ارادہ تھا کہ اپنے کڑے مدرسہ میں دیدے اس کے انتقال پر شوہر کیا کرے؟

سوال [۵۷۲۵]: زید کی بیوی کا انتقال ہو گیا وہ اپنے کڑے چنانی کے مدرسہ میں، ینا چاہتی تھی۔ تو جس مدرسہ میں قدم پکڑا، اردنی تعلیم ہو، لیکن یہ وہی بچے قیوم و معتمد، اسے نہ ہوں تو اس مدرسہ میں وہ چاندی وغیرہ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اور مسجد میں دینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ زوق یہ صدقہ واجبہ نہیں، مدرسہ یا مسجد میں دینا درست ہے، تعمیر و تنوہ میں بھی خرچ کرنا صحیح ہے (۱)، ہاں اس کا لحاظ ضروری ہے کہ اس میں نابالغ کا حصہ نہ ہو اور جس نابالغ کا حصہ ہو وہ بھی بخوشی مسجد یا مدرسہ میں دینے کی اجازت دیدے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

ترجمہ اعلیٰ محمود و غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۶/۱۳۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۶/۹۲ھ۔

= بعد موتہ۔ (الدر المختار: ۵/۶۱۳، کتاب الإقرار، باب إقرار المريض، سعید)

(و کذا فی خلاصة الفتاویٰ ۴/۱۷۷، کتاب الإقرار، الفصل الثالث فی إقرار المريض، رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصانع ۷/۲۲۷، کتاب الإقرار، فصل فی إقرار المريض، سعید)

(۱) "ولو أوصی أن يجعل أرضه مسجداً، یحوز ولا خلاف ولو أوصی بثبت ماله لأعمال البر، ذکر فی فتاویٰ بی الیث رحمہ اللہ تعالیٰ أن کل مالیس فیہ تملیک، فهو من أعمال البر، حتی یحوز صرفه إلى عمارة المسجد وسراجه دون تزیینه وفي الفتاویٰ الخلاصة ولو أوصی بالثبت فی وحوه الخیر، یصرف إلى القنطرة أو ساء المسجد أو طلبة العلم" (الفتاویٰ العالمگیریہ ۶/۹۷، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الألفاظ التي تكون وصية والتي لا تكون وصية وما یحوز من الوصية وما لا یحوز، رشیدیہ)

(و کذا فی خلاصة الفتاویٰ ۴/۲۳۴، کتاب الوصایا، الفصل الثانی فی الوصية بالكفارة، رشیدیہ)

(۲) "وتحوز بالثبت للأحیی وإن لم یحوز الوارث ذلك لا الریادة علیه، إلا أن تحیر ورثته بعد موتہ وهم

کفار"۔ (الدر المختار: ۶/۶۵۰، کتاب الوصایا، سعید)

(و کذا فی خلاصة الفتاویٰ: ۴/۲۲۴، کتاب الوصایا، الفصل الأول فی، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۹۰، کتاب الوصایا، الباب الأول، رشیدیہ)

الفصل الرابع فی استحقاق الإرث وعدمه

(استحقاق اور عدم استحقاق وراثت کا بیان)

حق وراثت موتِ مورث کے بعد ہوتا ہے

سوال [۲۶/۹]: زید موجود ہے، زید کی اولاد میں ایک لڑکا اور دو لڑکیاں ہیں، لڑکیوں میں ایک حیات ہے اور ایک کا انتقال ہو چکا ہے۔ زید کی موجودگی میں سب جائیداد کی تقسیم زبردستی کرنے لگے ہیں۔ حال تکہ زید موجود ہے۔ شرعاً زید کی اولاد کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید جب تک زندہ ہے اپنی جائیداد کا خود مالک ہے، کسی وارث کا خثیثیت وراثت کوئی حق نہیں (۱)۔ زید کا جب انتقال ہو جائے گا، اس وقت جو ورثاء ہوں گے وہ حسب قواعد شرعیہ وارث ہوں گے، اس وقت مسئلہ دریافت کرنا، (۲)، ابھی کسی کو زبردستی لینے کا حق نہیں (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱/۸۸ھ۔

(۱) "أما بيان الوقت الذي يحوز فيه الإرث قال مشايخ بلخ الإرث يثبت بعد موت المورث"

(البحر الرائق: ۹/۳۶۴، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى "وهل إرث الحي من الحي أم من الميت؟ أي قبل الموت في آخر جزء من أجزاء حياته؟ المعتمد الثاني". (الدر المختار).

"لأن التركة في الاصطلاح ما تركه الميت من الأموال صائفاً عن تعلق حق الغير بعين من الأموال". (رد المحتار: ۶/۷۵۸، ۷۵۹، کتاب الفرائض، سعید)

(۲) "وشروطه ثلاثة موت مورث حقيقة أو حكماً، ووجود وارثه عند موته حياً والعلم بجهة إرثه". (رد المحتار: ۶/۷۵۸، کتاب الفرائض، سعید)

(۳) قال الله تعالى: ﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِغَاطٍ﴾ (سورة البقرة ۱۸۸)

حق میراث نہ لینے سے باطل نہیں ہوتا

سوال [۹۷۲]: خواجہ کی تین لڑکیاں: ہندہ وغیرہ اور ایک لڑکا تھا۔ خواجہ کا تو انتقال ہو گیا، ہندہ وغیرہ لڑکیاں اور باب اللہ لڑکا کو چھوڑ گیا۔ سارا ترکہ باب اللہ کے نام ہو گیا، لیکن اس کی بہنیں ہندہ وغیرہ نے اپنا حق نہیں لیا، حتیٰ کہ اپنے بھائی باب اللہ سے سب سے پہلے انتقال کر گئیں۔ بعدہ باب اللہ لڑکیاں اور ایک لڑکا سرور کو چھوڑ کر انتقال کر گئے، باب اللہ کا سب ترکہ ان کے لڑکے سرور کے نام ہو گیا۔ بعدہ سرور بھی ۱۰۰ بہنیں اور ایک بیوی چھوڑ کر انتقال کر گئے، اب سرور کے ترکہ میں اس کی چھو بہنیاں، ہندہ وغیرہ کے لڑکے حق کا دعویٰ کرتے ہیں۔

دریافت طلب یہ امر ہے کہ سرور کی چھو بہنیوں، ہندہ وغیرہ نے جبکہ اپنے بھائی باب اللہ سے اپنی زندگی میں اپنا حق نہیں لیا اور باب اللہ کا سارا ترکہ ان کے لڑکے سرور کے نام ہو چکا ہے تو کیا چھو بہنیوں کے مرجع نے کے بعد بھی ان کا حق باقی ہے اور ان کے لڑکے شرعاً حصہ لے سکتے ہیں، اگر لے سکتے ہیں تو کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

محض نہ لینے سے وارث کی ملک مال مورث سے زائل نہیں ہوتی (۱)، لہذا اگر ہندہ وغیرہ نے باب اللہ

= "عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم "ألا لا تظلموا، ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه" (مشکوۃ المصابیح ۱/۲۵۵، کتاب البیوع، باب العصب والعاریۃ، الفصل الثانی، قدیمی)

"لا يحوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته" (الدر المحتار ۶/۲۰۰، کتاب العصب، سعید)

(و کذا فی شرح المحلۃ لسلم رستم ۱/۶۱، (رقم المادۃ ۹۶)، المقالة الثانية فی بیان القواعد الفقہیۃ، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(۱) "لو قل وارث ترک حق، لا یطل حقه، إدا ملک لا یطل بالترک" (جامع الفصولین،

۴۰۲، الفصل الثامن والعشرون فی مسائل التركة ولورثة والدين اهـ، اسلامی کتب خانہ، کراچی)

(و کذا فی رد المحتار: ۵/۲۲۳-۲۲۵، باب إقرار المريض، فصل فی مسائل شتی، سعید)

کو اپنا حصہ بہہ کر کے باق عدہ قبضہ کرادیا تھا تب تو ہندہ کے ورثہ کو باب اللہ کے ورثاء سے اس کے لینے کا حق حاصل نہیں۔ اور اگر باق عدہ بہہ نہیں کیا تو پھر حق حاصل ہے (۱)، جس کی مقدار خولجہ کے انتقال سے اس وقت تک نام بنام موتی کی ترتیب اور ورثاء کی تفصیل معلوم ہونے پر تحریر کی جاسکتی ہے

”لو قال الورث: برکت حقی، لم یصل حصہ، رد المحتار لا یصل بترك“ اُسہ،

ص: ۲۳۹ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنوی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۱۲/۱۲/۵۷ھ۔

الجواب صحیح، سعید احمد غفرلہ، صحیح عبدالمطیف، مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/ذی الحجہ، ۵۷ھ۔

حصہ میراث پر قبضہ نہ کرنے سے میراث باطل نہیں ہوتی

سوال [۹۷۲۸]: ایک عورت فوت ہوئی، اس نے اپنے ورثاء میں والد و شوہر اور ایک بڑی چھوڑی،

ان ورثاء کے درمیان ترکہ متوفیہ ہر قسم بروئے مصلحت خود تقسیم ہو گیا اور ہر وارث متوفیہ اپنے اپنے حصہ پر قبضہ ہو گیا، مگر والد متوفیہ اپنے حصوں پر قبضہ ہونے کے بعد جب اپنے حصہ مکان مسکونہ پر قبضہ ہونے لگا تو اس نے اپنی نواسی یعنی دختر متوفیہ کو کچھ رنجیدہ پایا، اس وجہ سے والد متوفیہ نے ترکہ مکان پر اپنا قبضہ اس وقت حاصل نہیں کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد دختر متوفیہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ اب والد متوفیہ مذکورہ بالا اپنے حصہ مکان پر قبضہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ فقط۔

(۱) ”یملک الموهوب له الموهوب بالقبض، فالقبض شرط لثبوت الملك“ (شرح المحلة لسلبہ

رستم باز ۱/۴۷۳، (رقم المادة: ۸۶۱)، الباب الثالث فی احکام الهبة، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۵/۶۹۰، ۶۹۱، کتاب الهبة، سعید)

(۲) (الاشباه والظواهر: ۳/۵۳، باب ما یقلل الإسقاط من الحقوق وما لا یقلله، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی جامع الفصولین: ۲/۴۰، الفصل الثامن والعشرون فی مسائل التركة والورثة والدين، اسلامی

کتب خانہ کراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ ۱۲	عورت
شوہر	والد
۳	$\frac{2}{1} + \frac{1}{3}$
	لڑکی
	۶

شریعت کے موافق صورت مسد میں تقسیم ترکہ اس طرح ہے کہ کل ۱۲ سہام ہوں گے۔ تین شوہر کے، تین والد کے، چھ لڑکی کے (۱)۔ اس کے خلاف اگر کسی طرح صحیح اور تقسیم ہوئی اور سب ورثاء بالغ ہیں اور اس پر رضا مند ہیں تو وہ تقسیم میراث نہیں، بلکہ مال مشتبہ کی تقسیم ہے کہ فلاں چیز لڑکی کے لئے اور فلاں چیز شوہر اور فلاں چیز والد کے لئے، اس کے لئے سب کی رضامندی ضروری ہے (۲)۔ جب لڑکی رضا مند نہیں اور تقسیم مذکور حکم حاکم سے نہیں ہوئی تو بروئے شریعت تقسیم کرنا چاہیے۔

اگر تقسیم کے وقت لڑکی رضا مند تھی، بعد میں طبعی افسوس ہوا، اور والد نے ولداری کے لئے مکان پر قبضہ نہیں کیا، بلکہ لڑکی کو مستعار دیدیا تو اب اس پر قبضہ مالکانہ درست ہے (۳)۔ اگر مستعار نہیں دیا تھا بلکہ بہہ کر دیا

(۱) قال الله تعالى ﴿فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ، فَلَكُمْ الرِّبْعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِيَنَّ بِهَا أَوْ دَسْ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

وقال الله تعالى: ﴿وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِمَّاهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ﴾ (سورة النساء: ۱۱)

وقال الله تعالى: ﴿وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ (سورة النساء: ۱۱)

(۲) قال العلامة طاهر بن عبد الرشيد الحارثي "ولو كان في الميراث رقيق و غم وثياب، فاقسموا وأحد بعصم الرقيق وبعصم الغم، حارثا لثروتي" (حلاصہ فتاویٰ ۴، ۲۱۰، کتاب القسمة، الفصل الأول فيما يقسم وفيما لا يقسم، رشیدیہ)

روکد فی الفتاویٰ العالمکیریہ ۴، ۲۶۸، الباب الخامس عشر فی صلح الورثة والوصی فی الميراث، کتاب الصلح، رشیدیہ)

(۳) "وللمعسر ان يسرق العارية متى ساء سواء كانت العارية مطلقة أو مؤقتة، لأنها عيب لارمة"

تھا، اور اس پر لڑکی کا قبضہ پہلے سے تھا تو وہ لڑکی کی ملک ہو چکا تھا اب اسے واپس لینا درست نہیں (۱)، بلکہ قنون شرع کے موافق اس میں میراث جاری ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبدالمطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۱۴۰۷ھ۔

پراویڈنٹ فنڈ کا ورثہ میں سے مستحق کون ہوگا؟

سوال [۲۹-۱۹]۔ وراثت کے بارے فقہ حنفی کے مطابق فتویٰ مطبوع ہے، سید عبدالعلیم صاحب

مرحوم نے ۱۹ اگست ۱۹۰۷ء، انتقال فرمایا، انہوں نے مندرجہ ذیل ورثاء چھوڑے

مسماۃ بی بی باجرہ زوجہ متوفی، حمیدہ خاتون دختر متوفی، نسیمہ خاتون دختر متوفی، رشیدہ خاتون دختر

متوفی، شوکت علی پسر متوفی۔

مرحوم ریوے کے کارخانہ ملازم تھے، پراویڈنٹ فنڈ کے نام سے تنخواہ کا ایک جزو ہر ماہ وضع ہو کر جمع

ہوتا رہتا ہے، اختتام ملازمت کا کل رقم جمع کنندہ کو ادا ہو جایا کرتی ہے، بصورت انتقال ملازم دوران ملازمت اس

شخص کو ملتی ہے جسے وہ ملازم درج ہے، اس طرح جمع شدہ رقم نامزد شخص کو ادا کر کے محکمہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش

= (حلاصۃ الفتاویٰ ۴/۲۹۲، کتاب العاریۃ، الفصل الثالث فی طلب العاریۃ وردھا، رشیدیہ)

(وکذا فی الدر المختار: ۵/۶۷۷، کتاب العاریۃ، سعید)

وکذا فی شرح المحمۃ لسیم رستم بار ۱/۴۵۰، (رقم المادۃ ۸۱۳)، کتاب العاریۃ، الفصل الباسی،

مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(۱) "من وهب لأصوله وفروعه أو لأخيه أو أخته أو لأولادهما أو لعمه أو لعمته أو لحاله أو لحالته شيئاً،

فیس له الرجوع" (شرح المحمۃ لسیم رستم بار ۱/۴۷۶، (رقم المادۃ ۸۶۶)، کتاب الہیۃ، الباب

الثالث منه، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ ۴/۳۹۵، کتاب الہیۃ، الباب الخامس فی الرجوع فی الہیۃ و فیما

یمنع، رشیدیہ)

(وکذا فی حلاصۃ الفتاویٰ ۴/۴۰۲، کتاب الہیۃ، الفصل الثانی فی الرجوع فی الہیۃ، رشیدیہ)

ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ مرحوم نے ہاجرہ بی بی کا نام، مزدگی کے خانہ میں تحریر کیا تھا، چنانچہ ہاجرہ بی بی نے دس ہزار سے کچھ زائد رقم اس مد میں وصول کر لی اور اس کو اپنی ذاتی ملکیت تصور کرتی ہیں، متوفی نے یہ رقم نہ انہیں بہہ کی، نہ کسی اور مطالبہ میں دی، یہ رقم مرحوم کے قبضہ اور تصرف میں نہیں تھی۔

۱۔ ایسی صورت میں کیا وہ رقم انتقال کی ملکیت ہوگی، یا سب ورثاء اس میں حصہ رسدی کے مستحق ہیں؟

۲۔ مسماۃ ہاجرہ بی بی نے متوفی کے انتقال کے بعد جب انہیں غسل و کفن کے بعد لٹایا گیا تو تمام حاضرین کے سامنے مہر معاف کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ معافی اس لئے درخواست نہیں ہے کہ متوفی نے نہ اس کو سنا اور نہ قبول کیا، اس لئے وہ باریقہ بن مہر باقی ہے۔

۳۔ مرحوم کی کچھ رقم ڈاکخانہ میں جمع تھی اور پندرہ سو روپیہ۔ جو بینک ڈرافٹ کی صورت میں تھا۔ نکل نہ سکتا، یہ پندرہ سو روپے حج کی درخواست کے ساتھ ڈرافٹ کی صورت میں کیا گیا تھا، درخواست کی نام منظوری کے بعد نکالا نہیں گیا اور درخواست دہندہ کا انتقال ہو گیا۔ یہ رقم متبہا ہاجرہ بی بی کو ملے گی یا ورثاء میں تقسیم ہوگی؟

۴۔ جمیلہ خاتون دختر متوفی اپنے شوہر فیض الرحیم صاحب کاظمی کے ساتھ لاہور میں ہیں، سیاسی حالت نام سازگار کے باعث مدد و رفت فی الحال غیر ممکن ہے، وارث میں ان کا بھی وہی حق ہے جو دوسرے ورثاء کا۔ انہوں نے اپنی خالہ اور خاؤ کو مکھا کہ جب تقسیم ہو تو ان کا حصہ بھی الگ کر دیا جائے، چنانچہ ورثاء نمبر ایک و پانچ کے باوجود جمیلہ خاتون کے خاؤ۔ مسمیٰ مقبول صاحب۔ اس کے مؤید ہوئے اور انہوں نے چند بار اس کا اعادہ کیا مگر بعد میں ان کے خیالات تبدیل ہو گئے۔ دوران گفتگو انہوں نے فرمایا کہ:

۱۔ ”تحریر کا کیا اعتبار، ہو سکتا ہے کہ بھالے کی نوک پر جمیلہ سے یہ تحریر لکھوائی گئی ہے، استقرار حق کے لئے انہیں خود آنا چاہیئے۔“

۲۔ جمیلہ کا حصہ ورثاء نمبر ایک کے ساتھ شامل رہے گا اور اسی کی سپردگی میں رہے گا، اس لئے کہ وہی اس کا گاہگ بھائی ہونے کی حیثیت سے شہداء اس کا مجاز ہے، دوسرے کسی کو اس کا حق نہیں پہونچتا کہ اس کی سپردگی میں جمیلہ کا حصہ دیا جائے۔ نیز یہ کہ جب بھی جمیلہ آئیں گی تو ورثاء نمبر ایک انہیں چھوڑے والا کر راضی کر لے گا۔“

اس رائے کی تائید میں فتاویٰ عالمگیری کا حوالہ بھی دیا گیا۔

جمیلہ خاتون ماں اور بھائی سے اپنے حصہ کی طلب میں حصہ کا الگ نہ کیا جانا اور بھائی کے ساتھ اور ان کی سپردگی میں دینے پر اصرار، اس پر فتویٰ کی آڑ فسادِ نیت پر مبنی ہے، جمیلہ خاتون کو اختیار ہونا چاہیے کہ وہ جسے پسند کریں ان کی سپردگی میں ان کا حصہ دیا جائے۔ ورثاء نمبر ایک کے دل میں یہ خدشہ ہے کہ اگر جمیلہ خاتون کا حصہ الگ کر دیا گیا تو وہ ۱۰ زمان کے بڑے باپ اور خسر سید عبدالرحیم صاحب کی سپردگی میں چلا جائے گا، اس طرح ورثاء نمبر ایک سے محروم ہو جائیں گے، اس خدشہ کے دفعیہ کی یہ صورت بھی پیش کی گئی کہ جمیلہ خاتون کا حصہ الگ کر کے اس کی معقول قیمت ادا کر دی جائے تاکہ وہ رقم انہیں دیدی جائے، مگر اس پر بھی آمادہ نہیں ہے۔ براہ کرم جملہ امور کا واضح گاف جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... سید عبدالعلیم کا ترکہ اس طرح تقسیم ہوگا۔

مسئلہ ۸ حصہ ۲۰					سید عبدالعلیم
زوجہ	ابن	بنت	بنت	بنت	
باجرہ بی بی	شہرت علی	جمید	نسیم	رشیدہ	
$\frac{1}{5}$	۱۴	۷	۷	۷	

بعد اداائے حقوق متقدمہ علی الارث ترکہ مرحوم چالیس سہام بنا کر پانچ سہام زوجہ (باجرہ بی بی) کو

میں گے (۱)۔ سات سات سہام ہر لڑکی کو ملیں گے، چودہ سہام لڑکے کو ملیں گے (۲)۔ مرحوم کی تنخواہ سے وضع

(۱) جب میت کی اور موجود سو تو زوجہ و ثمن (آٹھواں حصہ) ملے گا اور مذکورہ صورت میں چالیس کا آٹھواں پانچ ہے، وہ اس کا

حصہ ہے

قال الله تبارک وتعالیٰ ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ، فَبَيْنَ الثَّمَنِ﴾ (سورة النساء ۱۲)

(۲) بین و ریشیوں دونوں میں کرعصبہ بن جاتے ہیں، توقیع مدوہہ للذکر مثل حظ الأنثیین کے بیٹے کو و ہر اور بیٹیوں کو اکبر

حصہ ملے گا: =

ہو جمع شدہ رقم بھی مرحوم کا ترکہ ہے (۱)۔ خاتمہ مزدق میں کسی کا نام نہ دینے سے ہیہ ہو اس کی سب نہیں ہوگی (۲)۔ یہ شرعی وصیت بھی نہیں (۳)۔ پس ہاجرہ بی بی کا ایسی رقم کو وصول کر کے تنہا اپنی ذات ملک تصور کرنا

= قال الله تبارك وتعالى: "بوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الأنثيين" سورة النساء: ۱۱

(۱) "المدرس لو مات أو عزل في أثناء النسبة قبل محي العلة وظهرها من الأرض، يعطى بقدر ما ياتر، ويصير ميراثاً عنه كالأحرار ادا مات في أثناء المدة" (رد المحتار ۲، ۳۵۰، كتاب الوقف، مطب فيمات لو مات المدرس أو عزل قبل محي العلة، سعيد)

"كما أن أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بين ورثته على حسب حصصهم، كذلك يكون الدين الذي له في دمه أحر مشترك بينهم على قدر حصصهم" (شرح المحلة لسليم رستم دار ۱، ۶۱۰، رقم المادة ۱۰۹۲، كتاب لسرقة، الفصل الثالث في الديون المشتركة، مكنه حفيه، كوئنه)

"زید" ان کے انتقال کے بعد، رثہ اپنے اپنے حصے کے لائق دین کا مطالبہ دیوں سے کر سکتے ہیں اور دیوں کا تقس مہجے تو اس کے ترکہ میں سے دین اپنے دین کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ (کفایات المفسر، کتاب الديون ۱۳۸/۸، دار الاشاعت)

(۲) پراویڈٹ فنڈ چونکہ سب ہمیشہ نہیں ہوتا، اس وجہ سے آرکائیو کی وجہ سے اس سے بھی سب میں نہیں ہوتا، یونہی سب کے لئے قبضہ شرط ہے اور یہاں قبضہ نہیں پایا جاتا

"تسقط الهبة بالإيجاب والقول، وتتم بالنقص الكامل، لأنها من التبرعات، والتبرع لا يتم إلا بالنقص" (شرح المحلة لسليم رستم دار ۱، ۴۶۲، رقم المادة ۸۳، كتاب الهبة، مكنه حفيه، كوئنه)

(و كذا في الدر المختار: ۵/۶۹۰، كتاب الهبة، سعيد)

(۳) "هي أي الوصية تملك مضاف إلى ما بعد الموت، عيب كان أو دينا" (الدر المختار مع

رد المحتار، كتاب الوصايا: ۶/۶۳۸، سعيد)

غلط ہے، اس میں سب ورثاء حسب تفصیل بالا شریک ہیں۔

۲ غنم و غنم کے وقت زوجہ متوفی نے مہر معاف کر دیا تو وہ معاف ہو گیا (۱)، اس کے لئے شوہر کا سننایا قبول کرنا ضروری نہیں۔

۳ یہ پندرہ سو فی رقم بھی مہر کا ترکہ ہے (۲)، تنہا جرہ بی بی کی مالک نہیں، حج کمیٹی سے واپس لے کر حصہ رسد سب پر تقسیم کی جائے۔

۴ ہمیدہ خاتون کا حصہ محفوظ رہنا ضروری ہے، اس میں کسی وارث کو بدلہ اجازت ہمیدہ خاتون تصرف کا حق نہیں (۳)، جبکہ حیات خراب ہونے کی وجہ سے وہاں سے کافی الحال و شوہر ہے تو یہ مطالبہ کہ ان

(۱) "وصح خطبها لکنہ" (ای حظ الروححة المہر) أو بعضہ، قبل اولاً "لدرالمختار ۳/۱۱۳، کتاب النکاح، باب المہر، سعید)

(و کذا فی الہدایہ: ۲/۳۲۵، کتاب النکاح، باب المہر، شرکۃ علمیہ ملتان)

(۲) "المدرس لو مات أو عزل فی أثناء النسۃ قبل مجئ العدة وحبورہا من الارض، یعطى بقدر ما دسرو، ویصیر مبرئاً عنہ کالأحرار إذا مات فی أثناء لمدۃ" (رد المحتار ۶/۶۳۵، کتاب الوفاء، مطلب فیما لو مات المدرس أو عزل قبل مجئ العدة، سعید)

"کما ان اعدان استوفی لہم وکۃ عدۃ مشترکۃ من ورثتہ علی حسب حصصہم، کذلک یکون لدن الندی لہ فی دمة، حر مشترک بیہم علی قدر حصصہم" شرح المحللہ لسلم رستم در ۶۱۰۱، رقم المادۃ ۱۰۹۲، کتاب النکرک، الفصل الثالث فی لدیون المشرکۃ، مکتبہ حنفیہ، کوئٹہ)

"زید و ان کے انتقال کے بعد وارث اپنے اپنے حصے کے حق میں مطالبہ دیون سے کر سکتے ہیں اور دیون ہا انتقال ہو جائے تو اس کے ترکہ میں سے ان اپنے دیون کا مستحق ہر مرتبہ"۔ انکھاست المفتی، کتاب الادیون، ۱۳۸/۸، دارالاشاعت)

(۳) "مشرکۃ الأملاک العیس برثہا رحلان أو یشتربانہا، فلا یحور لأحدہما أن یتصرف فی نصیب لآخر بلا بیذہ، وکل واحد مہم فی نصیب صاحبه کلاحس" (الہدایہ ۳/۶۲۳، کتاب الشرکۃ، طبع شرکۃ علمیہ ملتان)

وودنا چاہیے بکس اور ہمیں ہے، ناندان، لے ایل دیانت اور ایل الرائے جس کے پاس رہنے سے اس کی حفاظت تصور کریں، یا اس سے پاس محفوظ رکھیں، بیحد، جمع کر دیں۔ پھر اگر وہ کسی کو خود نامزد کر دے تو اس کی یہ حق میں دیدیں (الافتاء، ۱/۲۱۱، ۲۱۲)۔

حرره العبد محمود غفر له، دارالعلوم دیوبند۔

پروایڈنٹ فنڈ کا مستحق انتقال ملازم کے بعد کون ہے؟

سوال [۹۷۳۰]: زید ایک اسکول کا ملازم تھا، اس کا پچھروپیہ پروایڈنٹ فنڈ میں کٹ کر جمع ہے، انہوں نے اپناائف انشورنس بھی کروایا تھا جو سرکاری ملازموں کے لئے ضروری ہے، اور روپیہ اپنے کی جگہ صرف اپنے لڑکے عمر کا نام درج کروایا۔ نیز زید نے اپنا روپیہ پہلی بیوی عائشہ کے نام بینک میں جمع کیا اور پاس بک لا کر عائشہ کے حوالہ کر دی اور پچھروپیہ دوسری بیوی شاکرہ کے نام جمع کئے، لیکن پاس بک حوالہ نہ کیا، بلکہ اپنے ہی پاس رکھ۔ اب چند ماہ ہوئے زید کا انتقال ہو گیا اور انہوں نے اپنے وارثوں میں دو بیویوں، عائشہ اور شاکرہ اور دو لڑکے: عمر و بکر اور تین لڑکیوں کو چھوڑا۔

اب چند امور استفسار طلب ہیں:

(الف) پروایڈنٹ فنڈ والا روپیہ تمام وارثوں کو حصہ شرعی ملے گا، اگر ملے گا تو کیوں، یا حکومت جس وارث کو چاہے دیدے؟

(ب) اائف انشورنس والا روپیہ صرف بڑے لڑکے عمر کو ملے یا تمام وارثوں کو؟

(ج) دونوں بیویوں کے نام جو بینک بیننس جمع ہے، کیا وہ بیہ نہیں، اگر بیہ نہیں تو کیوں؟

— (وکدافی شرح المحلة لسليم رستم بار ۱/۶۰۱، (رقم المادة ۱۰۷۵)، كتاب الشركة، مكنه حفيه كوئنه)

(۱) 'حصة أحد الشريكين في حكم الوديعة في يد الآخر' (شرح المسئلة لسليم رستم بار ۱/۶۰۸، (رقم المادة: ۱۰۸۸)، كتاب الشركة، مكتبة حفيه كوئنه)

”ما حكمها فوجوب الحفظ على المودع وصيرورة المال امانة في يده ووجوب ادائه عند طلب مالكة“۔ (الفتاوى العالمكبرية: ۳/۳۳۸، كتاب الوديعة، رشيدية)

الجواب حامداً ومصلیاً:

(الف)۔ ملازم کی کارکردگی کی اجرت کا جز جو کہ جمع کر لیا جاتا ہے وہ ملازم کا ذین ہے، اس پر جتنی رقم زائد ملتی ہے وہ اسی کا انعام ہے، گو کہ اس پر ابھی ملازم کی ملک حاصل نہیں ہوئی، لیکن اس کا اصل مستحق ملازم ہی ہے، ملازمت ختم ہونے پر وہ اس کو وصول کر سکتا ہے، اگر اس سے پہلے اس کا انتقال ہو گیا تو ورثاء پر حصہ شرعی اس کی بھی تقسیم ہوگی (۱)۔ تاہم انعام دینے والا چونکہ ابھی تک اپنے انعام کا مالک ہے، وہ اگر ملازم کی کارکردگی کا انعام اس کے کسی مخصوص وارث کو دینا چاہے تو اس کو حق ہے۔

(ب)۔ محض اتنی بات سے وہ روپیہ بڑے بڑے عمر کی ملک نہیں ہوا، کیونکہ اس میں ”سبب سبب من مین عینہ ندیں“ ہے (۲)۔ ہاں! اگر عمر کو روپیہ دے کر بطور ہبہ مالک بنا دیتا۔ پھر اس کی طرف سے وکیل ہو کر جمع کرتا تو دوسری بات تھی (۳)۔ اب تو وہ سب ورثاء کا حق ہے، لیکن اصل جمع کردہ رقم سے جو رقم زائد ملے

(۱) ”وتفسح الإجارة بموت أحد المتعاقدين أي أحد من الآخر والمستأجر، وإن السافع والأجرة صارت ملكاً للورثة، والعقد السابق لم يرحمهم فيقضى“، مجمع الأنهر ۳/ ۵۵۹، باب فسخ الإجارة، مکتبہ غفراریہ کوئٹہ

”المدرس لومات أو عزل في أثناء السنة قبل محي العلة وظهورها من الأرض، يعطى بقدر ما باشر، ويصير ميراثاً عنه كالأجير إدامات في أثناء المدة“ (رد المحتار ۴/ ۴۳۵، کتاب الوقف، فصل براعی شرط الواقف في إجارته، سعید)

(و کذا فی فتح القدير ۹/ ۱۴۵، کتاب الإجارة، باب فسخ الإجارة، مصطفى البابی الحسی مصر)
(۲) ”أحد الورثة لو قبض شيئاً من بقية الورثة وأبرأ من التركة وفي التركة ديون على الناس إن كان مراده البراءة من قدر حصته من الدين، صح وإن كان مراده تملك حصته من الورثة، لا يصح. لأنه تملك الدين من غير من عليه الدين“ (تفیح الفتاوی الحامدیہ ۲/ ۴۴۹، کتاب لمدايات، مکتبہ میمنیہ مصر)

(۳) ”یملک الموهوب له الموهوب بالقبض“ (شرح المحمّد لسلمہ رستم دار ۱/ ۴۷۳، رقم المادة ۸۶۱)، الباب الثاني في أحكام الهبة، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ

اس وسعدق کریں (۱)۔

(ج) بہت سے مومنین کا قبضہ دنیا میں عمارتوں میں یا ایسا نہیں ہوا، اس نے یہ بہتہ تمام نہیں، پاس بک انرجی کے ذریعے سے قبضہ نہیں کیا، بعد از شہداء وہ پیسے و عموں کرنے کا حق ہو یا (۲) وصول کرنے سے پہلے وہ وہ پیسہ ملے گا ہے اور انکس کے بعد ورثہ مستحق ہیں، وہ عہد کسہ صاہر۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود بن عمر، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۸/۹۹ھ۔

مدرس کے انتقال کے بعد اس کی بقایا تنخواہ کا مستحق اس کا بڑا لڑکا ہوگا یا سب اولاد؟

سہ ال [۳۱] ۹۔ تسبیہ یہ انہ میں ایک مدرسہ قرآن پاک کی تعلیم کا عرصہ سے قائم ہے، اس کا خرچ وقف جامع سے نہیں دیا جاتا ہے، بعد ایک صاحب نے چھ ارغنی خرید کر کے مدرسہ کے نام وقف کی، مگر وہ آمدنی بہت قلیل ہے، مدرسہ کا خرچ پچھ پچوں کی فیس اور اہل خیر کے چندہ سے پورا کیا جاتا ہے۔ بعض وجوہ کی بنا پر مولوی صاحب نے اس مدرسہ کے متعلق یہ کیا، اور مولوی صاحب جو جامع مسجد کے بعد کے امام ہیں، وہ اس کے کارکن اور متون ہوئے۔

”لو مات الرجل وکسبه من بیع لدافق أو الصم أو أحد الرثوة، يتورع الورثة ولا یأخذون منه شئاً، وهو أولى، ویردونه علی أولیائہا من عرفوہم ولا تصدقوا بہ، لان سبیل الکسب الحیث التصدیق إذا تعدد الرد علی صاحبہ رد سحر ۶/۳۸۵، کتاب الحضر والإباحة، فصل فی البیع، سعید

و کذا فی فتاویٰ العالمگیریہ ۵/۳۹۴، کتاب الکراہیہ، الباب الخامس فی الکسب، رشیدیہ

(۲) ”تعمد الہیۃ بالإباحة والقبول، وتتم بالقبض التام، لأنها من الترعاب، والترع لا يتم إلا بالقبض“ (شرح لمجلة سیدہ رستم ۱/۱۲۰، رقم المادة ۱۳۷، کتاب الہیۃ، مکتبہ حنفیہ، کوئٹہ)

”وتتم الہیۃ بالقبض التام“ (الدرا المختار: ۵/۶۹۰، کتاب الہیۃ، سعید)

”ومیں ان بکوں کو موقوفہ موقوفہ حتیٰ لا یسب نسک نہ موقوفہ لہ قبل القبض“ (فتاویٰ

العالمگیریہ: ۳/۳۷۴، کتاب الہیۃ، الباب الأول، رشیدیہ)

جس وقت مولوی صاحب موصوف نے استعفیٰ دیا مدرسین کی تنخواہوں کا حساب باقی تھا، حافظ رحمت اللہ صاحب مدرس اوس کی تنخواہ قریب یہ رہی کہ باقی تھی، جس میں ان کو مبلغ فیس ماہانہ اور چند ماہانہ کی رقم وصول تھی، اور بتیہ بعد وصول چند و فیس باقی تھی، اس خط کی رقم پر نہیں تھی۔ حافظ رحمت اللہ صاحب مدرس اوس کا انتقال ہو گیا، ان کی جگہ حافظ حنیف ان کا بڑا لڑکا مدرس ہو گیا، یہ بڑا لڑکا حالت حیات میں اپنے والد حافظ رحمت اللہ کی جگہ آٹھ کام کرتا تھا، اور بقول مولوی خالد صاحب ایک زمانہ میں اس بڑے لڑکے نے یہ رہ بارہ ماہ تک حافظ رحمت اللہ کی جگہ مدرسہ کا کام کیا، اور اس لڑکے کے ساتھ حافظ صاحب مذکور کا رہن سہن کھانا پینا تا حیات رہا۔

صاحب مولوی صاحب نے اہتمام سے استعفیٰ دیا ہے اس میں یہ بات ملے ہوئی کہ استعفیٰ تک جو تنخواہیں مدرسین کی بقایا ہیں ان کی دائمی کی ذمہ داری مولوی صاحب پر ہے، اور بعد ازاں مولوی خالد صاحب مولوی صاحب اب اس بقایا تنخواہ کو ادا کرنا چاہتے ہیں۔ حافظ رحمت اللہ فوت شدہ کے والد حافظ حنیف کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی بقید حیات ہیں، مگر ان دونوں کا حافظ رحمت اللہ مرحوم کے ساتھ رہن سہن کا وہی تعلق نہیں ہوتا۔ مولوی خالد صاحب کا کہنا ہے کہ اس بقایا رقم کا مستحق موجودہ حافظ حنیف ہے جو اب ان کی جگہ مدرس ہے۔

سوال یہ ہے کہ اس بقایا تنخواہ کے وارث تینوں یعنی بڑا لڑکا اور چھوٹا لڑکا اور لڑکی ہیں، یا صرف بڑے لڑکے کو یہ بقایا رقم دیدی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ بقایا تنخواہ حافظ صاحب مرحوم کا ترکہ ہے، جملہ ورثہ حسب حصص شریعہ اس کے مستحق ہیں، تنہا بڑا لڑکا پوری تنخواہ کا حقدار نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱۰/۶۲ھ۔

(۱) "ثم يقسمه الدفی بن ورثه ای الدین ثمت برثهم بالکتاب أو الیة ویستحق لأرث برحمہ

ونکاح وولاء"۔ (الدرا المختار: ۶/۷۶۱، ۷۶۲، کتاب الفرائض، سعید)

(و کذا فی مجمع الأنهر: ۳/۳۹۵، کتاب الفرائض، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

(و کذا فی نیب الحقائق: ۶۷۳، کتاب الفرائض، مکتبہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

غیر شادی شدہ لڑکا شادی کا خرچ میراث سے لے سکتا ہے یا نہیں؟

سوال [۹-۳۲]: ایک شخص مسکمی زید کا انتقال ہوا۔ مرحوم نے اپنے بک پشت ایک بیوی اور ایک خواہہ حقیقی اور پانچ لڑکیاں اور دو لڑکے وارث چھوڑے۔ از روئے شریعت شریف بیوی اور خواہہ اور اولاد ذکور و اثناث کو وراثت سے فراق کس قدر حصہ ملے گا؟ مرحوم نے اپنی حیات میں پانچ لڑکیوں اور ایک لڑکے کی شادی اپنے سے کی تھی، ایک لڑکا ب شادی شدہ ہے تو اس ب شادی شدہ لڑکے کو علاوہ حصہ کے شادی کا حصہ بھی باپ کی ملک سے عید و شرافت گایا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شرط صحت سوال و عدم موانع ارث و بعد اداۓ دین میت و مہر زوجہ و تحفیذ وصایا (۱) زید کے کل ترکہ کو بہتر بہم پر تقسیم کیا جاوے گا اور ہر وارث اپنے حصہ کا بقدر استحقاق مستحق ہوگا (۲)۔ اور ب شادی شدہ لڑکے کو حصہ و حصہ میراث کے باپ کے ترکہ سے شریعتاً ہی کا حصہ نہیں ملے گا (۳)۔

فقیہان حصہ و وراثہ

مسئلہ ۸ تصد ۷۲

زوجہ	ابن	ابن	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	اخت حقیقی
$\frac{1}{9}$	۱۴	۱۴	۷	۷	۷	۷	۷	محرور

(۱) 'یبدأ من ترکه المیت الحالیۃ عن تعلق حق العیر بتحییرہ، ثم تقدم دیونہ النی لہا مطالئ من جهة العیاد، ثم تقدم وصیتہ من ثلث ما بقی، ثم یقسم الباقی بین ورثتہ' (الدر المختار ۶/۵۹-۶۱، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی الشریفیۃ، ص: ۳-۷، سعید)

(۲) 'و یستحق لارث برحمہ و سکاح و ولاء فیبدأ بدوی القروض، ثم بالعصات' (الدر المختار: ۶/۶۲، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۹/۳۶۵، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۳) قال اللہ تبارک و تعالیٰ: "فان کان لکم ولد، فلیس الیتم مما ترککم" (سورۃ النساء ۱۲) -

فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، ۲۷/۱۲/۵۱ھ۔

صحیح بندہ عبد الرحمن غفرلہ، ۲۷/۱۲/۵۱ھ۔

رخصتی سے پہلے انتقال ہو جائے تو مہر اور وراثت پوری پوری ملے گی

سوال [۲۳-۹]: ایک نابالغہ زنی کا نکاح ویل و واپس کی موجودگی میں حسب روئے شرع شریف اور ولہ کی جانب سے پہنچ پڑا اور سوتا بھی، لیکن خطبہ نکاح نہیں پڑھایا گیا۔ نیز جہنم اویہ کی طرف سے قرار پایا کہ رخصتی آٹھ ماہ بعد ہو، بقضائے اہی شوبہ کا ۸ ماہ کے بعد انتقال ہو گیا، اب تک بیوی سے ایب بار بھی خلوت صحیحہ نہیں ہوئی تھی۔ ابذا سوال ہے کہ عورت اس قدر مہر کی مستحق ہے، نیز جائیداد منقولہ وغیرہ ترکہ شوہر سے حصہ پائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئلہ میں نکاح صحیح ہو گیا، کیونکہ خطبہ پڑھنا نکاح کے لئے مندوب ہے فرض نہیں

”ویندب إعلانه وتقدير خطبة، اه. “در علی الشامی: ۲/۴۲۸ (۱)۔

اور لڑکی مہر مقررہ کی مستحق ہوگی:

”ومن سمی مہراً عشرة فما زاد، فعليه المسمى إن دخل بها أو مات عنها؛ لأنه

لأنه حول يحقق تسليم المسمى، وهو ما أكد المدعي، وإن لم يثبت سمي سكاك جهته، وشيء منتهاه

يتقرر ويتأكد، فيتقرر بجميع مواجبه.“ هداية: ۲/۳۰۴ (۲)۔

= وقال الله تعالى ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَىٰ﴾ (سورة النساء: ۱۱)

(۱) (الدر المختار: ۸/۳، كتاب النكاح، سعيد)

(و كذا في فتاوى قاضي حسان علي هامش الفتاوى العالمكبرى ۱/۳۳۱، كتاب النكاح، فصل في

شرائط النكاح، رشيدية)

(۲) (الهداية: ۲/۳۲۳، كتاب النكاح، باب المهر، مكتبة شركة علمية ملتان)

”ويجب الأكثر منها إن عدا وطء أو خلوة صحت من الزوج أو موت أحدهما.“ =

مریہ اثباتی بھی مستحق ہوں

فسر حکم فی صحیح ۲/۴۳۸: ”(قوله: والشئ بانتھائه ينقرر)؛ لأن انتھائه عبارة عن وحوده بتمامه، فيستعقب مواجهه الممكن إلزامها من المهر والإرث والنسب، الخ“ (۱)۔
 • صحیح الإرث برحم ونکاح صحیح ولو بلا وطئ ولا خلوة إجماعاً“۔ شامی:
 ۸/۶۶۶ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد سنوہی ۲۴ ذی الحجہ ۱۴۵۱ھ۔

صحیح بندہ عبد الرحمن غفرلہ، صحیح عبد المطفی۔

دادا اور مربی کے مال میں حق

سوال [۹۷۳]: شیخ عبدالکریم نے انتقال کیا، رسمی عبد اشکور ایک بڑا چھوڑا اور اپنی بیوی اور ایک بڑی مسماۃ شافعہ کو۔ شیخ مرحوم کے انتقال کے بعد ہی ان کے والد شیخ عبد القادر بھی بیمار پڑے، جب بظاہر بچنے والی علامت معلوم نہ ہوئی تو محمد کے چند بزرگوں مثلاً مولوی عبدالعالی مرحوم، شیخ خان محمد مرحوم، حاجی نور محمد مرحوم اور شیخ محمد عثمان۔ جواب بھی بتقید حیات ہیں۔ نے عبد اشکور کے واسطے سفارش کی کہ آپ کے بڑے عبد اکرم کا انتقال ہو چکا ہے، آپ ان کے بڑے عبد اشکور کے متعلق کیا کہتے ہیں جو بوجہ وہ اند کے انتقال کے محبوب و محروم رہے، تو جواب میں بولنے کی معذوری کی وجہ سے تینوں انگلیاں اٹھا کر اس کا اشارہ کیا کہ تینوں (یعنی لڑکا محمد نعیم اور لڑکا عبد الحمید اور عبد اشکور پوتا) برابر برابر ہیں۔

اس کے بعد عبد القادر نے انتقال کیا اور ان کے ترکہ جائیداد و وصیت کے مطابق عبد الحمید، محمد نعیم اور عبد اشکور نے آپس میں تقسیم کر لیا۔ باپ دادا دونوں کے انتقال، اور متروکہ جائیداد کے وصیت کے مطابق تقسیم

= (الدرالمختار: ۳/۱۰۲، کتاب النکاح، باب المهر، سعید)

(۱) (فتح القدیر: ۳/۳۲۲، کتاب النکاح، باب المهر، مصطفى النابی الحلبي مصر)

(۲) (ردالمحتار: ۶/۷۶۴، کتاب الفرائض، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۴۴۷، کتاب الفرائض، الباب الأول، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۹/۳۶۵، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

ہو جانے کے بعد عرصہ ڈیڑھ دو ماہ کے عبدالکریم مرحوم کے ایک لڑکا مسمیٰ محمد پیدا ہوا، چونکہ باپ دادا دونوں کے انتقال کے بعد محمد کی پیدائش ہوئی تھی اس لئے ان کی پرورش اور جملہ ضروریات کی تمام ذمہ داری عبدالشکور کے ذمہ رہی، عبدالشکور ان کی جملہ ضروریات کو پوری کرتے رہے۔

عبدالشکور کو جو رقم بذریعہ وصیت ترکہ میں ملی اس سے کاروبار کرنے لگے اور اپنے دست بازو سے کمائے ہوئے سرمایہ سے اپنے اہل و عیال اور نیز محمد کی پرورش اور نگہداشت کرتے رہے، ان کی متعدد شادیاں بھی کیں۔ محمد جب کام سیکھنے کے قابل ہوئے تو استطاعت کے مطابق وہ بھی عبدالشکور کا ہاتھ بٹاتے رہے اور کام کاج کرتے رہے، اس طرح سے محمد، عبدالشکور کے ہمراہ عرصہ دراز تک رہے اور عبدالشکور ان کی جملہ ضروریات زندگی کو پوری کرتے رہے۔ اب عرصہ پانچ چھ سال سے محمد، عبدالشکور سے الگ رہنے لگے ہیں اور اپنے حق شرعی کا مطالبہ کرتے ہیں۔

لہذا مذکورہ بالا حالات کی روشنی میں حسب ذیل سوالات کے جوابات بیان فرمائے جائیں۔

- ۱۔ جب کہ محمد اپنے باپ دادا دونوں کے انتقال کے بعد پیدا ہوئے تو محمد کا وصیت میں کوئی حق شرعی ہوتا ہے یا نہیں، اگر ہوتا ہے تو کتنا اور کیونکہ، اور اگر نہیں تو کیونکر؟
 - ۲۔ عبدالشکور نے جو کاروبار کیا اور جائیداد فراہم کی اس میں بحالت مذکورہ محمد کا کوئی حق شرعی ہوتا ہے یا نہیں، اگر ہوتا ہے تو کتنا اور کیونکر، اور اگر نہیں ہوتا ہے تو بھی کیونکر؟ مدلل اور واضح بیان فرمایا جائے؟
- بینواتوجروا؟

نیازمند: محمد مصطفیٰ اعظمی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

- ۱۔ اگر شیخ عبدالقادر جب ہی بولنے سے معذور ہوئے اور زبان بند ہوئی تھی تو اس وصیت کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں، بلکہ حسب ضابطہ علم فرائض میراث تقسیم ہوگی۔ اگر زبان بند ہوئے دیر ہو چکی تھی اور اپنے مقصد کو اشارات ہی سے سمجھتے تھے اور پاس رہنے والے اشاروں کو سمجھتے تھے تو شرعاً ان کی وصیت معتبر ہوگی (۱) اور محمد

(۱) "ولا من معتقل اللسان بالإشارة إلا إذا امتدت عقله حتى صارت له إشارة معهودة، فهو كآخرس

وفيل إن امتدت لموته، جار إقراره بالإشارة والإشهاد عليه، وكان كآخرس، قالوا وعليه الفتوى" =

بوقت وصیت پیدا نہیں ہوا تھا، نہ اس کے حق میں کوئی وصیت کی، وصیت کی رو سے کوئی استحقاق نہیں

"ایم، لأحرس وكتابه كنایا، مسائل، خلاف معنفل مسائل فی وصیة وکح وصلاق وسیع وشر، وقود وعره من لأحکام ای ایم، لأحرس فيما ذکر معتبر، و مشه معنفل مسائل، غنمت، شرته و مندت عقبه، یفتی، اه" در محضرہ " (قود: نہ غنی) هور و نه عن إمام، ومقاسمه م فی کفایة عن إمام نعمتاشی تقدیره سید، ه" سامی ۵ ۶۴۵ (۱)۔

۲ جبکہ اصل سرمایہ عبد الشکور کا ہے اور اس نے بی محمد کی پرورش کی ہے اور پھر بعد میں محمد نے عبد الشکور کی پرورش وغیرہ میں خرچ کیا ہے (۲)، اس کے عوض میں محمد نے عبد الشکور کی امانت کی ہے، لہذا محمد کو مٹ بہ کا حق نہیں۔ عبد الشکور اگر از خود کچھ دیدے تو تبرع اور احسان سمجھ کر قبول کر لینا چاہیے، جیسا کہ باپ کوئی کاروبار کرے اور بیٹا اس کا ہاتھ بنائے تو وہ سب باپ کی ملک ہوتا ہے۔

"أب و سه یکتسان فی صعة واحدة ولم یکن لهما شیء، فانکسب کده رأب"

= (الدر المختار: ۶/۲۵۷، کتاب الوصایا، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۱۰۹، کتاب الوصایا، الباب الرابع، فصل فی اعتبار حالة الوصیة، رشیدیہ)

(وکذا فی السراية علی هامش الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۲۵۳، کتاب الوصایا، نوع فی تصرف المريض، رشیدیہ)

(۱) (رد المختار: ۶/۷۳۷، ۷۳۸، کتاب الوصایا، مسائل شتی، سعید)

(۲) قال العلامة المحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ "ولو أنفق علی عبد مشترک أو أدى حراح کرم مشترک، فهو متطوع الكل". (الدر المختار)

"وذكر قبله فی قرأ و ررغ بينهما، فعاب أحدهما وأنفق الآخر، یكون مترعاً"

(رد المحتار ۳/۳۳۲، کتاب الشریکة، مطلب مهم فيما إذا امتنع الشریک من العمارة والاندق فی المشترك، سعید)

كَانَ الْاِبْنُ فِي عِيَالِهِ، لَكُونَهُ مَعِينًا لَهُ، اَلَا تَرَىٰ لَوْ غَرَسَ شَجَرَةً تَكُونُ لِلْاَبِ، هـ“ سہمی
۴/۴۸۳ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہانپور۔

اجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہانپور، ۱۷ رجب ۱۴۱۷ھ۔

غائب غیر مفقود کا حصہ وراثت

سوال [۹۷۳۵]: شجاعت علی خان مرحوم کے تین لڑکے حلیم خاں، سلیم خاں، نعیم خاں ہیں۔ حلیم خاں ۱۹۴۳ء میں گھر سے چلے گئے تلاش معاش کے سلسلہ میں ۱۹۵۲ء میں معلوم ہوا کہ حلیم خاں مونگیر جیل میں ہیں، چنانچہ اس کے مدقاتی ایک جیل کے سپاہی نے حید بھی بتلادیا، لیکن کوشش بیغ کے باوجود حلیم خاں سے ملاقات نہیں ہو سکی۔ اس درمیان شجاعت خان مرحوم نے اپنے بیٹے سلیم خاں اور نعیم خاں کے ساتھ مل کر جائیداد بڑھانی اور کل جائیداد مرحوم نے اپنے نام رکھی۔ بعدہ شجاعت علی خان مرحوم ۱۹۵۶ء میں انتقال کر گئے۔

اب سواں یہ ہے کہ مرحوم کی جائیداد میں مفقود اخیر حلیم خاں کا حصہ ہوگا یا نہیں؟ حلیم خاں کی بیوی اور ایک لڑکا موجود ہے جو اپنے باپ حلیم خاں کا حصہ چاہتا ہے، کیونکہ شجاعت علی خان مرحوم کی جائیداد سے ان کی بیوی اور ان کے دوسرے لڑکے سلیم خاں اور نعیم خاں فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ لہذا دریافت یہ ہے کہ شجاعت علی خان مرحوم کی جائیداد سے کس کا کیا حصہ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بہرہ حلیم خاں کا مونگیر جیل میں ہونا معلوم ہے تو اس کو مفقود اخیر قرار نہیں دیا جائے گا (۲)، بلکہ سلیم

(۱) (رد المحتار: ۳۲۵/۴، کتاب الشریکۃ، فصل فی الشریکۃ الفاسدۃ، سعید)

(۲) (و کذا فی تفتیح الفتاویٰ الحامدیۃ ۱۷۲، کتاب الدعوی، مطلب ما اکتسبہ الاس یكون لأبيه، مکسۃ میمۃ مصر)

(۲) ”المفقود هو عائب لم یدر احیٰ هو فتوفع، أم میت“ (رد المحتار) ”(قوله هو عائب) أفراد ان قول الکفر هو عائب لم یدر موضعه، معناه لم تدر حیاته ولا موته قل فی البحر فالمدار إما هو عی الجہل بحیاته وموته لا عی الجہل بمکانه قلت الظاهر ان علم المکان يستلزم العلم بالموت“

خان اور نعیم خان کی طرح وہ بھی ترکہ کا برابر مستحق ہوگا۔ اگر شجاعت علی خان کے والدین اور بیوی کا انتقال پہلے ہو چکا ہے اور اس کے ورثہ حصہ ف یہ تین ترکے ہیں تو بعد اوائے حقوق متقدمہ علی المیراث ان تینوں کو برابر تقسیم ہوگا (۱)۔ پھر حلیم خان کے حصہ میں جو بچہ تھے اسے اس کو محفوظ رکھا جائے، اور خود اس سے دریافت کر کے اگر وہ کہے تو اس کی بیوی اور ترکے و دیدیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۲/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۲/۸۸ھ۔

گناہ کی وجہ سے میراث ساقط نہیں ہوتی

سوال [۹۷۳۶]: ایک شخص عبداللہ نامی کا انتقال ہوا، انتقال کے وقت دو ترکے، خالد وزاہد اور ایک لڑکی شہناز بیگم کو چھوڑا۔ بڑے بھائی نے شہناز بیگم کی شادی کر دی۔ ابھی چھوٹے بھائی کی شادی نہیں ہوئی تھی، نہ ترکہ کی تقسیم ہوئی تھی کہ بہن نے ایک شخص سے منہ کالا کر لیا اور حمل قرار پا گیا، جب لوگوں میں شہرت ہوئی تو دونوں بھگ کر چپے گئے اور پہلے شخص کے طلاق دینے کے بعد دونوں نے آپس میں شادی کر لی۔ اب مال کی تقسیم ہوئی، دونوں بھائیوں نے دنیوی رسم کے مطابق آپس میں تقسیم کر لیا اور بہن کا حصہ نہیں رکھا۔

کچھ دنوں کے بعد کسی خیر خواہ نے کہا: اس میں تمہاری بہن کا بھی حصہ ہے اور یہ حق العبد ہے، یہ معاف نہیں ہو سکتا، اس کو اس کا حق دیدو۔ تو انہوں نے غصہ میں آ کر کہا ہم بھی جانتے ہیں کہ اس کا بھی حق ہے، لیکن

= والحیاء غالباً۔ (رد المحتار: ۴/۲۹۲، کتاب المفقود، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ ۶/۳۵۶، الباب الثامن فی المفقود والأسیر، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(وکذا فی الشریفیۃ شرح السراحیۃ، ص: ۱۳۷، فصل فی المفقود، سعید)

(۱) "یبدأ من ترکہ المیت الحالۃ عن تعلق حق العیر بعیہا کالزہد متحیزہ من غیر تفتیر ولا

تسذیر نہ تقدم وصیتہ من ثلث مانقی، ثم یقسم الباقی بعد ذلک بین ورثتہ ای الدین ثلث إرثہم

بالکتاب والسبۃ" (رد المحتار) وقال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: "قولہ ای الدین ثلث إرثہم

بالکتاب ای الفرائض وہم الأبوان، والروحان، والبنون والبنات، والإخوة" (رد المحتار، کتاب

ایسے نالائقوں کو حق نہیں ملنا چاہئے، یہ کہہ کر انکار کر دیا، گویا زنا ان کے نزدیک مانع ارث ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا واقعہ از روئے شرع زنا مانع ارث ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زنا گناہ کبیرہ ہے (۱)، لیکن لڑکی اس کی وجہ سے اپنے والد کے ترکہ سے محروم نہیں کی جائے گی (۲)، جو لوگ اس کا حق نہیں دیتے ہیں وہ غاصب و ظالم ہیں، اس کا وبال دنیا، آخرت دونوں جگہ ہوگا (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۶/۹۱ھ۔

کیا پاگل کی بیوی کو میراث ملے گی؟

سوال [۹۷۳]: ۱۔ مجنون اور پاگل شخص کو اس کے والدہ حرم کی جائیداد میں حصہ ملے گا یا نہیں؟ اس پاگل شخص کا انتقال باپ کے بعد مگر ماں کی موجودگی میں ہوا ہے۔

۲۔ مطلقہ بیوی نے اپنے شوہر پر مقدمہ دائر کیا، شوہر کے بھائی نے صلح کر کے مقدمہ واپس کر دیا اور مطلقہ کو پاگل شوہر کی جائیداد سے ساڑھے تین آنے کا حصہ دیدیا، یہ کلام کی رائے سے دیا گیا اور اس لئے دیا تاکہ

(۱) قال الله تبارک وتعالى: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الرِّبَا اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سِيْلًا﴾ (سورة الاسراء ۳۲)

(۲) اس لئے کہ زنا مانع ارث میں سے نہیں ہے

”الموانع من الإرث أربعة. الرق والقتل واختلاف الديس، واختلاف الدارين“ (السراجی، ص: ۴ ط: سعید)

(وکذا فی الدر المختار: ۶/۶۶۷، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶-۳۵۴، کتاب الفرائض، الباب الخامس فی الموانع، رشیدیہ)

(۳) ”عن أبي حرة الرقاشی عن عمه رضی اللہ تعالیٰ عنہ، أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ”لا

یحل مال امرئ مسلم إلا بطیب نفس منه“ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۴-۳۸۷، رقم الحدیث

۵۴۹۲)، باب شعب الإیمان، دارالکتب العلمیہ بیروت)

”لیس لأحد أن يأخذ مال غيره بلا سب شرعی“ (شرح المحلۃ لسلم رستم بار ۱-۶۲،

(رقم المادة: ۹۷)، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

سندہ کوئی جھگڑا نہ رہے، مگر اس کے باوجود مطلقہ بیوی اب پھر مطالبہ کر رہی ہے اور کورٹ میں کر رہی ہے۔ کیا کورٹ کا کیا ہوا فیصلہ ٹھیک اور درست ہو سکتا ہے؟

۳۔ کورٹِ اسلامی (۱) قانون سے خلاف فیصلہ کرنے کا حق ہے، کیا اس فیصلہ پر عمل کیا جائے خصوصاً مسلمانوں کو؟ فقط۔

سلطان احمد، ڈی این مرچنٹ، ٹرنک روڈ، راپنچور (اے پی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ جنون موانعِ ارث میں سے نہیں ہے (۱)، حسبِ قانونِ شرع مجنون بھی اپنے والدِ مرحوم کے ترکہ سے حصہ میراث پائے گا (۲)۔

۲۔ مرحوم کی اولاد موجود ہے، اگر مرحوم نے مرضِ الوفات میں طلاق دی تھی تو یہ وہ مطلقہ کو ترکہ مرحوم سے بعد اوائے دینِ مہ و غیمہ و آفتواں حصہ ملے گا ۸۱، جبکہ عدت ختم ہونے سے پہلے شوہر کا انتقال ہو گیا ہو (۳)،

(۱) "الموانع من الإرث أربعة الرق، والقتل، واحتلاف الديس، واحتلاف الدارين" (السراجی، ص: ۴، سعید)

(و کذا فی الدر المختار: ۷۶۶/۶، کتاب الفرائض، سعید)

(۲) "ويسحق الارث بحدی حصل ثلاث: بالسب وهو القراة، والسب وهو الروحة، ولولاء"

(الفتاویٰ العالمکیریه: ۴۴۷/۶، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۷۶۲/۶، کتاب الفرائض، سعید)

(۳) "لرحل. إذا طلق امرأته طلاقاً رجعياً في حال صحته أو في حال مرضه ثم مات وهي في

العدة فلهما يتوارثن بالإجماع ولو ضيقها طلاقاً بائناً أو ثلاثاً، ثم مات وهي في العدة، فكذلك

عند موت" (الفتاویٰ العالمکیریه: ۴۶۲، کتاب الطلاق، الباب الخامس فی طلاق

المريض، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی حید علی ہدایت الفتاویٰ العالمکیریه: ۵۵۵، کتاب الطلاق، فصل فی

المعتدة التي تراث، رشیدیہ)

(و کذا فی شرح الوقایہ: ۹۳/۲، کتاب الطلاق، باب طلاق المريض، سعید)

اس سے زائد کی وہ حقدار نہیں۔

۳ تقسیم میراث میں قرآن کریم کا فیصلہ معتبر ہے، قرآن ہی نے حصہ میراث متعین کیا ہے، اسی کو فیصلہ کا حق ہے (۱)، حصہ کی اور نے متعین کیا ہوتا تو اس کے فیصلہ کا اعتبار ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۳/۹۵ھ۔

ناراض بیوی کو میراث کا حصہ اور مہر دونوں ملیں گے

مسئلہ ان [۹۳۸] ۱۰ ہندہ سنواری لڑکی قوم بلوچ کا عقد اس کے باپ نے زید جو کہ قوم سے جو یہ ہے برادیا، اس کے بعد ہندہ اپنے خاوند زید کے پاس تھوڑے ایام ٹھہری تھی کہ ہندہ کا باپ کسی ناراضگی کی وجہ سے اپنی لڑکی ہندہ کو اپنے گھر لے گیا۔ بعدہ کچھ عرصہ بعد زید بیمار ہو گیا اور کئی پیغمبر بھیجے کہ میری بیوی مسماۃ ہندہ کو میرے پاس کر جاؤ، مگر ہندہ کے باپ نے زید کے پاس ہندہ نہیں بھیجا اور نہ خود ہندہ اپنے خاوند کے پاس گئی، حتیٰ کہ زید فوت ہو گیا۔ کیا اس صورت میں مسماۃ ہندہ کو زید کے مال و متاع سے شرعاً کچھ حصہ ملے گا یا نہیں؟
۲ نیز ہندہ کو اس کے خاوند نے مہر بھی نہیں دیا تھا کہ فوت ہو گیا تو اب بعد انتقال ہندہ مہر کی حقدار ہے یا نہیں اور ہندہ کو زید کے مال سے مہر کس طرح ادا کیا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱ زید نے ہندہ کو طلاق نہیں دی، لہذا شرعی طریق پر وہ میراث کی مستحق ہے، اس ناراضگی کی وجہ سے

(۱) قال الله تبارک وتعالیٰ ﴿آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا، فَرِيضَةٌ مِنْ اللَّهِ، إِنْ اللَّهُ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾ (سورة النساء: ۱۱)

وقال العلامة أبو بكر الرازی "قيل: معناه لا تعلمون أيُّهم أقرب لكم نفعاً في الدنیا والدنیا، والله يعلمه، فاقسموه على ما يسهل، إذ هو عالم بالمصالح" (أحكام القرآن للحصاص ۲/۲۰۰، قديمی).
"سمى هذا العلم فرائض، لأن الله قدره نفسه ولم يفرض تقديره إلى ملك مقرب ولا سى مرسل، وبسبب نصيب كل واحد بحلاف سائر الأحكام" (تبيين الحقائق ۷/۴۷۱، كتاب الفرائض، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۷/۴۵۸، كتاب الفرائض، سعيد)

وہ میراث سے محروم نہیں ہوئی، اگر زید کے گھر بالکل نہ گئی ہو تو تب بھی وارث ہوتی۔

”ووارثا قبل مسح، لأن المسح صحيح وضمنه ثلث، فإذا مات أحدهما فقد سبى الكساح، سواء مات قبل المسح أو بعده؛ لأن عرقه بينهما لا يقع، لا نقص، لقاصي، فیتوارثان ويجب المهر كله وإن مات قبل الدخول، اه“۔ زیلعی: ۱۲۵/۲ (۱)۔

۲۔ اگر زید نے میراث نہیں کیا اور بندہ نے معاف نہیں کیا تو بندہ اس مہر مستحق ہے، میراث کی تقسیم کرنے سے پہلے اور قرض کی طرح مہر کی ادائیگی بھی ضروری ہے (۲)، اولادین مہر وغیرہ ادا کر دیا جائے، اس کے بعد اگر کچھ بچے تو اس کو ورثاء میں حسب حصص شرعیہ تقسیم کیا جائے، دلیلہ ما مرفی الحوت الاول۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ۔

بِحَالَتِ مَرَضٍ طَلَّاقٍ سَے بیوی کو وراثت ملے گی یا نہیں؟

سوال [۹۷۳۹]: ما قولكم رحمكم الله تعالى أيها العلماء نكرا و سجدة نعضه في هذه مسئلة أن رجلاً قد طلق امرأته ثلاثاً في حالة الصحة، ثم مات الرجل وهي في نعدة، فهل ترثه أم لا؟ يسو بحو به الكتب و نر هان، نو حروا عند نه امدر۔

الجواب حامداً ومصلياً:

لاترث فيه، قال في الكنز: ”طلقها رجعيّاً أو بائناً في مرضه ومات في عدتها، ورثت، وبعدها لا“۔ الی آخره (۳)۔

قر فی بحر۔ ”أصق سائس، فشمّل نواحدة وثلاث، وقید أن یكون فی مرضه

(۱) (تبیین الحقائق ۲/۵۱۱، کتاب الکساح، باب الأولیاء والأکفاء، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۲) ”ثم تقدم ديونه التي لها مطالب من جهة العاد“۔ (الدرا المختار ۶/۷۰، کتاب الفرائض، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳۶۴/۹، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(و کذا فی الشریفیة، ص: ۵، سعید)

(۳) (کنز الدقائق، ص: ۱۲۳، کتاب الطلاق، باب طلاق المریض، سعید)

احترار عما یدانق فی الصحۃ ثم مرض ومات وہی فی عدۃ، لا نرت " ی حرہ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد سنو بی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

کیا کوئی وارث ترکہ میت کا کرایہ دار ہو سکتا ہے؟

سوال [۹۷۰]۔ میرے والد صاحب مرحوم نے اپنی حیات میں اپنی جائیداد اپنی اولاد کے درمیان تقسیم کر دی اور ایک مکان اس تصرف کے ساتھ باقی رکھا کہ اس کے کرایہ کی آمدنی میں سے ۴ حصہ میرے اور

(۱) (البحر الرائق: ۷۰/۳، کتاب الطلاق، باب طلاق المريض، رشیدیہ)

قال العلامة کمال الدین اس الہمام " (قوله فی مرض موته) احتراز عما لو صح من ذلک المرض بعد ما طلقها، ثم مات وہی فی العدۃ، لا یكون له حکم مرض الموت، فلا ترثه واحمموا أنه لو طلقها فی الصحۃ فی کل طهر واحده، ثم مات أحدهما، لا یترث الآخر " (فتح القدیر ۱۲۵/۳، کتاب الطلاق، باب طلاق المريض، مصطفى البابی الحلبي مصر) (وکذا فی الدر المختار، ص: ۳۸۸، کتاب الطلاق، باب طلاق المريض، سعید)

ترجمہ سوال

یہ شخص نے حالت صحت میں اپنی بیوی کو طلاق دیدی، عورت ابھی عدت ہی میں تھی کہ اس شخص کا انتقال ہو گیا۔ تو اس صورت میں وہ عورت وارث ہوئی یا نہیں؟

ترجمہ جواب

اس صورت میں وراثت نہیں ہوگی، کیونکہ اس شخص نے اپنی بیوی کو اپنی حالت مرض میں رجعی یا بائن طلاق دیدی اور شخص بیوی کے زمانہ عدت میں مر گیا تو وہ عورت وارث ہوگی ورنہ اس عدت کے بعد مر تو وارث نہیں ہوگی، اس لیے بحر میں کہا ہے کہ بائن کو مطلق ذکر کیا ہے، پس یہ ایک اور تین دونوں کو شامل ہے اور اپنے مرض میں ہونے کے ساتھ مقید کیا ہے، یہ اس صورت سے احتراز ہے جبکہ حالت صحت میں طلاق دی ہو پھر مریض ہوا ہو اور عورت کے زمانہ عدت میں مر گیا ہو کہ اس صورت میں عورت وارث نہیں ہوگی، اس لیے۔

خریدنا چاہے تو وہ مقدم ہے (۱)، اس کی قیمت ایسا ثواب میں صرف کیا جائے (۲)۔ فقہاء بدعتی ائمہ۔
حررہ العبد محمد بن غفرلہ، در معلوم و بند، ۱۳۵۱ھ۔

سوال متعلق استفتاء بالہ

سوال [۹۷۱]: ایب استفتیٰ نمبر ۳۹ (ت) کیا تھا جس کا جواب کیا تھا، اسی مسئلہ میں ایب بات
اور معلوم کرتی ہے۔ جو جواب گیا تھا، اس کو ذیل میں درج کر رہا ہوں:

”جبکہ وہ بھائی بحیثیت وارث اس مکان سے مشفع ہونے کے حقدار ہیں تو نہ ان کو

مکان خالی کرنے پر مجبور کیا جاسکتا ہے، نہ ان سے رائیہ و صوم لیا جاسکتا ہے۔ وصیت پوری

رہنے کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ مکان کی تقسیم کرے، ۲۔ او حسب وصیت رائیہ پر

= (وکذا فی البحر الرائق ۹/۲۹۶، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ بالخدمۃ والسکس والتمرة، رشیدیہ)

(۱) ”الشفعة واحدة لتحلیط فی نفس المبیع، ثم لتحلیط فی حق المبیع“ اعداد اہل حد لفظ ثبوت

حق الشفعة لكل واحد من هؤلاء، وافاد الترتیب، أما الثبوت فنقولہ علیہ السلام الشفعة لتبریک

مالہ یقاسمہ“ ولقولہ علیہ السلام ”حار الدار احق بالدار“ (الہدایۃ ۶/۳۸۷، کتاب الشفعة، مکشہ

شرکت علمیہ ملتان)

(وکذا فی الدرالمختار مع ردالمحتار: ۲/۲۱۶، کتاب الشفعة، سعید)

(۲) قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ ”وفی البحر من صاۃ أو صلی أو صدق وجعل ثوابہ لغيرہ

من الاموات والاحیاء، حار، ویصل ثوابہا الیہم عند اہل لسة والجماعہ، کذا فی البدایع“

(ردالمحتار: ۲/۲۴۳، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الحمازۃ، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۳/۱۰۵، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، رشیدیہ)

”فلایسار أن یجعل ثواب عمہ لغيرہ عند اہل السہ والجماعہ، صلاۃ کن، او صوم، او

حجاً، او صدقة، او فراق القرآن، او الادکار، او غیر ذلك من انواع البر، ویصل ذلك الی المبیع

(حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الحماز، ص ۶۲۲ قدیمی)

دیا جائے کہ پھر خواہ کوئی وارث برائے یا غیر، وراثت میں خرق کیا جائے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ وہ حصہ فروخت کر دیا جائے، وارث اگر خریدنا چاہے تو مقدم

ہے، اس کی قیمت یہاں ثواب میں خرق کی جائے۔

آپ نے وصیت پوری کرنے کی، دو صورتیں بیان کی ہیں، دوسری صورت یہ بیان کی ہے کہ وہ حصہ

فروخت کر دیا جائے، وارث اگر خریدنا چاہے تو مقدم ہے۔ جواب طلب امر یہ ہے کہ اگر اکثر وارث یہ چاہتا

ہے کہ میں خرید لوں تو اس سلسلہ میں رفع نزاع کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصل تو وصیت پورا کرنے کی پہلی ہی صورت ہے، یعنی تقسیم کر کے ۱/۴ حصہ کو بالکل جدا کر دیا جائے،

لیکن اگر باہمی نزاع کی وجہ سے یہ صورت ممکن نہ ہو، یا تقسیم کے بعد ۱/۴ حصہ قابل انتفاع نہ رہے تو پھر دوسری

صورت بھی اختیار کی جاسکتی ہے، جو شخص زیادہ قیمت دے اس کے ہاتھ فروخت کر دیا جائے (۱)، پھر قیمت کو

ایصال ثواب میں خرق کرنے کے لئے کوئی دوسرا مکان خرید کر اس کو کرایہ پر دیا جائے (۲)، اس کا کرایہ صدقہ کیا

(۱) "وکذا یعنی سکل ما هو النفع للوقف فيما احتلف العلماء فيه، ومتى قصی بالقيمة شری بها عفاً

آخرًا، فيكون وقفًا بدل الأول". (الدر المختار: ۳/۴۰۸، ۴۰۹، کتاب الوقف، سعید)

(وکذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ۲/۵۵۳، کتاب الوقف، فصل برائی شرط لواقف فی

إجارته، دار المعرفة بیروت)

(۲) قال العلامة اس عابدين رحمه الله تعالى "وفي البحر من صاه أو صلی و تصدق و جعل ثوابه لغيره

من الأموات والأحباء، حار، وبصل ثوابها إليهم عند أهل السنة والجماعة، كذا في الداع

(رد المختار: ۲/۲۳۳، کتاب الصلوة، باب صلوة الجماعة، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۳/۱۰۵، کتاب الحج، باب الحج عن الغير، رشیدیہ)

"فلإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة، صلاة كان، أو صوما، أو حجاً،

أو صدقة، أو قرأه غفران، أو الأدکار، أو عمر ذلك من أنواع البر، وبصل ذلك إلى الميت" (حاشیة =

جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۸/۹۵ھ۔

دین مہر کی وراثت

سوال [۹۷۴۲] ایک عورت کا انتقال ہوا اور شوہر اس کا زندہ ہے اور شوہر کے ذمہ اس کا دین مہر ہے اور عورت کے ایک لڑکا اور والدہ اور تین بھائی ہیں۔ لہذا از روئے شریعت دین مہر سے کس کس کو اور کتنا کتنا پہونچتا ہے؟ اور عورت کے پانچ ماہ بعد لڑکے کا انتقال ہو گیا اور اس کے والد اور نانا اور تین ماموں ہیں۔ لہذا از روئے شریعت اس کے حصہ کے کون کون حقدار ہوں گے اور کتنا کتنا پہونچے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

میت کا ترکہ بعد تجبیز و تمین و ادائے دین میت و تنفیذ وصایا (۱) بارہ سہام قرارد کے بحسب نقشہ ذیل صورت مسئلہ میں تقسیم ہوگا (۲)۔

= الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلوۃ، باب صلوة الحائز، ص ۲۲۲ قدیمی

(۱) "بدأ من تركه الميت بتجهيزه، ثم تقدم ديونه التي لها مطالب من جهة العاد، ثم تقدم وصيته من

ثلث ما بقى، ثم يقسم الباقي بين الورثة" (الدر السحار ۶/۶۱، کتاب الفرائض، سعید)

(و کذا فی الشریفۃ، ص: ۳-۷، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۹/۳۶۵، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۲) اولاد کی موجودگی میں شوہر کو ترکہ کا چوتھائی حصہ ملے گا

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: فَإِنْ كَانَ لَهَا وَلَدٌ، فَلَكُمْ الرِّبْعُ مِمَّا تَرَكَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةِ يَوْصِيَنَّ بِهَا أَوْ دِينَ ﴿

(سورة النساء: ۱۲)

اور اولاد کی موجودگی میں میت کے والدین کو سدس (چھٹا حصہ) ملے گا

وَقَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: وَلِأَسْوَى لَكَ وَاحِدٍ مِمَّا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ ﴿

(سورة النساء: ۱۱)

مسئلہ ۱۲	مسماة
شوہر	بھائی
۳	محروم
والدہ	لڑکا
۲	۷

مسئلہ ۱	مستقیمہ	لڑکا ص ۷
وامد	نانا	ماموں
$\frac{1}{2}$	محروم	محروم

مسئلہ ۱۲	الصلیۃ ۱۲	الأحشاء
شوہر	عورت کی والدہ	
۱۰	۲	

زمین مہر کو بمنزلہ ترکہ موجودہ فرض کر کے مثل اور ترکہ کے اس میں بھی بصورت ہا، وراثت جاری ہوں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد گیسوی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ ہذا، ۲۳/۷/۱۴۵۵ھ۔

صحیح سعید احمد غفرلہ، صحیح عبدالمصطفیٰ، ۲۳ رجب۔

جبینر، مہر، وراثت

سوال [۹۷۳]: ۱..... زید کے دو بیٹے: بکر و عمر ہیں، ہر دو کی شادی مسماة الف و ب دونوں حقیقی

بہنوں سے ہوئی ہے، الف بکر کی اور ب عمر کی منکوحہ ہے۔ کچھ عرصہ بعد انقضائے الہی عمر الاول فوت ہو جاتا ہے،

اس کی منکوحہ مسماة ب عدت مقررہ اپنی سسرال میں گزار کر بعد انقضائے مدت مسماة ب بیوہ کو اس کے والدین

میسے لے جانا چاہتے ہیں تو مسکمی زید مذکور بیوہ مذکورہ کو اس کے والدین کے حوالہ نہیں کرتے، بلکہ مسماۃ مذکورہ کو خلاف مرضی مسماۃ ب و اہل اس مسماۃ ب جہ اس میں روئے رکھتا ہے، حتیٰ کہ زید مذکور بیوہ مذکورہ ستر مہر پر دراز ہو جاتا ہے اور مرنے سے پیشتر اپنی بیوہ مسماۃ ب کو جتا ہے کہ میرے بعد میری جمد جا سید اور مالک نفقہ کی تم مالک ہو اور نصف دیگر مسکمی بکر کی ملک ہے۔

زید مذکور کے مرنے کے بعد جب مسماۃ ب اپنے مہر میں آئی اور مسکمی بکر سے اپنے مال کا مطالبہ کیا تو مسکمی بکر نے مسماۃ ب کو مال دینے سے صاف انکار کر دیا اور باپ اور متوفی بھائی کی جمد جا سید اور مالک پر قبضہ ہو گیا، حتیٰ کہ مسماۃ ب کو میسے سے ملے ہوئے زیورات اور پارچہ جات و اسباب بھی نہ دیا۔ اندریں حالت از روئے شرع شریف مسماۃ ب بیوہ کی حق رسی کیسے ہو سکتی ہے؟

نیز کیا مسماۃ ب اپنے میسے سے ملے ہوئے زیورات اسباب وغیرہ جو کسی وقت سے بکر نے اپنے قبضہ میں کر رکھے ہیں۔ مالک اور ان اشیاء کا بکر سے مطالبہ کر سکتی ہے یا نہیں؟

۲..... بکر سے اپنے مہر کا مطالبہ کر سکتی ہے یا نہیں؟

۳ وہ زیورات و اسباب وغیرہ جو مسماۃ ب و سہ اس سے ملے تھے، کیا وہ مسماۃ ب مذکورہ کی ملک ہیں یا

نہیں، اگر ہیں تو کل، یا جز؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسماۃ ب کو جو زیورات و پارچہ جات و اسباب وغیرہ اس کے میسے سے ملے ہیں وہ تمام اس کی ملک ہیں، ان میں بکر کا کوئی حق نہیں، بکر کا ان کو خود رکھنا صحیح ظلم اور غصب ہے (۱)۔ مسماۃ ب کو اپنا مہر وصول کرنے کا حق حاصل ہے بشرطیکہ شوہر نے ادا نہ کیا ہو اور مسماۃ ب نے معاف نہ کیا ہو۔ اور اگر شوہر سے مہر وغیرہ وصول کیا

(۱) قال الله تعالى: "ما يها الدين أموالاً لا تأكلوا أموالكم بكم بالباطل" (سورہ النساء ۱۲۹)

"عن أبي حنيفة الرقشي عن عمه رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه

وسلم "ألا لا تطعموا، ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه" (مشکوٰۃ المصابیح ۱، ۲۵۵،

كتاب البيوع، باب العصب والغارية، الفصل الثاني، قديمی)

جو گ (۱)۔ اس کے بعد میراث تقسیم ہوگی۔ بکر کا متوفی بھائی کے کل ترکہ پر قبضہ کرنا جائز نہیں، بلکہ اس کے ذمہ لازم ہے کہ جمدورث کا حق حصہ شرعی ان ویدے (۲)۔

اور زید نے جو بوقت مرض الموت وصیت کی ہے وہ کل مال میں جاری نہیں ہوگی بلکہ ایک تہائی میں جاری ہوگی (۳)۔ اور مسماۃ ب چونکہ زید کی شہداء وارث نہیں اس کے حق میں یہ وصیت ضروری جاری ہوں (۴) اور بکر چونکہ شرعی وارث ہے اس کے حق میں اس وصیت کا جاری ہونا دیگر ورثاء کی اجازت پر موقوف ہے (۵)۔

(۱) "وبدا من تركه الميت بتحيزه، ثم تقدم ديوبه التي لها مطالبة من جهة العاد، ثم تقدم وصيته من ثلث ما بقى، ثم يقسم الباقي بين الورثة"، (الدرالمختار: ۶/۷۶، كتاب الفرائض، سعيد)

(۲) قال الله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ (سورة النساء: ۱۲۹)
"عن ابي حرة الرقاشي عن عمه رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم "ألا لا تظلموا، ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه" (مشكاة المصابيح ۱: ۲۵۵، كتاب البيوع، باب العصب والعارية، الفصل الثاني، قديمي)

(۳) "ثم تقدم وصيته ولو مطلقاً على الصحيح من ثلث ما بقى بعد تحيزه وديوبه، ثم يقسم الباقي بين ورثته"، (الدرالمختار: ۶/۷۹، كتاب الفرائض، سعيد)
(وكذا في البحر الرائق: ۹/۳۶۴، كتاب الفرائض، رشيديه)

(۴) "وتحوز بالثلث للأحصى عند عدم الساع وإن لم يحز الوارث ذلك لا الريادة عيه، إلا أن تحيز ورثته بعد موته وهم كبار"، (الدرالمختار: ۶/۶۵۰، كتاب الوصاية، سعيد)

"رحل مات ولم يدع وارثاً غير امرأته وأوصى بماله كله لرحل، فإن أحرار المرأة، فالمال كله للموصى له، وإن لم يحز السدس للمرأة وحمسة أسداسه للموصى له" (حلاصة الفتوى ۴/۲۳۵، كتاب الوصايا، الفصل الثالث في الوصية للأقرباء والجيران، رشيديه)

(۵) "عن أنس بن مالك رضى الله تعالى عنه قال: إني لنتحت باقة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يسيل علي لعانيها فسمعتة يقول "إن الله قد أعطى كل ذي حق حقه، ألا لا وصية لوارث" (مس ابن ماجه: ۲/۱۹۵، أبواب الوصايا، باب: لا وصية لوارث، قديمي)

"ولا لوارثه وقتله مباشرة إلا بإجارة ورثته، لقوله عليه الصلاة والسلام: "لا وصية لوارث إلا أن يحبرها الورثة، وهم كبار عقلاء" (الدرالمختار ۶/۶۵۵، ۶۵۶، كتاب الوصايا، سعيد)
(وكذا في الفتاوى العالمكيريّة: ۶/۹۰، كتاب الوصايا، الباب الأول، رشيديه)

مساۃ کو حق ہے کہ وہ اپنا مہر اور اپنا میکہ سے ملا ہوا کل سامان اور حسب وصیت اپنا حصہ میراث بکر سے بذریعہ عداوت وصول کر لے۔

اور جو زیورات مساۃ کو سسرال سے ملے تھے وہ اگر بطور تملیک ملے تھے، یا برادری میں بطور تملیک ملنے کا رواج ہے تو وہ بھی تمام مساۃ کو وصول کر سکتی ہے، اگر بطور عاریت ملے تھے، یا بطور عاریت ملنے کا رواج ہے تو وہ وصول نہیں کر سکتی (۱)، ہاں اگر ترسہ شوہر ہونے کی حیثیت سے بطور میراث وصول کر سکتی ہے۔
حصہ میراث کل ورثاء کے معلوم ہونے پر معلوم ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفر اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا، ۳۰/۵/۶۴ھ۔

متوفیہ بیوی کی اولاد کا مہر کا مطالبہ کرنا

سوال [۹۷۴]: ایک صاحب فرماتے ہیں ایک بیوی ان کی حیات میں اور ایک بیوی مرے۔ چالیس سال کے قریب گذرا کہ انتقال کر گئی ہیں اور دونوں بیویوں سے اولاد ہے۔ موجودہ بیوی اور ان کی اولاد مہر کا مطالبہ کرتی ہے، اور جب سابقہ بیوی کی اولاد مہر کا مطالبہ کرتی ہے تو یہ جواب دیا جاتا ہے کہ متوفی نے کہا تھا کہ سابقہ بیوی سے مہر میں معاف کرا چکا ہوں۔

تو کیا متوفی کا یہ کہنا کافی ہوگا یا ثبوت شرعی کی ضرورت ہوگی؟ اور اگر معافی کا ثبوت شرعی متوفیہ یعنی اپنا مہر معاف کرنے والی بیوی کے مرض الموت کا ثبوت شرعی ہو جائے تو یہ معاف کرنا درست ہوگا، یا وصیت مان کر ایک شمش معاف رکھا جائے گا۔ اور دو ثلث ورثاء کیلئے محفوظ رہے گا؟ وصیت وارث کیلئے جو نہیں ہوتی ہے اس

(۱) "جہز ابنتہ بحہار وسلمہا دلک، لیس لہ الامتداد مہا ولا لورثہ بعدہ ان سلمہا دلک فی

صحیحہ، وبہ یفتی جہز ابنتہ، ثم ادعی ان ما دفعہ لہا عاریۃ، وقلت ہو تمبیک، او قال الروح

دلک بعد موتہا لیوث مہ، وقال الأب: عاریۃ، فالمعتمد ان القول للزوج، ولہا ادا کاں العرف مستمر،

ان الأب يدفع مثله حہاراً لا عاریۃ، وأما ان کان مشترکاً کمصر والشاہد، فالقول للأب، الدرالد حہار

۱۵۵/۳، ۱۵۶، باب المہر، کتاب النکاح، سعید

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۳۲۷/۱، کتاب النکاح، باب المہر، رشیدیہ)

کا معافی یہ تہیہ تہیہ نہ آئی، نصیت مان رکھو، معافی ہو جائے گا، یہ معافی نہیں ہو جائے گی“

لحواب حامد ومصیبا:

اگر مرہ جو وہ ورثہ کے نزدیک متوفی کا قول پہلی بیوی کے مہر کی معافی کے متعلق صحیح ہے تو اس بیٹے کی شرعی ثبوت کی ضرورت نہیں، یعنی جب وہ اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ متوفی نے یہ کہا تھا کہ پہلی بیوی سے مہر معاف کر چکا ہوں تو اس اتنا کافی ہے، مہر معاف کرتے وقت واپس کا ہونا نہ دینی نہیں۔ اگر ورثہ، یہ کہیں کہ پہلی بیوی نے بحت مرض الموت معاف کیا ہے، اور متوفی کا قول یہ تھا کہ بحت بحت معاف کیا ہے، تب بھی متوفی کا قول معتبر ہوگا۔ اگر مرض الموت میں معاف کیا جائے تو یہ نصیت ہے جو کہ ورثہ کے حق میں نافذ نہیں ہوں، نہ نکل میں نہ نشت میں

”عن ائمة اربعہ من مہرہ او مہرہ بعد مدۃ، فقدت بورثۃ، لمرآۃ فی مرض موتہ، و انکر۔ وج، و یقولون، کذا فی سبب، و ہذا، عن عسکیری ۱/ ۳۲۲ (۱)۔“

”لا وصیۃ لمرآۃ، الا ان یحضرہا ورثۃ، ہذا درمحدرد ۵۰/ ۵۷۵ (۲)۔ فقط واند سنانہ

تقدیر۔

حررہ ابو محمد گنگوہی عند اللہ عندہ، معین مفتی مدرسہ منی، مومسہار پور، ۱۵ شوال ۱۳۶۹ھ۔

جبکہ زوجہ اولی کے وارث مہر کا مطالبہ کرتے ہیں اور معافی کے منکر ہیں تو دوسرے ورثاء کے مہر کی معافی کا ثبوت ہے۔ عند اللہ معافی کیے تو واپس کی ضرورت نہیں ہے، لیکن قضاء، اختلاف کی صورت میں

(۱) (الفتاویٰ العالمکبریۃ: ۱/ ۳۲۱، ۳۲۲، کتاب الکاح، الباب السابع فی المہر، الفصل الثانی عشر فی اختلاف الزوجین فی المہر، رشیدیہ)

وکذا فی نسس حدیث ۲/ ۵۱۳، کتاب الکاح، باب المہر، دارالکتب العلمیۃ بیروت،

(۲) (الدرا المختار: ۶/ ۶۵۹، کتاب الوصایا، سعید)

”عن یونس بن راشد، عن عطاء، عن عکرمہ، عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، عن سی

عسی، عن عبدہ وسلم قال: ”لا یجوز بحدیث اب الا ان یسندہ لورثۃ“ نصب لورید لبرہنہ ۶۰۰۰

رفہ حدیث ۱۰۰۰ کتاب الوصایا، مؤسسہ برہنہ بیروت نس

وکذا فی سحر الری ۲/ ۲۵ کتاب الوصایا، رشیدیہ

حصے دیگر ورثاء پر حسب حصص تقسیم کر دے (۱)۔

مسئلہ ۱۲۱۲

زوج	اب	ام	ابن	بنت
$\frac{۳}{۹}$	$\frac{۲}{۶}$	۱	۱۰	۵
			$\frac{۵}{۱۵}$	

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار پنپور، ۱۱/۳/۵۶ھ۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۳ ربیع الاول ۵۶ھ۔

وفات شوہر پر مطالبہ مہر اور حصہ میراث

سوال [۹۷۴۶]: مسماۃ زینب کا نکاح بعض نو سو روپے کے ایک داروغہ صاحب سے ہو گیا تھا، داروغہ صاحب نے ایک مرتبہ مسماۃ زینب سے حالت غصہ میں یہ کہا: ”تو گھر سے نکل جا، تجھ کو طلاق“ اس کے بعد پھر دوبارہ عقد کیا گیا تھا۔ اب داروغہ صاحب کے انتقال کے بعد ان کی جائیداد وغیرہ پر ان کی پہلی بیوی کی اولاد

(۱) اولاد کی موجودگی میں شوہر چوتھائی حصہ کا مستحق ہوتا ہے

قال الله تعالى ﴿فَإِنْ كَانَ لَهَا وَلَدٌ، فَلَهَا الرِّبْعُ مِمَّا تَرَكَنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةِ يَوْصِي بِهَا أَوْ دِينَ﴾
(سورة النساء: ۱۲)

میت کے والدین کو اولاد میت کی موجودگی میں پچھا حصہ ملتا ہے

وقال الله تعالى ﴿وَلِأَبْوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِمَّاهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ﴾ (سورة النساء: ۱۱)

بتہ میراث صورت مسئلہ میں اولاد میں سے لڑکوں کو دو سو روپے اور لڑکیوں کو ایک ایک سو روپے کا

وقال الله تبارک وتعالى ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَى﴾ (سورة النساء: ۱۰)

﴿وَإِنْ كَانُوا إِحْوَةً رَجَالًا وَنِسَاءً، فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَى﴾ (سورة النساء: ۱۷۶)

قابض ہے۔ مساقہ نہیب نے اپنے مہر اور ترکہ کا دعویٰ کیا ہے، لیکن مخالفوں نے یہ افواہ اڑا رکھی ہے کہ داروغہ صاحب نے تو طلاق دیدی تھی۔

اب یہ عرض ہے کہ صورت موجودہ میں مساقہ نہیب کو اپنے ترکہ اور مہر کے وصولی کرنے کا حق داروغہ صاحب کی جائیداد سے ہے یا نہیں؟ اور عقد ثانی کے ثابت ہونے کی صورت میں اس کا استحقاق ہوگا یا نہیں؟ نیز مخالفوں کی افواہ سے نکاح ثانی پر تو کوئی اثر نہیں پڑے گا، اور اگر نکاح ثانی کا باضابطہ ثبوت بہم نہ پہنچ سکے تو کیا حکم ہوگا؟ امید کہ ہر پہلو پر نظر فرما کر جواب با صواب مع حوالہ کتب تحریر فرما کر ممنون فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر نکاح ثانی ثابت ہو جائے اور داروغہ صاحب کے انتقال تک دوبارہ شرعی جدائی ثابت ہو کر عدت نہ گزر چکی ہو تو مساقہ مذکورہ اپنے حصہ میراث کی مستحق ہوگی اور نکاح ثانی کی وجہ سے مہر ثانی کی بھی مستحق ہوں۔ اگر نکاح ثانی کا ثبوت نہ ہو سکا، یا بحالت صحت داروغہ صاحب دوبارہ جدائی کا ثبوت ہو کر عدت ختم ہو چکی ہو تو حصہ میراث کی مستحق نہ ہوگی اور عقد اول کی وجہ سے مہر مذکور کا بہر حال مطالبہ کر سکتی ہے، بشرطیکہ مہر ادا نہ کیا گیا ہو اور مساقہ مذکور نے معاف نہ کیا ہو۔ اور مہر ثانی کے استحقاق کا مدار نکاح ثانی کے ثبوت پر ہے اور مہر کی ادائیگی تقسیم ترکہ سے مقدم ہے:

”مہر یتأكد بأحد معان ثلثة: الدخول، والحياة الصحيحة، وموت أحد الزوجين، سواء كان مسمى أو مہر المتل، حتى لا يسقط منه بعد ذلك إلا بالإبراء من صاحب الحق، هـ“

فتاویٰ ہندیہ، ص: ۳۱۴ (۱)۔

”للمرأة أن تهب مالها لزوجها من صداق“۔ ص: ۳۲۸ (۲)۔

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریۃ: ۳۰۳، کتاب النکاح، الباب السابع فی المہر، الفصل الثانی فیما یؤكد به المہر والمتعة، رشیدیہ)

(وکذا فی الدرالمختار: ۱۰۲/۳، کتاب النکاح، باب المہر، سعید)

(۲) (الفتاویٰ العالمکیریۃ: ۳۱۶، باب المہر، الفصل العاشر فی ہبة المہر، رشیدیہ)

(وکذا فی فتاویٰ قاصی خاں علی هامش الفتاویٰ العالمکیریۃ: ۳۸۰، کتاب النکاح، باب المہر، رشیدیہ)

زیوروں کے عقد رجحان کے امین آپ ہیں ہم دونوں بھی یوں کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ حاجی عبدالرشید صاحب ٹکڑوں پر چھوسہ رتہ ہوئے اس وعدہ کے ساتھ کہ میں تمہیں تمہارے باپ کی امانت لوٹا تو رہا ہوں، لیکن تمہارے صاقل اکتوں ثابت نہ ہو سکے تو یہی حالت میں تمہیں زیورات مجھ کو واپس کر دینے پڑیں گے۔ یہ دوم قومہ زیورات سے زید کی اور بھی جائیدادیں ہیں جن کا ہوا روٹنوز مل میں نہیں آیا ہے (۱)۔

درہ بنت عابد مر یہ ہے کہ موجود تحقیق کی روشنی میں محل سوم کے ٹکڑوں کا دعویٰ غواہ رتہ ثابت نہ ہونے کی صورت میں متذکرہ زیورات کے حقدار از روئے شرع یہاں محل سوم کے ٹکڑے ہی ہوں گے؟ برخلاف اس کے اگر یہ ثابت ہو جائے کہ مذکورہ زیورات محل سوم کے نہیں، بلکہ زید کی کمائی کے ہیں، تو ایسی صورت میں زیورات ان، نیز دیگر جائیدادیں تقسیم اس طرح ہونی چاہیے، یعنی تینوں محل کے ٹکڑوں میں اس کو تین ماں چاہیے؟ از راہ کرم حکم شرع سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

آرٹھل سوم کے ٹکڑوں کے عدوہ دیگر اہل ذوق بھی اس کا اقرار ہے کہ یہ زیورات محل سوم کے زید کے پاس امانت تھے جو اس نے حاجی عبدالرشید صاحب کے پاس رکھے ہیں، یا اس پر شرعی شہادت موجود ہو تو یہ صرف محل سوم کے دونوں ٹکڑوں کو ہیں۔ زید کی دیگر اہل ذوق اس میں کوئی حصہ نہیں (۲)، ورنہ دیگر جائیداد وغیرہ کی طرح ان میں بھی سب حقدار ہوں گے (۳)، چھ حصہ بن کر سب ایک ایک حصہ برابر ملے گا (۴)، اگر زید کے ذمہ کوئی (۱) ”ہوا روٹنوز“ تقسیم۔

(۲) ”ادعی علی مستحق او شہد مما کان بیدہ و غیر الوارث بہ، لزومہ“، الفتاویٰ لا نقرویہ ۲/ ۱۵۱

کتاب الدعوی، دارالاشاعت قدھار

روکد فی شرح المحلہ لسبب رسمہ ۲/ ۵۵۲، رقم المادۃ ۱۶۶۲، کتاب الدعوی، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ

(۳) ”عن عمرو بن سعب عن ابيه عن حده رضى الله تعالى عنه ان ابا لى صلى الله تعالى عليه وسلم قال

”سبعة على المدعى، والمس على المدعى عنه“ رواه الترمذی (مشکوٰۃ المصابیح ۲/ ۳۲۷، ص ۵۰۰)

الأقضية والشهادات، قديمی

(۴) ”د اجمع جماعة من العصبة في درحد واحدة. يقسم المال عليهم باعتبار ابدانهم لكن =

قرن دین مہر وغیرہ باقی ہو تو اس کو تقسیم ترکہ سے پہلے ادا کیا جائے گا (۱)۔ اُرزید کے والدین زندہ ہوں تو چھٹا حصہ ان کو بھی ملے گا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ربیع الثانی/۱۳۹۴ھ۔

کیا بیوی کے ساتھ پہلے شوہر سے آئی ہوئی لڑکیوں کو وراثت میں حصہ ملے گا؟

سوال [۹۷۸]۔ میرے والد اپنی دوکان کے خود مالک تھے، انہوں نے اپنی زندگی میں کئی مرتبہ میری والدہ کے سامنے کہا کہ میرے بعد یہ سب تیرا ہے۔ میری والدہ کے ہمراہ پہلے شوہر سے دو لڑکیاں تھیں، پھر میں پیدا ہوئی، اب ماں چاہتی ہے کہ میرے باپ کی جائیداد میں ان پہلی دو لڑکیوں کو بھی شامل کرے۔ کیا ان کے روئے شرع ساتھ آئی لڑکیاں بھی میرے باپ کی جائیداد میں حقدار ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تمہارے والد سے تم کو بخش یہ بہہ دینے سے کہ ”میرے بعد سب تیرا ہے“ ان کی مقررہ جائیداد کی تم تہہ وارث نہیں ہوگی (۳)، بلکہ تمہارے والد کے ترکہ میں سے آنکھوں حصہ تمہاری والدہ کو ملے گا (۴)، اور بقیہ کی تم

= واحد سہم“ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۳۵۱، کتاب الفرائض، باب العصات، رشیدیہ)

(وکذا فی الاحتیار للعلیل، المختار: ۲/۵۲۳، کتاب الفرائض، باب العصات، مکتبہ حقایقہ پشاور)

(وکذا فی البحر الرائق: ۹/۳۸۲، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۱) ”ثم تقدره دیورہ التي لہا مطالب من حجة العاد ثم يقسم الباقي بعد ذلك بين ورثته“

(الدر المختار: ۶/۷۶۰، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۹/۳۶۶، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۷/۳۷۲، کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیہ بیروت)

۲ قال یدعی کہ یدعی لا یزید لكل واحد منهما السدس (سورة النساء: ۱)

(۳) ”ومسها ر یكون الموهوب مقوصا، حتی لا یشت الملك للموهوب له من القصد“ (الفتاویٰ

العالمگیریہ: ۳/۳۷۳، کتاب الہیۃ، الباب الأول، رشیدیہ)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الہیۃ: ۷/۳۸۶، رشیدیہ)

(وکذا فی مجمع الأنهر: ۳/۴۹۱، کتاب الہیۃ، غفریہ کوئٹہ)

(۴) قال الله تبارک تعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ، فَلَهُنَّ الثَّمَنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

مالک ہوگی (۱)۔ شرطیکہ تمہارے والد کے دادا پر دادا میں سے کوئی مرد زندہ نہ ہو۔ تمہاری والدہ کی دونوں لڑکیاں جو تمہارے والد سے نہیں وہ تمہارے والد کے ترکے میں حقدار نہیں (۲)۔ باں اتمہاری والدہ اپنا آٹھواں حصہ تم کو اور ان کو دینا چاہتی ہیں تو دے سکتی ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۲/۸۸ھ۔

کسی وارث کی ترکہ سے دستبرداری، زندگی میں لڑکے، لڑکی کو ہبہ میں برابری اور ان کے حصے سوال [۹۷۴]: زید بناری ساڑیوں کا تاجر ہے اور اس وقت اس کی اولاد میں چھ لڑکے اور ایک لڑکی موجود ہے اور اس کی زوجہ بھی موجود ہے۔ عرصہ تک زید کے لڑکے زید کے ساتھ رہتے رہے اور اس کے کاروبار میں بھی باتھ بٹات رہے۔ مورخہ ۱۰۷۰ء کو ان میں سے ایک لڑکا عمر زید سے الگ ہو گیا اور اس نے اپنا الگ کاروبار شروع کر دیا اور بقیہ پانچ لڑکے زید کے ساتھ ہنوز شریک ہیں۔ زید چاہتا ہے کہ اپنی حیات ہی میں اپنے کاروبار کا حساب لگا کر عمر کو اس کا حصہ رسد دے کر اس سے دست برداری لکھوائے تاکہ زید کے انتقال کے بعد کوئی نزاع باقی نہ رہے۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل امور دریافت طلب ہیں

(الف) کیا اس طرح دست برداری عمر سے لکھوانے کا زید کو حق حاصل ہے، اور عمر بعد فوت ہونے زید کے دوبارہ حصہ میراث کا حقدار ہوگا؟ اگر عمر دست برداری پر آمادہ نہ ہو تو زید کو مذکورہ بالا کارروائی کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

(ب) اپنی حیات میں تقسیم کرتے وقت زوجہ، لڑکی، لڑکے کا حصہ برابر ہوگا یا نصف کے حساب سے؟

(۱) بیہی کو نصف ذی غرض میں سے ہونے کی وجہ سے ملے گا اور بقیہ بطور رد کے ملے گا ”ما فصل عن فرض دوی الصروض ولا مستحق لہ، برۃ علی دوی الفروض بقدر حقوقہم الا علی الزوجین، وهو قول عامة الصحابة رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین“ (السراجی فی المیراث، ص: ۲۸)

(۲) لڑکیوں میں چونکہ استحقاق ارث کے اسباب ثلاثہ پائے نہیں جاتے، اس وجہ سے محروم ہیں ”ویستحق الارث ما حد ثلاثہ، برحمہ، وبکاح صحیح، وولاء“ (الدرالمختار ۶/۶۲۷، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکبریۃ ۶/۴۷۷، کتاب الفرائض، الباب الاول فی تعریفہا و فیما ینعلق بالترکۃ، رشیدیہ)

کر دیا جائے، ورنہ سب رقمیں کو دیدی جائے، پھر دوسرے ورثہ کے اور بعد اس کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا جائے تاکہ کسی کو کمی زیادتی کی شکایت نہ ہو، پھر زید کے انتقال پر سب ترکے برابر کے حقدار ہوں گے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غنی، دارالعلوم دیوبند، ۳/۶/۱۴۲۶ھ۔

عورت کا سوتیلایا بیٹا وارث نہیں

سوال [۵۰-۹]۔ زینب فوت ہوئی، وارث میں صرف دوڑکیاں، ایک سوتیلایا بیٹا نعیم الدین کو چھوڑا، پس متروکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آراء روئی، وارث نہیں، ترکہ دونوں بیٹوں کو ملے گا، سوتیلایا (شہرہ کا ترکہ) اس کا وارث نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غنی، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غنی، دارالعلوم دیوبند۔

اجوابات سید محمد تقی سعید، نائب مفتی، دارالعلوم دیوبند۔

داماد وارث نہیں

سوال [۵۱-۹]۔ ارثتہ، داماد متوفی نے اپنے پاس رکھ لیا، داماد اس کے شامل رہتا، تو خانہ داماد اور متوفی دونوں کا حق بے یہ صرف بنتا ہے، یونہی متوفی کا قریبی چچا ویرہ درشتی نہیں ہے؟

(۱) "المختار التسوية بين الذكر والأنثى في الہمة". (البحر الرائق: ۷/۴۹۰، کتاب الہمة، رشیدیہ)

(و کذا فی البزازیة علی هامش الفتاوی العالمگیریة: ۶/۲۳۷، کتاب الہمة، رشیدیہ)

(۲) "و یتحقق الإرث بإحدى حصص ذوات النسب وهو القرينة، و ليس وهو الروح حید. والولاء"

(الفتاوی العالمگیریة: ۶/۴۴۷، کتاب الفرائض، الباب الأول، رشیدیہ)

(و کذا فی الدرالمحار: ۶/۷۶۲، کتاب الفرائض، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۹/۳۶۵، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

داما، داماد ہونے کی وجہ سے کوئی ترکہ نہیں پہنچتا (۱)، بلکہ صرف دختر کو پہنچتا ہے۔ اگر داما سے کوئی دوسرا رشتہ بھی نہ ہو تو اس کے خاتم ہونے پر حکم معلوم ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۱۹/۴/۶۰ھ۔

صحیح ہے سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۱۹/۴/۶۰ھ۔

حق وراثت جبراً و اصول کرنا

سوال [۹۷۵۲]: پنجاب کا دستور ہے کہ عورت کو وراثت شرعی سے محروم کر دیا جاتا ہے، لیکن کسی عورت کا خاوند فوت ہو جائے تو وہ خاوند کی کل جائیداد پر قبضہ ہو جاتی ہے، اس کو فروخت کا حق نہیں، تاحین حیات اس کا قبضہ رہتا ہے۔ دریں صورت باقی ورثاء کو کہا جائے کہ عورت باہر کو چوتھا حصہ سرکاری طور پر اس کے نام کر دے اور باقی حصہ اپنا لے لو۔ اگر ورثاء اس فیصلہ پر راضی نہ ہوں تو کیا وہ عورت کل جائیداد پر قبضہ کر دے اور باقی آمدنی سے اپنے شرعی حصہ کی مالیت وصول کرنے کی حقدار ہے یا نہیں؟ فقط۔

المستفتی لطف الرحمن، شہر میرٹھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ورثاء خاوند، عورت کا شرعی حصہ نہ دیں تو عورت کو حق ہے کہ جس طرح قدرت ہو اپنا شرعی حصہ

(۱) داماد میں استحقاق ارث کے اسباب ثلاثہ میں سے کوئی سبب نہیں پایا جاتا، لہذا وہ کسی حصہ میراث کا مستحق نہیں

”وبقسم الساقی بس ورنہ ای الدین ثلث إرثهم بالكتاب أو السنة، كقوله عليه السلام ‘أطعموا الحداث السدس’ أو الإجماع، فجعل الحد كالأب وإن الأب يستحق الإرث برحم وبكاح وولاء والمستحقون لثلاثة عشرة أصناف مرتبة كما أفاده بقوله ‘بدأ بدوی الفروض ثم بالعصبات اھ‘. (الدر المختار: ۶/۷۲، کتاب الفرائض، سعید)

”وبستحق الإرث بإحدى حصال ثلاث بالسب وهو القران، والسب وهو الروحانية، والولاء“. (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۳۷۷، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(وکذا فی البحر الرائق: ۹/۳۶۵، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

وصول کر لے، زائد بیٹے کا حق نہیں (۱)، زائد کو دیورث، کے حوالے کر دے۔ فقط واللہ سبحیٰ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار پور۔

الجواب صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم بہار پور، ۲/۵/۱۳۶۳ھ۔

دوسرے وارث کے حصہ پر قبضہ کرنا

سوال [۹۷۵۳]: زید متوفی کی بیوی اور چار بہنیں ہیں۔ زید کے خسر نے اپنی ہر لڑکی کو

۲۵،۲۵ بیہ زمین باق عدہ لکھ دی تھی، دو بہنیں پاکستان چلی گئیں، اس لئے ہندوستانی بہنوں نے کل سو بیگہ

(۱) "عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة رضى الله تعالى عنها قالت: دخلت هذبت عقبة امرأة أبي سفيان على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقالت يا رسول الله إن أباسفیان رجل شحيح لا يعطى من الصدقة ما يكفى ويكفى سى إلا ما أخذت من ماله بغير علمه، فهل على فى ذلك من حجاج" فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم "أحدى من ماله بالمعروف ما يكفىك ويكفى سىك" (الصحيح لمسلم: ۷۵/۲، كتاب الأقضية، باب قضية هذ، قديمي)

"ثم اختلف العلماء فى جواب السی صلى الله تعالى عليه وسلم هل كان فصاء أو إفتاء؟ والصحيح أنه كان إفتاء استدلل الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ بحديث الباب على مذهبه أن الدائن إن ظفر بشيء من مال المديون الباطل، حر له استيفاء ديته من ذلك المال، سواء كان المال من حسن حقه أو غيره وتسمى هذه المسئلة مسئلة الظفر والمشهور من مذهب الحنفية أنه يحوز له الأحد إن كان ما ظفر به من حسن حقه، ولا يحوز إن كان من غير حسه، غير أن المتأخرين من الحنفية أفتوا فى هذه المسئلة بمذهب الشافعی" (تكملة فتح الملهم ۲/۵۷۸، كتاب الأقضية، باب قضية هذ، مكتبه دارالعلوم کراچی)

"ورأيت فى الحظر والإباحة من المحتسب وحده دناير مديونه وله عليه درهم، له أن يأخذ، لاتحادهما حسا فى التسمية وقال الحموى فى شرح الكمر نقلاً عن العلامة المقدسى عن حده الأشقر عن شرح القدرى للأحصب إن عدم جوار الأحد من خلاف الحسن كان فى رماهم لمطاولعتهم فى الحقوق، وانفتوى اليوم على حوار الأحد عند القدرة من أى مال كان، لاسيما فى ديارنا لمدواوتهم العقوق" (رد المحتار: ۱/۱۵۱، كتاب الحجر، سعيد)

زمین سب نصف بائیں اور چپاس چپاس بیہ زمین پر بائیں قسٹ ہوئی۔ زید بن چپاس بیوی کے فوت ہونے سے قسٹ اپنی متبوعہ چپاس بیہ زمین زید و باقی مدینہ کی قسٹ۔ زید بیوی کے فوت ہونے کے بعد اس پر قسٹ نہیں رہا۔ سب زید بن قسٹ کے بعد زید۔ ترکہ میں چپاس بیہ زمین بھی شامل ہوں یا نہ نہ ۲۵ بیہ جو زید بن بیوی کو اس کے والد نے دی تھی؟

پاکستانی بہنیں ابھی حیات ہیں اور انہوں نے اپنے حصہ کی زمین کی وہ نہیں دی۔ زید بن موجودہ بیوی کے متعلق زید نے اپنی زندگی میں مرنے سے ایک ماہ قبل یہ کہا تھا کہ میرے بعد تم میری ۹۰/ بیگہ زمین کی مالک ہوگی۔ یہ کار کے قانون کے اعتبار سے زید بن بیوی کے نام زید بن راضی کل اس کے نام ہو چکی تھی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کے خسر نے اپنی ہر حق کو ۲۵ بیہ زمین لکھ دی تھی جن میں سے ۱۰ پاکستان چلی گئیں، بقیہ ۱۵ نے ان کے حصہ کی زمین پر بھی بغیر کوئی معاہدہ (بیع، ہبہ، زیوہ) طے کئے قبضہ کر لیا تھا، یہ قبضہ شرعاً غلط تھا، اس سے وہ سب کی مالک نہیں ہوئی، پس ان میں زید کی بیوی کا زید کو اپنی پوری متبوعہ زمین (۲۵/ بیگہ) پتی اور ۲۵ بیہ پاکستانی بہن کا حصہ (دینا شرعاً درست نہیں ہوا، پاکستانی بہن کے حصہ میں تصرف کا اس وقت نہیں تھا (۱)، ہذا وہ ترکہ زید نہیں (۲)۔ موجودہ بیوی کے حق میں زید کا زمین کے متعلق وصیت کرنا اس شرط پر معتبر ہو سکتا ہے کہ اس کے بھائی اور بہن نے بھی اس کی اجازت دی ہو (۳)، ورنہ یہ وصیت معتبر نہیں۔ زمین کی مالک اگر حکومت ہے تو

(۱) "لا یجوز لأحد أن یصرف فی ملک غیرہ بلا إیذہ أو وکالۃ مہ أو ولایۃ علیہ، وإن فعل کان صامئاً"۔ (شرح المحلۃ لسلم رستم باز: ۶۱/۱)، (رقم المادۃ: ۹۶)، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ

(و کذا فی الدر المختار: ۲۰۰/۶، کتاب الفص، بعد)

(۲) "لأن التركة ما تركه الميت من الاموال صافياً عن تعقی حق الغریب من الاموال" (رد المحتار

۷۵۹/۶، کتاب الفرائض، بعد)

(۳) عن عطیاء عن عکرمۃ، عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قال "لا تحوز وصیہ لورث لأن تساء لورثہ" (نصب الرأۃ للربیع: ۶۰۰، رقم الحدیث

۸۰۷۰)، کتاب الوصایا، مؤسسة الریان بیروت)

(و کذا فی سنن ابن ماجہ: ۱۹۵، ۲، کتاب الوصایا، باب: لا وصیۃ لوارث، قدیمی)

اس کا قانون معتبر ہوگا، وہ چاہے جس کے نام کر دے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ عم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

واند کے موروثی مکان کو تعمیر کر کے اس میں دوسرے ورثاء کا حق

سوان [۵۶-۹]۔ زید کے والد کا موروثی مکان جس کو زید نے ۶۰۳۵ ہجری روپیہ کی صرف

کرم پختہ بنوایا ہے، اس کی تقسیم شرعی اس طرح ہونی چاہیے؟ اور اس مکان میں زید کے بھائیوں کی اور دکانیں کیا حصہ ہوگا؟ براہ کرم تقسیم شرعی فرما کر فتویٰ دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید نے اگر ایک ورثہ، سے کوئی معاملہ مکان تعمیر کرنے سے پہلے کر یا ہے تو اس کو دینا چاہیے کہ معاملہ کیا ہے۔ اگر کوئی معاملہ نہیں کیا اور ان سے تعمیر مکان کی اجازت بھی نہیں ملی تو اس تعمیر کا زید تنہا ملک ہے، اور ورثاء کا اس تعمیر میں کوئی حصہ نہیں، البتہ زمین میں کا حصہ ہے۔ اب یا تو وہ اپنے حصہ کی زمین کے میں اور جس قدر تعمیر اس حصہ میں آئے اس کی قیمت زید و بھائیوں یا زید ان کے حصہ زمین سے اپنی تعمیر بنائے۔

”سئل فیما إذا بنی قصرآ بمالہ بنفسہ فی دار مشترکۃ بینہ و بین إخوانہ بدون إذنیہم قبل

من یصلیٰ علیہ، منک، “جواب: نعم، وینتہی فی دار من یسیر کما بعد بنیٰ، منک، وینتہی

ینقض بناءہ، ذکرہ فی التاتارخانیۃ من متفرقات القسمۃ، اھ۔“ تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ:

۱/۱۰۰ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۴ھ/۱/۲۵۔

وفی السدیری: سئل عن الوصیۃ للوارث فی قول اکثر ھل لعمہ من اھل حقوق سائر

الوارثۃ، ودا حاروہ حارث، کتاب دارو الرادۃ علی البت (عمدۃ نقاری، کتاب الوصایا، ص ۲۰)

لاوصیۃ للوارث: ۱۳/۵۵، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(۱) تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ ۱/۱۰۰، کتاب الشریکۃ، مطبعت سیلہ قصر سمالہ فی دار المسترک،

مکتبۃ میمنیۃ مصر) =

مشترکہ زمین میں کسی ارث کا مکان تعمیر کر کے ملکیت کا دعویٰ کرنا

سوال [۹۷۵۵]: زید و عمر کے نام سے ایک فرم تھی جس میں سنگی رسی کا کام ہوتا تھا (۱) جس کے مالک اور کام پر داز زید، خالد، سہمان، صابر تھے۔ خورد و نوش یکجائی تھی۔ سہمان نے آپس کے تعلقات کی ناخوشنواہی کی شکل میں سرمایہ اور مکان میں سے اپنا حصہ لے کر الگ کام شروع کر دیا۔ اس کے بعد زید، خالد و صابر مالک فرم رہے اور خورد و نوش یکجائی رہی۔ اس کے بعد خالد کا انتقال ہو گیا۔ کچھ دنوں کے بعد زید و صابر نے خالد کی اہلیہ کو حصہ شریعی کے مطابق سرمایہ و مکان دیکر مطمئن کر دیا، وہ الگ رہنے لگی۔

اس کے بعد زید کا انتقال ہو گیا، جس نے دو لڑکے بالغ: واقد اور ساجد، اور دو لڑکیاں باغہ راشدہ و رابعہ، اور بیوی اور برادر صابر چھوڑے۔ اب دونوں لڑکوں بیوی اور صابر کے درمیان کوئی تقسیم نہیں ہوئی۔ فرم ان ہی تینوں کی نگرانی میں چلتی رہی اور مشترکہ فرم سے زید نے بحالت حیات کافی اراضی خریدی تھی۔

کچھ دنوں کے بعد دونوں لڑکے اور صابر میں تعلقات کشیدہ ہو گئے اور اس دوران سرمایہ و مکانات اور اشیائے ضروریات زندگی و اراضی نصف نصف تقسیم کر لی گئی، اور دونوں بھائیوں میں کام مشترک رہا۔ کہا جاتا ہے کہ اس مشترکہ دور میں کچھ اراضی حاصل کی یا بنائی، حالانکہ زید کے دونوں لڑکوں نے زید کے انتقال کے بعد دونوں تینوں کے ترکے کا کوئی لحاظ نہ کرتے ہوئے تمام چیزوں میں نصف صابر سے لے کر مشترک کام کرتے رہے۔ کافی عرصہ کے بعد ان دونوں کے تعلقات خراب ہو گئے، ایک فریق نے ضروریہ چاہا کہ حساب فہمی، سرمایہ و ہزارہ مکانات و اراضی و اشیاء کا ہو جائے، لیکن ایک فریق تیار نہیں ہوا۔ بدرجہ مجبوری جس کے پاس جتن تھا الگ اس سے کام کرنے لگے۔

اس صورت میں شرعی حکم سے آگاہ فرمایا جائے اور جن اراضی کے بارے میں یہ دونوں بھائی کہتے ہیں کہ لوگوں نے بنائی ہے یا حاصل کی ہے، وہ خاص کر ان لوگوں کی ملک ہوگی یا مشترکہ جبکہ اب تک تمام

— (و کذا فی شرح المحمدہ لسلمہ رستمہ ناز ۱/۶۴، رقم المادة ۳۱۷۳، کتاب الشریکۃ، الفصل

الثامن فی احکام القسمۃ، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۲/۲۶۸، کتاب القسمۃ، معید)

(۱) ”سنگی رسی: ایک قسم کاریشی کپڑا جس میں سوت ملا ہوتا ہے۔“ (فیروز اللغات، ص: ۸۱۴، فیروز سنز لاہور)

جائیداد مشترک ربی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ان کے پاس ثبوت ہے کہ انکے سرمایہ سے انہوں نے اراضی حاصل کی ہے، مشترکہ سرمایہ سے حاصل نہیں کی ہے تو ان کی بات تسلیم کی جائے گی اور اس اراضی کو مشترک نہیں قرار دیا جائے گا، یعنی کل فرم میں جتنے شرکاء ہیں ان کو حصہ دار نہیں تصور کیا جائے گا۔ جس کا سرمایہ اس اراضی میں لگا ہے وہی مالک ہے، دوسروں کو اس کے مطابہ کا حق نہیں ہے۔ اگر ثبوت نہیں تو جس جس کا حصہ اس مشترک فرم اور سرمایہ میں وہ ایک اپنے حصہ کے بقدر شریک ہے۔ اب چاہیں اس اراضی سے حصہ دیا اور لیا جائے، چاہے قیمت کا مطابہ کریں، جائز ہے، کہ فی فتاویٰ ہندیہ (۱) و تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ (۲)۔ فقط واللہ سبحی نہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۹/۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہ عنہ دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۹/۱۳۸۷ھ۔

باپ کی جائیداد پر زبردستی قبضہ کرنا

سوال [۹۷۵۶]: جو شخص اپنے والد کی جائیداد پر جبراً قبضہ ہو جائے اور باپ کو کچھ نہ دینا چاہے، نہ اس کی کسی قسم کی خدمت کرے، بلکہ اس کو دھمکانے اور ڈرائے اور باپ اس کا بل نہ ہو کہ وہ اپنی حالت سے کما سکتا ہو۔ ایسا شخص عند اللہ گنہگار ہے یا نہیں، اور قیامت میں اس کا کیا حال ہوگا؟

(۱) "لم أحده في الهدية، وقد قال الشيخ سليم رستم بار "إذا سى أحد الشركاء لنفسه في الملك المشترك القابل للقسمه بدون إذن الآخرين، ثم طلب الآخرون القسمه، تقسمه، فإن حرج ديك الباء في نصيب بانيه فيها، وإن حرج في نصيب الآخر، فله أن يكلف بانيه هدمه ورفع" (شرح المحمده لسليم رستم باز: ۶۴۷/۱، (رقم المادة: ۱۱۷۳)، كتاب الشركه، مكتبه حفيه كوئٹہ)

(۲) "سئل فيما إذا نى ريد قصرأ سماله لنفسه في دار مشتركه بيه وبين اخوته بدون إديهم، فهل يكون البناء ملكاً له" الجواب نعم إذا سى في الأرض المشتركه بغير إذن الشريك، له أن يقص بآؤه" (تنقيح الفتاوى الحامدية ۱۰۰، كتاب الشركه، مطبعت بى له قصرأ سماله في دار مشتركه، مكتبه

ميمية مصر)

(وكذا في الدرالمختار: ۲/۲۶۸ كتاب القسمه، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا آدمی غائب اور بڑا غائب ہے اور سخت غائب ہے۔ اس کی دنیا بھی جاہ اور آخرت بھی برہا ہے،
 پس اس ظلم کا وہاں اس پر یہاں بھی برکت ہے، بغیر اس کے بھت موت نہیں آسکتی۔ اس کو زمیں بہت
 کی جائیدادیں ہوں گی، اور اللہ کی خدمت کر کے نوراقت پزیر بھی ہے اور ان سے معافی مانگے، ورنہ
 یہ پاک اس سے ناراض ہوں گے اور وہ شخص مستحق غضب ہوگا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

ترجمہ العبد المذنب، راجعہ و دیوبند، ۲۱/۱۳۸۸ھ۔

جواب صحیح بندہ محمد مالدین غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱۳۸۸ھ۔

غیر کفو میں نکاح اور مکان مورث پر قبضہ

سوال [۵۵-۹]: زید ہاشمی کے انتقال کے بعد اس کی بیوی نے اولاد کی نابالغی کی حالت میں غیر کفو
 میں نکاح کر لیا، تم مکتہ کے اوروں بھی سب اس سے ناراض ہوئے اور سمجھا یہ پروہ نکاحات بائیں میں رہتی۔
 غیر کفو میں نکاحات بہت شور مچا، چارہ جوئی تک کی گئی، لیکن شتوائی تک نہیں ہوئی، مزید حالات بہت پیچیدہ

۱۔ عن سعد بن رید رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "من أحد سوا من
 لأرض صلباً فله بطون يولد القوم من سبع أراضين" متفق عليه (مشکوٰۃ المصابيح، ص ۲۵۴،
 کتاب النکاح، باب العصب والعاریۃ، الفصل الأول، قدیمی)

۲۔ قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿أَنْ شَكَرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِتَى الْمَصِيرَ﴾ (سورة لقمان: ۱۴)
 وقال تعالیٰ: ﴿وَصَاحِبُهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا﴾ (سورة لقمان: ۱۵)
 وقال الله تعالیٰ: ﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْإِطْلَاقِ﴾ (سورة القرة: ۱۸۸)

عن سی الدرداء رضى الله تعالى عنه سمع لسی صلی الله علیه وسلم یقول "لوالد اوسط
 بواب الحجة، فأصع ذلك الباب أو أخفضه"

عن سی مامہ رضى الله تعالى عنه عن رجل قال يا رسول الله ما حق الوالدین علی ولدهما
 قال "هما حجتک ومارک" (سنن ابن ماجہ: ۲/۲۶۰، کتاب الأدب، باب بر الوالدین، قدیمی)

اور معایت غیہ صورت اختیار کرتے۔

آخر مسماۃ کے ماں بھائی سب بہن چھوڑ کر ریاستن جانا بڑا زید ہاشمی کا صرف ایک مکان باقی رہ گیا ہے، روپیہ مالیت اور زمین تو غاصبین و برہانہ کرتے ہوئے نے برہانہ کردی جو زید کے قیم لڑکوں کو پہنچتا۔ اب اس مکان پر بھی وراثت ہے (۱) اور لڑکوں کو مہر و مراہینہ چاہتے ہیں۔ زید کی والدہ سے مسماۃ کو تحت عداوت ہے اور دوسرے ناجائز شوہر کی اولاد کو بہت چاہتی ہے، اور وارثوں کے اس مکان میں اپنے ناجائز شوہر کی اولاد کو حصہ دار بنانے کیلئے زید ہاشمی کے مکان کو اپنے نام بتاتی ہے، اور اب تک وہی ثبوت بھی نہ دے سکی۔

اب سواں یہ ہے اس صورت میں مسماۃ کا نکاح جو سید مشہور ہے۔ غیر غیہ میں جائز ہو یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ حسب تحریر صورت میں مکان زید ہی کی اولاد کو ملنا چاہیے، یا دوسرے شوہر کی اولاد کو بھی حصہ پہنچتا ہے، جبکہ ہم نے سنا ہے کہ نکاح بھی اس سے شرعاً نہیں ہو سکتا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید ہاشمی مرحوم کے ترکہ سے (خواہ مکان ہو یا پچھرا اور) مسماۃ حق زہدیت آسموں حصہ پانے کی حقدار ہے (۲)، اگر مہربانی ہو تو اس کی بھی حقدار ہے (۳)۔ مسماۃ کا نکاح ثانی اگر صحیح طریقہ پر بھی تسلیم کیا جائے اور اس سے اولاد پیدا ہو تو وہ زید ہاشمی کے ترکہ سے حصہ پانے کی بالکل حقدار نہیں، وہ تو قسماً غیر ہے (۴)، اب اتنے مسماۃ کی

(۱) ”والت۔ میل، رغبت، خواہش، قصد، ارادہ“۔ (فیروز اللغات، ص: ۶۱۱، فیروز سنز، لاہور)

(۲) ”قل اللہ تبارک ونعالی ۵ فان کان لکم ولد فلہن الشمس ۵ (سورۃ النساء ۱۲)

”واما للبروحات فحلان الربع عند عدم الولد وولد الابن وان سفل، ولس مع الولد وولد الابن وان سفل“۔ (السراجی فی المیراث، ص: ۷، سعید)

۳، ”ثم تقدم ديونه التي لها فطلت من حصة العدة“ (الدر المختار ۶/۷۰، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۳۶۴/۹، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(وکذا فی الشریفیہ، ص: ۵، سعید)

(۴) ”وینسخ فی لاریت بحدی حاصل ثلاث ۱۔ لیس وهو اقرب ۲۔ لیس وهو لروحہ، والولاء،

(الفتاویٰ العالمگیریہ: ۴۳۷/۶، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(وکذا فی الدر المختار ۶/۷۲، کتاب الفرائض، سعید)

جو کچھ ملک ہو خواہ اس کے پہلے شوہر سے یا والدین وغیرہ سے ہی ہو ورنہ ورمساقہ کی ہے۔

مکان مذکور کے متعلق مساقہ کا دعویٰ بغیر ثبوت کے تسلیم نہیں ہوگا (۱)، بندہ و وزیر با شمی کا ترکہ ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۳/۱۳۹۴ھ۔

متوفی کی زمین کو صرف نام کر دینے سے ملکیت نہیں ہوتی، بلکہ وودورثاء کا حق ہے

سوال [۹۷۵۸]: میرے والد جمشید خان کا انتقال ۱۹۶۵ء میں ہو گیا، اس کے کئی برس پہلے میرے والد صاحب کے ایک دوست حافظ علی نے میرے والد صاحب سے کہا کہ مجھے ورنمنٹ سے بندوق کا لائسنس لینا ہے۔ گورنمنٹ بندوق کا لائسنس اس کو دیتی ہے جس کے نام کوئی اراضی ہو، والد مرحوم نے حافظ صاحب کے نام ۵۳ ایکڑ زمین کر دی اور انہوں نے یہ کھاتا دکھا کر گورنمنٹ سے لائسنس حاصل کر لیا۔

لائسنس ملنے کے بعد حافظ صاحب نے زمین واپس کرنے کا وعدہ کیا تھا، اس لئے والد صاحب نے برائے نام کر دیا تھا، یعنی صرف کاغذات تک محدود تھا، ورنہ حافظ صاحب کا کوئی تعلق اس اراضی سے نہیں تھا۔ چنانچہ حافظ صاحب کی وفات کے بعد ان کے ورثاء نے ان کا نام جمشید حسین خان کے ورثاء کے نام کر دیا، تو اس کے کئی برس بعد پتہ چلا کہ حافظ صاحب نے والد صاحب کی بغیر اجازت اس اراضی کو گورنمنٹ میں رہن رکھ کر

= (و کذا فی الاختیار لتعلیل المختار: ۲/ ۵۵۵، کتاب الفرائض، حقایقہ پشاور)

(۱) "عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال "لو يعطى الناس بدعواهم، لادعى ناس دماء رجال وأموالهم، ولكن اليمين على المدعى عليه" رواه مسلم."

وفی شرحہ للبووی "أنه قال وحاء فی رواية البيهقي عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما مرفوعاً "لكن اليمين على المدعى واليس على من أنكر" (مشکوٰۃ المصابيح، ص: ۳۲۶، کتاب القضاء، باب الأقضية والشهادات، الفصل الأول، قديمی)

"قال السووي هذا الحديث قاعدة شريفة كلية من قواعد أحكام الشرع، ففيه أنه لا نقل قول الإنسان فيما يدعيه بمجرد دعواه، بل يحتاج إلى بينة أو تصديق المدعى عليه" (مرفاة المصابيح شرح مشکوٰۃ المصابيح - ۳۲۶، کتاب الإمارة والقضاء، باب الأقضية والشهادات، رقم الحديث: ۳۷۵۸، رشیدیہ)

چھ ہزار روپیہ حاصل کر لیا۔ اب کئی برس کے بعد سات ہزار سے زائد مع سود کے ہو گئی۔

اب گورنمنٹ عدلت بتایا اس اراضی کو نیل مکر رہی ہے، ہم اور ہمارے نابالغ بھائی سخت پریشان ہیں، کچھ ذی اثر حضرات کو ساتھ لے کر حافظ صاحب مرحوم کے صاحبزادگان کے پاس گئے اور ان لوگوں سے کہا کہ جو زمین آپ نے ہمارے نام واپس کر دی تھی، حافظ صاحب مرحوم نے رہن رکھ کر چھ ہزار نقد لے لیا تھا، اس رقم کو آپ لوگ داخل کریں۔ ورثہ اس رقم کو داخل سرکار کرنے سے انکار کر رہے ہیں۔

دریافت صاحب ام یہ ہے کہ کیا حافظ صاحب نے مذکورہ واقعہ کے تحت ہمارے والد صاحب کے ساتھ بے ایمانی یا دھوکہ نہیں دیا؟

۲ کیا سعادت مند اول دکانیہ فریضہ نہیں ہے کہ اگر والد نے کوئی غلطی کی ہو تو ان کے انتقال کے بعد ہماری والدہ اور ہم لوگوں سے اپنے والد حافظ صاحب کی غلطی چاہے رائے والد کو خدا کی پٹری سے پچتے؟

۳ حافظ صاحب نے جو چھ ہزار روپے حاصل کیا ہے تو اب وہ مع سود کے سات ہزار سے زائد پر ہماری جائیداد سے گورنمنٹ حاصل کرے گی تو حافظ صاحب کے ذمہ سے قرضہ ختم ہو جائے گا؟ کیا حافظ صاحب کے ورثہ ہم یتیم نابالغ بیوہ کی جائیداد سے زبردستی یہ رقم سات ہزار کی دوا کر اپنے باپ کو آخرت کی پٹری سے بچا سکتے ہیں؟

۴ جو وہ اس وقت حافظ صاحب کے ورثہ کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں، وہ کس درجہ خدا کی نافرمانی کر رہے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱ اگر پہلے طے کر لیا کہ محض انٹنس حاصل کرنے کی مصلحت سے صرف کاغذ میں نام درج کرایا جا رہا ہے، مالک نہیں بنایا جا رہا ہے، پھر اس پر حافظ صاحب کا قبضہ نہیں ہوا تو شرعاً یہ بہت معتبر نہیں (۱)، حافظ

(۱) "تنعقد الہة بالإيجاب والقبول، وتتم بالقص الكامل، لأنها من الترععات، والنوع لا يتم إلا بالقص" (شرح المحلة لسليم رستم، ۱/۲۶۲، رقم المادة ۸۳۷)، کتاب الہة، مکسہ حفیة، کوئٹہ

سب اس کا حق نہیں تھا کہ وہ اس زمین و زمین رکھ کر اس پر قرض میں (۱)۔ اول دے بعد میں وہ راضی واپس کر دی، یہ بھی دلیل ہے کہ اس نے اس و بہن میں سمجھ لیا۔ اب قرض کے متعلق یہ حکم ہے کہ حافظ صاحب سے ترکہ سے قرض لیا جائے، اس کے بعد جو پتہ چلے وہ بطور ترہہ تقسیم کیا جائے (۲)۔ بشید حسین خان کی زمین سے قرض ادا کرنے کا حق نہیں (۳)۔

اگر ترکہ نہیں، چھوڑا تو دوسرے فامہ قرض دار نہ واجب نہیں، اگر ادا کر دے تو وادہ مرحوم کے ساتھ حسن بہ کا اور ان کو پیر سے پیسے میں مدد ملے (۴)، جس کی خوشحالی اور معاف کرنا تقاضائے سعادت مندی ہے۔ واصل حق و حق پہنچنے میں پوری خوش کرنا۔ زم ہے۔ فتاویٰ الہدیٰ نہ حق الہم۔
حررہ العبد المذنب غفرلہ، راجعہ مورخہ ہند، ۲۸/۳/۱۳۹۵ھ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

= (وکذا فی الہدایۃ: ۳/۳۸۱، کتاب الہیۃ، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

(۱) "لاحد من المتصرف فی ملک غیرہ بالادبہ او وکالۃ مہ او ولایہ علیہ" تشرح المحلۃ لسلیم رستم باز: ۱/۶۱، (رقم المادۃ: ۹۶)، مکتبہ حفیہ کوئٹہ

(۲) "ثم تقدم ديونه اليها مصالک من حيلة لعمد، ثم وعيہ من سب ما غني، ثم يقسم ما بقي بعد ذلك بين ورثته". (الدرالمختار: ۶/۷۶۰، کتاب الفرائض، سعيد)

(۳) (راجع رقم: ۱)

(۴) "و سمرانہ سبب دس سہ صدقہ من حیلہ لعمد لادب لمرکۃ و کفر ب فلا مہ الوریۃ ادا وہ لا دا و حسی بہ دس سہ صدقہ من غنمہم" (تسلسل الحدیث: ۲-۶، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(وکذا فی الہدایۃ، کتاب الفرائض: ۶/۷۶۰، سعيد)

(وکذا فی البحر الرائق: ۹/۳۶۶، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

الفصل الخامس فی موانع الإرث (موانع ارث کا بیان)

کیا اختلاف دارین مانع ارث ہے، وارث ہونے کا دعویٰ کیسے ثابت ہوگا؟

سوال ۱۹-۱۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین، اس مسئلہ میں کہ ہندو نے حالت صحت و تندرستی میں اپنی تمام جائیداد زمین روپیہ ایک مدرسہ اور ایک مسجد کے لئے وصیت کی تھی، ان کی کوئی اولاد وارثین نہیں تھے، خود ہندو نے کسی دن کسی سے اس بات پر اتفاق بھی نہیں کیا، محض اس کو بھی کوئی وارث ہو نہ ہوئے کا علم نہیں۔ اب ہندو کی وصیت کے مطابق ان کی رحلت کے بعد جب پنچایت نے اس وصیت کو جاری کرنے کے لئے مجس قنم کی اتفاقاً ایک شخص نے ایک خط لکھا جس میں یہ تحریر ہے کہ۔

”پاکستان میں اس ہندو کا ایک بھائی ہے جو وراثت کا دعویٰ کر رہا ہے۔“

اب سوال یہ ہے کہ پاکستان سے ہندو کا بھائی ہونے کا دعویٰ خط کے ذریعہ درج ذیل شہادت پیش کرنی پڑے گی؟ شق ثانی میں وہاں سے باقاعدہ شہادت لے کر خط کے ذریعہ بھیج دینا کافی ہے یا شہدین کا یہاں آکر شہادت دینا ضروری ہے، حالانکہ پاکستان سے ہندوستان ناممکن ہے؟

وارث ہونے کی صورت میں کل جائیداد میں وصیت جاری ہوتی ہے یا نہیں جیسا کہ درمقرر میں ہے۔

”وصحت۔ کل عند عدم ورنہ۔“ (۱)۔ لیکن حالت شبہ مثلاً صورت مرقومہ ثابت پر وصیت جاری ہو جاتی ہے، یا شبہ دور ہو جانے تک موقوف رہتا ہے۔

اختلاف دارین مسلمانوں کے حق میں مانع ارث کے بارے میں کیا حکم رکھتا ہے؟ شرعیہ شرح سہابی کے قول ”دو مسمیں“ اس تخصیص پر اشہال پیش کر کے شارح بسیط کے حوالہ سے عمومیت نقل کر کے جواب تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”وَمَنْ فِي حَقِّ مَسْئَلٍ، فَقَدْ لَا يَكُونُ مَانِعًا كَهَذَا سَعْيٍ وَتَعَدُّنَ وَنَحْنُ فِي دَارٍ مَعَ
لِمُسْلِمٍ الْمُسْتَأْمَنُ فِي دَارِ الْحَرْبِ، يَرِثُ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَنْ صَاحِبِهِ. وَقَدْ يَكُونُ مَانِعًا كَمَا
تُسَلِّمُ فِي دَارِ الْحَرْبِ وَهَاجِرَ أَحَدِهِمَا إِلَى دَارِ الْإِسْلَامِ نَحْنُ، هَذَا فَرْدٌ لِحَصَصِ الْأَنْ
الْاِخْتِلَافِ بِصِفَةِ الْكَلِيَّةِ مُحْتَصٍ بِالْكَفَرِ لَا أَنْ مَطْلُوقِ الْاِخْتِلَافِ الْمُسْتَوْرَ مُحْتَصٍ
بِهِ، هَذَا (۱)۔

اب جواب طلب ام یہ ہے کہ اختلاف الدار کے اختصاص اور عدم اختصاص میں مفتی بہ قول کیا ہے
اور ہندوستان، پاکستان کے درمیان وراثت جاری ہو سکتی ہے یا نہیں؟ مدلل باحوالہ جواب تحریر فرما کر مطمئن
فرمائیں۔ واضح رہے کہ ہندوستان میں اگر پاکستان کی جائیداد موجود ہو تو حکومت قبضہ کر سکتی ہے۔ فقط واسر۔
العارض: مخلص الرحمن، خادم دارالعلوم بانسکڑی، ۹/۹/۸۲ھ۔

الجواب حامداً ومصلحاً:

اگر ہندہ نے کبھی اپنے کسی وارث کا اقرار نہیں کیا اور اہل خاندان اور اہل محلہ کو بھی کسی وارث کا علم نہیں
تو ہندہ کے انتقال کے بعد محض خطائی بنا پر خط لکھنے والے کو ہندہ کا بھائی اور وارث شرعی قرار نہیں دیا جائے گا جب
تک وہ شہادت سے ثابت نہ کر دے، شہادت کے لئے حاضر ہونا شرط ہے، غائب کی شہادت کافی نہیں، یعنی
بھائی اپنے دعویٰ پر دو گواہ پیش کرے تب اس کا دعویٰ ثابت ہوگا۔

”وَفِي الْأَقْضِيَّةِ: شَهَادَاتُهُ، لَا وَارِثَ لَهُ غَيْرُهُ، أَوْ أَخُوهُ أَوْ عَمُّهُ لَا نَعْلَمُ لَهُ وَارِثًا
غَيْرَهُ، لَا تَقْبَلُ حَتَّى يَتَيْنَا طَرِيقَ الْوَرَاثَةِ لَهُ، وَالْأَخُوَّةُ وَالْعُمُومَةُ لِاِخْتِلَافِ الْأَسْبَابِ
وَيَشْتَرَطُ ذِكْرُ لَا وَارِثَ لَهُ غَيْرَهُ لِاسْقَاطِ التَّلُومِ عَنِ الْقَاضِي، وَالشَّرْطُ فِي سَمَاعِ هَذِهِ الْبَيِّنَةِ
إِحْصَارُ الْخَصْمِ وَهُوَ إِمَّا وَارِثٌ أَوْ غَرِيمُ الْمَيِّتِ لَهُ عَلَى الْمَيِّتِ دِينَ أَوْ مَوْدِعُ الْمَيِّتِ أَوْ الْمَوْصِي لَهُ
أَوْ سَبٌّ، لَا فَرْقَ بَيْنَ أَنْ يَكُونَ مُتَبَرِّئًا سَاحِقًا أَوْ مُكَرَّراً ذِكْرُ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى فِي

کتب۔ من دعیٰ نہ اُحود لابیہ وأمه وأقام سبۃ، فیس "تقیح الفتاویٰ سعۃ سبۃ، ص: ۳۳۶" (۱)۔

اگر پنچیت کو اس خط سے شہر پیدا ہو گیا ہے تو فی الحال وصیت ایک شٹ میں کر دی جائے اور وٹھ کو محفوظ رکھا جائے، تا آنکہ پنچایت کو اطمینان ہو جائے جتنے وقت میں بھی اطمینان ہو، امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہی قول ہے صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کا قول امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک سال نقل کیا ہے۔

عبارت منقولہ بالا سے پہلے عبارت ذیل:

"وذكر أن غاصي يحاط وشهود من يقع في غلب ربه أو كنه ورثا حر
نصهر في مثل هذه المدة، ولم يقدره لا شيء، وذكره ضحاوي في مختصره، وقدره نذك
حولاً، لأن العيبة قد تمتد إلى محس قين: هذا قوسهما، وما ذكر في المسود قول أبي حنيفة
رحمه الله تعالى، لأنه لا يرى مصدر بالاحتياط إذا لم يكن فيه نص ولا جماع، بل هو موكول
بشيء رأي من سبي به، وهما يشتر من مصدر بالاحتياط، كما قلنا في التعليل محيط سر حسي،
اه". حوالہ بالا (۲)۔

اختلاف دارین کے ذیل میں عدۃ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس قول کو دفع کیا ہے جس نے اہل اسلام

(۱) (تقیح الفتاویٰ الحامدیہ ۱/۳۳۶، کتاب الشہادۃ ومطالبہ، مطلب: لا بد فی شہادۃ المیراث من بیان طریقہ، مکتبہ میمنیہ بمصر)

(۲) (تقیح الفتاویٰ الحامدیہ ۱/۳۳۵، کتاب الشہادۃ ومطالبہ، مطلب فی الشہادۃ فی المیراث، مکتبہ میمنیہ بمصر)

"ولا بد مع الحر المذكور من بيان سبب الوراثه وبيان انه احوه لأبيه وأمه أو لأحدهما وبحو
ذلك وهو قول الشاهد لا وارث أولا أعلم له وارثاً غيره، وراع وهو أن يدرك الشاهد
الميت، وإلا فاطلة لعدم معاية السبب" (الدر المختار ۵/۴۹۶، کتاب الشہادۃ، باب الاختلاف فی
الشہادۃ، سعید)

(وكد في الفتاوى العالمكيرية ۳/۴۸۹، کتاب الشہادۃ، الباب السادس فی الشہادۃ فی
الموارث، رشیدیہ)

قالوا ذلك سدا لهذا الباب من أصله، سواء نعمدت الحيلة أم لا، كيلا تجعل ذلك

حيلة ۵

ولا يحسن أن يفتى في بعض أئمة بلخ أولى من الإفتاء بما في النوادر، ولقد شاهدنا من المشاق في تجديدها فضلا عن جرعه بالضرب ونحوه مالا يعد ولا يحصى. وقد كان بعض مشايخنا من علماء "العجم ابتلي بامرأة تقع فيما يوجب "الكفر كثيرا"، ثم تنكر، وعن التجديد تأبى. ومن القواعد: المشقة تجلب التيسر، والله الميسر لكل عسير". شامى بقدر الحاجة: ۲/۶۱۶ (۱)۔

"أما المرتد، فلا يرث من أحد لا من مسلم ولا من مرتد، وكذلك المرتدة لا ترث من أحد؛ لأنها ليست ذات ملة، اهـ". شريفیه، ص: ۱۵۵ (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حرره العبد محمود عفا الله عنه، معين مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۶/۷/۶۱ھ۔

جو عورت قادیانی ہو جائے کیا وہ مستحق میراث ہے؟

سوال [۶۱۱ھ]۔ حفیظ ائمہ کا انتقال ہوا، انہوں نے تین بڑے اور ایک لڑکی غفورہ اور ایک بیوی چھوڑی۔ حفیظ ائمہ کی زوجہ کی رضامندی سے ان کے بڑوں نے ایک دوسرے سے متروکہ مکان میں تین قریبی ڈاں لئے اور اس طرح مکان میں شہرت کے ساتھ رہنے لگے۔ غفورہ نے کہا کہ میں اپنا حصہ نہیں لوں گی، پچھ عرصہ کے

(۱) (ردالمحتار: ۳/۱۹۴، ۱۹۵، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر، سعید)

(۲) (الشرفیۃ شرح السراجیۃ، ص: ۱۴۱ فصل فی المرتد، سعید)

"المرتد لا يرث من مسلم ولا من مرتد"، الفتاویٰ العالمکیریۃ ۶-۵۵، کتاب الفرائض،

الباب السادس: میراث المرتد، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ الراریۃ علی هامش الفتاویٰ العالمکیریۃ ۶-۲، کتاب الفرائض، الفصل الخامس

فی موانع الإرث، رشیدیہ)

(و کذا فی الدرالمختار: ۴/۲۵۴، کتاب الجہاد، باب المرتد، سعید)

بعد منفورہ نے اپنے قدیانی شوہر کے اثر سے قدیانی نیت اختیار کر لی۔ سوال یہ ہے کہ منفورہ باوجود قدیانی ہونے کے اپنے مسلم باپ کے ترکہ پانے کی مستحق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حفیظ اللہ کے انتقال کے وقت اس کی زوجہ منورہ مسکن تھی، اس وقت مستحق میراث ہوئی تھی، جس وقت اس نے قدیانی نیت اختیار کر لی تھی اس وقت اگر حفیظ اللہ زندہ ہوتا اور پھر انتقال ہوتا تو وہ مستحق میراث نہ ہوتی (۱)، لیکن مسکن لڑکی کا نکاح قدیانی سے شرعی نکاح نہیں (۲)، اس پر بڑا ختم یا سیاہ جس کا نتیجہ ظاہر ہوا کہ وہ خود بھی قدیانی ہوئی۔ افسوس! آج جب میراث دینے کا وقت آیا تب تو پوچھنا چاہتا ہے اور جب اس کے ایمان و عصمت کو تباہ کر کے نکاح قدیانی سے کیا جا رہا تھا، اس وقت دریافت نہیں کیا گیا کہ یہ اقدام کس درجہ کا جرم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۴/۱۳۹۱ھ۔



(۱) قال العلامة السيد الحر حای رحمه الله تعالى "واما المرتد، فلا يرث من احب لا من مسلم ولا من مرتد، لأنه حان مارتداده، فلا يستحق الصلة الشرعية التي هي الارث بل يحرم عقوبة" (الشریفة شرح السراجیة، ص: ۱۴۱، فصل فی المرتد، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریة ۶/۴۵۵، کتاب الفرائض، الباب السادس فی میراث اهل الکفر، رشیدیہ)
(وکذا فی الفتاویٰ الرازیة علی هامش الفتاویٰ العالمگیریة ۶/۴۷۲، کتاب الفرائض، النوع الثالث فی المناسخة، الفصل الخامس فی موانع الارث، رشیدیہ)

(۲) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمَرُوا، وَلَعَذَابُ الْمُؤْمِنِينَ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ﴾ (سورة البقرة: ۲۲۱)

"ولا يحور للمرتد أن يتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا يحور تروح المسلمة من مشرك ولا كتابی" (الفتاویٰ العالمگیریة ۱/۲۹۲، کتاب النکاح، القسم السابع المحرمات بالشرک، رشیدیہ)
"والمرتدة لا يحور نکاحها مع أحد، وكذلك المرتد لا يحور نکاحه مع أحد، وفي الهدایة مسممة ولا کافرة ولا مرتدة" (الفتاویٰ التاتارحانیة ۳/۸۳، کتاب النکاح، الفصل الثامن فی بیان ما يحوز من الأنکحة وما لا يحوز، إدارة القرآن کراچی)

(وکذا فی الهدایة ۲/۳۴۵، کتاب النکاح، باب نکاح اهل الشرک، شرکة عدمیة ملتان)

الفصل السادس فی التصرف فی التركة

(ترکہ میں تصرف کرنے کا بیان)

میراث میں بعض ورثاء کا تصرف

سوال [۹۷۱۲]: مخدوم مطاع جناب مولوی صاحب دامہ خیر،

بعد تحیہ تعظیم و سلام مسنون عرض ہے مندرجہ ذیل میراث کے ایک جھمڑے کے بعض اجزاء کے متعلق، اس سے قبل چند بار پوچھا جا چکا ہے مگر تجر بہ یہ جواب ہے کہ جب تک منسل حالات اور واقعات عرض نہیں کئے جائیں گے، اطمینان بخش جوابات حاصل نہ ہوں گے۔ نیز چند باتیں اب ایسی معلوم ہوئی ہیں جن کی وجہ سے گذشتہ جوابات میں تبدیلی کا قوی احتمال پیدا ہو گیا ہے۔ بہذا منسل حالات عرض کر کے جوابات میں درخواست ہے۔

زید نے اپنے یہاں بھائی عمر کا مدق کرایا، سو روپیہ قلم کے پاس موجود تھے، اور بقول زید کے حدودہ چار سو روپیہ زید کے عمر کے مدق میں اور نہج ہو گئے، عمر جان نہ ہوا (۱)۔ اس کی وفات کے بعد اس کی بیوی ہندہ کے باپ نے ہندہ کے مہر، نیز دیگر حقوق کا مطالبہ ورثاء عمر سے کیا۔ زبانی طور پر ہندہ نے مہر معاف کر دیئے تھے، مگر پدر ہندہ نے اس معافی کو نہیں مانا اور مقدمہ بازی شروع کر دی جس میں بقول زید دو سو روپیہ زید کے خرچ ہو گئے، آخر زید نے پدر ہندہ کو آٹھ سو روپیہ کے جملہ حقوق سے مستبراری کرائی۔ ان آٹھ سو روپیہ میں سے چار سو روپیہ تو زید کے اپنے تھے اور چار سو روپیہ ایک شخص فخر الدین سے قرض لئے گئے۔

عمر کا پٹھہ ترکہ وطن میں تھا اور پٹھہ بمبئی میں۔ وطن میں تو ایک متوفی باپ کے چھوڑے ہوئے مکان میں عمر کا حصہ تھا، یہ حصہ اس زمانہ ارزانی کی قیمت کے حساب سے اندازاً تین سو روپیہ کا ہو گا۔ وہ اسے ایک زمین تھی جو زید و عمر کے آدھے ساتھ کی تھی (۲)۔ وفات عمر سے فی ماں۔ بعد زید نے اس زمین کو چار سو روپیہ

(۱) "جانہ زندہ، صحیح خدمت"۔ (فیہ از عدالت سن ۱۳۶۶، فیہ از سند، بورا)

(۲) "ساتھ شہادت"۔ (فیہ از عدالت سن ۱۳۶۲، فیہ از سند، بورا)

میں بیچا اور اس کی کل قیمت اپنے ذاتی خرچ میں کر لی۔ تیسرے عمر کا بچہ سمان غیہ نقد تھا جو اندازاً ایک سو اسی روپیہ کا ہوگا جس میں سے سو روپیہ کا سمان تو تنہا زید نے لے لیا، اور باقی زید سمیت سب ورثہ کے عمر پر حسب شرعی تقسیم ہوا۔

پندرہندہ سے فرخ ہو کر زید بمبئی آیا اور وہاں اس عمر کے جمع کردہ بارہ سو روپیہ بینک سے وصول کئے جس میں سے چار سو روپیہ فخر مدین مذکور باقی، بیسے روپائی سو روپیہ اپنے ایک چھوٹے بھائی بکر و قرض دیئے۔ بعدہ زید نے بمبئی میں ایک شخص سے ۱۲۵ روپیہ اور دوسرے شخص یا مین نامی سے پندرہ سو روپیہ اور وصول کئے، مین بمبئی میں ترکہ عمر کو وصول کرنے کی کوشش میں بقوں زید چھ سو روپیہ خرچ ہو گئے۔ شخص مذکور نے تو عمر کا قرضہ رکھنا نہ امانتدار پرچہ بھی اس نے پندرہ سو روپیہ زید کو اس طرح دیئے کہ بمبئی میں عمر اور اس شخص کی ایک مشترکہ دکان دستکاری کی تھی۔

بعد وفات عمر، زید نے اس کے پاس پہنچ کر اس سے کہا یا تو عمر کی جگہ مجھ کو دکان میں اپنا شریک بنا، یا حق شرکت بمبئی میں جو گڈول کے انگریزی نام سے رائج ہے۔ اور یہ بھی خیال ہے کہ عمر اور اس شخص کے درمیان اس وقت شرکت کا معاہدہ شیدے ہوا ہو۔ کیونکہ شرکت دکان کے متعلق عمر اور اس کے درمیان ایک عہد نامہ لکھا گیا تھا، جس میں بہت سی دفعات تھیں۔ بہر حال اس شخص نے زید کی آخری بات ومان کر پندرہ سو روپیہ گڈول کے دیئے تھے۔

عمر کی بیوی، ہندو سے مقدمہ بازی، بکر و قرض دہی اور بمبئی میں ترکہ عمر کو وصول کرنے کے کوششوں میں جتنا روپیہ خرچ ہوا، اس کو عمر کے ترکہ عمر کا زرنقد جو پچھو پچھو زید کے اپنے مال میں مخلوط ہو کر زید ہی کے ہاتھوں سے تھوڑا سا زید اور اس کے اہل و عیال پر اور زیادہ تر ورثہ کے عمر با تسن کے چند پر کئی سال تک خرچ ہوا۔ اس خرچ میں بڑا حصہ زید کے اپنے روپیہ کا تھا، کیونکہ خرچ تناویج تھا کہ باقی ماندہ زرنقد ترکہ عمر اس کے مقابہ میں نہایت قلیل تھا۔

زید نے رقم ترکہ عمر سے بکر کو جو پانچ سو روپیہ قرض دیئے تھے اس کے متعلق بکر نے زید سے دریافت

یہ کہ یہ قرض آپ ہی کو ادا کیا جائے یا اس وقت بل تسمیہ قرار دیکر سب ورثاء کو بقدر ان کے حصوں کے دیدیا جائے۔ زید نے جواب دیا کہ جیسا کہ تیری سمجھ میں آئے ویسا کر دے۔ ہرے اپنی بہت کسے سے یہ تجویز کیا کہ رقم قرض سے بقدر اپنے حصہ کے کٹ کر باقی کو زید ہی وادا کرنے کا ارادہ کر لیا، چنانچہ چھ ادا ہو گئی تو زید نقد سے کردی اور باقی کے بدلہ میں مکان متروکہ پدر میں سے اپنے حصہ کو زید کو دیدینے کا وعدہ کر لیا۔

ان واقعات سے عرصہ دراز کے بعد اب زید کے دل میں یہ خواہش پیدا ہو گئی کہ متوفی باپ کے مکان کو تنہا اپنی ملکیت میں کر لیا جائے، کیونکہ اول تو زید کے پانچ سو روپیہ باپ پر قرض تھے جو ار روئے وصیت زید کو مکان پدر سے وصول کرنے تھے، دوسرے مکان مذکورہ کی مرمت میں زید کے سو روپیہ خرچ ہوئے، تیسرے مکان پر ایک شخص سے مقدمہ بازی ہوئی، تو اس میں زید کے تین سو روپ خرچ ہوئے۔

اس کے علاوہ مکان مذکور میں سے اپنی ایک بہن کا حصہ زید خرید چکا ہے اور ایک بھائی بکرنے بھی اپنا حصہ مکان زید کو دیدینے کا وعدہ کیا ہوا ہے، جیسا کہ اوپر مذکور بھی ہو چکا۔ تو از روئے حساب ورثاء پدر میں سے جس جس کا تھوڑا بہت حق مکان مذکور میں باقی نکلے وہ دے دیا کر مکان کو اپنا کر لیا جائے۔ زید کی یہ خواہش دیگر ورثاء کو ناگوار ہوئی جس کی وجہ سے انہوں نے ترکہ عمر و یاد کیا کہ اگر ترکہ عمر میں ہمارے کچھ حقوق باقی ہوں تو ان کے ذریعہ سے ہمارے وہ بوجھ ہلکے ہو جائیں جن کے دباؤ سے ہم سے دستبرداری کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔

چنانچہ انہوں نے اول تو زید سے ترکہ عمر کے حسابات کا مطالبہ کیا، دوسرے یہ کہ ترکہ عمر سے متعلق خرچ کی جو رقمیں زید نے بتائیں جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے ان پر اعتراضات کئے کہ یہ رقوم اندازہ سے بہت زیادہ ہیں۔

زید نے کہا میرا اپنا روپیہ تم لوگوں پر خرچ ہوا جس کا اگر حساب لگایا جائے تو ترکہ عمر میں حقدار بننے کے بجائے تم لوگ میرے زیر احسان ہو، اور اگرچہ میرے احسانات تم پر بھور قرض کے نہیں ہیں تاہم اتنی بات ضرور ہے کہ ترکہ عمر کی جو اشیاء اب تک بھی باقی ہیں، اگر از روئے حساب وہ میری ملکیت قرار نہ پاسکیں تو میرے احسانات کے معوضہ ہی میں وہ میری ہو جائیں، چنانچہ باہر کے مکان میں سے عمر کا حصہ مجھے مل جائے ورنہ ہر کا

بھی مل جائے، جبکہ بکر مجھ سے اس کا وعدہ بھی کر چکا ہے۔

اور میرے پانچ سو روپیہ جو والد مرحوم کے مکان پر قرض ہیں، نیز مرمت مکان اور مقدمہ بازی میں جو میرا روپیہ خرچ ہوا ہے اس کے بدلہ میں دیگر ورثاء اگر پدر سے دستبرداری کو گوارہ نہیں کرتے ہیں تو ام از مہ اتنا ہی کر دیں کہ مکان کو میرے نام پانچ سال کیلئے دخلی رہن کر دیں پھر میرے قرض کی ادائیگی کی کوشش کرتے رہیں۔ اور در صورت عدم ادائیگی مجھے اختیار ہوگا مکان سے وصول کر لینے کا۔ اور میری بتائی رقوم اخراجات متعلق ترکہ عمر میں غیر معمولی زیادتیوں کا شبہ، سو تم لوگوں نے میرے احسانات کو بالکل بھلا دیا، تم دوسرے کے دست نگر ہو کر زندگیاں گزارنے والو! اخراجات کی وسعت کا صحیح اندازہ کیسے لگا سکتے ہو۔

مہربانی فرما کر سوالات ذیل کے جوابات کے علاوہ جو اور باتیں قابل اطلاع ہوں ان سے بھی مطلع فرمایا جائے:

۱ آخری سطور میں مذکورہ زید کا اظہار برہمی مع عدم جوابدہی، احتمال زیادتی، اخراجات متعلق ترکہ عمر بجا ہے یا بیجا؟

۲ یمین سے وصول شدہ روپیہ ترکہ عمر میں شمار ہونے کے قابل تھا یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس کے احکام سے مطلع فرمایا جائے۔

۳ ورثاء عمر جن پر ترکہ عمر خرچ ہوا اور وہ جن پر نہیں ہوا، ترکہ عمر ختم شدہ اور باقی ماندہ میں گر کچھ حقوق رکھتے ہوں تو ان سے مفصل مطلع فرمایا جائے۔

۴ بکر نے جو اپنا حصہ مکان زید کو دیدینے کا وعدہ کیا ہے اس وعدہ کو پورا کرے، یا رقم قرض باقی ماندہ کو تمام ورثاء عمر پر تقسیم کرے؟

۵ ترکہ عمر سے متعلق خرچ کی جو رقوم زید نے بتائی ہیں اور ان میں اندازہ سے بہت زیادہ زیادتیوں کے احتمال کا کوئی جواب زید نے نہیں دیا تو ان کو زید کے بتانے کے مطابق ہی ماننا پڑے گا، یا اندازہ کے مطابق بھی کیا جاسکتا ہے؟

۶۔ زید نے تحیثیت مسمن ہونے کے زرتے عمر کو ورثے کے عمر باستثنائے چند پر بے حساب خرچ کیا ہے، حالانکہ ترکہ میں حساب ہوتا ہے، مثلاً ماں کا اتنا، بہن کا اکبر، بھائی کا دو برابر۔ تو کیا ولی ہونے کی وجہ سے زید کیلئے یہ حساب معاف ہے؟

۷۔ زید نے بیوہ عمر ہندہ کو جو آٹھ سو روپیہ دے کر جملہ حقوق سے دستبرداری لی، اس کے ساتھ متوفی باپ کے مکان میں عمر کے حصہ میں سے ہندہ کا جتنا حصہ ملتا تھا بیع نامہ ہندہ سے اپنے نام کرا لیا۔ کیا زید کی یہ کاروائی شرعاً درست ہوگئی؟ فقط۔

احقر حمد حسین، مراد آباد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... یہ برہمی مغلوب الغضب ہونے کی بناء پر ہے، کوئی باضا بطہ جواب نہیں۔
 ۲..... اس کے لئے زید کا بیان سامنے ہونا ضروری ہے تاکہ معلوم ہو کہ اس نے کس بناء پر روپیہ وصول کیا ہے، اگر اس نے ناحق جبراً وصول کیا ہے تو یہ حرام ہے، اور ہرگز ترکہ عمر نہیں (۱)۔ اگر واقعہ عمر نے روپیہ دیا اور شریعت کا معاملہ کیا اور حساب سے اس قدر روپیہ عمر کا ہوتا تھا تو پھر یہ ترکہ عمر شمار ہوگا۔ اور اول صورت میں اس روپیہ کی واپسی زید کے ذمہ لازم ہے (۲)، ثانی صورت میں جو اور ترکہ کا حال وہی اس کا بعد ادا کے قرض وغیرہ (۳)۔ ترکہ عمر میں جمع ورثاء، شریک ہیں اور یہ شریعت حسب استحقاق وراثت ہوگی جس کی تفصیل ورثاء کی

(۱) قال الله تبارک وتعالى ﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْإِطْلَاقِ﴾ (سورة البقرہ ۱۸۸)

”عَنْ أَنَسٍ حُرِّقَ الرِّقَاشِيُّ عَنْ عَمِّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: “أَلَا لَا تَظْلِمُوا، أَلَا لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ إِلَّا بِطَبِيعِ نَفْسِهِ” (مشکوٰۃ المصابیح ۱، ۲۵۵، کتاب البیوع، باب العصب والغاربة، الفصل الثانی، قدیمی)

(۲) ”أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ”مِثْلُ الْعَسَى“ أَيْ تَأْخِيرُهُ أَدَاءِ الدَّيْنِ مِنْ وَقْتٍ إِلَى وَقْتٍ ”ظَلَمَ“ فَإِنْ الْمِثْلُ مَعَ أَدَاءٍ مَا اسْتَحَقَّ أَدَاءَهُ وَهُوَ حَرَامٌ مِنَ الْمَتَمَكِّنِ وَلَوْ كَانَ عِيَاءً وَلَكِنَّهُ لَيْسَ مَتَمَكِّناً، حَارِلُهُ التَّأْخِيرُ إِلَى الْإِمْكَانِ“ (مرقاۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب الإفلاس والإنظار، الفصل الأول ۱۱۹/۶۰، رشیدیہ)

(۳) ”يَبْدَأُ بِتَرْكِهِ لِمَيِّتِ الْحَالِيَةِ عَنْ تَعْلُقِ حَقِّ الْعَبْرِ بِتَأْخِيرِهِ، ثُمَّ يَنْدُمُ دَيْنَهُ الَّتِي لَهَا مُطَالِبٌ مِنْ حِجَةِ“

تفصیل و تعیین معلوم ہونے پر تحریر کی جاسکتی ہے۔

جن ورثاء پر ان کے استحقاق سے زیادہ خرچ ہوا، اگر ان کی طلب پر خرچ ہوا تو ان کے ذمہ اس مقدار زیادتی کی واپسی لازمی ہے، وہ ایسے ورثاء ہوں جن کو باوجود استحقاق کے کچھ نہیں ملا، یا استحقاق سے کم ملا۔ اگر بغیر ان کی طلب کے یہ زیادتی ان پر خرچ ہوئی، تو خرچ کرنے والا اس کا ضمان ان ورثاء کو دے کرے، جن کو ترکہ نہیں ملا، یا استحقاق سے کم ملا (۱)۔

۴ جبکہ زید نے عمر کے جمع کردہ بارہ سو روپیہ بینک سے وصول کر کے بکر کو پانچ سو روپیہ قرض دیئے اور ادائیگی کی صورت دریافت کرنے پر اختیار دیدیا کہ جیسا تیری سمجھ میں آئے ویسا کر دے، یعنی رقم قرض خواہ کل زید کو دیدے خواہ جملہ ورثاء میں حسب حصص تقسیم کر دے، پھر بکر نے اپنا حصہ میراث کاٹ بھی لیا تو اب بکر کو چاہیے کہ بقیہ رقم (اپنا حصہ کاٹنے کے بعد) تباہ زید کو نہ دے، نہ بصورت نقد نہ بصورت حصہ مکان (۲)، بلکہ جس

= العباد، ثم وصيته من ثلث ما بقى، ثم يقسم الباقي بعد ذلك بين ورثته أى الذين ثبت إرثهم بالكتاب أو السنة أو الإجماع“۔ (الدر المختار: ۶/۵۹، ۷۶۲، کتاب الفرائض، سعید)

”كما أن أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم، كذلك يكون الدين الذى له فى ذمة آخر مشتركاً بينهم على قدر حصصهم“ (شرح المحلة لسليم رستم بار ۱۰۱، کتاب الشركة، الفصل الثالث فى الديون المشتركة، (رقم المادة: ۹۲، ۱۰۱، مکتبہ حنفیہ، کوئٹہ)

۱، ”ليس لأحد أن يأخذ ما لغيره بلاسب شرعى، وإن أحده ولو على طئ أنه منك، وحب غله رده عيسا إن كان قائماً، وإلا فيضمن قيمته إن كان قيمياً، ومنه إن كان منلياً“ (شرح المحلة لسليم رستم بار ۱۰۱، (رقم المادة: ۹۷)، المقالة النابية فى بيان القواعد الثمينة، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(و کذا فى الدر المختار: ۶/۲۰۰، کتاب الفصص، سعید)

(۲) ”ما يقصده كل واحد من الدائنين من الدين المشترك، يكون مشتركاً بينهما، وللشريك الآخر أحد حصته منه، ولا يسوع لتفاضل أن يحتص به وحده“ (شرح المحلة لسليم رستم بار ۱۰۱، ۱۰۳، رقم المادة: ۱۰۱)، کتاب الشركة، الفصل الثالث فى ديون المشتركة، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(و کذا فى الفتاوى العالمکبرى ۲/۳۳۷، کتاب الشركة، الباب السادس فى المتفرقات، رشیدیہ)

طرح اپنا حصہ خود کاٹ لیا، اسی طرح ہر وارث کا حصہ اس وارث کو دے، صرف زید کے حوالہ نہ کرے، زید کو صرف زید کا حصہ دے۔

۵ زید سے تفصیل دریافت کر لی جائے، جب تک جھوٹ اور خیانت کا ثبوت نہ ہو زید کے قول کا اعتبار ہوگا۔ اگر دیگر ورثاء کو یقین نہ ہو تو زید سے قسم لی جاسکتی ہے (۱)۔

۶ یہ معاف نہیں، زید کے ذمہ کے ہر ایک کا حصہ پورا پورا دینا واجب ہے (۲)، ایک کا حصہ دوسرے پر از خود خرچ کرنا جائز نہیں (۳)۔

۷ اگر بیوہ ہندہ نے مہر معاف کر دیا تو وہ شرعاً معاف ہو گیا، پدر ہندہ کو مہر کے مطالبہ اور مقدمہ بازی کا ہر حق نہیں (۴)، جبکہ ہندہ موجود ہے اور کہتی ہے کہ میں نے مہر معاف کر دیا تو پھر پدر ہندہ کا ورثاء عمر

(۱) "وهو أن الشريك أمين في المال، فيقل قوله بيمينه في مقدار الربح والحسran والضياع والدفع لشريكه ولو بعد موته" (الدرالمختار) وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى "ولو وكل بقص وديعته، ثم مات المؤكل، فقال الوكيل قبضت في حياته وهلك، وأنكرت الورثة، أو قال: دفعته إليه، صدق" (ردالمحتار: ۳۱۹/۴، كتاب الشركة، سعيد)

(۲) ہر شخص کا حصہ چونکہ زید کے پاس امانت ہے اور امانت کو اپنے ہاتھ تک پہنچانا واجب ہے قال الله تبارك وتعالى ﴿إِنْ أَمَرَ كُمْ أَنْ تُوَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا﴾ (سورة النساء: ۵۸)

(۳) "لا يحوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إده أو وكالته أو ولاية عليه، وإن فعل كان صاماً" (شرح المجتہد لسلم رستم باز ۱/۶۱، المقالة الثانية في بيان القواعد الفقهية، (رقم المادة: ۹۶)، مكتبة حفيه كوئٹہ)

(و كذا في الدرالمختار: ۲۰۰/۶، كتاب القضا، سعيد)

(۴) "للمرأة أن تهب ماله لروحها من صداق، دحل بها روحها أو لم يدحل، وليس لأحد من أولياء أب ولا غيره الاعتراض عليها" (الفتاوى العالمكبرية ۱/۳۱۶، كتاب الكاح، باب المهر، الفصل العاشر في هبة المهر، رشيدية)

(و كذا في الهداية: ۲/۳۲۵، كتاب النكاح، باب المهر، مكتبة شركة علمية ملتان)

(و كذا في الدرالمختار مع ردالمحتار: ۳/۱۱۳، كتاب الكاح، باب المهر، سعيد)

سے مقدمہ بازی کر کے مہر وصول کرنا سراسر ظلم ہے (۱)۔ البتہ ہندہ اپنا حصہ میراث ضرور وصول کر سکتی ہے (۲)۔ اور زید نے جو آٹھ سو روپے دیے ہیں تو معلوم نہیں ہو سکا کہ اس میں بعض مہر کس قدر ہیں اور بعض میراث ہندہ کس قدر ہے۔

جس قدر رقم زید نے بعض حصہ میراث ہندہ ادا کی ہے، اس کے عوض میں وہ ہندہ کے حصہ میراث کا مالک ہو گیا (۳)، اور ثمرہ یہ درست ہے، خواہ وہ مکان کا حصہ ہو خواہ دیگر سامان کا، دیگر ورثاء اب اس کے متعلق کچھ نہیں کر سکتے۔ جس طرح زید نے اپنے نام بیعنا کر لیا ہے، دیگر ورثاء کو بھی یہ حق حاصل تھا، جب زید نے اس حق کو وصول کر لیا اور دیگر ورثاء خاموش رہے تو اب اور ول کا حق ساقط ہو گیا (۴)، اور چونکہ یہ رقم زید نے ترکہ عمر سے نہیں دی، اس کے ورثاء عمر کو اس میں شرکت کا حق نہیں۔ یہاں تک سوالات کے جوابات تھے۔

عمر کی بیماری پر جو کچھ زید نے خرچ کیا، اگر عمر کی طلب پر بطور قرض خرچ نہیں کیا تو زید کو اس کے مطالبہ کا حق نہیں (۵)۔

(۱) قال الله تبارك وتعالى: ﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بِيَكُم بِالْبَاطِلِ﴾ (سورة البقرة: ۱۸۸)

(۲) ”والمرأة تأخذ مهرها من التركة من غير رضى الورثة ان كانت التركة دراهم أو دنانير، وإن كانت التركة شيئاً يحتاج إلى البيع، فبيع ما كان يصلح ويستوفى صداقيها“ (حلاصة الفتاوى ۴/۲۴۱، كتاب الوصايا، الفصل السابع في الدعوى والشهادة، رشيدية)

(۳) ”وصيه أو ورثته بقدر ما تمس كفه من ماله، يرجع به في التركة، وكذا أداء دينه“ (جامع الفصولين) ”وللوارث أن يقضى دين الميت وأن يكفه بعير أمر الورثة، كان له أن يرجع في مال الميت“ (جامع الفصولين مع حاشيته ۲/۳۶، الفصل الثامن والعشرون في مسائل التركة والورثة والدين، اسلامی کتب خانہ کراچی)

”وكذا لو قصى الوارث أو الوصي ديناً من ماله، كان له أن يرجع في مال الميت“ (حلاصة الفتاوى: ۴/۲۴۰، كتاب الوصايا، الفصل السادس في تصرفات الوصي، رشيدية)

(۴) ”سكوت المالك القديم حين قسم ماله بين العامين رصاً“ (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب: المواضع التي يكون فيها السكوت كالقول: ۴/۴۸۲، سعيد)

(۵) ”كفى الوارث الميت أو قصى دينه من مال نفسه، فإنه يرجع، ولا يكون متطوعاً“ (الدر المختار) =

نے وہ مقدمہ محض اپنی ذات کیلئے لڑایا ہے، نہ کہ دیگر ورثاء کیلئے۔ جس قدر ترکہ عمر و رثاء مستحقین کے پاس پہنچ چکا، اس قدر سے زید سبکدوش ہو گیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود شگوبی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہ علوم سہارنپور، ۶ ۱۳۶۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۳/ جمادی الثانی/ ۱۳۶۶ھ، صحیح عبدالمطیف۔

ادائے قرض سے پہلے ترکہ میت سے نفع اٹھانا

سوال [۶۳-۹]: زید نے اپنے وارثوں میں تین بالغ لڑکے چھوڑ کر انتقال کیا، ترکہ میں ایک موروثی مکانی مکان ہے جس میں زید کا بھائی بھی شریک ہے، اس کے علاوہ گیارہ سو کے قریب رقم ایک مینہ و معینہ کیے سرحدی تحویل میں امانت ہے اور دوسری طرف متفرق واجب ادا قرض کی رقم ہیں جن میں چار سو کے قریب سودی قرضہ بھی شامل ہے۔ زید کے بعض ورثاء اور دوستوں نے مرحوم کی عاقبت میں بہتری کے اور اس خیر سے کہ دیر کرنے سے سود کی رقم زیادہ جائے گی، سرکاری تحویل سے اختتام مینہ و سے قبل رقم لے کر سرے قرضے ادا کرنے پر اتفاق کر لیا ہے۔

تین وارث لڑکوں میں دو چھوٹے بھائی برسر روزگار ہیں، لیکن بڑا بھائی (الف) عرصہ سے کسی روزگار پر قادر نہیں اور اپنے متعلقین کی کفالت کیلئے بعض اوقات بادل نا خواستہ دوسروں سے استمداد پر مجبور ہوتا ہے۔ کچھ عرصہ سے اس کا ارادہ زراعت کا ہے اور اسی غرض سے قطعہ اراضی بھی لگان پر لیا ہے، مگر زراعت کے دیگر اخراجات کیلئے سودی قرضہ لینے کے سوائے اس وقت کوئی اور وسیلہ نہیں ہے، اس کے بغیر منہ ناممکن نظر آتا ہے اور یہ ہزار وقت بہت گراں سود پر مل سکتا ہے۔

اس لئے (الف) یہ چاہتا ہے کہ جو واجب ادا سودی قرضہ ہے اس کی ادائیگی باغفل متوی کر کے اس رقم سے اس کو فائدہ اٹھانے کا موقع دیا جائے، وہ زراعت کے حاصل سے دو تین سال کے اندر رقم قرضہ مع سود کے صراف کو واپس کر دے گا، کیونکہ اس وقت رقم صراف کو واپس کر کے جدید قرضہ کے منے کی امید نہیں ہے۔

ذی علم اور تجربہ کا شخص ہے اس کے خلاف بے اعتمادی کی کوئی وجہ نہیں۔

دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا قرضہ کی ایسی رقم کی ادائیگی واپس گھر کیلئے ذریعہ معاش قائم کرنے کی مفید اور جائز غرض سے مدت مذکورہ تک ملتوی کیا جاسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

میت کے ترکہ میں سے تقسیم میراث سے قبل قرض کی ادائیگی ضروری ہوتی ہے (۱)، خصوصاً جب کہ قرض سودی ہو تو جس قدر جلدی اس کا ادا کرنا ممکن ہو اس میں تاخیر کی گنجائش نہیں (۲)، اور صورت مسئلہ میں واقعات کا تجربہ بتلاتا ہے کہ سودی قرض تمام بڑی سے بڑی جائیداد کو کھا کر فنا کر دیتا ہے۔ اور اس پر بھی وثوق نہیں کیا جاسکتا کہ مدت مذکورہ میں الف کو زراعت میں کچھ نفع اور بچت ہو کہ جس سے وہ قرض ادا کر سکے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ رقم مذکورہ تمام کی تمام زراعت میں صرف ہو جائے اور کچھ بھی وصول نہ ہو، اس لئے موبہوم امید پر سودی قرض کی ادائیگی کو مؤخر کرنا درست نہیں، بلکہ اس کو جلد از جلد ادا کر دیا جائے۔

اور اس کے بعد ارفاء میں صدق اور خوف خدا ہے اور وہ حرام سے بچ کر اکل حلال کا طالب ہے تو اس لئے اللہ پاک ضرور بالشرع و جائز طریقہ سے رزق مہیا فرمائیں گے اور حرام سے محفوظ رکھیں گے۔ اگر اس کو قرض کی ضرورت پیش آئیگی تو بلا سود قرض ملے گا۔

اس پر آشوب زمانہ میں ایسے بندگان خدا موجود ہیں اور بڑے بڑے کاروبار کر رہے ہیں جن کو کبھی سودی قرض کی نوبت نہیں آتی اور بلا سود ہزاروں کی رقم مہیا ہو جاتی ہے۔

قل الله نساك وتعالى في كتابه المجيد: ﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ

(۱) "ثم تقدم ديونه التي لها مطالبة من جهة العباد" الدر المختار ۶/۷۰، كتاب الفرائض، سعيد

(وكذا في المحرر الرائق: ۳۶۴/۹، كتاب الفرائض، رشيدية)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "مطل العني طم" (مشكوة

المصابيح: ۱/ ۲۵۱، باب الإفلاس والإنظار، قديمي)

حيث لا يحتسب ﴿الآية (۱)﴾۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبدالمطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹ محرم ۱۳۵۹ھ۔

ترکہ میت میں اگر بعض ورثاء تجارت کریں، کیا اس میں سب شریک ہوں گے؟

سوال [۹۷۶۲]: زید نے انتقال کے وقت ایک بیوہ تین لڑکے اور دو لڑکیاں چھوڑی، اس میں سے زید

ہی نے اپنی حیات میں بڑی لڑکی کی شادی کر دی۔ زید کے کل متروکہ کا حسب تیرہ سو روپے ہوا۔ زید کے دو لڑکے بڑے تھے، ان پر ایک چھوٹی بہن، ایک چھوٹے بھائی اور والدہ کی کفالت عائد تھی، لہذا کل وارثوں میں سے کسی نے بھی اپنا حصہ طلب نہیں کیا۔ اور اسی تیرہ سو روپے سے دونوں بڑے لڑکوں نے تجارت شروع کر دی، جس کو گیارہ سال گزر گئے۔ اور بڑی شادی شدہ لڑکی کے علاوہ سب کاناں و نفقہ چتر رہا اور اب بھی چل رہا ہے۔

اب بڑے دو لڑکوں کے علاوہ سب ورثاء کہتے ہیں کہ جو موجودہ ترکہ ہے وہ سب کا ہے، وہ سب تقسیم کیا جائے۔ زید کے دونوں بڑے لڑکوں کا کہنا ہے کہ صرف مرتے وقت تیرہ سو روپے تقسیم ہوں گے۔ سوال یہ ہے کہ کونسا ترکہ تقسیم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

میت کا ترکہ وہ ہے جو اس کے انتقال کے وقت چھوڑا ہے (۲)، اس میں سب ورثاء شریک ہیں، جن دو لڑکوں نے روپیہ لے کر تجارت کی ہے اس میں دوسرے شریک نہیں، وہ خود ان کی محنت ہے نہ کہ سب کی (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۶/۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۶/۱۳۸۷ھ۔

(۱) (سورۃ الطلاق: ۲، ۳)

(۲) "لأن التركة ماترکہ الميت من الأموال صافياً عن تعلق حق الغير بعین من الأموال" (رد المحتار

۶/۷۵۹، کتاب الفرائض، سعید)

(۳) "إذا أخذ أحد الورثة مبلغاً من نقود التركة قبل القسمة بدون إذن الآخرين وعمل فيه وحسب، كانت -

ترکہ مشترکہ سے ایک وارث نے زمین خریدی، اس میں دوسرے وارث کا حصہ

سوال [۱۵-۱۹]: ایک شخص زمین خریدی گئی اس وقت جب کہ دو حقیقی بھائی اور ان کے حقیقی والد تو ایک گھر میں رہتے تھے اور کام، خدہ، جی، س، ایک ن میں تھے، زمین خریدی خطہ زمین مذکورہ کی صرف ایک ہی بھائی کے نام کی گئی جو بڑا تھا۔ ابذا چھوٹا بھائی اس زمین میں نصف کا شریک ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس نے وہ زمین خریدی ہے اس نے اپنے ہی لئے خریدی ہے تو وہ اسی کی ہے، اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں، قیمت اگر مشترک روپیہ سے ادا کی ہے تو شریک کا روپیہ حسب حصص دینا اس کے ذمہ واجب ہے:

”وَنَصْرَفُ أَحَدَ الْوَرَثَةِ فِي شَرَكَةِ الْمَشْرُوكَةِ وَرَبْحٌ، فَالرَّبْحُ لِلْمَتَصَرِفِ وَحْدَهُ، كَذَا فِي عَتَاوِي لُعَيَاثِيَّة، ۱۵، هِدَّة، ۴، ۳۴۶ (۱)۔“

اگر وہ شریک کے لئے خریدی ہے تو مشترک ہے، شریک کا، قیمت میں بھی شریک ہوں گے، پیسہ نہ ہونے کی صورت میں وجوب ثمن کے لئے مشتری کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا:

”وَصَدَقَ فِي شَرَكَةِ الْوَرَثَةِ فِي دَعْوَى الْأَدَاءِ مِنْ مَنْ بَعَثَهُ، قَالَ سَحِيرُ بَرْمَنِي

= الحسارۃ علیہ، کما انہ إذا ربح لا یسوغ لبقیۃ الورثۃ ان یقاسموہ الربح“، (شرح المجملۃ لسلمیہ رستم باز: ۶۱۰/۱، (رقم المادۃ: ۱۰۹۰)، کتاب الشریکۃ، الفصل الثانی، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(و کذا فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ: ۹۳/۱، کتاب الشریکۃ، مکتبہ میمنہ مصر)

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریۃ ۲/۳۴۶، کتاب الشریکۃ، الباب السادس فی المتفرقات، فصل لو تصرف أحد الورثۃ، رشیدیہ)

”اذا بدر بعض الورثۃ الحبوب المشتركة بادن الكار أو وصی الصغار فی الاراضی المورثۃ، تصیر جملة الحاصلات مشترکۃ بیہم، وأما لو بذر بغير إذن بقیۃ الورثۃ، فالعلة للزارع فقط ولو كان لبدر مشترکاً ولكن لو بدر احدهم حبوب نفسه، فالحاصلات له حصۃ، لکہ یضمن لبقیۃ الورثۃ حصۃہم مما نقصت الأرض برراعه“ (شرح المجملۃ لسلمیہ رستم، ص ۶۰۹، رقم المادۃ ۱۰۸۹)، کتاب الشریکۃ، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(و کذا فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ ۲/۲۰۷، کتاب المزارعۃ ومطالبہ، مکتبہ میمنہ مصر)

فی حاشیہ اُصح: وادی يظهر أن القول بمشترى؛ لأنه لما صدقه الآخر في شراء، ثبت شراء
 بشركة، وبه ثبت نصف الثمن بدمته، ودعوى أنه دفع من مال شركة دعوى واثمة، فلا يقبل
 بالائبة، وقد فُتوا: يدسه يعرف شراء، لا يقبوه، فعنه الحجة؛ لأنه يدعى وحبوب الثمن في دمه
 لا حر وهو يسكن. وهذا ليس بمكر من مقرر الشراء، بل هو حب نعتق الثمن بدمته، وله تحقيقه أنه
 مدفعه من مال شركة، من لمشتري. هو في حصة استرته بمانى بنفسى قبل الشركة، وفوق
 له بيمينه: بالله ما هو من شركته، أو حال الشركة هو من حسن تجارتها، فهو بشركة، ومن به
 يكن من تجارتها فهو حصة. شامى بتعريف: ۳/ ۵۹۹ (۱)۔ فقط والله تعالى اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲/ ۳/ ۵۹، صحیح عبد الطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ربیع الثانی ۱۴۵۹ھ۔

میت کا زمین بیوی کے نام خریدنا، اور مال مشترک میں ورثاء کا تصرف

سوال [۹۷۶۶]: زید فوت ہو چکا اور ورثاء ذیل چھوڑے:

ایک زوجہ، چھ بنات، ان بیٹی، شرعاً۔ اس کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

زید نے جو زمین اپنی کمائی سے خرید کر اپنی زوجہ کے نام خرید کرائی، اس خیال سے کہ اولاد نرینہ نہیں
 ہے، مرنے کے بعد بھائی یا مک ہو جائے گا، اگر زوجہ کے نام ہوگی بھائی محروم رہے گا۔ اور بقیہ جائیداد منقولہ از قسم
 نقد وغیرہ وہ زید کی عورت کے پاس ہے، اس کو وہ اپنے صرف میں کر رہی ہے، زید کے بھائیوں کو کچھ نہیں دیتی۔
 سوال یہ ہے کہ جو جائیداد زوجہ کے نام ہے وہ ترکہ میں شمار ہو کر قابل تقسیم ہے یا نہیں؟

زید کی زوجہ کا حق مہر..... ۲۵/ روپیہ تھا، اگر زید نے تمام جائیداد بعوض حق المہر عورت کو لکھ دی ہو اس
 غرض سے کہ دوسرا وارث محروم رہے۔ کیا یہ تحریر شرعاً جائز ہے؟ جس قدر جائیداد منقولہ وغیر منقولہ جو ترکہ میت

(۱) (رد المحتار ۳/ ۳۱۴، کتاب الشركة، مطلب فی دعوی الشریک أنه أدى الثمن من ماله، سعید)

(و کذا فی صحة الخالق علی البحر الرائق: ۵/ ۲۹۳، کتاب الشركة، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاوی قاضی حان علی هامش الفتاوی العالمگیریہ: ۳/ ۶۱۸، کتاب الشركة، باب شركة

العنان، رشیدیہ)

سے ہے اور عورت کے قبضہ میں ہے اس کو وہ عورت فرشتہ برکتی ہے بغیر رضا مندی دیگر ورثاء کے یا نہیں؟ فقط۔
نہیں احمد، پچلا آدہ، ضلع میرٹھ (یو، پی)۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ ۲۴ لکھ

اخ عینی
 $\frac{5}{15}$

بنات ۶
 $\frac{16}{38}$

زوجہ
 $\frac{3}{9}$

بشرط صحت سوال وعدم موانع ارث بعد تجنیز و تمفین و ادائے دین میت و تنفیذ وصیت وغیرہ از ثلث مال (۱)، زید کا ترکہ بہتر [۷۲] سہام قرار دے کر اس طرح تقسیم ہوگا کہ ۹ سہام زوجہ کو ہیں گے (۲)، ۲۸ سہام ست بنات (۳)، دو بیٹی ہر ایک کو آٹھ سہام، ۱۵ سہام اخ عینی کو (۴)۔

(۱) "تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة الأول بدأ بتكفیه وتحہیرہ، من غیر تدبیر ولا تقفیر، ثم تقضى ديونه من جميع ما بقى من ماله، ثم تمد وصاياہ من ثلث ما بقى بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته"، (السراجی فی الميراث، ص: ۲، ۳، سعید)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض: ۶/۷۵۹، ۷۶۱، سعید)

(۲) میت کی جب اولاد ہو تو زوجہ کو ثمن (آٹھواں حصہ) ملے گا

قال الله تبارک وتعالى ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثَّمَنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دِينَ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

(۳) بنات کو مذکورہ صورت میں ثلثان یعنی ۱۰ تہائی حصے ہیں گے

قال الله تبارک وتعالى: ﴿فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثَلَاثُ مَا تَرَكَ﴾ (سورة النساء: ۱۱)

(۴) اخ عینی عصبہ ہے، ذوی الفروض کو حصہ دینے کے بعد جو رہ جائے وہ عصبہ ہوتے گا۔

"العصبة وهم كل من ليس له سهم مقدر وبأحد ما بقى من سهام ذوی الفروض، وإذا انفرد

أحد جميع المال" (الفتاویٰ العالمکبریة ۶ ۴۵، کتاب الفرائض، باب العصبات، رشیدیہ) =

سوال کے ابتداء میں ہے کہ ”وہ جائیداد زوجہ کے نام خرید کرائی ہے“ آخر میں ہے کہ ”زوجہ کے نام منتقل کرائی ہے“۔ اگر یہ مطلب ہے کہ بائع سے براہ راست جائیداد زوجہ کے نام خریدی اور منتقل کرائی ہے تب تو وہ زوجہ کی ملک ہے، ترکہ زوج نہیں (۱)، مگر یہ کہ زوجہ اس بات کا اقرار کر لے، یا ورثاء زوج کے پاس اس کا ثبوت ہو کہ یہ جائیداد متوفی سے اصلیت اور حقیقتہ اپنے لئے خریدی تھی اور کسی مارضی مصلحت کی وجہ سے کاغذ میں زوجہ کا نام تحریر کر دیا تھا تو اس وقت ترکہ میت شمار ہو کر حسب تحریر باورثاء پر تقسیم ہوگا۔

اگر یہ مطلب ہے کہ اپنے نام خرید کر پھر زوجہ کے نام منتقل کرادی تھی تو اس صورت میں اگر بحالت صحت و تندرستی بطور ہبہ منتقل کرے زوجہ کا قبضہ اس پر کر دیا تھا تو وہ زوجہ کی ملک ہے ترکہ متوفی نہیں، بھائی مطابہ نہیں کر سکتا (۲)۔

اگر بحالت صحت و تندرستی لکھی ہے تو یہ تحریر معتبر ہے (۳)، اگر مرض الموت میں لکھی ہے تو اس کی کیفیت لکھ کر دوبارہ دریافت کریں۔

جس قدر حصہ زوجہ کی ملک ہے، خواہ زوج نے اپنی حیات میں اس کو دیا ہو خواہ ترکہ میں ملا ہو، اس کو فروخت کر سکتی ہے، اس میں رضامندی کی ضرورت نہیں اور کسی کو منع کرنے کا حق نہیں، خواہ وہ جائیداد مشترک ہو

= (وکذا فی تبیین الحقائق، ۴۸۵/۷، کتاب المرائص، رشیدیہ)

(۱) جب کہ کوئی شخص اپنے ہی مال سے کسی کے لئے کوئی چیز خرید کر اسے دے دے تو یہ ہبہ ہے، اور ہبہ دراصل قبض سے تام ہو جاتا ہے، کما سیاتی تحت الحاشیۃ الآتیۃ

(۲) ”یملک الموهوب له الموهوب بالقض، فالقض شرط لنسوت الملك“ (شرح المجلة، ص: ۴۷۳، کتاب الہبۃ، الباب الثالث، (رقم المادة:)، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(وکذا فی الدر المختار: ۶۹۰/۵، کتاب الہبۃ، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۳۷۴/۳، کتاب الہبۃ، الباب الأول، رشیدیہ)

(۳) واضح رہے کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ جب میت ”زید“ نے مذکورہ زمین اپنی زوجہ کو بحق مہر یا بطور ہبہ دینے کیلئے لکھا ہو اور ساتھ قبضہ بھی کرایا ہو، بغیر قبضہ کے ہبہ اور ملک تام نہیں ہوتا ہے

”ومنها أن يكون الموهوب مقبوضاً، حتی لا یشت الملك للموهوب له قبل القبض“۔ (الفتاویٰ

العالمگیریۃ: ۳۷۴/۳، کتاب الہبۃ، الباب الأول، رشیدیہ)

خواہ تقسیم شدہ ہو (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/رجب/۱۳۶۲ھ۔

مشتہد کہ موروثہ بائیداد میں کسی شریک کا اپنے حصہ پر قبضہ نہ کرنا

سوال [۹۷۶]: مسائل ذیل بغرض جواب ارسال خدمت سراپا برکت ہے۔ بعد ارقام جواب

فتویٰ مزین بمبر فرما کر احقر کے پاس واپس فرمادیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔ جواب جدد درکار ہے۔

شجرہ

سوتیلی ماں میاں شرف الدین صاحب، وصیت کنندہ بحق محمد صادق

میاں شرف الدین

میاں نذر محمد صاحب

میاں عطاء محمد صاحب

میاں شوق محمد صاحب

میاں عاشق محمد صاحب

محمد صادق

میاں دوست محمد صاحب

میاں محمد افضل صاحب

(۱) "کیف ما يتصرف صاحب الملك المستقل في ملكه، فكذا يتصرف أيضاً في الملك المشترك

اتفاقاً" (شرح المحلة لسليہ رستمہ بار ۱، ۵۹۹، (رقم المادة ۱۰۶۹)، کتاب الشریکة، الفصل

الثانی، حنفیہ کوئٹہ)

میاں شرف الدین صاحب، میاں عطاء محمد صاحب مع دو پسران: میاں عاشق محمد صاحب و میاں شوق محمد صاحب۔ میاں نذر محمد صاحب مع ہر دو پسران اور محمد صادق ہر ایک علیحدہ علیحدہ رہا کرتے تھے اور خرچ بھی ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ تھا۔ میاں شرف الدین صاحب نے جائیداد سکنی علاوہ جائیداد زرعی کے جو ان کے نام درج کاغذات سرکار تھی، چاہے وہ جدی تھی یا بعد خود خرید کردہ تھی، چاہے خود خرید کردہ زر ترسیل شدہ ہر دو پسران میاں شرف الدین صاحب سے خرید کی گئی تھی، اور صاحب موصوف نے کاغذات میں بوجہ مذمت پر دیس و عدم حاضری پسران خود اپنے نام رجسٹر وغیرہ کرا لی۔ مندرجہ ذیل طریق پر تقسیم کر دی:

میاں شرف الدین صاحب نے اپنے بڑے پسر میاں عطا محمد صاحب کو سکنی زمین سے تخمیناً سات مرہ اراضی جس پر علاوہ کچا مکہ کے مکانات کے ایک مکان پختہ ملبہ کا تعمیر شدہ تھا۔ اور میاں نذر محمد صاحب کو سکنی زمین پچاسی دس مرلہ بنا بوجہ کہ اس اراضی پر کچا ملبہ کے مکانات تعمیر شدہ تھے، حوالہ کر دی اور اپنے لئے تین مکانات سکنی علیحدہ رکھ لئے اور ہر دو پسران کے مکانات سے بھی حصہ مکانات بڑے رہائش تاحین حیات تصرف میں رکھ لئے۔

ماسوائے ایک کمرہ (در حصہ میاں نذر محمد صاحب) و میٹھی کمرہ و راستہ وغیرہ (در حصہ میاں عطا محمد صاحب) کمرہ متذکرہ جو علی الترتیب میاں نذر محمد صاحب و میاں عطا محمد صاحب کے حصہ میں آئے۔ اور جس پر محمد صادق پسر عطا محمد بموجب وصیت پردادی مندرجہ بالا در شجرہ و زان بعد فیصلہ شرعی قبض اور رہائش پذیر تھا۔ ہر دو پسران میاں شرف الدین صاحب نے قبضہ کر لیا اور میاں شرف الدین صاحب نے ان تین مکانات سے دو دو مکانات پر مکمل تصرف کر لیا اور تیسرا مکان جو بطور بیٹھک مشترکہ طور پر ہر ایک فریق کے زیر استعمال جیسا کہ قبل از تقسیم تھا رہا۔

اس دوران میں بعد تقسیم قبضہ ہائے مکانات بطریق بالا میاں عطا محمد صاحب راہی ملک بقا ہو گئے۔ اور بعد وفات میاں عطا محمد صاحب مرحوم محمد صادق نے اپنے والد ماجد میاں شرف الدین صاحب سے درخواست کی کہ چونکہ اس کے پاس کوئی اور بیٹھک نہیں اور نہ ہی شریعت میں پسران میاں عطا محمد صاحب مرحوم موصوف کی وفات کے بعد بموجودگی میاں نذر محمد صاحب ان کے وارث ہو سکتے ہیں، اپنی جائیداد یعنی سہ

مکانات سے جو صاحب موصوف بوقت تقسیم اپنے تصرف میں رکھئے تھے بیٹھک متذکرہ بطور بہہ یا قیمتہ جیسا مناسبت خیال فرمادیں پسران میاں عطا محمد صاحب مرحوم کے حق میں منتقل فرمادیوں، کیونکہ اس مکان بیٹھک پر محمد صادق نے بلا شرکت کسی دیگر فریق کے کافی مبلغ لگایا ہوا ہے۔

اور اگر میاں شرف الدین مکان بیٹھک محمد صادق کے حوالہ نہ کرنا چاہیں تو اس مبلغ کی موجود اوقات یا اسی قدر مبلغ اگر بروئے شریعت محمد صادق لینے کا حق دار ہو تو مرحمت فرمادیں۔ جس کے جواب میں صاحب موصوف نے ارشاد فرمایا کہ مکان بیٹھک پر، و صورت میں محمد صادق کو نہیں دیا جاسکتا اور نہ ہی مبلغ کی موجود اوقات قیمت اور نہ ہی اسی قدر مبلغ دیا جاسکتا ہے۔ اس جواب پر محمد صادق نے مبلغ مکان بیٹھک پر سے جو اس نے لگایا تھا اتارنے کی درخواست کی تو جواب ملا کہ مبلغ جو محمد صادق نے مکان متذکرہ پر لگایا ہوا ہے چاہے شریعت، رواج، پنچایت، یا قانون محمد صادق کو اجازت نہ بھی دے تو بھی محمد صادق کو مبلغ متذکرہ اتارنے کی بخوشی اجازت ہے اور اس بات پر صاحب موصوف رضامند ہیں۔

اس تصفیہ کے بعد محمد صادق بیٹھک کے حصول میں کوشاں رہا، حتیٰ کہ عرصہ زائد از دوساں گزر گیا اور بیٹھک بدستور سابق مشترکہ طور پر استعمال ہوتی رہی۔ اب میاں شرف الدین صاحب نے بذریعہ تحریری رقعہ اپنے سابقہ فیصلہ کی رو سے محمد صادق کو مبلغ اتارنے کا حکم دیا اور جملہ برادران محمد صادق کو اپنا اپنا سامان نشست و برخاست مکان بیٹھک سے اٹھانے کا حکم دیا اور یہ بھی فرمایا کہ بیٹھک خالی کر دو، کیونکہ محمد صادق اور اس کے دیگر برادران میاں عاشق محمد و میاں شوق محمد صاحبان پابندی شرع محمدی کے دعویدار ہیں۔ لہذا مندرجہ ذیل امور کیلئے مفصل شرعی احکام درکار ہیں:

۱۔ آیا مبلغ متذکرہ بیٹھک جو محمد صادق نے بلا شرکت کسی دیگر فریق بیٹھک پر لگایا ہوا ہے اور جس کے اتارنے کی اجازت میاں شرف الدین صاحب نے برضا مندی دی، محمد صادق شرعاً لینے کا حقدار ہے یا نہیں، جبکہ کسی دیگر فریق نے نہ ہی کوئی مبلغ لگایا اور نہ ہی شکست و ریخت میں خرچ کرے محمد صادق کا ہاتھ بٹایا، حالانکہ استعمال مشترکہ ہوتا رہا؟

۲۔ آیا میاں شرف الدین صاحب کو اس جائیداد سے جو بوقت تقسیم جائیداد ما بین پسران خود

صاحب موصوف نے اپنے قبضہ میں رکھی تھی، بیٹھک متذکرہ کوئی امر شرعاً مانع ہے، اگر میاں شرف الدین صاحب اپنے مرحوم پسر میاں عطا محمد صاحب کی اولاد کو کچھ حصہ یا سہم اپنی زندگی میں منتقل فرمادیں؟

۳ اگر میاں شرف الدین صاحب اپنے پسر میاں نذر محمد صاحب، یا اس کی اولاد کو اپنی زندگی میں اپنی جائیداد پر تصرف کرنے کی اجازت دیں اور پسران میاں عطا محمد صاحب مرحوم کو نظر انداز فرمادیں تو کیا (الف) یہ عمل صاحب موصوف کا شرعاً قطع رحمی کے مترادف نہ ہوگا، تو قطع رحمی کرنے والے کیلئے شرعاً کیا حکم ہے؟

(ب) اگر یہ عمل میاں شرف الدین صاحب شرعاً قطع رحمی کے مترادف ہوگا۔
۴ جو جائیداد زمرہ مرسلہ میاں عطا محمد مرحوم سے میاں شرف الدین صاحب خرید کرتے رہے اور بجائے اپنے پسر میاں عطا محمد صاحب مرحوم کے نام رجسٹری کرانے کے بعد اپنے نام رجسٹری وغیرہ رات رہے ہیں۔

(الف) ایسی جائیداد کا شرعاً کون مالک ہے؟
(ب) کیا اس جائیداد کا میاں شرف الدین صاحب کو کسی دیگر شخص کے حق میں منتقل کرنے کا شرعاً حق ہے یا نہیں؟

(ج) کیا میاں شرف الدین صاحب ایسی جائیداد اپنے قبضہ میں رکھنے کے شرعاً حقدار ہیں؟
(د) کیا یہ جائیداد میاں شرف الدین صاحب کی وفات کے بعد ترکہ میاں شرف الدین صاحب میں شامل کی جاسکتی ہے؟

۵ مرحوم میاں عطا محمد صاحب کے ترکہ میں ان کے والد میاں شرف الدین صاحب بحیثیت واد متوفی ۶ ا حصے کے شرعاً حقدار ہیں اور مطالبہ بھی کرتے ہیں، لیکن عملاً باوجود اصرار ورثاء میاں عطا محمد صاحب مرحوم اپنا حصہ مینے سے لیت وعل فرما رہے ہیں، حالانکہ مرحوم کو فوت ہوئے عرصہ تخمیناً ساڑھے سات سال کا گذر رہا ہے، لہذا:

(الف) اگر میاں شرف الدین صاحب اپنی زندگی میں ۶ حصہ حاصل نہ کریں اور مینے سے انکار بھی نہ کریں تو کیا بعد وفات میاں شرف الدین صاحب یہ حصہ ۶ حصہ ترکہ میاں شرف الدین صاحب میں

شمارہ ہوا؟

- (ب) اگر میرا شرف الدین صاحب ۶ حصہ بینے میں لیتا تو میں اور زندگی و فائدہ کرے تو کیا ورثاء میرا عطا محمد مرحوم گنہگار ہوں گے؟
- (ج) اگر شرعاً ورثاء میرا عطا محمد صاحب مرحوم گنہگار ہوں گے تو ان کو شرعاً کیا ملنا چاہیے جس وجہ سے وہ اس بارے میں بددوش ہو سکیں؟

اعتراف نامہ: محمد صادق شوہر بقسم خود۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

- ۱۔ محمد صادق حقدار ہے (۱)۔
- ۲۔ بیٹھک کو اپنے قبضہ و تصرف میں رکھنا شرعاً درست ہے کوئی مانع نہیں۔ بحالتِ صحت و تندرستی اگر منتقل کر دیں گے تو شرعاً یہ انتقال معتبر ہوگا اور عطا محمد کی اولاد کی طرف منتقل ہو جاوے گی (۲)۔
- ۳۔ (الف، ب) اپنی زندگی میں کلی اختیار ہے۔ عطا محمد کی اولاد کو نظر انداز کر دینے سے کوئی حق تلفی بھی نہیں (۳)، البتہ مروت کا تقاضا یہ ہے کہ نظر انداز نہ کریں۔

(۱) "عمر دار روحہ بمالہ باذنیہا، فالعمارة لہا، والفقۃ دین علیہا، لصحة امرہا ولو عمر لنفسہ بلا ذنیہا، فالعمارة لہ، ویکون عاصماً للعرصة، فیومر بالتہریغ بطلیہا دلک" (الدر المختار) وقال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: "قولہ والفقۃ دین علیہا، لآلہ غیر منطوع فی الإشفاق، فیرجع علیہا لصحة مرہ، فصار کالأمور بقضاء الدین" (الدر المختار، کتاب الوصایا، مسائل شتی ۶، ۷، ۸، سعید)

(۲) "ولکل واحد منهم أن يتصرف فی حصته کیف ما شاء" (شرح المحلة لسليم رستم دار ۶۶۳ کتاب الشریکة، الفصل الثامن فی أحکام القسمہ، (رقم المادة ۱۱۶۲)، مکتبہ حنفیہ کونہ)

سعد الہیۃ بالإيجاب والقبول، وتتم بالنقص الكامل، لأنہا من السرعات، والسرع لا یمس لا بالنقص (شرح المسجدة لسليم رستم، ۶۶۲، رقم المادة ۱۱۶۳، کتاب الہیۃ، حنفیہ کونہ)

وکذا فی الدر المختار ۶۶۱، کتاب الہیۃ، سعید

۳۔ "وفی حصہ بدوہب تسبب لاولادہ فی الصحۃ ویراد تفصیل العص علی العص، روى عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ انہ لا بأس بہ اذا کان التفصیل لزيادة فصل فی الدین وین کدوا سواء، بکرہ"

۴ (الف، ب، ج، د) اگر عطا محمد نے اس لئے روپیہ بھیجا کہ آپ میرے لئے جائیداد خرید لیں اور میں شرف الدین نے اس سिलے خریدی مگر کسی مصنحت یا مجبوری سے عطا محمد صاحب کا نام درج نہیں کرایا، بعد اپنا نام درج کرایا ہے وہ جائیداد عطا محمد ہی کی ملک ہے (۱)۔ میں شرف الدین کو اس میں اصلیت کا نہ تصرف کا حق نہیں، وہ کسی کے حق منتقل نہیں کر سکتے اور بعد وفات میں شرف الدین صاحب کا ترکہ شہر ہو رہا، میں تقسیم نہیں ہوؤں، بلکہ ترکہ عطا محمد کا قرار پائے عطا محمد کے ورثاء میں تقسیم ہوؤں (۲)۔ ۶ میں شرف الدین کو ہی ملے گا (۳)۔

اگر عطا محمد نے روپیہ بطور ہبہ اپنے والد کو دیا ہے اور والد نے اپنے لئے یہ جائیداد خریدی ہے تو وہ کلیتہ میں شرف الدین کی ملک ہوؤں (۴)، ان کو اس میں مالکانہ تصرف کا حق بھی حاصل ہوگا، جس کے حق میں چاہیں

= (ردالمحتار: ۴/۴۴۴، کتاب الوقف، مطلب مہمہ فی قول الواقف، سعید)

(وکذا فی فتاویٰ قاضی حن علی هامش الفتاویٰ العالمگیریہ ۳/۹۷۲، کتاب الہبۃ، فصل فی ہبۃ الوالد لولده، رشیدیہ)

(وکذا فی السریہ علی هامش الفتاویٰ العالمگیریہ ۶/۲۳۷، کتاب الہبۃ، الحسن الثالث فی ہبۃ الصغیر، رشیدیہ)

(۱) "والمملک یشت للمؤکل ابتداء فی الأصح، فلا یعتق قریب الوکیل بشرانہ حتی لو صافہ الی نفسہ، لا یصح" تعلق بمؤکلہ لایہ، لکوبہ فیہا سیراً محضاً (الدرالمحیر ۵/۵۱۴، کتاب الوکالۃ، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳/۵۶۷، کتاب الوکالۃ، الباب الأول، رشیدیہ)

(۲) "والمیراد من الترحکۃ ما ترکہ المیت حالیا عن تعلق حق العیر بفسہ" (تبیین الحقائق ۷/۷۷۱، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(۳) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: "وَلَا یُورِثُ لَکِنَّ وَاحِدًا مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَکَ" (سورۃ النساء ۱۱)
 "واما الرجل فالأول الأب، وله ثلاثة احوال: الفرض المحض وهو السدس مع الاس و من الاس وإن سفل" (الفتاویٰ العالمگیریہ ۶/۴۶۶، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی القروض، رشیدیہ)

(۴) "یملک الموهوب له الموهوب بالقص، فالقص شرط لنسب المملک" (شرح لمحمد لیس)

وہ منتقل بھی کر سکیں گے، اور بعد وفات ترکہ میاں شرف الدین شمار ہو کر ان کے ورثاء میں تقسیم ہوگا۔

۵ میاں شرف الدین کو چاہئے کہ معاملہ کو صاف کر دیں یعنی اپنا حصہ ۶، اصول کر لیں، پھر اگر کسی کو دینا چاہیں تو اس کو دیدیں، معلق رکھنا اچھا نہیں (۱)۔

(الف) یہ ایک ۶/۱ حصہ ترکہ میاں شرف الدین شمار ہوگا۔

(ب) میاں شرف الدین بھی ورثائے میاں عطا محمد صاحب میں سے ہیں، دیگر ورثاء کو چاہئے کہ ۶/۱ حصہ میاں شرف الدین کے حوالہ کر دیں، پھر بھی وہ قبضہ نہ کریں تو ان ورثاء پر کوئی الزام نہیں۔ تاہم اگر میاں شرف الدین صاحب نے اپنا حصہ باوجود اس سعی ورثائے عطا محمد کے نہیں لیا اور میاں شرف الدین صاحب کا انتقال ہو گیا تو ان ورثاء پر گناہ نہیں (۲)۔

= رستم. ۱، ۴۷۳، (رقم المادة ۸۶۱)، کتاب الہبة، الباب الثالث، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ

(و کذا فی الدر المختار: ۵/۶۸۸، کتاب الہبة، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳/۳۷۴، کتاب الہبة، رشیدیہ)

(۱) واضح رہے کہ میراث میں ایک جبری ہے اور حق حصہ لینے سے بھی باطل نہیں ہو جاتا

قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿فَرِيضَةٌ مِنَ اللَّهِ﴾. (النساء: ۱۱)

”وہی صربان‘ شریکۃ ملک وہی أن یملک متعدد عیناً أو دیناً بارت أو بیع أو غیرہما بآی سبب کان حریاً أو اختیارياً ولو متعاقباً“ (الدر المختار) وقال العلامة اس عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ. “(قولہ بآی سبب کان) هو مفہوم قولہ: بارت أو بیع، فإن الأول جبری والثانی اختیاری“. (رد المختار: ۳/۳۰۰، کتاب الشریکۃ، سعید)

”والثالث إما اختیاری وهو الوصیة أو اضطراری، وهو المیراث“ (مجمع الأنهر ۴/۳۹۴، کتاب الفرائض، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۷/۴۷۱، کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(و کذا فی شرح المحلۃ لسلم رستم بار: ۱/۵۹۸، (رقم المادة ۱۰۶۲)، ۱۰۶۳، کتاب الشریکۃ، الفصل الأول، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(۲) میں نے کہ میاں عطا محمد کے ورثاء کی طرف سے کوئی تعدی اور ظلم نہیں، لہذا ان پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔

(ج) حسب تحریر (ب) عمل کریں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳ صفر ۱۳۶۸ھ۔

الجواب صحیح، سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰ صفر ۱۳۶۸ھ۔

مال موروث مشترک سے صدقہ دینا

سوال [۹۷۸]: زید کا انتقال ہو گیا، اب زید کی بیوی ہندہ اور ایک نابالغ لڑکی ہے، مال موروثہ غیر مقسوم ہے۔ زید کی زندگی کی حالت میں ہندہ کی والدہ بیوہ کو زید اپنے مال سے نان و نفقہ دیتا تھا۔ کیا بعد موت بیوہ و مدہ ہندہ اس مال موروثہ سے بطور سابق نان نفقہ میں تصرف کر سکتی ہے یا نہیں؟ زید نے بوقت موت اس بارے میں کچھ تصریح نہیں کی۔ فی الحال وہ نابالغ لڑکی اور اس کی بیوی کے اندر مال موروثہ مشترک ہے اور ہندہ اپنے عزیز واقارب و سب علم و غیرہ کی اس غیر مقسومہ مال سے مہمندی اور دعوت وغیرہ کر سکتی ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

مال مشترک سے ہندہ کیلئے جائز نہیں کہ کوئی صدقہ وغیرہ کسی کو دے یا مہمندی کرے اور ہندہ کی والدہ کو بھی اس مال سے طریقہ سابقہ پر نان نفقہ لینا جائز نہیں، البتہ بعد تقسیم ہندہ کو حق ہے کہ اپنا مال والدہ کو دے یا مہمانوں کو کھلائے یا صدقہ کرے:

”وبكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت؛ لأنه شرع في السرور لا في الشور، وهي بدعة مستقبحة. ولا سيما إذا كان في الورثة صغار أو عتف، اهـ“ رد المحتار.

۱/۹۴۰ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح، سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ۔

صحیح، عبد العظیم، ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

(۱) (رد المحتار) ۲۰۲۰، کتاب الصلوة، مطلب فی کراهة الضيافة من أهل الميت، سعید،

(و کذا فی الرازیة علی هامش الفتاوی العالمکبریة ۸۱۰، کتاب الصلوة، باب الحائز، رشیدیہ،

(و کذا فی الفتاوی العالمکبریة ۱۰۶۷، کتاب الصلوة، الباب الحادی والعشرون فی الحائز، رشیدیہ)

مال مشترک سے اعزہ کی ضیافت

سوال [۶۹-۹۰]: (الف) کسی شخص کے اپنے بھائی یا اپنی بھائی کی اولاد ہے، ان میں سے بعض بالغ اور بعض نابالغ ہیں جو کہ یتیم ہیں، ان کا مال متروکہ مشرک ہے۔ مذکورہ اولاد اپنے پتے، نانا کو کھانا کھلانے کے لئے زور لگاتے ہیں، حالانکہ چچا، ناناں مشرک کو یتیم کا مال سمجھ کر کھانا نہیں چاہتے۔ ایسی حالت میں اگر چچا یا نانا کھانا کھالیوے تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(ب) اولاد مذکورہ میں سے جو بالغ ہو چکے ہیں ان کو نکاح کی ضرورت ہے اور نکاح میں روپیہ وغیرہ خرچ کرنا، نیز قریب ولیم، رشتہ داروں اور ہمسایہ کے لوگوں کو کھانا کھلانا پڑتا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ بالغ کو مال متروکہ مشرک سے خرچ کرنا اور وہوں کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟ بقدر اول اس طرح جائز ہے اور بقدر میراثی بالغوں کا نکاح کے جملہ خرچ کس طرح کرنا ہوگا؟ جواب تحریر فرمائیں۔

(ترکہ میت میں ایک وارث کی محنت سے اضافہ ہوا، اس کی تقسیم کس طرح ہو)

۲ (الف) خالد بن یمن زینب کو اس کے باپ عمر نے نکاح دیدیا، عمر نے مرتے وقت اپنے بیٹے خالد کو کہا کہ بیٹا! میرے بعد تم ہی تو میرے مال متروکہ کے مالک ہو گے، تم اپنی بہن زینب کو ہر سال سہ سال سے لیا یتیمو، اگر ہو سکے اسے کھانا پلاؤ، اپنے اوغیرہ دے کر خوش رکھو۔ زینب کا خیال ہے کہ اگر بھائی کے مکان پر ہر سال آجیا کروں تو کافی ہے، باپ کا متروکہ مال بھائی کے پاس رہے، اس کا تقاضہ نہیں کرتی، صراحۃً اپنے حصہ چھوڑتی بھی نہیں۔

نیز عمر کے مرنے کے بعد خالد نے زینب کے مال متروکہ کو اور بڑھایا، نیز چچا کا بھی منافع ملتا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ خالد مال متروکہ مشرک میں سے مہمانداری، قربانی، خیرات، زکوٰۃ، صدقہ کا چندہ وغیرہ دینی کاریں میں خرچ کرتا ہے، آیا خالد سچے جائز ہے یا نہیں؟ مفصل تحریر کریں۔

(ب) حالت مذکورہ میں خالد بن یمن زینب ایسی حالت میں اپنی اولاد چھوڑ کر مر گئی تو زینب کی اولاد دو مال مذکورہ میں حصہ لے گا یا نہیں، اگر لے گا تو خاندان یتیموں کا مال متحدہ کے بغیر کار خیر میں مال خرچ کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ فقط۔

لطف الرحمن، سہارنپور۔

الحواب حامداً ومصبياً:

۱ (الف) یہ گھانا شراباً جائز نہیں، اگر ان بچوں کی دل شکنی کے خیال سے چچا، نانا، گھانا گھاس میں تو اس کی قیمت بصورت نقد، یا کسی دوسری صورت سے ان کو دیدیں (۱)۔ یہ حکم نفس گھانا کا ہے۔ اگر یہ گھانا سویم، چہیم، وغیرہ مروجہ رسوم و بدعات کے ماتحت ہو تو اس کو دل شکنی کے خیال سے بھی نہیں گھانا چاہئے (۲)

”وبكره احد مسعود من بعده من نهي نصيب، لأنه شرع في سر ولا في سره، وهي سنة مسعود من يامد محمد رحمة الله تعالى عنه ومن ماله بمسود صحيح عن خبر من عنه رضى الله تعالى عنه في كذا عند اجتماع أبي نهي نصيب، وصعبه بعد من سباحه، ولا سيما في كذا في سورة صغار، وعنه، هـ“۔ (۳)

(ب) تقسیم کر کے بالغ اپنے حصہ سے خرچ کریں، مال مشترک سے اپنے نکاح وغیرہ میں خرچ کرنا درست نہیں، کیونکہ اس شرکت میں ہر ایک دوسرے کے حصہ میں الجبی ہے:

”ولا يحوز لأحد هما أن يتصرف في نصيب الآخر إلا بأمره، وكل واحد منهما كالأجنبي في نصيب صاحبه، اهـ“۔ عالم گیری (۴)۔

(۱) قل الله تبارك وتعالى ۵ واتوا اليتيم أموالهم، ولا تمسكوا بالحيث بالطيب، ولا تأكلوا أموالهم إلى أموالكم، إنه كان حوباً كبيراً (سورة النساء: ۲)

قال العلامة الحصاص رحمه الله تعالى: ”وروى محمد في كتاب الآثار عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى عن رجل عن ابن مسعود رضى الله تعالى عنه قال: ”لا يأكل الوصي من مال اليتيم قرصاً ولا غير“ وهو قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى وذكر الطحاوي أن مذهب أبي حنيفة رحمه الله تعالى أنه يأخذ قرصاً إذا احتاج، ثم يقصيه“ (أحكام القرآن، سورة النساء: ۲، ۲۵، دار الكتاب العربي بيروت)

(۲) ”وبكره اتحاد الطعام في ليوم الأول والثالث وبعد الأسبوع والأعبد ونقل الطعام إلى الغير في المواسم“ والحاصل أن سداد الطعام عند قراءة القرآن لأجل الأكل بكرة“ (الفتاوى للرازيه عني

هامش الفتاوى العالمكيريّة: ۸۱/۴، كتاب الصلوة، باب الحائز، رشيدية)

(۳) (رد المحتار: ۲/۲۴۰، كتاب الصلوة، باب الحائز، سعيد)

(۴) (الفتاوى العالمكيريّة: ۳۰۱/۲، كتاب الشركة، الباب الأول، رشيدية) =

۲ (الف) خاند کے ذمہ واجب ہے کہ باپ کے مرنے کے وقت جس قدر ترکہ موجودہ تھا اس کو حسب وراثت شرعیہ تقسیم کر کے بہن کا حصہ بہن کو دیدے (۱)، اور جو کچھ مال مشترک سے خرچ کیا ہے، اس کو بعد تقسیم اپنے حصہ میں محسوب کرے (۲)۔

(ب) جبکہ ذنب نے اپنا حصہ خالد کو بہیہ نہیں کیا تو اب اس کا حصہ اس کی اولاد کو ملے گا، زید کے ذمہ ضروری ہے کہ اس کو بہن کی اولاد کے حوالہ کر دے، ایسے مال مشترک سے خرچ کرنا جائز نہیں، جو کچھ خرچ کیا وہ اپنے حصہ میں شمار کرے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۸/۱۳۶۲ھ۔

ترکہ میت سے ضیافت و ایصال ثواب

سوال [۹۷۰]: مال متروکہ میں میت کا حق کس قدر باقی رہتا ہے اور ورثاء، نابالغ ہوتے ہوئے بغیر، صبت میت اموال متروکہ غیر مقسوم میں سے کوئی کار خیر جیسے ضیافت وغیرہ کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں، اور در صورت وصیت کیا حکم ہے؟

= (وکذا فی الدر المختار: ۳/۳۰۰، کتاب الشریکۃ، سعید)

(وکذا فی فتاویٰ قاضی حان علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریہ ۳/۲۱۲، کتاب الشریکۃ، رشیدیہ)

(۱) "ثم یقسم الباقي بعد ذلك بين ورثته أي الذین ثبت إرثهم بالکتاب والسنة والإجماع"

(الدر المختار: ۶/۷۱، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی السراجی، ص: ۳، سعید)

(۲) "ليس لأحد أن يأخذ من غيره بلائس شرعی، وإن أحده ولو على من أنه ملكه، وحب عليه ردّه"

عیان ان کان قائما، وإلا فیضمن قسمته ان کان قیما" (شرح المحلۃ لسلمیہ رستم بار ۱/۲۲، رقم

المادة: ۹۷)، المقالة الثانية فی القواعد الفقهیة، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ

(وکذا فی الدر المختار: ۶/۲۰۰، کتاب الغضب، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۲/۳۰۱، کتاب الشریکۃ، الباب الاول، رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ترکہ میت سے اوارہ تجنیز و تنفین میت کی جائے، اس کے بعد میت میت ادا کیا جائے، پھر اگر وصیت کی ہو تو ایک ثلث سے وصیت پوری کی جائے (۱)، ایک ثلث سے زائد میں وصیت نافذ نہیں ہوتی، الباقی ۲/۳ ورثاء اجازت دیدیں بشرطیکہ ورثاء بالغ ہوں، نابالغ کی اجازت بھی معتبر نہیں (۲)۔ بغیر وصیت مصدقہ و رجحوت وصیت ایک ثلث سے زائد ضیافت وغیرہ میں خرچ کرنا درست نہیں، جبکہ ورثاء نابالغ ہوں یا غائب ہوں

”وبكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت؛ لأنه شرع في السرور لافى الشرور، وهي بدعة مستقبحة وهذه الأفعال كلها للسمعة والرياء فيحترز عنها

ولا سيم، إذا كان في ثلاثة صعب، أو عائب مع قطع استقرار عدم حصول بدعة عيب من المنكرات الكثيرة، اهـ“۔ شامی: ۱/۸۴۱ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح، سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۷ھ۔

بھتیجیوں کی پرورش کا صرفہ بھائی کے ترکہ سے وصول کرنا

سوال [۷۷۹]: زید نے اپنے بھتیجا اور بھتیجی کی دیوڑھیوں کی پرورش اور شادی بیوہ بھئی کی تو کیا زید

(۱) ”تعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأولى بدائكنبه وبحيیره من غير تدبر ولا تقير، ثم تقصى ديونه من جمع مانقى من ماله، ثم تمتد وصاياه من ثلث مانقى بعد الدين، ثم بقسمه الباقي بين الورثة“۔ (السراجية، ص: ۳، سعید)

(و كذا في الدر المختار: ۷/۷۵۹، كتاب الفرائض، سعید)

(۲) ”ولا يحوز بما راد على الثلث إلا أن يحيره الورثة بعد موته وهم كبار“ (الفتاوى العالمكيرية ۶/۹۰، كتاب الوصايا، الباب الأول، رشديه)

(و كذا في الدر المختار: ۶/۶۵۱، كتاب الوصايا، سعید)

(۳) (رد المختار ۲/۲۴۰، كتاب الصلوة، مطلب في كراهية الضيافة من أهل الميت، سعید)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية ۱/۱۶۷، كتاب الصلوة، الباب الحادي والعشرون في الحائض، رشديه)

(و كذا في الراربية عني هامش الفتاوى العالمكيرية ۴/۸۱، كتاب الصلوة، باب الحائض، رشديه)

بنائی کے ترکہ میں سے بھتیجا اور بیوی کی ان پر ورثہ کا ثلث سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصیباً:

اگر زید نے بھتیجا اور بھتیجیوں کی پرورش کی ہے تو اب خرچ نہیں لے سکتا، نہ زید کے بعد زید کا
 ترکہ لے سکتا ہے (۱)۔ اگر اس پر گواہ موجود ہیں کہ اپنے پاس سے بطور قرض خرچ کر کے پرورش کی ہے اور یہ نیت
 تھی کہ میں اپنے جائیداد کے ترکہ سے جو کہ ان بھتیجیوں کی ملک ہے وصول کروں گا اور اس پر بیہ موجود ہے تو لے
 سکتا ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۳۵۹ھ/۳/۲۷۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/ربیع الثانی/۱۳۵۹ھ۔

(۱) "من وھب لأصولہ وفروعہ أو لأخیه أو أختہ أو لأولادھما أو لعنتہ أو لعنتہ أو لحالہ أو لحالہ شیئاً،
 فلیس لہ الرجوع" (شرح المحلۃ لسلیم رستم باز ۱/۳۷۶، رقم المادۃ ۸۶۶)، کتاب الہیۃ، الباب
 الثالث، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ ۲/۳۸۵، کتاب الہیۃ، الباب الخامس فی ما یمنع الرجوع فی الہیۃ
 وما لا یمنع، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۵/۷۰۴، کتاب الہیۃ، باب الرجوع فی الہیۃ، سعید)

(۲) "اتفق لوصی من مال نفسه علی نفسی، وللقسی ما ل غائب، فیندر متطوع فی الإشاق ستحسبنا، إلا
 أن یشہد أنه قرص و یرجع عنہ و فی لمحیط عن محمد إذا بوی الأب الرجوع وبقد الشمن
 علی هذه السبۃ، وسعه الرجوع عند سہ وس اللہ تعالیٰ وأما فی القضاء فلا یرجع مالہ یشہد"
 (رد المحتار: ۶/۷۱۷، کتاب الوصایا، فصل فی شہادۃ الأوصیاء، سعید)

و کذا لو اشتری الوصی ضماً لفقہ و کسوة شہادۃ الشہود، فہو أن یرجع فی مال الصغر
 وإما اشترط شہادۃ لشہود، لأن قول الوصی معسر فی الإحق، ولكن لا یقبل فی الرجوع فی مال
 المیت إلا بالیسۃ" (خلاصۃ الفتاویٰ ۲/۲۰۰، کتاب الوصایا، الفصل الرابع فی الدفن والکفن وما
 یتصل بہا، رشیدیہ)

(و کذا فی جامع الفصولین ۲/۳۶۲، الفصل لثمن والعشرون، اسلامی کتب خانہ کراچی)

موت زوجہ کے بعد زوج کا اس کے ترکہ میں خصوصی دعویٰ

سوال [۲-۹۷]۔ ایک عورت کا انتقال ہوا، اس کے متروکہ مال میں سے پتہ اسباب عدلہ و نقد سونے کے چھ اشرفیاں اور پچھ پٹے، ورتائوں کی ریں نکلی ہیں (۱)۔ ثوبہ کہتا ہے کہ جب افریقہ سے میری عورت آنے لگی ہے اس وقت میں نے اشرفیاں دی تھیں اگرچہ اس وقت جو نکلی تھیں اس سے زیادہ تھیں، نیز پٹوں کے ٹکڑے تائوں کے ریں میری، وکان کے ہیں، ابذا اشرفیاں اور یہ چیزیں مجھے خاص ملنی چاہیے۔ اب سوال یہ ہے کہ ان چیزوں میں اور ورثاء کا بھی حق ہے یا خاوند کو صرف حق ہے؟

نصوت جب مرد جو عورت افریقہ سے آئی تھی تو خاوند افریقہ میں تھا، عورت کو آئے ہوئے تقریباً اٹھارہ برس ہوئے اس عرصہ میں عورت اپنے ملک میں رہی۔ عورت کے افریقہ سے آنے کے بعد تقریباً آٹھ نو برس کے بعد خاوند ملک آیا، تھوڑی مدت رہ کر افریقہ چلا گیا۔ چھ سات برس کے بعد پھر ملک آیا، ڈیڑھ دو برس سے عورت خاوند سے الگ رہتی تھی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو سامان مرد کیلئے مخصوص ہوتا ہے، یہ اس کی وکان اور تجارت کا ہے، وہ مال کا ہے، اس میں عورت کے دیگر ورثاء کا حق نہیں، مگر یہ کہ اس پر کوئی ثبوت پیش کریں کہ یہ عورت کی ملک ہے۔ اور جو سامان مرد و عورت ہر دو کیلئے مشترک ہے وہ بھی صورت مسئلہ میں مرد ہی کیلئے ہے۔

”وَإِذَا مَاتَ أَحَدُهُمَا، ثُمَّ وَقَعَ الْاِخْتِلَافُ بَيْنَ الْفَرِيقَيْنِ، فَسَبَّحْتُ، فَعَلَى قَوْلِ نَسِ حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى: مَا يَصْلُحُ لِلرِّجَالِ، فَهُوَ لِلرِّجَالِ إِنْ كُنَ حَيًّا، وَإِلَّا فَهُوَ لِلرِّجَالِ إِنْ كُنَ مَيِّتًا، وَمَا يَصْلُحُ لِهَئِذَا، فَهُوَ عَلَى هَذَا، وَمَا يَصْلُحُ لِهَئِذَا فَهُوَ لِلرِّجَالِ إِنْ كُنَ حَيًّا، وَإِلَّا فَهُوَ لِلرِّجَالِ إِنْ كُنَ مَيِّتًا، وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى: الْمَشْكُلُ لِلْبَاقِي عَنْهُمَا، وَمَا كَانَ مِنْ مَتَاعِ التَّحَارَةِ وَالرَّحْلِ مَعْرُوفٍ لَتِلْكَ، فَهُوَ لِلرَّحْلِ، كَذَا فِي الْمَحِيطِ“۔ كَذَا فِي

= (و كذا في البحر الرائق: ۹ / ۳۱۶، كتاب الوصايا، باب الوصي وما يملكه، رشيدية)

(۱) ”تاگا، ڈورا، دھاگا، سوت کا تار“۔ (فیروز اللغات، ص: ۳۳۸، فیروز سنز لاہور)

”ریل: پھر کی، پچک“۔ (فیروز اللغات، ص: ۷۳۵، فیروز سنز لاہور)

مخدومی عالمگیری: ۱/۳۲۵۔

اور جو سہ ماہ عورت سے منسوب ہو، عورت کا ترکہ شریعتاً اس میں شوہر کیساتھ دیگر ورثاء بھی شریک و مستحق ہوں گے۔ فقہاء مذہب اہل حق ائمہ۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ۔

دوسرے کی ملک وراثت کو وقف کرنا

سوال [۳-۱۹]۔ زید نے چند درختان امیر زمیندار کی اراضی میں نصب کر دیے تھے (۲) اور اس پر اس کا ہر طرح کا تصرف تھا، مگر اس کے نام کی قسم کا کوئی اندراج کاغذات و بی (۳) میں نہیں تھا۔ چھ گھریلو ضرورتوں کے تحت اپنے نصب کردہ درختان بکر سے مناسب قیمت لے کر فروخت کر دیے۔ اسی درمیان میں سرکاری حکم کے بموجب پٹواریوں کو یہ ہدایت ہوئی کہ متفرق درختوں کا اندراج مع ملکیت کے کیا جاوے۔ اس موقع پر بکر کے کاغذات وہی میں باغ کا اندراج اپنے نام کر لیا جس پر زید کو کوئی عذر نہیں تھا اور نہ کاغذات کے کوئی ہی کوئی اعتراض پیدا ہوا۔

بکر کے انتقال کے بعد جب اس کا ترکہ تقسیم ہوا تو چھ لوگوں کو ضد پیدا ہوئی اور اس کے تحت ایک پارٹی بنا کر اس اراضی کو گرام سہج کی ملکیت بنائی چلی۔ چونکہ اس کے ارد گرد بداندراج قبرستان بھی ہے، لوگ باغ مذکور کو بھی قبرستان بنا چاہتے ہیں، لوگوں کا کہنا ہے کہ باغ مذکورہ پر عمر کا تصرف شرعاً ناجائز ہے۔ شرعاً کیا حکم ہے؟

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۲۹، کتاب النکاح، الباب السابع عشر فی اختلاف الزوجین فی متاع البیت، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۴/۳۸۱، ۳۸۲، کتاب الدعوی، باب التحالف، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۵/۳۶۰، کتاب الدعوی، باب التحالف، مکہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۲) ”امیر آمل کی ایک قسم کا درخت“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۲۵، فیروز سنز لاہور)

(۳) ”بی بی و ہر جس جس میں حساب وغیرہ ہوتے ہیں۔“ (فیروز اللغات، ص: ۲۳۸، فیروز سنز لاہور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تک اس کے وقت ہونے کا شرعی ثبوت نہ ہو، والد کا وارث ہونے کی حیثیت سے عمر کا اس پر قبضہ

درست ہوگا۔ اصل، ایک کے قبضہ سے بلاوجہ شرعی کوئی چیز یکساں ظلم ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۷/۱۳۸۹ھ۔

بڑا بھائی اپنا حصہ فروخت کر سکتا ہے چھوٹے بھائی کا نہیں

سوال [۴-۹]: ایک شخص اپنے پس پشت دوڑکوں کو چھوڑ کر انتقال کر گیا، ان میں سے ایک باغ

تھا اور ایک نابالغ۔ بالغ لڑکے نے والد کی جائیداد کو فروخت کر دیا اور چھوٹے ورثہ کی ملکیت ہوئی، لیکن نابالغ بھائی کی بغیر اجازت اس نے یہ جرأت کی ہے، اور بحمد اللہ فی الحال دونوں بھائیوں کے درمیان تحقیقات خوشگوار ہیں۔ اب نابالغ بھائی بالغ ہونے کے بعد اپنا حق طلب کرتا ہے۔

اب آپ سے سوال یہ ہے کہ جو چھوٹے بھائی خود مختار ہے وہ اپنا حق لینا چاہتا ہے، اور جن کو فروخت کیا گیا ہے انہیں حضرات سے لینا چاہتا ہے۔ تو کیا حق طلبی دوم ویسی شی اول بار دے کر لی جاسکتی ہے؟

تیسری بات فروخت جن صاحب سے کیا گیا ہے، انہی سے ورثہ سے ثابت کر کے اپنا حصہ وہ چھوٹے لڑکے کو فروخت کرنا چاہتے ہیں۔ اب مشتمل بڑے بھائی سے لے یا نہ لے، کوئی سروکار نہیں۔ کیا یہ جائز ہے؟

(۱) قال الله تبارک وتعالى: ﴿وَلَا تَكُونُوا مِثْلَ الْبَاطِلِ﴾ (سورة البقرة ۱۶)

”عن أبي حرة الرقاشی عن عمه رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
”أَلَا لَا تَظْلَمُوا، أَلَا لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ إِلَّا بِطَيْبِ نَفْسٍ مَدَّةً“ (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۵۵، کتاب
اليوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثانی، قدیمی)

”عن سعید بن رید رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ”من أخطأ شراً
من الأرض ظلماً، فإنه بطوْفه يوم القيامة من سبع أرضين“ (مشکوٰۃ المصابیح، المصدر
السابق)

خدمت کرتی رتی ہے جس کی وجہ سے ہم دونوں اس سے بہت خوش ہیں۔

بڑے لڑکے نے ہم دونوں کی ماحوشی کے باوجود ۱۰۰۰۰ تنہا سریا، ۱۰۰۰۰ سریا بیوت و مزرے اور دولڑکیاں ہیں، اسی بیوی کے یہاں میرا لڑکا قیام کرتا ہے اور کھانا پہلی بیوی کے یہاں پرکھاتا ہے۔

اگر بڑے لڑکے کو اس کا حصہ قبضہ میں دیدیا گیا تو بڑے کہ وہ اس کو یا توفیق و منت کر دے، یا دوسری بیوی اور اس کے بچوں کو دیدے اور پہلی بیوی کو محروم کر دے اس نے اس شرط پر اجازت موقوف میں اس بڑے لڑکے کے حصہ کو اس کی پہلی بیوی کے مہر میں دیدوں یا پہلی بیوی کے لڑکوں کو دے دیں اور سب تک یہ میرے پوتے باغ نہ ہوں اس وقت تک ان کی ماں اور ان کے چچا اس حصے کے ذمہ دار ہوں۔ شرعی حکم سے متعلق فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جبکہ بچی زندگی میں ہی دینا چاہتے ہیں تو چار حصے برابر لڑکے تین حصے تینوں لڑکوں کو، ایک حصہ لڑکی کو دیدیں یعنی لڑکی کا حصہ لڑکے کے برابر ہوگا، نصف نہیں ہوگا (۱)۔ سب کے حصوں پر ان کا قبضہ کر دیں، پھر ہر ایک کو اختیار ہوگا کہ وہ اپنا حصہ خود رکھے یا بیہ کرے یا فروخت کرے، آپ کو روکنے کا حق نہیں ہوگا (۲)۔

البتہ اگر کسی کے متعلق یہ اندیشہ ہو کہ وہ خدا نخواستہ معیست میں صرف کر دے گا تو اس کو پچھ نہ دیں (۳)، جس کے متعلق اندیشہ ہے کہ وہ پہلی بیوی کو محروم کر دے گا تو ابھی وراثت یا مہر و میت کا سواں ہی

(۱) "وفی الخلاصہ السحر السوریہ بین الذکر والانثی فی لہۃ"، البحر الرائق، ۶۹۰، کتاب الہۃ، رشیدیہ

(و کذا فی خلاصۃ الفتاوی: ۴/۴۰۰، کتاب الہۃ، الفصل الاول، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاوی الرازیۃ علی ہامش الفتاوی للعالمگیری ۶۷۷، کتاب الہۃ، رشیدیہ)

(۲) "کل واحد من الشریکاء یصح بعد التسمہ مالکاً لحصۃ بالاستقلال، ولا یبقی لأحدہم علاقۃ فی حصۃ لآخر، وکل واحد مینہ ان ینصرف فی حصۃ کثما مہ"، شرح لمحبہ سیم رستم در ۶۴۳/۱، (رقم المادۃ: ۱۱۶۲)، کتاب الشریکۃ، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ

(۳) وان کن فی ولدہ فاسق، لا یسعی ان یعطیہ اکثر من نزلت کبہ بصیر معہ لد فی لہۃ

ولو کن ولدہ فاسقاً و اراد ان ینصرف منہ الی زوجہ و حرمہ عن المیراث، ہذا حیر من ترکہ

(الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۴/۳۹۱، کتاب الہۃ، الباب السادس فی الہۃ للصغیر، رشیدیہ)

نہیں۔ مہر دونوں بیویوں کا واجب ہے (۱)۔ دونوں کا منتقہ بھی واجب ہے (۲)۔ دونوں کے ساتھ برابری کا رہن لازم ہے (۳)۔ ورنہ شوہر کتبکا ربو کا اس کو قبضہ کی جائے کہ وہ اس کا خیال رکھے۔ فقط واللہ ہی نہ تعوذ العزم۔

حررہ العبد المذنب غفرلہ، رالعلوم دیوبند، ۱۲۱۹ھ۔ ۱۳۸۸ھ۔

اجواب صحیح بندہ فقہ مامدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲۲۰ھ۔ ۱۳۸۸ھ۔

مرحومہ بیوی کا مہر مسجد و مدرسہ میں دینا

سوال [۹۷۷۶]: زید نے اپنے نکاح کے فوراً بعد اپنی زوجہ کا مہر ادا نہیں کیا، ارادہ یہی تھا کہ جتنی جلد ممکن ہو ادا کر دوں۔ زید صاحب اولاد ہے، مگر زید کی زوجہ کا انتقال ہو گیا۔ اب زید کیلئے ادائیگی مہر میں کیا

= (و کذا فی الفتاویٰ الرازیہ علی هامش الفتاویٰ العالمگیریۃ ۶/۲۳۷، کتاب الہبۃ، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۷/۴۹۰، کتاب الہبۃ، رشیدیہ)

(۱) قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ﴿وَاتُوا النِّسَاءَ صَدُقَتِهِنَّ نِحْلَةً﴾ (سورة النساء: ۴)

”ثم المهر واجب إلیة لشرف المحل، فلا یحاج إلی ذکره“ (الہدیۃ ۲/۳۲۳، کتاب النکاح، باب المہر، شرکۃ علمیۃ ملتان)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/۲۴۹، کتاب النکاح، باب المہر، رشیدیہ)

(۲) ”الفقۃ واحۃ للزوجۃ علی روحیا، مسمۃ کانت أو کافرة، إذا سملت نفسها إلی مرلہ، فعلیہ بقضائها وکسوتها وسکاها“ (الہدیۃ ۲/۳۳۷، کتاب الطلاق، باب الفقۃ، شرکۃ علمیۃ ملتان)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی الفقات، ۱/۵۴۲، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاصی حان علی هامش الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الطلاق، باب الفقۃ ۱/۴۲۴، رشیدیہ)

(۳) ”ویجب أن یعدل فیہ ای فی القسم بالتسویۃ فی البتوتۃ وفی المنلوس والمأکول والصحة“

(الدرا المحتار: ۳/۲۰۱، ۲۰۲، کتاب النکاح، باب القسم، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/۳۷۹، ۳۸۰، کتاب النکاح، باب القسم، رشیدیہ)

(و کذا فی لفتاویٰ الدار حایۃ ۳/۲۲۶، کتاب النکاح، باب القسم، إدارة القرآن کراچی)

مسئلہ ہے؟ وہ مسجد یا مدرسہ کو مہر دینے کیلئے تیار ہے۔ بیوا تو جروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مہر اب ترسہ زوجہ بن گیا ہے کہ اس میں شرعی میراث جاری ہوئی (۱)۔ ایک چوتھائی کا حق شوہر ہے، وہ خود رکھ لے (۲) اور بقیہ اولاد و ویدے۔ اگر سب لڑکے ہیں تو سب برابر دیدے، اگر لڑکی بھی ہے تو وہ ہر لڑکے والا برابر کی کو دیدیا جائے (۳)۔ یہ اس وقت ہے کہ زوجہ کے والدین میں سے کوئی زندہ نہ ہو، ورنہ سب کی تفصیل مکھڑم ایک کا حصہ دریافت کر لیں۔ پورا مہر بغیر دیگر ورثہ کی اجازت کے ز خود مسجد وغیرہ میں دینے کا حق نہیں (۴)، اپنا حصہ جس طرح چاہے کرے (۵)۔ فقہ و مسند سبحانہ تعالیٰ رحمہ۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۳/۱۴۰۶ھ۔

(۱) ”کما ان عین المتوفی لمسروکہ عند مشترکہ بین الورثہ علی حسب حصصہم، کذلک یكون المدیون المدی لہ فی ذمہ احرر مشترکاً سہمہ علی قدر حصصہم“ (شرح المحلۃ نسیم رسمہ ۶۰۱، رقم المادۃ ۰۹۱)، کتاب الشریکۃ، الفصل الثالث فی الدیون المشترکہ، حصہ کونہ (۲) ”ول الله تبارک وتعالى ۛ فإذا کان لہن ولد فلکم الربع مما ترکن ۛ (سورۃ النساء ۱۲)“ ”وأقرب الانسان من النسب، فالروح والروحة فملروح الصف عند عدد الولد وولد الاس، والربع مع الولد وولد الاس“، الفتاویٰ لعالمگیریہ ۶/۵۰۴ کتاب الفرائض، الباب الثامن فی ذوی الفروض، رسیدہ (۳) ”ول الله تبارک وتعالى ۛ یوصکم الله فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین ۛ (سورۃ النساء ۱۱)“ اس لئے کہ اولاد عصبہ ہے اور ذوی الفروض کو حصہ دینے کے بعد باقی تمام ترکہ عصبہ کا ہوگا

”العصۃ من یأخذ جمیع المال عند الترادہ، وما لقنہ الفرائض عند وجود من لہ الفرض المقدر“، (تبیین الحقائق: ۷/۴۸۵، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیۃ بیروت) (۴) ”ومن شرائطہ الملک وقت الوقف، حتی لو عصب ارضا فوقفنا ثم مکینا، لا یكون وقف“ مجمع الأنہر: ۲/۵۶۸، کتاب الوقف، غفراریہ کونہ

”لا یحوز لأحد أن یتصرف فی ملک غیرہ بلا إحدہ او وکالہ مدہ“ ”إن فعل کان صمداً“ (شرح المحلۃ ۶۱، رقم المادہ ۹۶)، المقالة الثانیۃ فی بیان القواعد الثمینیۃ، مکنتہ حقنہ کونہ، (وکذا فی الدر المختار: ۶/۲۰۰، کتاب الغصب، سعید)

(۵) ”کل واحد من الشریک، یصح بعد القسمة مالکاً لخصتہ بالاسقلال، ولا یفی لأحدہم علاقۃ فی

شوہر کے ہوتے ہوئے بغیر طلاق کے نکاحِ ثانی، غیر مملوک مکان کی بیع اور وقف سوال [۷۷۷]: تنقیح کی گئی۔ اب مولانا صاحب گزارش ہے کہ ہماری مسجد محلہ شیشگران، فیروز آباد اس میں پانچ عہدیدار ہیں ۳ آدمی ورکن کمیٹی کے ممبروں میں کل: صدر، سیکریٹری، خزانچی اور اس کے ملاوہ ۲۸/ ممبر ہیں، لیکن ان میں معاملہ الجھن میں پڑ گیا۔

ایک عورت مسہۃ حمیدن ضلع علی ٹرہ کی رہنے والی ہے، اس کا شوہر موجود ہے، اب سے بیس سال پہلے وہ عورت فیروز آباد آگئی ہے اور اس عورت نے میرے ماموں بنام ننھے سے نکاح کر لیا، ایک دوسرے مرد نے علی ٹرہ سے لاکر ۵۰۰ روپیہ لاکر اس کو ننھے کو دیدیا ہے، حالانکہ پہلے شوہر نے طلاق نہیں دی تھی، اس کے دو بچے بھی ہیں۔ ننھے اور کلودو بھائی تھے اور دونوں ایک ہی مکان میں ہمیشہ رہتے تھے، کبھی جدا نہیں ہوئے ہیں۔ اور اس عورت کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی دو اولاد سابقہ شوہر سے تھی۔

اس عورت نے کئی مرتبہ ننھے سے یہ کہا کہ یہ جائیداد جو میرے پاس ہے، میرے یا میرے بچوں کے نام کر دے، اس نے عورت کا کہنا نہیں مانا۔ کلو نے اپنے بھائی ننھے سے کہا کہ تم اس عورت کو عیدہ کر دو، لیکن ننھے نے کہا کہ تم یہ سمجھ لو کہ تمہارے بھائی کے پاس رنڈی ہے۔

پھر اتفاق سے ننھے اپنے کسی رشتہ دار کے یہاں منے کیلئے گئے تھے کہ راستہ ہی میں ان کا انتقال کسی بیماری کی وجہ سے ہو گیا، انہوں نے کوئی شی کسی کے نام بیع یا رجسٹری نہیں کی۔ کلو نے عورت سے کہا کہ تم میرے بھائی کی بیوی ہو، میرے پاس رہو، مگر وہ ان کے ساتھ رہنے پر تیار نہیں ہوئی۔

اہل محلہ نے عورت کو بہکانا شروع کر دیا اور اہل محلہ نے یہ کہا کہ اس مکان میں تیرا حصہ ۴ ہے، کیونکہ ننھے کے کوئی اولاد تیرے سے نہیں ہے اور اس مکان کو محلہ شیشگران کی مسجد کے نام بہ کر دے، اور مسجد کے نام بیع نامہ کرادیا اور بیع نامہ صدر نواب الدین کے نام کرادیا ہے۔ اس سے کلو کو سخت پریشانی ہوئی، دونوں بیع نامہ کی نقل کو پڑھا، جو بیع نامہ صدر نواب الدین کے نام ہے۔ جو کہ مسجد کے صدر ہیں۔ اس میں کوئی شرط نہیں ہے۔

جو پارٹی اس مکان کو لینا چاہتی ہے وہ یہ کہتی ہے کہ اس عورت نے یہ شرط رکھ کر مسجد کے نام بیع نامہ کیا

— حصۃ الآخر، ولكل واحد منهم أن يتصرف في ملكه كيفما شاء“ (شرح المحمدية لسليم رستم بار:

۱ ۶۳۳، (رقم المادة ۱۱۶۲)، کتاب الشریکة، الفصل الثامن فی أحكام القسمة، مکتہ حمیہ کوننہ

ہے کہ میری زندگی اس مکان میں رہوں گی اور یہ چوتھائی مکان میں جو مسجد کے نام کر رہی ہوں کلو کو آپ نہیں دے سکتے۔ اس عورت نے جو جو کاغذات مسجد کو دیئے ہیں اس میں بھی مکان کا بیعنامہ ننھے اور اپنے نکاح کی رسید دیدی ہے، اور ایک کرایہ نامہ کا کاغذ بھی دیا ہے جو کہ کبھی ننھے کلو سے کرایا ہوگا، اور اپنی طلاق کی کوئی رسید نہیں دی ہے، نہ اس کے پاس سابقہ شوہر کی کوئی رسید ہے۔ اب عند الشرح کیا حکم ہے؟

اس سوال پر تنقیح یہ رہی:

تنقیح:

۱- اس عورت نے جو کاغذ بطور بیع نامہ مسجد کیلئے لکھا ہے جو کہ صدر صاحب کے نام ہے، وہ یا اس کی نقل بھیجے۔

۲- حمیدن کا شوہر موجود ہوتے ہوئے آپ کے ماموں مرحوم کا اس عورت سے نکاح کیسے ہوا، کیا ماموں کو اس کا علم نہیں تھا؟ اگر نکاح کے بعد یہ علم ہوا کہ یہ منکوحہ ہے تو اس نے کیا اثر لیا، آیا اس بات کو غلط تصور کرتے ہوئے اپنے نکاح کو صحیح سمجھا، یا مسماۃ حمیدن کو اپنے سے الگ کیا، یا ماموں کو علم نہیں ہو سکا؟ آپ نے بھی ان کو خبر نہیں کی کہ اس عورت کا شوہر زندہ ہے؟

۳- ماموں صاحب نے اپنے انتقال پر کوئی اولاد چھوڑی ہے یا کہ نہیں؟

جواب تنقیح:

۱- مسماۃ حمیدن نے جو بیعنامہ صدر مسجد نواب الدین کے نام کیا ہے، اس کی پختہ نقل رجسٹری شدہ آپ کو روانہ کرتے ہیں، یعنی ملاحظہ ہو۔

۲- مسماۃ حمیدن سے جب ننھے جلسری نے نکاح کیا، اس وقت ان کو ہر بات کا علم تھا کہ اس عورت کا شوہر موجود ہے اور اس نے طلاق نہیں دی ہے اور اس کے دو بچے موجود ہیں۔ اس عورت سے بھی ننھے کی کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی اور نہ پہلی بیوی سے تھی۔

۳- میں نے ماموں صاحب سے اس معاملہ میں کئی مرتبہ کہا، سنا اور ان کو جو پریشانی ہوتی تھی وہ ذکر کرتے تھے اور کہتے تھے اب تو جو کر لیا سو کر لیا، اب کیا ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب ننھے کو معلوم تھا کہ یہ عورت اس شخص کی بیوی ہے اور شوہر نے طلاق نہیں کی ہے، بکدھوکہ دیگر اس کو ایسا یہ تو ننھے کا اس سے نکاح جائز نہیں تھا، وہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا ہے (۱)، جتنی مدت تک وہ ننھے کے ساتھ رہی، معصیت و حرام کاری ہوتی رہی۔ ایسی صورت میں وہ شرط ننھے کی بیوی نہیں، ننھے کے ترکہ سے کچھ بھی پانے کی حقدار نہیں، مکان کا چوتھائی حصہ فروخت کرنے کا اس کو حق نہیں ہے، اس کا بیع نامہ بالکل بیکار ہے جب تک کہ اس کی اجازت نہ دے (۲)، اس لئے کہ مکان مذکورہ پورا اثوں ملک ہے، گواہان زنت دے تو اس کی بیع درست ہو سکتی ہے ورنہ نہیں (۳)۔

گلو کو پورا حق ہے کہ اس عورت کو مکان سے نکال باہر کرے (۴)، وہ اپنے اصل شوہر کے پاس چلی

(۱) "لايجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة (الفتاویٰ العالمگیریہ ۱/۲۸۰، کتاب النکاح، القسم السادس فی المحرمات، رشیدیہ)
(و کذا فی الفتاوی التاتاری حایة ۳/۴، کتاب النکاح، باب ما یحوز من الأکحہ وما لا یحوز، إدارة القرآن، کراچی)

و کذا فی رد المحتار ۳/۱۳۱، کتاب النکاح، مطلب فی النکاح الفاسد، سعید)

(۲) واضح رہے کہ جب نکاح نہیں ہو تو وراثت بھی نہیں ملے گی لہذا تصرف بھی صحیح نہیں ہوا

"و مستحق لأثر باحدى حصان ثلاث بالسب وهو القرية، والسب وهو الروحانية،
و لولاء" (الفتاویٰ العالمگیریہ ۶/۴۶۷، کتاب الفرائض، الباب الاول فی تعریفها اھ، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۶/۷۶۲، کتاب الفرائض، سعید)

(۳) "لا یحوز لاحد أن یتصرف فی ملک غیرہ بلا إذنه أو وکالة منه وان فعل، کان صاماً"

(شرح المجلة لسلم رستم باز، ۱/۶۱، (رقم المادة: ۹۶)، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۶/۲۰۰، کتاب العصب، معد)

(۴) کسب یتصرف صاحب الملك لمسه في منكه، فكذا يتصرف أيضا في ملك المسرك

صاف شرح لمحة لسلم رستم ۱/۵۹۹، کتاب لشركة، الفصل الثانی، رقم المادة

(۱۰۶۹)، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

جائے۔ کلچر پورے مکان کا خود ہی مالک ہے۔ ایک ہزار روپیہ جو کہ بطور بیعہ مکہ کے اس نے صدر محترم کو دیا ہے اس کو واپس لے سکتا ہے، صدر محترم کے ذمہ لازم ہے کہ وہ اس کو واپس کر دیں، اور جو روپیہ صدر محترم نے اس عورت کو مکان کی قیمت کا ۳/ ہزار دیا ہے، وہ اس سے واپس لے سکتے ہیں۔

۱۔ عورت واقعہ تنہی کی بیوی ہوتی، رنڈی کی طرح بلا شرعی نکاح کے نہ ہوتی اور پھر وہ اپنا چہرہ تھانی حصہ فروخت کرتی تو بھی بیع فساد ہوتی، کیونکہ اپنی حیات تک مکان مذکور میں رہنے کی شرط لگا رکھی ہے جو کہ منسحب بیع ہے (۱)، اس شرط پر پائی کو اقرار ہے (اگرچہ تحریر میں یہ شرط نہ ہو) بیع فساد کا فسخ کرنا شرعاً واجب ہوتا ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد المذنب عنہ، دارالعلوم دیوبند۔



(۱) 'عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن حذرة رضى الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه نهى عن بيع بشرط' أخرجه الطبرانی في الأوسط (إعلاء السنن ۱۴۰۱، کتاب البيوع، باب البيع عن بيع بالشرط، إدارة القرآن کراچی)

"ولا بيع بشرط لا يقتضيه العقد ولا بلائته وفيه نفع لأحدهما" (رد المحتار) "ومنه مألوف شرط السانع أن يهبه المشتري شيئاً، أو يقرضه، أو يسكن الدار شهراً، أو أن يدفع المسري نتمن إلى غريم البائع" (رد المحتار: ۵/۸۵، کتاب البيوع، مطلب في البيع بشرط، سعيد)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ ۳/۱۳۳، ۱۳۴، کتاب الوع، الباب العاشر فی الشروط لکنی تفسیر، البیع، رشیدیہ)

(۲) "الكل واحد من المنعاقدين فسحه رفعاً للفساد، وهذا قبل القبض طاهر، لأنه لم يقدر حكمه، فيكون الفسخ امتناعاً منه. وكذا بعد القبض" (الهداية ۳-۶، کتاب البيوع، فصل فی أحكامه، مکہ)

شرکت علمیہ ملتان)

(و کذا فی شرح المحیة لسلمہ رستم بار ۱/۲۰۶، رقم المادة ۲-۳، کتاب البيوع، الفصل النبی، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(و کذا فی خلاصۃ الفتاویٰ ۳/۴۶، کتاب الوع، الفصل الرابع فی بیع الفاسد، حسن آخر فی حکام بیاعات الفاسدة، رشیدیہ کوئٹہ)

الفصل السابع فی الإرث فی المال الحرام

(مال حرام میں وراثت کا بیان)

مال حرام میں وراثت

سوال [۹۷۷۸]: مالِ ربا میں وراثت جاری ہو سکتی ہے یا نہیں، اگر وراثت جاری ہوگی تو وارث کیلئے اس مال کا کھانا کیسا ہے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

جو مال ربا شرعاً حرام ہے، اس میں وراثت جاری نہیں ہوگی، بلکہ اگر بعینہ وہ مال موجود ہے تو اس کو واپس کرنا ضروری ہے، اگر وہ مال ہلاک کر دیا تو ضمان ضروری ہے:

”يبدأ من تركه الميت الخالية عن تعلق حق الغير بعينها“. درمختار: ۵/۶۶۳ (۱)۔
”فيحب رد عيس الرسوا سو قائماً لارد صماه“. وقال الشامي: ”وإما يحب رد صماه لو استهلكه“. ۴/۲۴۴ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: بندہ عبد الرحمن غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ جمادی الثانیہ/ ۱۳۵۲ھ۔

(۱) (الدر المختار: ۶/۷۵۹، کتاب الفرائض، سعید)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۷/۴۷۱، کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(و کذا فی مجمع الأنهر: ۳/۴۹۳، کتاب الفرائض، غفرلہ کوئٹہ)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار: ۵/۱۶۹، کتاب البیوع، باب الربا، سعید)

(و کذا فی مسحة الحالو علی البحر الرائق ۶/۲۰۹، کتاب البیوع، باب الربا، رشیدیہ)

ترکہ حرام کا حکم

سوال [۹۷۷۹]: آباء و اجداد کسب حرام سے جو مال جمع کر کے چھوڑ گئے ہیں، وہ مال ان کے ورثاء کے واسطے حلال ہے یا نہیں؟ اور اس مال سے کوئی کارِ خیر کرنا جیسے حج وغیرہ درست ہے یا نہیں، اگر ہے تو کیونکر؟ وضاحت سے بیان فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ خالص حرام ہے اور اربابِ اموال معلوم ہیں تو اس کی واپسی لازم ہے، اگر معلوم نہیں تو تصدق لازم ہے تاکہ وہ مال سے بچ جائے۔ اگر وہ مخلوط ہے حلال و حرام سے تو ورثاء کو اس کا لینا حکماً درست ہے، لیکن بقدرِ حرام کا بدل ادا کرنے سے پہلے تصرف درست نہیں:

”أخذ مورثه رشوة أو ظمماً، إن علم ذلك بعينه، لا يحل له أخذه، وإلا فهو أحده حكماً، أما في الديانة، فيتصدق به سية إرضاء الخصماء، اهـ“۔ شامی: ۴/۱۴۶ (۱)۔ فقط والله سبحانه تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/جمادی الاولیٰ/۱۳۶۷ھ۔

= (و کذا فی حاشیۃ الطیحاتاوی علی الدر المختار، ۳۰/۱۰ کتاب البیوع، باب الربا، دار المعرفۃ، بیروت)

”والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال، وجب رده عليهم. وإلا فإن علم عين الحرام، لا يحل له، ويتصدق به بنية صاحبه“ (رد المختار ۵/۹۹، کتاب البیوع، مطلب فیمن ورث مالا حراماً، سعید)
(۱) (رد المختار، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطلب فیمن ورث مالا حراماً. ۵/۹۹، سعید)
”إذا مات الرجل وكسبه حيث، فالأولى لورثته أن يردوا المال إلى أربابه، فإن لم يعرفوا أربابه تصدقوا به“ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الکراہیۃ، الباب الخامس عشر فی الکسب۔ ۵/۳۳۹، رشیدیہ)

”ولهذا قال أصحابنا لو أخذ مورثه رشوة أو ظمماً إن علم وارثه ذلك بعينه، لا يحل له أخذه وإن لم يعلم، له أخذه حكماً، إلا ديانة، فيتصدق به بنية الخصماء“ (مجمع الأنهر، کتاب الکراہیۃ، =

مال حرام ورثاء کے لئے

سہ ۱۰-۱۵۔ اسی آیت سے یہاں حرام ہونے سے بعد اس کی دلیل دیا جائے گا کہ
یہ یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس مال کا اصل مالک معلوم ہو تو اس کا واپس کرنا ضروری ہے۔ اگر معلوم نہیں، بہت دوروں تک
جو حرام ہے، معلوم ہے تو کسی فقیر کو صدقہ کرنا اصل مالک کو ثواب پہنچانے کی نیت سے نہ ضروری ہے۔ اور اگر مال
مخلوط ہے، یہ معلوم نہیں کہ کونسا حرام اور کونسا حلال ہے تو ورثاء کو استعمال کرنا درست ہے، لیکن فضل یہ ہے کہ اس
سے احتیاط کریں۔ یعنی اگر مالک کا علم ہو تو اس کو دے دیں، ورنہ صدقہ کر دیں۔

اگر تم مال حرام ہے تو اس کا استعمال درست نہیں، مالک معلوم ہونے کی صورت میں واپس نہ کرنا
ہے، نہ معلوم ہونے کی صورت میں صدقہ کر دینا جائے (۱)۔ فقط واللہ بحمدہ تعالیٰ۔

حررہ العبد المذنب شہاب الدین عظیمی مدظلہ العالی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۳/۱۳۵۶ھ۔

ابوبکر محمد حمزہ۔ تصحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/ربیع الاول/۱۳۵۶ھ۔

ماشیت کی آمدنی سے مکان کی تعمیر اور اس کی توریث

سہ ۱۱-۱۹۔ میرے والد صاحب ثواب اور ماشیت کے تاجر کا حساب کرنے والے مدبر
تھے، ان کی زمت سے والد صاحب نے پیسہ پس انداز کر کے ایک مکان خریدا تھا۔ ان کے مرنے کے بعد یہ

= فصل فی الکسب: ۴، ۱۸۷، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الکراہیۃ، فصل فی البیع: ۸/۳۶۹، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق، کتاب الکراہیۃ، فصل البیع، دارالکتب العلمیۃ: ۷/۶۰، بیروت)

و قد مات لرحلہ کسبہ فی دارسی بورنگہ ان سرقوا لسانہ فی دارہ، فی سہ یعرفو اوردہ

صدقہ نہ ہونے کی وجہ سے حیل سے نہ معلوم دیکر وراثت والے کو دیکر بے

فہو حلال فی الشرع، والوریح۔ بتصدق نہ سبۃ خصماء ابیہ۔ (الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الکراہیۃ،

الباب الخامس عشر فی الکسب: ۵/۳۴۹، رشیدیہ)

حصہ جس کی ہدایت دو ہزار ہوگی۔ اب اس حصہ سے مجھے نفع حاصل کرنا کیسا ہے؟ میں بھی ایک ٹریب آدمی ہوں، گذر بسر کے موافق وظیفہ ملتا ہے۔ اب میرے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسكرات، منشیات میں سے بعض تو ایسی ہوتی ہیں کہ ان کی بیع و شراء حرام ہے (۱)، و بعض ایسی ہیں کہ ان کی بیع و شراء حرام نہیں ہے (۲)۔ اہل صاحب نے جو رقم اپنی کمائی سے پس انداز کی تھی، وہ اگر حرام و غیر حرام مشترک تھی تو اس سے جو مکان بنایا ہے، آپ کیسے تکثیر وراثت اس کے استعمال کی گنجائش ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۳/۸۸ھ۔

(۱) "عن عبد الرحمن بن وعلہ السبائی عن اهل مصر انه سأل عبد الله بن عباس رضى الله تعالى عنهما عما يعضر من العيب، قال ان عباس رضى الله تعالى عنهما ان رجلاً أهدى لرسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم: "هل علمت أن الله قد حرّمها؟" قال لا، فسار يساراً، فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم: "تم ساررتك؟" فقال: "أمرت، ببيعها، فقال: "هل لدى حرم شربها حرم بيعها؟" قال: "فتفتح المزادة حتى ذهب ما فيها"

"عن عائشة رضى الله تعالى عنها قالت: لما نزلت الآيات من آخر سورة البقرة في الربا، قالت: حرج رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى المسجد، فحرّم التحارة في الحمر" (الصحيح لمسلم: ۲۲/۲، ۲۳، كتاب البيوع، باب تحريم بيع الخمر، قديمی)

(۲) "وضح بيع غير الحمر مما مر، ومفاده صحة بيع الحشيشة ولاشون" (الدر المختار، کتاب إحياء الموات، فصل في الشرب: ۴۵۳/۶، سعید)

و کذا فی مجمع لأبهر، کتاب الکراهیہ، فصل فی البیع: ۴۱۵، مکتبہ عقاریہ کوئٹہ

(۳) "إدّامات الرجل وكسبه حبت، فلاولى لورثته أن يردوا المال إلى أربانه وإن كان كسبه من حيث لا يحل وإنه يعلم ذلك ومات الأب ولا يعلم إلا ذلك بعينه، فهو حلال له في الشرع، والورع أن يتصدق به" (المندوب العالمكية، کتاب الکراهیة، الباب الخامس عشر فی الکسب ۳۴۹/۵، رشیدیہ)

و کذا فی الدر المختار، کتاب البيوع، باب البیع الفاسد: ۹۹/۵، سعید

جس مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کی گئی ورثاء کے حق میں اس کا حکم

سوال [۹۷۱۲]: ۱۔ جس مال کی زکوٰۃ پوری، جزوی نہ دی گئی ہو، اگر ایسا مال ترکہ وراثت میں ملے، عام لوگوں کو یا خواص کو اس کا لینا کیسا ہے؟

۲۔ مال مذکور میں بے برکتی یا نحوست تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ آدمی کے مرنے کے بعد ورثاء کو ایسا مال یثا درست ہے ورثاء کے ذمہ اس کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب نہیں، البتہ اگر وصیت کی ہو تو اس کی زکوٰۃ ثلث مال سے ادا کر دی جائے، اگر بد وصیت اس کی زکوٰۃ ورثاء نے ادا کر دی ہو تو اس کی وجہ سے میت کے ذمہ سے انشاء اللہ زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی:

”وَمَا دَيْسَ اللَّهُ تَعَالَىٰ فِيمَا أَوْصَىٰ بِهِ، وَجِبَ تَفْيِدهُ مِنْ ثُلُثِ الثَّقَىٰ، وَإِلَّا لَا“۔ درمختار۔
قال اشامی ”(قوله: أما ديس الله تعالى، الخ) محترز قوله: (من جهة العناد) وذلك كل زكوة والكفارات وبحوها. قال الزمعي. فإنها تسقط بالموت، فلا يلزم الورثة أدائها إلا إذا أوصى بها أو تبرعوا بها من عندهم؛ لأن الركن في العبادات نية المكلف وفعله، وقدوت بموته، فلا يتصور بقاء سواحب، اهـ، وتماه فيه. أقول: وظاهر التعليل أن الورثة لو تبرعوا بها، لا يسقط سواحب عنه، لعدم سببه منه، ولأن فعلهم لا يقوم مقام فعله بدون إداره، تأمل، اهـ“ ردالمحتار:
۵/۵۳۶ (۱)۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس کی زکوٰۃ میت کے ذمہ واجب تھی، جب اس نے ادا نہیں کی تو ورثاء پر اس کا گناہ نہیں۔

— (وکذا فی مجمع الأنهر، کتاب الکراہیة، فصل فی الکسب. ۴/۱۸۷، مکتبہ عفا ریہ کوئٹہ)

(۱) (الدر المختار مع ردالمحتار: ۶/۷۶۰، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۷/۴۷۲، کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(وکذا فی البحر الرائق: ۹/۳۶۶، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

۲۔ زکوٰۃ ادا نہ ہونے کی وجہ سے ورثاء پر تو اس کا کوئی وبال نہیں (۱)، ابستہ نفس ہاں جیسا کہ بعد ادا زکوٰۃ طیب اور عز کی ہوتا ہے ویسا نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/۱/۱۳۵۳ھ۔
الجواب صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/محرم ۱۳۵۳ھ

نا جائز میراث میں حصہ

سوال [۹۷۸۳]: میرے والد مرحوم محکمہ جنگلات کے چوکیدار تھے، بعد وظیفہ انتقال ہو گیا، حج بھی کر چکے تھے، اب ان کی جائیداد وارثوں میں تقسیم ہونے والی ہے۔ میں اپنے والد کی جائیداد کو نا جائز سمجھتے ہوئے اس جائیداد سے مستفید ہونے کے بجائے اپنی اولاد کے نام منتقل کرنا چاہتا ہوں اور اپنا گذر بسر اپنی تنخواہ پر ہی کروں گا۔ میرے اس خیال کو بعض لوگ درست نہیں فرماتے، وہ کہتے ہیں کہ یہ خط ہے۔ میری رہبری فرمائی جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو جائیداد وغیرہ آپ کے والد صاحب نے جائز طریقہ پر کمائی ہے وہ سب ان کا ترکہ ہے (۲)، دوسرے بھائیوں کی طرح آپ بھی وارث ہیں، آپ کو اپنا حصہ میراث لینے کا پورا حق ہے، اس کو حرام تصور نہ کریں۔ جو چیزیں نا جائز طریقہ پر مثلاً رشوت سے حاصل کی ہو اور اس کا مالک معلوم ہو، وہ نہ لیں، اس کے

(۱) ”(قوله. أما دين الله تعالى، الحج) محترز قوله: (من جهة العباد) وذلك كالزكاة والكفارات ونحوها. قال الربيعي: فإنها تسقط بالموت، فلا يلزم الورثة أدائها، إلا إذا أوصى بها أو تسرعوا بها هم من عندهم.“ (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الفرائض: ۶/۷۰، سعید)

(و كذا في تبیین الحقائق، كتاب الفرائض. ۷/۷۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) ”التركة في الاصطلاح: ما تركه الميت من الأموال صافياً عن تعلق حق الغير ببعض من الأموال“ (رد المحتار: ۶/۷۵، كتاب الفرائض، سعید)

(و كذا في البحر الرائق: ۹/۳۶۵، كتاب الفرائض، رشیدیہ)

(و كذا في تبیین الحقائق. ۷/۷۱، كتاب الفرائض، دار الكتب العلمية، بيروت)

ملک و واپس کر دیں، اپنی وہ طرف بھی منتقل نہ کریں (۱)۔ مزہب سے جس طرح خود پر بیہوشی ہو رہی ہے، اپنی اولاد کو بھی کھلانے کی اجازت نہیں۔ نہ مال نہ حق نہ ضمیر۔

حریرہ عبدالمجید۔ ۱۰ جمادی الثانی ۱۳۰۲ھ۔ ۹۳۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ ختم میں آئی عنہ دار علوم، یوم ۳۰ ۲ ۹۳۲ھ۔

مورث کا حرام مال وارث کے لئے

سورن [۱۶-۱۵] حرام کاروبار ہونے سے ملنے والے مال کے بعد حرام پیشہ واریت کے سے حدوں ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ جب کہ وارثین کا کاروبار حلال ہو، حرام کاروبار کو برا سمجھتے ہوں۔ بعض عالم کا کہنا ہے کہ مورث کا حرام مال وارثین کے سے حدوں ہو جاتا ہے۔ میل پیش فوات میں کہ تبدیل ملک سے تبدیل ضمیر۔ زہم آتا ہے جیسا کہ حضہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "ان من اثم ما اثم" (۲)۔ ملک بدلنے سے حضہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے بد نہ ہو گیا۔

سورن یہ ہے۔ ملک کے تباہی سے تبدیل ضمیر آتا ہے اس کے اندر عموم ہے یا صرف صدقہ کے لئے خاص بنائی وراثت کے یثیہ سے وارثین کے لئے عموم مورث کی طرف سے نہ بدل کرانا چاہتے ہیں۔ اس پیسے سے حج بدل کرانا اور کرنا درست ہے یا نہیں؟

(۱) 'اذا مات الرجل وکسبه حیث، فلا ولی لورثته ان یردوا المال الی اربانه، فان لم یعرفوا اربانه، یصدقوا به الفتاویٰ لعالم مکرمہ ۵ ۳۶۹، کتاب الکراہیۃ، الباب الخامس عشر فی الکسب، (ترجمہ)۔

و کذا فی رد المحتار ۵ ۹۹، کتاب البیع، باب البیع الفاسد، مطلب فیہ وراثت مالا حراما، سعید)۔

و کذا فی مجمع الزہری ۴ ۱۹۷، کتاب الکراہیۃ، فصل فی الکسب ممکنہ عقاریہ کو بہ،

۲ 'عن ابن اسی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انی سمعت صدقہ علی بریدہ، فقال 'هو علی صدقہ، وهو لک صدقہ' (صحیح البخاری، کتاب لڑکھ، باب مدد کر فی الصدقہ الی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وألہ: ۲۰۲/۱، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس شخص نے حرام پیسہ اور سامانِ حق یا بے پیر امتثال ہو یا اور رشاً کو معلوم ہے کہ یہ اس حرام ہے تو وہ سامان اور پیسہ رشاً کے تحت عدل نہیں ہوگا۔ یہاں تبدیل ملک کی بحث بے محل ہے، اس لئے کہ مورث کی ملک اگر ثابت ہو باقی اور وہ تحقق ہوتا مرورث اس کا اسات مستحق نہ ہوتا تو مورث کا ناب سور مستحق ہو سکتا تھا۔ اور صورتِ سناہ میں تو مورث کی ملک ثابت نہیں چنانچہ ناب کی ملک کیسے ثابت ہوگی

”أخذ مورثه رشوة أو ظمناً، إن علم ذلك بعينه، لا يحل له أخذه والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال، وجب رده عليهم، وإلا فإن علم عين الحرام، لا يحل له ويتصدق بينة صاحبها، فإن لم يلا محققاً من الحرام لا يعلم ولا شك مدع، حتى به حكماً، والأحسن ديانة التنزه عنه، اه، رد المحتار: ۴/۱۳۰ (۱)۔

حرام پیسہ کو جس کے خرچ کرنا مکروہ تحریمی ہے اگرچہ اس سے حج ادا ہو جائے گا، مگر قبول نہیں ہوگا، اور خدائے پاک کی خوشنودی حاصل نہیں ہوگی۔

”سحب، فی تحصيل نفقة حلال، وب۔ لا يحل - استمعة حرام، کہ، ورد فی حدیث مع ’نه بسقط مخرج عب- معناه. ولا تدعى بين سقوطه وعدم قبوله، ولا يثبت عدم نقض ولا يعاقب عقاب تارك الحج، اه. شامی: ۲/۴۰ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفر له، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۸/۹۱ھ۔



(۱) رد المحتار، کتاب البیوع، باب البیع الثانی، مطلب فیمن ورث مالا حراماً ۵، ۹۹، سعید

(۲) (رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فیمن حج بمال حرام: ۲/۴۵۶، سعید)

الفصل الثامن فی ذوی الفروض (ذوی الفروض کا بیان)

لڑکی کا حصہ میراث

سوال [۹۷۸۵]: اگر کوئی شخص قوم فقیر بلا اولاد ذکر مر جائے اور اس کی جائیداد راضی اس کی پیدا کردہ یا اس کے والد کی پیدا کردہ ہو اور اس کا برادر حقیقی یا چچا حقیقی یا بھتیجا حقیقی نہ ہو، صرف دختر ہو تو دختر کو اس کا ترکہ شرعاً ملے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دختر کو نصف ترکہ تو ضروری ملے گا (۱) اور اگر کوئی ذوی الفروض اور عصبہ میں سے موجود نہیں تو دوسرا نصف بھی اسی کو مل جائے گا یعنی وہ کل کے وارث ہو جائے گی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۴/۱۳۶۰ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔
صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۴/۱۳۶۰ھ۔

(۱) قال الله تبارک وتعالى: ﴿وإن كانت واحدة فلها النصف﴾ (سورة النساء ۱۱)

”واما النساء فالأولى البنت، ولها النصف إذا انفردت“ (الاختیار لتعلیل المختار ۲/۵۵۶، کتاب الفرائض، مکتبہ حقانیہ پشاور)

(و کذا فی تبیین الحقائق ۷/۴۷۸، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

(۲) لڑکی ذوی الفروض میں سے ہے اور ذوی الفروض جب اکیلا ایک ہی شخص ہو تو اس صورت میں اپنے حصہ سے زائد حصہ میراث اس پر رد ہو کر وہی مالک ہو جاتا ہے

”فبدأ بدی العرص، ثم بالعصبة السبیه، ثم بالعصبة السبیه ثم الرد علی ذوی

الفروض السبیه بقدر حقوقهم“ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۴۷۷، کتاب الفرائض، رشیدیہ) =

لڑکی کا والد کی میراث میں حصہ

سوال [۹۷۸۶]: لڑکی کو اپنے والد کی جائیداد میں سے کونسا حصہ ملتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لڑکی کی میراث کی تین صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ میت کی لڑکی تو صرف ایک ہو اور لڑکا کوئی نہ ہو تو اس صورت میں لڑکی کو میت کے کل ترکہ کا نصف ملتا ہے۔ دوم یہ کہ لڑکیاں دو یا دو سے زیادہ ہو اور لڑکا کوئی نہ ہو تو اس صورت میں ان لڑکیوں کو میت کے کل ترکہ کا دوثلث ملتا ہے۔ سوم یہ کہ کوئی لڑکا بھی ہو، اس صورت میں لڑکے سے نصف کے مستحق ہوگی خواہ ایک لڑکا ہو یا زیادہ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار پور، ۲۶/۶/۱۳۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۸/۶/۱۳۵۶ھ۔

بیوی کا شوہر کی میراث میں حصہ

سوال [۹۷۸۷]: بیوی کو اپنے شوہر کی جائیداد میں سے کونسا حصہ ملنا چاہئے، احکام شرعیہ سے

مطلع فرمائیں۔

= (و کذا فی الدر المختار: ۶/۷۲۳ کتاب الفرائض، سعید)

(و کذا فی السراجیۃ، ص: ۳، سعید)

(۱) مذکورہ تینوں صورتیں اس آیت کریمہ میں بیان فرمائی گئی ہیں:

قال الله تبارک وتعالی ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ﴾، فإن كن نساءً

فوق اثنتين فلهن ثلثا ماترك، وإن كانت واحدةً فلها النصف ﴿﴾ (سورة النساء ۱۱)

”وأما لسان الصلص فأحوال ثلث: النصف للواحدة، والثلثان للثنتين فصاعداً، ومع الابن

للذكر مثل حظ الأنثيين، وهو يعصهن“۔ (السراجیۃ، ص: ۷، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۲/۴۲۸، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بولی اولاد بھی ہو تو بیوی و آنکھوں سے متا ہے، اگر بولی و نہیں تو پوتہ کی حصہ مت ہے (۱)۔ فقہ
واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد المذنب، گنگوہی شاہ مدظلہ، معین مفتی مدرسہ نظام علوم سہارنپور، ۲۶/۶/۱۳۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۸/۶/۱۳۵۶ھ۔

زوجہ اور ہمشیرہ و میراث

سوال [۸۹-۹۰] سردار صاحب کا انتقال ہو گیا، مرحوم نے ایک بیوی، ایک ہمشیرہ اور ایک
بھانجی، ایک نوکی چھوڑا۔ بھانجی مذکور کی والدہ کا انتقال سے اربعی حیات میں ہو گیا تھا، اور بھانجی کی حیات ہی
میں انتقال ہو گیا تھا۔ قبل انتقال سے اربعہ تیرہ چھ روز اس نے اپنے شوہر، دو بیویاں، والدین کو چھوڑا تھا،
ایک لون مری، ایک زندہ ہے، یعنی جس کو واسیہ اربعہ لکھا گیا ہے۔ اب دریافت یہ ہے کہ مرحوم کا ترکہ کس
طرح تقسیم ہوگا؟

نوٹ ضروری: سردار موصوف مرحوم نے بھانجی مذکور حقیقی اور بھینجی غیر حقیقی کی پرورش بچپن سے
کی، شادی وغیرہ انہی نے کی ہے، اور اثاثہ کہتے تھے کہ جو پچھو ہے سب انہی کا ہے اور نہیں، انوں نے قصہ جو
مکان بنانے میں لگا تھا، کیا اور پچھو باقی ہے، وہی ادا کریں گے۔ ہذا ان باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے جواب
مرحمت فرمادیں۔

محمد یوسف مؤمن پورہ ناگپور/محرّم/۱۳۵۹ھ۔

۱۔ قال الله تبارک وتعالى ۞ ولئن الرّبع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد، فإن کان لکم ولد فہن الشّمس
مما ترکتم ﴿سورة النساء: ۱۲﴾

”فیفرض للزّوچة فصاعداً الشّمن مع ولد أو ولد ابن وإن سفل، والرّبع لها عدد عدمها،
فللزوجات حسان الرّبع بلا ولد، والنّسب مع الولد“، الدر السّحار ۶/۷۰۔ کتاب الفرائض، سعید،
(وکذا فی السّرا حیة، ص: ۷، سعید)

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ ۴			
زوجہ	ہمشیرہ	بہن نہجہ	ذاتی
۱	۳	محرّم	محرّمہ

صورت مسئلہ میں بشرط صحت سوال بعدم موانع ارث بعد تجنیہ و تنفیہ، ادا دین وغیرہ (۱) سردار صاحب کا کل ترکہ چار سہام قرار دے کر حسب نقشہ بالا وارثان پر تقسیم ہوگا، ایک سہم زوجہ کو ملے گا (۲) اور تین سہم ہمشیرہ کو (۳)،

(۱) "تعلق بترکۃ المیت حقوق اربعۃ مرتبۃ الاول یبدأ بنکحہ وتحتصرہ، من غیر تدبیر ولا تقبیر، ثم تنقصی دیونہ من جمیع مانقی من مالہ، ثم تعد وصایاہ من ثلث مانقی بعد الدین، ثم یقسم لمانقی من ورثتہ"، (السراجی فی المیراث، ص: ۲، ۳، سعید)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض: ۶/۷۵۹، ۷۶۱، سعید)

و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الفرائض، الباب الاول فی تعریفہا و فیما یعلق بالترکۃ ۶/۷۴۷، رشیدیہ)

(۲) مذکورہ صورت میں میت کی اولاد نہیں، لہذا ازوجہ کوربع ملے گا

قال الله تبارک وتعالیٰ ۞ ولہن الربع مما ترکتم من لم یکن لکم ولدہ (النساء، ۱)

(۳) مذکورہ صورت میں اخت "بہن" چونکہ ذی الفروض میں سے ہے، لہذا اس کو نصف ملے گا، اس سے کہ میت کے صوں و فوں موجود نہیں، مگر مسئلہ میں اجماع طور پر بہن کو تین حصے دینے میں تعمیل یہ ہے کہ بہن کو، جسے زوجہ ذی غرض ہوئے اور ایک حصہ بطور ذی غرض النسبہ کے دیے گئے ہیں

قال الله تبارک وتعالیٰ ۞ ان امرؤ ہلک لیس لہ ولد ولہ اخت، فہی نصف ماترکہ (سورۃ

النساء ۱۷۶)

"الحامسۃ الاحوات لأب وأم، للواحدۃ النصف، وللثین فصاعدا الثلثان" فتاویٰ

العالمگیریہ: ۶/۷۵۰، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

بھائی کو اور نواسی کو چھ نہیں ملے گا (۱)۔

آپ نے یہ تحریر نہیں کیا کہ بھتیجی اگر حقیقی نہیں تو کیسا ہے، نہ بھتیجا کو ورثاء میں شمار کیا۔ اگر علاقائی بھتیجی ہے یا چچا زاد بھائی کا لڑکا ہے تو شرعاً وہ بھی وارث ہوگا۔ اس وقت چار سہم میں سے ایک بیوی کو ملے گا، ایک بھتیجے کو، دو ہمیشہ کو (۲)۔ اگر ماموں زاد یا پھوپھی زاد بھائی کا لڑکا ہے، یا خا۔ زاد بھائی کا لڑکا ہے تو پھر وہ

(۱) "فیدأ بدوی الفروض، ثم بالعصات السببية، ثم بالمعتق، ثم عصاة الذکور، ثم الرد علی دوی الفروض السببية، ثم دوی الأرحام" (الدرالمختار ۶، ۷۲، ۷۳، کتاب الفرائض، سعید)
(و کذا فی الفتاویٰ العالمکبریۃ، کتاب الفرائض: ۶/۴۴۷، رشیدیہ)
(۲) اگر بھتیجی بھی موجود ہو تو تقسیم یوں ہوگی

مسئلہ ۴

زوجہ	ہمیشہ	بھتیجہ علاقائی	نواسی	بھانجی
۱	۲	۱		
				محروم

اور اگر چچا زاد بھائی کا لڑکا موجود ہو تب بھی تقسیم اس طرح ہوگی

مسئلہ ۴

زوجہ	ہمیشہ	ابن ابن العم	نواسی	بھانجی
۱	۲	۱		
				محروم

واضح رہے کہ یہاں علاقائی بھتیجی اور چچا زاد بھائی کا لڑکا عصبات میں سے ہے اور عصبات کو باقی ملے گا، یعنی ذوی الفروض کو اپنا حصہ دے کر جو کچھ بچ جائے وہ عصبات کو دیا جائے گا

"العصبات وہم کل من لیس له سهم مقدر، ویأخذ ما بقی من سهام دوی الفروض" (الفتاویٰ العالمکبریۃ، کتاب الفرائض، باب العصبات: ۶/۴۵۱، رشیدیہ)
(و کذا فی السراحي، ص: ۳، سعید)

محروم رہے گا (۱)۔ کسی کو بچہ جاننے یا باپ کو جاننے سے کچھ نہیں ہوتا، اس سے میراث نہیں ملتی (۲)، ہاں اگر کوئی وصیت کسی کے حق میں کی ہو تو اس کے معلوم ہونے پر حکم تحریر کیا جاسکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/ ۱۳۵۹ھ۔

الجواب صحیح، سعید احمد غفرلہ، صحیح، عبدالمطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/ محرم ۱۳۵۹ھ۔

بیوی اور بھائے میں تقسیم وراثت

سوال [۹۷۸۹]: ہمارے یہاں میونسپل بورڈ میں ایک بہشتی منشی خان کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس شخص کی اولاد کوئی نہیں، صرف بیوی مسماۃ محفوظی اور رشتہ داروں میں صرف ایک بھانجا عبدالمطیف ہے۔ منشی خان نے ایک پختہ مکان اور خانگی سامان کے علاوہ میونسپل بورڈ میں آٹھ سو روپیہ فنڈ بھی چھوڑا ہے۔ منسلک ہذا ایک وصیت نامہ کے ذریعہ منشی خان نے اپنا مکان و سامان سب اپنی بیوی کو دیا ہے اور اس وصیت نامہ بورڈ سٹری نہیں لرایا، نہ اس وصیت نامہ میں کسی اور شخص کو اپنا وارث یا رشتہ دار بتایا ہے۔

اب ایسی صورت میں سوال یہ ہے کہ اس وصیت نامہ کو صحیح اور قبل عمل تسلیم کیا جائے اور بھانجا عبدالمطیف کو نہ حق قرار دیا جائے، اگر نہیں تو پھر تقسیم کس طرح ہوگی؟ آٹھ سو روپے میں سے بیوی اور بھانجا کو کتنے کتنے دیئے جائیں؟

مسماۃ کا ارادہ ہے کہ مکان فروخت کر کے یہاں سے اپنے میہ چلی جائے۔ اس صورت میں اس کو ۱۰

(۱) "فبدأ بدوی المروص، ثم بالعصاة السیة، ثم بالمعتق، ثم عصاة الذکور، ثم الرد علی دوی

المروص السیة، ثم دوی الأرحام" (الدر المختار ۶/ ۷۶۲، ۷۶۳، کتاب الفرائض، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الفرائض: ۶/ ۴۴۷، رشیدیہ)

(۲) "و یتحقق الإرث بإحدى حصال ثلاث بالسب وهو القرابة، والسب وهو الروحیة، والولاء"

(الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الفرائض: ۶/ ۴۴۷، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض: ۶/ ۷۶۲، سعید)

(و کذا فی السراجیہ، ص: ۳، سعید)

حاصل ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو اس میں بھی مسماۃ کا اور بیٹا کا حصہ متعین فرمائیے۔

تیسرے عبد الرحمن، بند شہر۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہی شرعی وارث ہے اور کسی وارث کے حق میں وصیت معتبر نہیں جب تک کہ دوسرے وارث رضا مند نہ ہوں (۱)۔ اگر مسمیٰ منشی خاں کا وارث بھانجا عبد اللطیف اور بیوہ مسماۃ محفوظا کے علاوہ اور کوئی وارث نہیں تو اس وصیت کے معتبر ہونے کا مدار عبد اللطیف کی اجازت پر ہے، اگر وہ اس کی اجازت دیتا ہے تو حسب وصیت نامہ محفوظات چیزوں کی، لک ہو جائے گی، ورنہ تو اس کے ترکہ سے اولاً اس کا قرض مہر وغیرہ جو بھی اس کے ذمہ ہو دیکر جائے (۲)۔ اس کے بعد ایک چوتھی ترکہ مسماۃ محفوظا کو (۳) اور بقیہ مسمیٰ عبد اللطیف کو دیا جائے۔ نقد،

(۱) 'عن انس بن مالک رضى الله تعالى عنه قال: ابي لتحت ناقة رسول الله صلى الله عليه وسلم، يسيل على لعابها، فسمعتة يقول: "إن الله قد أعطى كل ذي حق حقه، ألا! لا وصية لوارث"۔ (سنن ابن ماجہ، ص: ۱۹۵، کتاب الوصایا، باب: لا وصية لوارث، قدیمی)

"ولا تحوز بما راد على الثلث لقول النبي صلى الله عليه وسلم في حديث سعد بن أبي وقاص رضى الله تعالى عنه: "الثلث والثلث كثير" بعد ما نفي وصيته بالكل والصف، ولأنه حق الورثة ألا أن يحيرهم الورثة بعد موته وهم كبار۔ لأن الامتناع لحقهم وهم استظوه، ولا معتبر بأحاديثهم في حال حياتهم" (الهداية: ۳/ ۶۵۱، کتاب الوصایا، باب في صفة الوصية، مكتبة شرکت علمہ ملتان) (وكذا في تبیین الحقائق: ۷/ ۳۷۶، کتاب الوصایا، مكتبة دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "تعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة. الأول يبدأ بتكفيلة وتحفيظه من غير تبدير ولا تقنير، ثم تقصى ديونه من جميع ما بقى من ماله، ثم تشد وصاياه من ثلث ما بقى بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته بالكتاب والسنة وإجماع الأمة"۔ (السراجي في الميراث، ص: ۳، ۲، سعيد) (وكذا في الدر المختار، کتاب الفرائض: ۶/ ۷۹، ۷۶، سعيد)

وكذا في الفتاوى العالمكيرة، كتاب الفرائض، الباب الأول في تعريفها وفيما يتعلق بالتركة (۶/ ۴۴، رشیدیہ)

۳، قال الله تبارك وتعالى: "ولهن الربع مما تركن ان لم يكن لكم ولد" (سورة النساء: ۱۲)

"للزوجة الربع عند عدمهما والنصف مع أحدهما" (الفتاوى العالمكيرة، کتاب الفرائض: -

کان، نشست گاہ، اثاثہ سب کی تقسیم اسی طرح ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۹/۱۳۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ مخدوم الدین غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۹/۱۳۸۵ھ

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔

ورثاء میں زوجہ، دو بیٹیاں، تین بھتیجے ہوں تو تقسیم میراث

سوال [۹۷۰]: حاجی عبدالغنی صاحب کا انتقال ہو گیا ہے اور انہوں نے کچھ جائیداد غیہ منقولہ

چھوڑی ہے اور وارثان میں ۱۰ لڑکیاں اور تین برادرزادے اور ایک بیوہ چھوڑی ہے۔ مہربانی فرما کر حکم شرعی سے

مطلع فرمائیے کہ ان کو کتنا کتنا جائیداد متروکہ میں سے ملے گا؟

حاجی عبدالغنی صاحب۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ ۲۴ تصـ ۷۲

زوجہ خزاہی	دختر کبریٰ	دختر بانو	برادرزادہ عبدالغفار	برادرزادہ عبدالجبار	برادرزادہ عبدالستار
$\frac{۳}{۹}$	$\frac{۸}{۲۴}$	$\frac{۸}{۲۴}$	$\frac{۵}{۱۵}$	$\frac{۵}{۵}$	$\frac{۵}{۵}$

بشرط صحت سواں وعدم موانع ارث، بعد تجزین و تفتین وادائے مہر وغیرہ از کل مال و تنفیذ وصیت از

ثلث (۱) مال حاجی عبدالغنی کا ترکہ جائیداد غیہ منقولہ وغیرہ بہتر سهام بنا کر اس طرح تقسیم ہوگی کہ نو سهام

= ۴۵۰/۶، رشیدیہ

”أم للزوات فحالان الربع لواحدة فصاعدة عدم الولد وولد الاس وان سفل، والنم

مع الولد وولد الابن وان سفل“۔ (السراجیۃ، ص: ۷، سعید)

(۱) تنعق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة الاول بدات كتميه وتحفره، من غير تدبير ولا تفسير، ثم -

بیوہ کو ملیں گے (۱) چوبیس چوبیس سہام مرد و دختر کو ملیں گے (۲)، پانچ پانچ سہام ہر سہ برادر زاوہ کو ملیں گے (۳)۔ فقط اللہ ہی نہ جانے۔

۶۔ العبد محمد بن خالد، راجعہ، یوبند، ۱۶، ۹، ۱۳۸۵ھ۔

جو بکچ بندہ بنی مالدین مفتی عنہ، دارالعلوم، یوبند، ۱۶، ۹، ۱۳۸۵ھ۔

ورثہ میں بہن اور بیوی کا چچا ہو تو ترکہ کس کو ملے گا؟

سوال [۹۷۹]: ایک شخص کا انتقال ہو گیا، اس کی نہ اولاد ہے اور نہ ہی بیوی ہے، صرف ایک بہن

- نفی دبیہ من جميع مانقی من ماله، ثم تعد وصایا من ثلث مانقی بعد الذین، ثم یقسم الباقي بین ورثته، (السراجی فی المیراث، ص ۲۰، ۳، سعید)

(وکذا فی الدرالمختار، کتاب الفرائض: ۶/۷۵۹، ۷۶۱، سعید)

وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الفرائض، الباب الأول فی تعریفها و فیما یعق بالترکة، ۶/۴۴، رشیدیہ)

(۱) میت کی چوتھ، موجود ہے، مذازمہ (بیوی) کو اس صورت میں شمن (آنٹھواں حصہ) ملے گا

قال الله تبارک ومعنی ۵ فإن کان لکم ولد، فلیس التمس مما ترکتم من بعد وصية توصون بها أو دین (سورة النساء: ۱۲)

”واما الإنسان من السب، فالروح والروحة وللروحة الربع عند عدمهما، والتمس مع أحدهما“، (الاختیار لتعلیل المختار: ۲/۵۶۰، کتاب الفرائض، مکتبہ حقانیہ پشاور)

(۲) بیٹیاں جب ایک سے زیادہ ہو تو شتان ملے گا

قال الله تبارک وتعالیٰ ۵ فإن کن نساء فوق اثنتین، فلیس ثلثا ماترک ۶ (سورة النساء: ۱۱)

”ان نسب النصف ولا اکثر النسلان (الحجرات الرائق ۹، ۳۷۴، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۳) برادرزادے بچے، عصبہ ہیں اور عصبہ، یعنی ذہن انہیں سے جو رو جائے وہ عصبہ ہوں گے گا

العصبات وهم کل من لیس له سهم مقدر، وبأحد مانقی من سهام ذوی الفروض، وإذا انفرد

أحد جميع المال، لفتاویٰ لعالمگیریہ ۶، ۴۵۱، کتاب الفرائض، باب العصبات، رشیدیہ)

(وکذا فی الدرالمختار: ۶/۷۷۳، کتاب الفرائض، باب العصبات، سعید)

(وکذا فی السراجیہ، ص: ۳، سعید)

ہے۔ تو دریافت یہ ہے کہ اس کی بہن کو اس کا مکان مل سکتا ہے یا کہ نہیں؟ اور اس شخص کی بیوی کا ایک چچا بھی موجود ہے، لیکن وہ بھی لا ولد ہے۔ عندا الشرع ترکہ کیسے تقسیم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس کے صرف ایک بہن اور ایک بیوی کا چچا ہے تو اس کا کل ترکہ مکان وغیرہ اس کی بہن کو ملے گا (۱)، بیوی کے چچا کو کچھ نہیں ملے گا (۲)۔ اگر اس کے ذمہ کوئی قرض بھی ہو تو اس کا ادا کرنا پہلے ضروری ہے۔ اگر کوئی وصیت بھی کی ہے تو ایک تہائی ترکہ سے پہلے وصیت پوری کی جائے گی (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۱۱/۱۳۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۱۱/۱۳۸۵ھ۔

(۱) واضح رہے کہ بہن وابتداء بطور ذی فرض ہونے کے نصف ملے گا اور باقی ماں بھی جب دیگر ورثاء موجود نہ ہوں تو بہن کو ہی سبیل الرد ملے گا

”فبدأ بدوی الفروض، ثم بالعصات السببية، ثم بالمعتق، ثم عصبة الذکور، ثم الرد علی دوی الفروض السببية بقدر حقوقهم“ (الدرالمختار). ”(قوله ثم الرد)“ ای عند عدم من تقدم ذكره من العصات يرث من أصحاب الفروض علی دوی الفروض السببية“ (ردالمحتار ۶/۷۶۲، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ ۶/۴۴۷، کتاب الفرائض، الباب الأول، رشیدیہ)

(وکذا فی الشریفۃ شرح السراجیۃ، ص: ۹، سعید)

(۲) ”ویرث حق الإرث باحدی حصال ثلاث بالسب وهو القرابة، والسب وهو الروحیۃ، والولاء“

(الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۴۴۷، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(وکذا فی الدرالمختار: ۶/۷۶۲، کتاب الفرائض، سعید)

(۳) ”الأول يبدأ بتکمیته وتجهیزه من غیر تذریر ولا تفتیر، ثم تقصی دیونہ من جمیع ما بقی من ماله، ثم

تمت وصایہ من ثبت ما بقی بعد الدین، ثم یقسم الباقي بین ورثته“ (السراجیۃ، ص: ۳، سعید)

(وکذا فی الدرالمختار، کتاب الفرائض: ۶/۷۵۹، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الفرائض: ۹/۳۶۵، رشیدیہ)

بہن اور چچا کا حصہ میراث

سوال [۹۷۹۲]: زید کا لا ولد انتقال ہو گیا اور ایک حقیقی ہمیشہ اور ایک حقیقی چچا زاد بھائی وارث
چھوڑے۔ ترہ میراث سے تقسیم ہوگا۔

محمد رضا۔

الحواب حامداً ومصلیاً:

نصرت مسنورہ میں اگر کوئی اور شرعی وارث نہیں تو بعد تجنیہ و تکفین و ادائے دین میت و تنفیذ
وصیہ (۱)، شہادہ موانع ارث زید کا کل ترکہ میں سے نصف بہن کو ملے گا (۲) اور نصف چچا زاد بھائی
کو (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۱۷/۱۲/۱۳۵۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۱۹/ذی الحجہ/۱۳۵۳ھ۔

(۱) "تعلق بترکۃ المیت حقوق اربعۃ مرتبۃ۔ الأول بدأ بتکفیه وتجهیزہ، من غیر تبذیر ولا تقصیر، ثم
تقضى دسوسہ من جميع ما تلى من ماله، ثم نفد وصایاہ من ثلث ما تلى بعد الدین، ثم يقسم الباقي بين
ورثته"۔ (السراجی فی المیراث، ص: ۴، ۳، سعید)

(و کذا فی الدرالمختار، کتاب الفرائض: ۶/۷۵۹، ۷۶۱، سعید)

و کذا فی الفتاویٰ العالیہ السکریہ، کتاب الفرائض، الباب الأول فی تعریضها و فیما یعلق بالترکۃ
۶/۴۴۷، رشیدیہ)

(۲) قال الله تبارک وتعالى: ﴿وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً، فَلَهَا النِّصْفُ﴾ (سورة النساء: ۱۱)

"و من النساء فلا وصى النسب، ولها نصف إدا انعدت وللسنتين فصاعدت النان (الفتاویٰ
العالمکیریہ: ۶/۴۴۸، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، رشیدیہ)

(و کذا فی السراجیہ، ص: ۷، السعد)

(۳) لعصات وهم كل من نس له سیم مقدر، و یا حد ما تلى من سیم ذوی الفروض، و إذا انعد احد
جميع المن، الفتاویٰ العالیہ السکریہ: ۶/۴۵۰، کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصات، رشیدیہ)

و کذا فی تبیین الحقائق: ۷/۴۸۵، کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی السراجیہ، ص: ۳، سعید)

بیوہ بھائی اور بہن میں تقسیم میراث

سوال [۹۷۹۳]: زید کا انتقال ہوا، اس کے ورثاء میں ایک بیوی، ایک حقیقی بھائی، ایک حقیقی بہن اور بھتیجے ہیں۔ زید کے ترکہ کی تقسیم شرعی کس طرح ہوگی؟ ان ورثاء میں کون کون اور کتنا کتنا حصہ پائیں گے؟ زید کے انتقال کے دس مہینہ بعد زید کے بھائی کا بھی انتقال ہو گیا، اب بھائی کے ترکے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسندہ			
بیوی	بھائی	بہن	بھتیجے
۱	۲	۱	محروم

بشرط صحت سوال بعد ادا کے دین، مہر وغیرہ زید کا ترکہ چار سہام بنا کر ایک سہم بیوی کو ملے گا (۱)، دو سہم بھائی کو ملیں گے، ایک سہم بہن کو ملے گا (۲)، پھر بھائی کے انتقال کے بعد اس کا ترکہ اس کے ورثاء کو ملے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین حنفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

زوج، ام، حقیقی بہن اور چچا کے درمیان تقسیم میراث

سوال [۹۷۹۴]: مَقُولُكُمْ رَحِمَكُمُ اللَّهُ فِي صُورَةٍ مُدْكُورَةٍ فِي سَلَسٍ.

(۱) اس لئے کہ میت کی جب اولاد نہ ہو تو بیوی کو (پوتہ نہ ہو) حصہ ملے گا

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى ﴿وَالَّذِينَ الرِّبَاعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

(۲) بھائی بہن دونوں اس صورت میں عصبہ ہیں تو بھائی کو دوہرا اور بہن کو اکہرا ملے گا

فَقَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى ﴿وَإِنْ كُنُوا إِخْوَةً رِحَالًا أَوْ سَاءَ فَلَكُمْ مِثْلُ حِطِّ الْأَشْيِيسِ﴾ (سورة

بندہ فوت ہوئی اور اس کے ورثہ حسب ذیل باقی رہے

زوج ام اخت حقیقی عم

ترکہ کس نہج پر تقسیم ہوگا اور صحیح کس طرح کی جوئے گی، اور کیا اور کس کس کو ملے گا؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ ۶ تصـ ۸

بندہ

زوج ام اخت عینیہ عم
۳ ۲ ۳ محروم

میت کا کل ترکہ بعد تجہیز وتفتین وادائے دین وغیرہ و تحفیذ وصیت (۱)، آٹھ سہام پر تقسیم ہوگا: تین سہام زوج کو (۲)، دو ام کو (۳)، تین اخت عینیہ و تقسیم ہوگا (۴) اور محروم رہے گا (۵)۔ فقط واللہ سبحی نہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود سنوبی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ منہجہ علوم سہارنپور، ۷/۱/۱۳۶۱ھ۔
الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ۔

(۱) 'تتعلق بترکة الميت حقوق أربعة مرتبة الأول بدأ بتكفيله وتحفيظه، من غير تدبير ولا تقدير، ثم تقصى ديونه من جمع مانقى من ماله، ثم تغد وصاياه من ثلث مانقى بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته'۔ (السراجى فى الميراث، ص: ۳، ۲، سعيد)

(و كذا فى الدر المختار، كتاب الفرائض: ۶/۵۹، ۷۶۱، سعيد)

(و كذا فى الفتاوى العالم كربة، كتاب الفرائض، الباب الأول فى تعريفها وفيما يتعلق بالتركة ۶/۴۲، وشيديه)

(۲) میت کی چوتھہ، نہیں، ہذا زوج و نصف ہوتا ہے

ورثاء میں زوج، حقیقی بہن اور علاقائی بہن ہو تو تقسیم میراث

سوال [۹۷۵]: مسئلہ میں علمائے دین کیا فرماتے ہیں

محمودہ بیگم دوسری والدہ سے محمد حنیف خان شوہر، فہمیدہ بیگم حقیقی بہن، امان اللہ خاں علاقائی بھائی،

شفقت اللہ خان بندو سوندہ حمیدہ نور جہاں

محمد حنیف خان	فہمیدہ بیگم	امان اللہ خان	شفقت اللہ خان	بندو	سوندہ	حمیدہ	نور جہاں
شوہر	حقیقی بہن	مدتی بھائی	مدتی بھائی	مدتی بیٹ	مدتی بیٹ	مدتی بیٹ	مدتی بیٹ

= قال الله تبارک وتعالی ﴿وَلَكُمْ بَصِصٌ مَّا تَرَكَ آؤَاحُكُمْ إِن لَّمْ یکن لَهُنَّ وَلَدٌ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

(۳) میت کی جب اولاد نہ ہو اور اخوة و خوات بھی متعدد نہ ہوں اور احد اثرو جین مع اب بھی نہ ہو تو ام کو شمش کل ملے گا

قال الله تبارک وتعالی ﴿وَلَا یُورِثُ لَکُلِّ وَاحِدٌ مِّمَّاهُمَا السُّدُسَ مَّا تَرَكَ إِن کَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِن لَّمْ یکن لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَؤُاهُ فَلِأُمِّهِ الثَّلَاثُ﴾ (سورة النساء: ۱۱)

(۴) میت کے جب نہ اصول یعنی اب اب اب وغیرہ نہ ہوں اور نہ فروغ یعنی ابن ابن ابن، بنت ہو تو احد یعنی قائم مقام بنت کے ہے، ایک ہو تو نصف، ایک سے زائد ہو تو ثلثان ملے گا

”الحامسة: الأخوات لأب وأُم، للواحدة السدس، وللثلاث فصاعدًا الثلثان“ (الفتاویٰ

العالمکیریة، ۴۵۰/۶، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، رشیدیہ)

(وکذا فی السراجیة، ص ۹۰، فصل فی النساء، سعید)

(۵) عم چونکہ عصبات میں سے ہے اور عصب کا حکم یہ ہے کہ ان کے سے کوئی حصہ مقرر نہیں، ذوی الغروض سے جو بی جائے وہ ان کو ملے گا، اگر ذوی الغروض سے کچھ بھی نہیں بچے تو کچھ بھی نہیں ملے گا، جیسا کہ مذکورہ صورت میں ہے

”العصبات وهم کل من لیس له سهم مقدر، ویأخذ ما بقی من سهام ذوی الفروض، وإذا انفرد

أخذ جمیع المال“ (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الفرائض: ۴۵۱/۶، رشیدیہ)

(وکذا فی الاختیار لتعلیل المحتار ۲/۵۶۲، کتاب الفرائض، باب فی العصبات، حقایہ پشاور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحمہ اللہ علیہ

محروم

بشر یہ صحت سواں میت کا کل ترکہ بعد ادا کے حقوق مستقدمہ کے (۱) دو سہا مقرر دیگر نصف شوہر کو ملے گا (۲)، اور نصف حقیقی بہن کو (۳)۔ دوسری والدہ سے جو بہن بھائی ہیں، وہ سب محروم رہیں گے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد المذنب عبد اللہ بن محمد بن معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار نیپور، ۲۲/۶/۱۳۵۷ھ۔

الجواب صحیح: عید احمد غفرلہ، صحیح عبد الصغیر، مدرسہ مظاہر علوم بہار نیپور، ۲۶/۶/۱۳۵۷ھ۔

(۱) حقوق مستقدمہ اور تجزیہ ثمنین، اولین، اولیٰ، اولیٰ اور حقیقہ وصیت ہے، ان تمام کو ادا کرنے کے بعد بقیہ ترکہ تقسیم ہوگا۔ "تتعلق بترکة الميت حقوق أربعة مرتبة الاول يبدأ بتكفیه وتجهیزه، من غیر تدبیر ولا تقسیر، ثم تقسی دیونہ من جميع مانقی من ماله، ثم تعد وصایاہ من ثلث مانقی بعد لدیس، ثم یقسم البقی بین ورثتہ"، (السراجی فی المیراث، ص: ۲، ۳، سعید)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض: ۵۹/۶، ۷۱، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الفرائض، الباب الأول فی تعریفها و فیما یتعلق بالترکة ۳۴۷/۶، رشیدیہ)

(۲) قال الله تبارک وتعالیٰ ﴿وَلَكُمْ بصف ماترک ارواحکم ان لم یکن لهن ولد﴾ (سورة النساء ۱۲) "واما الاثنان من النسب، فالروح والروح للروح الصف، عند عدم الولد وولد الاس، والربع مع الولد" (الفتاویٰ العالمگیریہ ۲/۵۵۰ کتاب الفرائض، الباب النبی فی دوی الفروض، رشیدیہ) (و کذا فی السراجیہ، ص: ۶، سعید)

(۳) قال الله تعالیٰ: ﴿وان كانت واحدة فلها الصف﴾ (سورة النساء: ۱۱)

"واما النساء فالأولی السب، ولها الصف إذا افردت، وللسب فصاعداً الثمن" (الاحتیار لتعلیل المختار ۲/۵۵۶، کتاب الفرائض، فصل فی دوی السہام، مکسہ حقانیہ پشاور)

تین بھتیجے، ایک بیٹی ہو تو تقسیم ترکہ

سوال [۹۷۶]: اللہ داد خان، عالیجاہ خان نے مشہد کے مکانات تعمیر کئے چند روز کے بعد اللہ داد خان نے انتقال پایا اور تین لڑکے وارث چھوڑے۔ اس کے بعد عالیجاہ خان صاحب کا انتقال ہوا اور ایک لڑکی اور تین بھتیجے وارث چھوڑے۔ مکانات مشہد کے موصوفہ بالشرعاً کس طرح تقسیم ہونے چاہئیں؟
السائل: طفیل احمد بقلم خود ضلع سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئلہ میں اللہ داد خان کا مکانات میں جس قدر حصہ تھا، وہ تمام بعد تجبیز و تکفین و ادائے دین و تنفیذ وصیت اس کے تین لڑکوں کو برابر مل جائے گا (۱)، عالیجاہ خان کا جس قدر حصہ تھا وہ اس کے انتقال کے بعد

= (و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۴۳۸/۶، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۱) مذکورہ صورت میں بیٹے چونکہ عصبہ ہیں اس لئے اپنے والد کی جائیداد کے تمام حصے، مک ہوں گے۔ تقسیم کا نقشہ ملاحظہ ہو

اللہ داد خان

مسئلہ ۳

ابن

ابن

ابن

۱

۱

۱

”العصات وہم کل من لیس لہ سهم مقدر، ویأخذ ما بقی من سہام ذوی الفروض، وإذا انفرد أحد حمیع المال“ (الاحتیار لتعلیل المحتار ۲/ ۵۶۲، کتاب الفرائض، باب العصات، مکتبہ حنفیہ، پشاور)

(و کذا فی السحر الرائق: ۳۸۱/۹، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ ۶/ ۳۵۱، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی العصات، رشیدیہ)

نصف اس کی لڑکی کو ملے گا اور نصف تینوں بھتیجیوں کو (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود سنوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰ ۴ ۵۲ھ۔

صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: بندہ عبد الرحمن غفرلہ۔

تین بیٹوں اور ایک بیٹی میں تقسیم میراث

مخدومی محتمی جناب مفتی صاحب مدظلہ العالی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حسب ذیل سوالات کے جوابات بروئے شریعت اسلام بمہر خاص مرحمت فرمادیں۔

سوال [۹۷۹]: ۱۔ ایک شخص کا انتقال ہو گیا اس کے وارث تین لڑکے اور ایک لڑکی ہے، مرحوم کا

ترکہ جائیداد مع فی اراضی کا لگان سالانہ ہے، اس میں ہر ایک کا حصہ کتنا رہے گا؟

۲۔ ایک لڑکے کا قبضہ، نا صاحب مرحوم کی تمام جائیداد منقولہ وغیرہ منقولہ پر ہے اور اس کا داخل خارج

(۱) نقشہ تقسیم ملاحظہ ہو

مسئلہ ۲ تصـ ۶	عالیہ خات
بنت $\frac{1}{3}$	ابن الاخ ۱
$\frac{1}{3}$	ابن الاخ ۱
	ابن الاخ ۱

قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿وإن كانت واحدة، فلها النصف﴾ (سورة النساء: ۱۱)

”فبدأ بذی الفرض، ثم بالعصبة النسبية، ثم بالعصبة السبية...“ (الفتاویٰ

العالمکریة، کتاب الفرائض، الباب الأول: ۶/۴۴، رشیدیہ)

”العصبات وهم کل من لیس له سهم مقدر، وبأحد ما بقی من سهم ذوی الفروض، وإذا انفرد

أحد جميع المال“ (الفتاویٰ العالمکریة، کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصبات ۶/۴۵، رشیدیہ)

(وکذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض، باب العصبات: ۶/۷۷، سعید)

اس جائید پر چکا ہے۔ اس حالت میں اس کو والد صاحب مرحوم کے ترکہ میں سے حصہ ملے گا یا نہیں اور اگر ملے گا تو کس حساب سے؟

۳ متوفی کی جائیداد کی آمدنی سے تجبیر و تنصیف کا قرض پہلے ادا ہوگا، یا متوفی کے ذمہ جو قرض ان کی حیات کا ان کے ہاتھ کا ہے وہ پہلے ادا ہوگا؟

۴ بعض ورثاء نے متوفی کی تجبیر و تنصیف میں فضول خرچی کر کے خلاف شرع روپیہ صرف کیا اور تیجہ کا کھانا پکایا، اس میں بہت قرض لیا اور سال بھر تک میت کے ایصالِ ثواب کے لئے قرض کر کے فاتحہ دلاتے رہے۔ یہ رقم متوفی کی آمدنی سے وصول کر سکتے ہیں کیا؟

۵ کیا ورثاء کو حصے متوفی کا جائز قرض ادا ہونے کے بعد دیئے جائیں گے؟

قاضی ثناء اللہ، کرانہ مرچنٹ، بھاجی بازار، دھارسی (سی، آئی)۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ ۷			
نڑکا	نڑکا	نڑکا	نڑکی
۲	۲	۲	۱

۱ بعد تجبیر و تنصیف و ادائے قرض وغیرہ سات سہام بنا کر اس طرح ترکہ تقسیم ہوگا کہ ایک سہم نڑکی کو ملے گا اور دو سہام ہر نڑکے کو ملیں گے۔ اراضی اور دیگر منقولہ غیر منقولہ کل ترکہ کی تقسیم اسی طرح ہوگی (۱)۔

۲ نانا کی جائیداد پر جائز یا ناجائز قبضہ کرنے کی وجہ سے والد کے ترکہ سے محروم نہیں ہوگا، بلکہ والد

(۱) قال الله تعالى ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَىٰ﴾ (سورة النساء: ۱۱)

وقال الله تعالى ﴿وَالَّذِينَ كَانُوا إِخْوَةً رِّحَالًا وَنِسَاءً، فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَىٰ﴾ (سورة

کے ترکہ سے حسب جواب ۱، حصہ ۱، ۱۔

۳۔ میں متوسط طریق پر تجبنہ و تخمین ہوگی، پھر دوسرا قرضہ ادا کیا جائے گا، پھر اگر کوئی وصیت کی ہو تو ایک تہائی ترکہ سے وہ وصیت پوری کی جائے گی، اس کے بعد ورثاء کو حصہ ملے گا (۲)۔

۴۔ یہ رقم جو ایسا مال ثواب، فاتحہ، تیجہ وغیرہ میں خرچ کی ہے، اس کو ترکہ سے وصول کرنا درست نہیں، بلکہ جن لوگوں نے یہ خرچ کیا ہے وہ خود اس کے ذمہ دار ہیں (۳)۔

تنبیہ: مروجہ طریقہ پر فاتحہ اور تیجہ منع ہے (۴)۔

(۱) "وَيَسْتَحِقُّ الْإِثْرَ بِأَحَدِي حَصَالِ ثَلَاثٍ بِالسَّبِّ وَهُوَ الْقَرَابَةُ، وَالسَّبِّ وَهُوَ الرُّوحِيَّةُ، وَالْوَلَاءُ"

(الفتاوى العالمية: ۴۴۷/۶، كتاب الفرائض، الباب الأول، رشیدیہ)

(وَكَذَا فِي الدَّرَالْمَحْتَارِ: ۷۶۲/۶، كتاب الفرائض، سعيد)

(وَكَذَا فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ: ۳۶۵/۹، كتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۲) "بِذَا مِنْ تَرْكَةِ الْمَيِّتِ تَحْجِيزُهُ، يَحْمِلُ التَّكْمِلَ مِنْ غَيْرِ تَقْبِيرٍ وَلَا تَبْدِيرٍ، ثُمَّ تَقْدُمُ دِيُونُهُ الَّتِي لَهَا مُطَالِبٌ

مِنْ جِهَةِ الْعِبَادِ ثُمَّ وَصِيَّتُهُ مِنْ ثَلَاثٍ مَا نَقَى ثُمَّ يَقْسَمُ الْبَاقِيَ بَعْدَ ذَلِكَ بَيْنَ وَرَثَتِهِ"

(الدَّرَالْمَحْتَارِ: ۷۵۹/۶، ۷۶۱، كتاب الفرائض، سعيد)

(وَكَذَا فِي الْفَتَاوَى الْعَالَمِيَّةِ: ۴۴۷/۶، كتاب الفرائض، الباب الأول، رشیدیہ)

(وَكَذَا فِي التَّرْغِيفَةِ، ص: ۷۳، سعيد)

(۳) "الْأَرْكَانُ تَتَعَلَّقُ بِهَا حَقُوقٌ أَرْبَعَةٌ حَيْثُ الْمَيِّتُ وَدَفْنُهُ وَالذِّينُ وَالْوَصِيَّةُ وَالْمِيرَاثُ، فَبِذَا أَوَّلًا بِحِفْظِهِ

وَكَفْنِهِ وَمَا يَحْتَاجُ إِلَيْهِ فِي دَفْنِهِ بِالْمَعْرُوفِ" (الفتاوى العالمية: ۴۴۷/۶، كتاب الفرائض، رشیدیہ)

(وَكَذَا فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ: ۳۶۴/۹، كتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۴) "وَيُكْرَهُ اتِّحَادُ الصِّيَافَةِ مِنَ الطَّعَامِ مِنْ أَهْلِ الْمَيِّتِ لِأَنَّهُ شَرَعٌ فِي السَّرُورِ لَا فِي الشَّرُورِ، وَهِيَ بَدْعَةٌ

مُسْقُوتَةٌ وَفِي الرَّرَارِيَّةِ وَيُكْرَهُ الطَّعَامُ فِي الْيَوْمِ الْأَوَّلِ وَالثَّلَاثِ وَبَعْدَ الْأَسْبُوعِ، وَيَقِلُّ الطَّعَامُ لِي

الْقَرَفِ فِي الْمَوَاسِمِ، وَاتِّحَادُ الدَّعْوَةِ لِقَرَاءَةِ الْقُرْآنِ، وَحَمْعُ الصَّلَحَاءِ وَالْقُرَاءِ لِحَتْمِ أَوْ لِقَرَاءَةِ سُورَةِ

الْأَنْعَامِ أَوْ الْإِخْلَاصِ". (دَرَالْمَحْتَارِ، كتاب الصلوة، باب الحائز: ۲۴۰/۲، سعيد)

(وَكَذَا فِي الْفَتَاوَى الْعَالَمِيَّةِ: ۱۶۷، كتاب الصلوة، الباب الحادى والعشرون، رشیدیہ)

(۵) "فِي الرَّرَارِيَّةِ عَلَى هَامِشِ الْفَتَاوَى الْعَالَمِيَّةِ: ۱۶۷، كتاب الصلوة، باب الحائز، رشیدیہ"

۵۔ متوفی نے جو قرض اپنی حیات میں ادا کیا تھا اس کو ادا کرنے کے بعد ورثاء کو حصہ ملے گا اور جو رقم تہہ وغیرہ میں خرچ کی ہے اس کو ترکہ مشترکہ سے ادا کرنا درست نہیں، بلکہ وہ خود ان خرچ کر نیوالوں کے ذمہ ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار نیپور، ۲۴/ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۹ھ۔

ایک بیٹے اور تین بیٹیوں میں تقسیم میراث

سوال [۹۷۹۸]: مسکئی حاجی کریم الدین کا انتقال ہوا، اس نے ایک لڑکا حاجی عزیز الدین، تین لڑکیاں مسماۃ مجیدا، مریم، حاجن عزیزا، چھوڑے۔ لہذا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟ زوجہ مسماۃ حبیبہ تھی جس کا انتقال ہو گیا اور ورثاء مذکورہ چھوڑے۔ پھر عزیزا کا انتقال ہوا، اس نے مذکورہ بھائی بہن چھوڑے۔ عزیز الدین کے نانہ نے اپنی زندگی میں ایک مکان عزیز الدین کو دیدیا تھا اور ایک لڑکی مرتے وقت چھوڑی تھی۔ آیا اس مکان میں مسماۃ مجیدا اور عزیزا کا کچھ حصہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ ۴

زوجہ	ابن	بنت	بنت	بنت
حبیبہ	عزیز الدین	مجیدا	مریم	عزیز
کٹ نہ تکی، لاپ	۲	۱	۱	کٹاں - کس، لاپ
مانت اولاد و رکت				مانت اولاد و رکت
بہ - مذکورہ				بہ - مذکورہ

”لایحور ما سفعله الجنان بقور الاولیاء والشهداء من السجود والطواف حولہا، واتحد السروج والمساحد إليها، ومن الاحماء بعد الحول كالاعیاد ویسمونه عرساً“ (التفسیر المطہری: ۶۵/۲، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

(۱) تم تقدم دیوبہ التي لها مطلق من حجة العباد (الدر المختار ۶/۲۰۷، کتاب الفرائض، سعید)

حسب بیان سائل صورت مسئلہ میں مسکنی حاجی کریم مدین کا ترکہ بعد ادائے دین وغیرہ اس طرح تقسیم ہونا کہ کل ۴ سہم کئے جائیں گے، ایک ایک دونوں بیویوں مجیداً اور مریم کو، اور دو سہام لڑکے حاجی عزیز مدین کو ملیں گے، حکم فی کتاب مدینہ ص ۱۰۱۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

اگر عزیز مدین کے نانے اپنے صحت اور تندرستی کی حالت میں وہ مکان ہیہ کر کے اس کے قبضہ میں دیدیا تھا تو وہ عزیز الدین کی ملک ہے (۲)، اس میں مجید اور مریم و عزیز وغیرہ کا کوئی حصہ نہیں۔ لیکن اگر مرض موت میں ہیہ کر کے قبضہ فرمایا ہے تو وہ وصیت کے حکم میں ہے، یعنی ایک تہائی میں جاری ہوگی، بشرطیکہ عزیز الدین شرعی وارث نہ ہو۔ اور دو تہائی کی وراثت کی اجازت پر موقوف ہے، اگر قبضہ نہیں فرمایا تو وہ ہیہ تام نہیں ہوا (۳)، حسب حکم شرع اس میں وراثت جاری ہوگی۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ منہاج علوم سہارنپور، ۶ ۲۹ ۱۳۵۷ھ۔

اجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ، مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲ رجب / ۱۳۵۷ھ۔

= (و کذا فی السراجی، ص: ۳، ۲، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الفرائض، الباب الأول فی تعریفها و فیما یعقوب بالترکة ۶/۳۳۷، رشیدیہ)

(۱) قال الله تبارک وتعالى: "يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ الْإُنثَىٰ" (سورة النساء: ۱۱)
 "وإذا احتلظ البون والسات غضب البون والسات، فيكون للامس مثل حظ الانثى" (الفتاوى العالمگیریة: ۶/۳۳۸، کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصبات، رشیدیہ)

قال رحمه الله تعالى وعصبة لاس، وله من لا حظها معاه إذا احتلظ البون والسات، غضب البون والسات، فيكون للامس مثل حظ الانثى (تيسر لحقائق ص ۳۶۰، کتاب الفرائض، دار الكتب العلمیة بیروت)

(۲) "يملك الموهوب له الموهوب بالقبض، فانقص شرط سوت المالك" (شرح لمحنة بسهم رستم باز: ۱/۴۷۳، (رقم المادة: ۸۶۱)، کتاب الہیة، الباب الثالث، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(۳) "اد وھب و حد فی مرض موته شب لاجد ورثہ وبعد وفاته لم یحز سائر الورثة، لا تصح بک الہیة أصلاً، لأن الہیة فی مرض الموت وصیة، ولا وصیة لورث ولکن لو احرار الورثة هذه المریض بعد -

دو بیویوں اور ان کی اولاد میں تقسیم میراث

مسئلہ ۱۹۹۹: ایک شخص کی دو بیوی ہیں ایک بیوی سے ایک نواسی اور دوسری بیوی سے چار

لڑکی۔ اس میں سے بڑی بیٹی سے ایک لڑکا یعنی نہار۔ اور ایک لڑکی یعنی نواسی۔ وہ بھائی اور ان دونوں کے

دو وائرکے ہیں۔ ان میں سے کس کو کیا حاکم پہنچتا ہے اگر دونوں بھائی انتقال کر جائیں؟

الحواب حامداً ومصلیاً:

شخص متوفی کے ترکہ میں دونوں بیویاں چاروں لڑکیاں حق دار ہیں

مسئلہ ۱ ص ۳۲

زویہ	زویہ	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت
زبیرہ	حمیدہ	حاجہ	تہجدہ	حاجہ	حاجہ	حاجہ	حاجہ	حاجہ	حاجہ
۱									
۲	۲	۷	۷	۷	۷	۷	۷	۷	۷

محروم

شخص متوفی کا ترکہ حقوق متقدمہ علی الارث کے بعد ۳۲ سہم ہو کر دو، دو، دونوں بیویوں و (۱) اور

— موبہ، صحت (شرح المحلۃ لسلیم رستم دار ۱۳۸۴، رقم المادة ۸۷۹)، کتاب الہیۃ، الفصل

الثانی فی ہۃ المریض، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ

”وام لو وھب وسلم لغير الورثۃ، فان حرج الموهوب من ثلث مالہ، صحت الہیۃ وان لم

یحرج ولم تحر لورثۃ الہیۃ، فاما تصح فی مخرج من الثلث، وبحر الموهوب له عنی رد الدقی ای

فان احارھا الورثۃ، صحت وان لم یحرھا تصد من الثلث فقط“، شرح المحلۃ لسلیم رستم

باز: ۱/۳۸۴، کتاب الہیۃ، باب ہۃ المریض، (رقم المادة: ۸۷۹)، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ

(وکذا فی رد المحتار: ۵/۷۰۰، کتاب الہیۃ، باب الرجوع فی الہیۃ، سعید)

(۱) مذکورہ صورت میں بیویوں وراثت سے ہوا، اس کے تین حصے موجود ہیں، تین حصے چار حصے

سات سات بہ رُقی کو ہیں گے (۱)۔ اور نواسے اور نواسیاں ذوی ارحام میں سے ہیں، اصحاب الفرائض کی موجودگی میں وارث نہیں ہوتے ہیں (۲)۔

دونوں بھائیوں کی مشقہ کہ جائیداد میں اگر ملک برابر ہے تو چاروں بڑے برابر حق دار ہیں، یعنی پوری جائیداد کے چار حصہ کر کے ایک ایک حصہ لیں گے (۳)۔ اور اگر بھائیوں کی ملک برابر نہیں ہے، بلکہ ایک بھائی

= قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ، فَلَهُنَّ الثَّمَنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دِينَ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

”وَأَمَّا الْإِنْسَانُ مِنَ السَّبِّ الرُّوْحُ وَالزَّوْجَةُ“ وللزوجة الربع عند عدمهما و لیس مع أحدهما“۔ (الاختیار لتعلیل المختار: ۵۶۰/۲، کتاب الفرائض، مکتبہ حقانیہ پشاور)

(۱) چاروں بڑیوں کو ثلثان بوجہ ذوی الفرض ہونے کے ملے گا اور باقی بطور رد کے

قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ، فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ﴾ (سورة النساء: ۱۱)
”وَأَمَّا النِّسَاءُ، فَأَلَوَّلَى الْبَيْتِ، وَلِهَا الصَّفُّ إِذَا امْرُؤٌ، وَلِلْبَنَيْنِ فِصَاعِدَا الثَّلَاثِ“ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۴۴۸/۶، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۲) ”وَذَوِ الْأَرْحَامِ كُلِّ قَرِيبٍ لَيْسَ بَدَى سَهْمٍ وَلَا عَصَةِ، وَهُمْ كَالْعَصَاتِ، مِنْ امْرُؤٍ مِنْهُمْ أَحَدٌ حَمِيعِ الْمَالِ وَذَوِ الْأَرْحَامِ أَرْبَعَةُ أَصْنَافٍ صَفٌّ يَتَمَّى إِلَى الْمَيْتِ وَهُمْ أَوْلَادُ النِّسَاءِ وَأَوْلَادُ بَنَاتِ الْإِبْنِ“ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الفرائض، باب ذوی الأرحام: ۴۵۸/۶، رشیدیہ)

”فِيبدأ بدوی الفروع، ثم بالعصات النسبية، ثم بالمعتق، ثم عصبة الذکور، ثم الرد علی ذوی الفروع النسبية بقدر حقوقهم“ (رد المحتار) ”(قوله ثم الرد) أي عند عدم من تقدم ذكره من العصبات يرد من أصحاب الفروع علی ذوی الفروع النسبية“ (رد المحتار، ۶/۷۶۴، کتاب الفرائض، سعید)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۴۴۷/۶، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۳) بیٹے، بیٹیاں، رشتہ دار، میں حصہ فمیرہ، قائل، مستحق ت

”العصبات وهم كل من ليس له سهم مقدر، وبأحد مانقي من سهم ذوی الفروع، وإذا انفرد أحد جميع سائر الاختیار لتعلیل لمختار ۵۶۴/۲، کتاب الفرائض، باب العصبات، مکتبہ حقانیہ، پشاور)

کے مثلاً دو تہائی ہے، دوسرے کی ایک تہائی تو اولاد جائیداد کو دونوں بھائیوں کی ملک کے حساب سے تقسیم کیا جائے، پھر ہر ایک بھائی کی ملک کی دونوں بیٹوں میں برابر تقسیم کر دی جائے (۱)۔ جتنے ورثاء سوال میں ذکر کئے گئے ہیں، سب کو متوفی کے انتقال کے وقت زندہ مان کر اور اس خدیو پر کہ اور کوئی وارث نہیں ہے، دونوں مسنوں کا حل کیا گیا ہے۔

لیکن اگر سب اس وقت زندہ نہ ہوں، مثلاً دونوں بیویاں زندہ ہیں اور بیٹیاں زندہ نہیں ہیں، بلکہ صرف نو اسے نو اسیاں زندہ ہیں، یہ بیویاں بھی زندہ نہیں ہیں اور اسی طرح دونوں بھائیوں کے انتقال کے بعد چاروں لڑکوں کے ساتھ اُر کوئی دوسرا وارث بھی ہو، مثلاً دونوں بھائیوں کی بیویاں بھی ہوں تو دونوں مسنوں کا حل دوسرے طریقہ پر ہوگا، اس کو الگ لکھ کر (کہ صرف اتنے ورثاء موجود ہیں) معلوم کر لیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۶/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۶/۱۳۸۸ھ۔

ورثاء میں حقیقی بھائی اور بہن کی اولاد ہو تو تقسیم ترکہ

سوال [۹۸۰۰]: مسأۃ الف (ایک فرضی نام ہے) نے اپنے پہلے شوہر کی وفات کے کچھ عرصہ بعد

= "وعند الاسراء عن غیرہ فی الورثۃ یحذر جمیع المال بحیث واحدۃ" (الشریفیہ، ص ۸، سعید)

(و کذا فی تبیین الحقائق ۷، ۴۸۵، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

(۱) واضح رہے کہ دونوں بھائیوں کے حصے تقسیم کرنے کے بعد اگر دونوں بھائیوں کے یہی دو بیٹے ہیں اور کوئی وارث نہ ہو تو دونوں کی جائیداد کو دو حصے کر کے ہر ایک کو ایک ایک حصہ دیدیا جائے گا۔

اپنا کانٹا ثانی مسکنی زید کے ساتھ کر لیا تھا اور یہ کہ ترکہ بایں اور غیر منقولہ مسماۃ مذکورہ کو اپنے سابق شوہر سے ملا رہا ہے۔ بعد مسکنی زید کی وفات۔ بعد زید کے حقیقی وارثان کے ترکہ زید پر تقسیم کیا اور مسماۃ الف کو بھی اس کا حصہ بڑے منقولہ وغیرہ منقولہ ہر حق شرعی دیدیا۔

چنانچہ مسماۃ مذکورہ کو ترکہ بات پر اشیاء کا نہ حق بخش و انیس ہوئی۔ سابق شوہر سے ہوئی اور اشیاء نہیں ہے ورنہ زید کے نسخہ سے ہوئی اور پیدا ہوئی۔ نیز زید کا قریبی رشتہ مسماۃ الف کے ساتھ کانٹا ہونے سے قبل حقیقی ساری کا بھی وارث تھا۔ بسبب اس مسماۃ الف کا ایک حقیقی بھائی مسکنی عمر موجود ہے اور مسکنی زید کے نصف سے سابقہ بیوی سے پیدا شدہ تین بڑے اور دو بھیاں موجود ہیں۔

زید کی وفات کو تقریباً نو سو سال کا حصہ ہو چکا ہے، اب تک بدستور مسماۃ الف کی بود و باش زید کے وارثان مذکور کے ساتھ ہے۔ مسماۃ مذکورہ کی حقیقی بہن بھی حیات نہیں، نصف اس کی بہن کی دختر ہے۔ مندرجہ بالا مسماۃ الف کے ترکہ کے بارے میں وارثان و من و ن ہوسکتے ہیں اور اس قدر حصہ پاسکتے ہیں۔

محمد صدیق ازہم دہلوی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مسماۃ الف کے والدین اور غیرہ ہوئی موجود نہیں، نصف مسمی عمر حقیقی بھائی اور بہن کی وارث ہے تو اس صورت میں مسماۃ کا کل ترکہ بعد اس کے حقوق مقدمہ یعنی ارشاد برادر حقیقی مسمی عمر کوٹے کا (۱)، بہن کی اولاد کو کچھ نہیں ملے گا (۲)، ترکہ بعد وفات مبرث تقسیم ہو چکا ہے۔

(۱) بھائی مصعب ہے اور ذوی انحراف میں عدم موجودگی میں کل ترکہ مصعب کو ملتا ہے۔

"العصبات وهم كل من ليس له سهم مقدر، وبحد ما بقى من سهم ذوی انحراف، واداء بقود

أخذ جميع المال"، (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۳۵۱، کتاب الفرائض، باب العصبات، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۷/۳۸۵، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیہ بیروت)

و کذا فی الاحسن لمعبیل لمجاری: ۲۶۲، کتاب الفرائض، فصل فی لعصبات، مکتبہ

حفاظہ، بیساور۔

(۲) بہن کی اولاد میں سے ہے اور ذوی انحراف میں۔ وقت ہونے پر اس صورت میں اس کے

"إنما یورث ذوو الأرحام إذا لم یکن أحد من أصحاب الفرائض من یورث علیہ، ولم یکن

سواں سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ مساقاۃ الخ کا انتقال ہو چکا، بند انتقال کے وقت اگر بے وارث رہے، یا کسی وارث کا ضابطہ ہو یا تو اس کا اعتبار ہوگا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد المودع شہید ہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۶/۱۳۶۲ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

نانی کو میراث

سوال [۹۸۰]۔ بندہ کا انتقال ہو گیا، کوئی اولاد ان کے نہیں۔ وارثوں میں شوہر، ایک سگا بھائی، ایک سگی بہن، ایک نانی پیوری۔ بیداد میں صرف ایک ھیت ہے۔ اس میں ترکہ کس قدر تقسیم ہوگا؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ ۶ نص ۱۸

زین	نانی	بھائی	بہن
$\frac{۳}{۹}$	$\frac{۱}{۳}$	$\frac{۲}{۹}$	$\frac{۲}{۹}$

بعد اوائے حقوق واجبہ تجزیہ و تفہیم (۲) بندہ متوفیہ کا ترکہ ۱۸/ حصوں پر منقسم ہو کر نو حصے

= عصۃ (الفتاویٰ العالمگیریہ ۶/ ۵۹۴، کتاب الفرائض، الباب العاشر فی ذوی الارحام، رشیدہ)

”وہو کل قریب لیس بدی سہم ولا عصۃ ولا یرث مع دی سہم ولا عصۃ“ (الدرالمختار

۶/ ۷۹۱، کتاب الفرائض، باب توریث ذوی الارحام، سعید)

(وکذا فی الاختیار لتعلیل المختار ۲/ ۵۷۶، کتاب الفرائض، فصل فی ذوی الارحام، مکسہ

حقانیہ، پشاور)

(۱) ”یعتسر کونہ وارثاً و عبر وارث وقت الموت لا وقت الوصیۃ“ (الدرالمختار ۷/ ۶۵۱، کتاب

الفرائض، سعید)

(وکذا فی الاختیار لتعلیل المختار: ۲/ ۵۲۹، کتاب الوصایا، مکسہ حقانیہ پشاور)

(۲) حقوق واجبہ یعنی تجزیہ و تفہیم کے علاوہ ذین میت اور وصیت پورا کیا جائے گا۔

شوہر کو (۱) اور تین نانی کو (۲) اور چار بھائی کو اور دو بہن کو دیئے جائیں گے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱۱/۱۳۸۵ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱۱/۱۳۸۵ھ۔

بعض ورثاء کو کچھ دیکر فارغ کر دینا

سوال [۹۸۰۲]: زید نے اپنی زندگی میں یکے بعد دیگرے دو عقد نکاح کئے، پھر زید کا انتقال ہو گیا۔ پسماندگان میں دونوں بیوی سے نواوا دیں اور ایک بیوہ ہے۔ ترکہ کے بٹوارے میں بڑی دقتیں حائل ہوئی ہیں، اندیشہ نزع پیدا ہونے کا ہے۔ ضروری معلوم ہوا کہ شرعی طور سے معاملات کی وضاحت حاصل

= تعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتكفيله وتجهيزه، من غير تبذير ولا تعسير، ثم نقصى ديونه من جميع ما بقى من ماله، ثم تعد وصاياہ من ثلث ما بقى بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته. (السراجی فی المراث، ص: ۲، ۳، سعید)

(وكذا فی الدر المختار، كتاب الفرائض: ۶/۷۵۹، ۷۶۱، سعید)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، كتاب الفرائض، الباب الأول فی تعريفها وفيما يتعلق بالتركة ۶/۴۴۷، رشیدیہ)

(۱) شوہر اور ان کی عدم موجودگی میں نصف ترکہ ہاتھ آتی ہے۔

قال الله تبارك وتعالى: "وكم نصف ما ترك أزواجكم إن لم يكن لهن ولد" (سورة نساء ۱۲)

۲. "الحددة الصحيحة كأم الأم وإن علت وأم الأب وإن علا ولها السدس، لأب كانت أولاد، واحدة كانت أو أكثر." (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۴۵۰، كتاب الفرائض، رشیدیہ)

(وكذا فی السراجیہ، ص: ۱۱، فصل فی النساء، سعید)

(۳) قال الله تبارك وتعالى: "يؤصصكم الله في أولادكم ثم ذكر مثل حظ الأنثيين" (النساء آیت ۱۱)

لعصاة وهم كل من ليس به سهم مقدر، ويأخذ ما بقى من سهام ذوي القروص" (الاحتیار

لتعلیل المحتار: ۲/۵۶۲، فصل فی العصات، مکتبہ حنفیہ پشاور)

کر کے اطمینان کر لیا جائے تاکہ بٹوارہ کے بعد مرنے والوں کے ذمہ کسی طرح کا مواخذہ نہ رہے۔

مسائل یہ ہیں۔ ایک قدیمی کاروبار میں دو قدیمی بھائی برابر کے شریک دار تھے، ان دونوں نے ایک قطعہ مکان اور چند کمپنیوں کے شیرز (حصے) اس مشترکہ کاروبار کی رقم سے زید کے نام خرید کیا تھا، کیونکہ دونوں بھائیوں کی اولاد میں اس وقت سب سے بڑے یہی تھے، اور رقم کاروباری کاغذات میں خرید جائیداد کے نام سے لکھ دی گئی تھی۔ مکان و شیرز کا منافع اور ان کے جو مصارف کا اندراج کاروباری کاغذات میں ہوا کرتا تھا، سالانہ مجموعی منافع شرکاء پر تقسیم ہو جاتا تھا۔

ان دونوں کے انتقال کے بعد ان دونوں کی اولادیں کاروبار میں شریک دار ہوئیں اور شرکاء پر منافع تقسیم ہوتا رہا۔ زید کا انتقال ہو گیا، انتقال کے بعد جب قانونی مشورہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ مکان و شیرز کے قانونی مالک زید مرحوم کے وارثان ہیں۔ زید مرحوم کے بھائیوں کا حق ملکیت اس وقت تک قابل تسلیم نہ ہوگا جب تک جملہ وارثان زید کے نام بھائیوں بیعنامہ نہ کرادیں۔

ان سب دشواریوں کے ہوتے ہوئے اگر یہ طریقہ اختیار کیا جائے کہ مکان و شیرز کی پختہ قیمت کا تخمینہ کر کے زید مرحوم کے کاروباری سرمایہ سے زید مرحوم کے بھائیوں کو ان کے حصہ کے مطابق رقم دیدی جائے تو یہ طریقہ مناسب رہے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح کر لینا شرعاً درست ہے، اس صورت میں بھائیوں کا جو حق و حصہ مکان اور کمپنیوں کے شیرز میں تھا اس کا معوضہ ان کو مل جائے گا اور تقسیم جائیداد کی زحمت بھی نہیں ہوگی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود خفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰ ۷ ۸۹ھ۔

(۱) "التحارج وهو تصاعل، والمراد به ههنا أن يتصالح الورثة على إخراج بعضهم عن الميراث بشئ معلوم من التركة، وهو حائر عند التراضی، نقله محمد فی کتاب الصلح عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما و ذکر عن عمرو بن دیار أن عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ طلق امرأته تناصر الکلیبة فی مرض موتہ، ثم مات وهی فی العدة، فورثها عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مع ثلث مسوة آخر، فصالحوا عن ربع ثمنها على ثلاثة وثمانين ألفاً، فقبل هی دابیر، وقيل: دراهم" (الشريعة شرح السراجیة، -

تقسیم میراث کی ایک صورت

سوال [۹۸۰۳] پندہاں میں صورت میں ایک بیٹے کو زید مرحوم کے بھائیوں و زید کے ورثان پر تقسیم میراث میں ان مکانات میں سے جو دو حصے متعین ہو وہ مجموعی طور پر ورثان کی رضا مندی سے ایک ہی مکان میں کل حصہ پیدا جائے۔ ہر ذیلی (۱) کے پورے میں جس مکان کے متعین ہاں اندیشہ ہو تو اس کو فروخت کر کے قیمت تقسیم کر دی جائے تو یہ طریقہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کراچیوں کے حق میں یہ منید ہو کہ مختلف مکانات سے ان کا حصہ نکال کر ایک مکان میں جمع کر دیا جائے کہ اس میں کسی کی شرکت نہ ہو تو یہ بھی درست ہے، لیکن قیمت کا اندازہ دیانت دار اور تجربہ کار حضرات سے کرایا جائے تاکہ بیگن و متعین نہ ہو (۲)۔ جو مکان بچوں کی ضرورت سے زائد ہو، حفاظت کرنے میں اس کے ضائع ہونے کا خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو اس وقت اس کی قیمت محفوظ کر لینا بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۷/۸۹ھ۔

= ص: ۷۳، فصل فی التخرج، سعید

(و کذا فی رد المحتار: ۶۳۲/۵، کتاب الصلح، فصل فی التخرج، سعید)

و کذا فی شرح المحلة نسیم رسمہ مار ۲ ۱۵۵، کتاب الصلح، کلام فی التخرج، رقم المادة ۱۵۷۱، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(۱) ”گھر ہستی: گھر کا انتظام“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۱۲۶، فیروز سنز لاہور)

(۲) ”والوصی إذا فاسد مالا مشرک بہ و بین الصغیر، لا یحوز، إلا إذا کان للصغیر فیہا مفعلة ظاهرة عند اسی حبیبة رحمة الله تعالیٰ علیہ“ (حکد الصغیر علی هامش جامع الفصولی ۱/۲۳۶، کتاب القسمة، اسلامی کتب کراچی)

وقال الله تعالى: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ﴾

”حوار الصغیر فی مال یتیم برالی علیہ من حد او وصی اب لسانہ ما یعود بشعہ علیہ۔ لأن الأحسن ما کن فیہ حفظ ماله و تسمیة، فحذر علی ذلک أن یسرع و یستری لیتیمہ ما لا یصرر علی التسمیہ فیہ و علی أن یستری مال یتیمہ لنفسه، کان ذلک حبر یتیم، وهو قول اسی حبیبة رحمة الله -

سوتیلے بیٹے کی موبہ ہو بہ جائیداد میں دیگر ورثاء کا حق ہے یا نہیں؟

سوال [۹۸۰۴]: مسماۃ نور جہاں الہی بخش متوفی کی زوجہ ثانیہ تھی اور الہی بخش کی زوجہ اولی کے بطن سے طفیل احمد تھا جس کو اس نے ایام شہادت سے ۳۵ سال قبل مرگے کے اپنے تعلق کے پرورش کیا، اور نور جہاں الہی بخش کے درمیان باہمی بخش کا موقع پیش آیا۔ الہی بخش نے مسماۃ مذکورہ کو صدق دیدی اور تقریباً تین ہزار کی جائیداد و زیورات نقد و اثاث الہیت وغیرہ جو کچھ کہ مسماۃ مذکورہ کے قبضہ میں تھی کچھ واپس نہیں کیا۔

بعد عدت مسماۃ مذکورہ نے مسکمی عبدالحمد سے نکاح کر لیا، تقریباً ۲۵، ۳۰ سال تک عبدالحمد خاں مذکور کے گھر میں رہی، اور بدقسمتی سے اس کے بطن سے عبدالحمد کے یہاں بھی کوئی اور نہیں ہوئی اور عبدالحمد مذکور فوت ہو گیا۔ مسماۃ نور جہاں نے اپنے شوہر اول کے پر تئیں احمد و چند مردوں کے روبرو کہا کہ میں اپنی عمر قیمتی سرپرستی میں سپرد کرنا چاہتی ہوں اور اپنی کل جائیداد منقولہ وغیرہ و تیرے نام کر دوں گی، تو مجھ کو تازیت یک سو روپیہ ماہواری دینا اخراجات کیلئے۔

چنانچہ نور جہاں مذکور کے قبضہ میں جو کچھ جائیداد اس کے نام پر تھی بذریعہ ہبہ نامہ رجسٹری کر دیا۔ ترسہ شوہر مسکمی عبدالحمد کو تقسیم کرانے کی فکر کی، کیونکہ حسب شرع ترکہ اس طرح تقسیم ہوتا تھا۔ مسکمی (عبدالحمد) کا بیٹا عبدالحمد عبدالحمد کے ساتھ فوت ہو چکا اور عبدالحمد کا بڑا عبدالحمد عرف بھی اپنے باپ

= تعالیٰ“ (احکام القرآن للجصاص: ۲۹۷/۳، قدیمی)

”إذا كان في الورثة صغير وكبير، فقام الوصي مع الكبير وأعطاه حصه وامسك حصه الصغير، فهو حائر“ (احکام الصغار علی هامش حرم مع النصولیں ۱- ۲۳۵، کتاب القسمة، مکتبہ اسلامی کتب خانہ کراچی)

’و حار یبعه عقار صغیر من احسی لامن نفسه بصعف قیمته، او لفقة الصغر او دیں المبت او وصیه مرسلة لا یعاد لها الامه، اولکون علاقته لا یرید علی مؤنته او خوف حوائه او نفسه، و کونه فی ید متعلب“ (الدرالمختار) ”قوله‘ او فی ید متعلب‘ کأن اسرده مه لوصی ولا یسه له و خوف ان یأخذه المتعلب منه یمسک بالکون له من ید، فلنوصی بعده و لکن لیس له حاجة لی نفسه“ (الدرالمختار: ۷/۱۱۱، کتاب الوصایا، سعید)

عبدالصمد کے سامنے فوت ہو گیا۔ عبدالرزاق نے دھڑکے حمید الظفر، ایوب خاں، جملہ چار سہام کے تین سہام ان لڑکوں کو ایک چوتھائی اور مسماۃ نور جہاں کا دسینہ۔ مسماۃ نور جہاں نے باہمی فیصلہ کر کے اپنا ترکہ جدا کر لیا اور قابض ہو گئے۔

چونکہ طفیل احمد سے اس کی جملہ جائیداد کا وعدہ ہو چکا تھا، اس لئے طفیل احمد نے تین سو روپیہ جائیداد کی ترمیم پر خرچ کیا۔ مسماۃ نور جہاں نے اپنی حیات میں کرایہ داروں سے یہ کہہ دیا کہ میں کل جائیداد طفیل احمد کو دے چکی ہوں، اس کا کرایہ طفیل احمد کو دینا۔ اور مسماۃ نور جہاں بھی فوت ہو گئی، اس کی جہیز و تمیزین جملہ رسومات طفیل احمد مذکور نے کی۔ اب دریافت طلب یہ ہے کہ آیا ترکہ حسب وعدہ مسماۃ مذکور کے اس کا مالک طفیل احمد ہے، یا حمید الظفر و ایوب خاں کو پہنچتا ہے؟ اور کوئی رشتہ دار مسماۃ مذکور کا، درمی یا پدری نہیں ہے۔ یہ توجہ و۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حمید الظفر و ایوب خاں مسماۃ نور جہاں کے شرعی وارث نہیں، اگر مسماۃ اپنی جائیداد طفیل احمد کو شرعی ہبہ نہ رکھ چکی ہوتی تب بھی حمید الظفر و ایوب خاں کو اس جائیداد سے شرعاً کوئی حصہ نہ ملتا (۱)۔ پھر جبکہ اپنی زندگی میں ہی رت صحت مسماۃ اپنی جائیداد تقسیم کر کے اس پر قابض ہو گئی اور طفیل احمد کو دے چکی اور اس پر قبضہ بھی طفیل احمد کا پورا کر دیا جس سے طفیل احمد شرعاً اس جائیداد کا مالک ہو گیا۔ تو اب بطریق اولیٰ حمید الظفر و ایوب خاں کو اس جائیداد سے کوئی حصہ نہیں ملے گا

”وتصح (فی ہبۃ) - بإیجاب و نقول و انقض، أما بإیجاب و نقول، ولأنه عقد ولعقد معقد - بإیجاب و نقول، والقض لا بد منه لثبوت الملك“۔ ہدایہ: ۱/ ۲۸۰ (۲)۔

”و لأصل فی ہبۃ کل عقد من شرطه القضاء، فإن الشرط لا یفسده كالهبة والرهن،

(۱) ”ویستحق الإرث باحدى حصائی ثلاث بالسب وهو القرابة، والسب وهو الروحیة، والولاء، وهو

علی ضربین“، (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/ ۳۳۷، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۶/ ۷۲۲، کتاب الفرائض، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۹/ ۳۶۵، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۲) (الهدایہ: ۳/ ۲۸۱ کتاب الہبۃ، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

کذا فی السراح الوہاج، عالمگیری: ۲/ ۴۹۷ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود عفی عنہ۔

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ، صحیح: عبدالرحمن عفی عنہ، ۱۳/ ۱/ ۱۳۵۲ھ۔

مناسخہ کی ایک صورت کا حکم

سوال [۹۱۰۵]: ایک مکان کے دو بھائی حصہ دار ہیں، ایک بھائی کا انتقال ہو گیا ہے جس کے کوئی اور نہیں ہے، البتہ مرحوم نے اپنے ماں باپ اور ایک بھائی چھوڑے۔ بعد ازاں مرحوم کی والدہ کا انتقال ہو گیا، اب صرف باپ بھائی موجود ہیں۔ جائیداد میں چونکہ مرحوم بھائی نصف کا حصہ دار تھا تو مرحوم کے حصہ کی شرعاً تقسیم کیا ہوئی، یعنی باپ کو اس کی جائیداد میں سے کس قدر اور بھائی کو کس کس قدر حصہ پہنچے گا؟
اکبر علی، بابو عبدالرحمن، روڑکی، سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ ۱۲		مسئلہ ۱۲
ام	اب	اخ
نائب	زید	عمر
$\frac{1}{3}$	$\frac{2}{8}$	م
مسئلہ ۱۳		مسئلہ ۱۴
زوج	ام	مافی الید
زید	نائب	ابن
۱		عمر
		۳
مسئلہ ۱۵		مسئلہ ۱۶
اب	ابن	ابن
زید	عمر	عمر
۹	۳	۳

بشریح صحت مال و عدم ممانع ارث و الیٰ الہین میت و تنفیذ وصایا (۱)، مرحوم بھائی کا کل ترکہ حسب صورت مندرجہ بالا بارہ ہجرت پر تقسیم ترکہ و ارث و اپنے حصہ کے موافق میں کے (۲)۔

تسعد لہذا لا یجوز والقبول، وسمہ بالمقصود لکمال لا یجوز من التورعات، ولسرع لا یجوز
الافص (شرح لسعدہ لسلیم رستم دار ۱۴۲۰ھ، رقم لہداد ۸۳۷)، کتاب الہیۃ، الفصل
الأول، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ

(۱) تنعق ترکة الميت حقوق ربعة مرتبة الأول بعد التکفیه و تحنونه، من غیر تدبیر ولا تقبیر، ثم
تفصی دیونہ من جميع ما تقي من ماله، ثم نقد وصایاہ من ثلث ما تقي بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين
ورثته، (السراجی فی الميراث، ص: ۲، ۳، سعید)

(و کذا فی الدرالمختار، کتاب الفرائض: ۷۵۹/۶، ۷۶۱، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الفرائض، باب الأول فی تعريفها وسمہ ينعق بالتركة
۳۳۷/۶، رشیدیہ)

(۲) مسئلہ اولی کے مطابق میں ام کو ٹکٹ ملے گا، اس لئے کہ جب میت کی اولاد نہ ہو اور اخوة و اخوات بھی ذی العدد نہ ہوں، نہ
نہ أحد الزوجین مع الأب ہو تو اس صورت میں ام ثلاث کل کا مستحق ہوگی۔

قل الله تدرک و تعالیٰ ۵ فإن لم يكن له ولد وورثته أبواه، فلأمه الثلث (سورة النساء ۱۱)،
”واما للأمه فأحوال ثلث السدس مع الولد أو ولد الأب وإن سفل أو مع الأئیس من لأخوة
والأخوات فصاعدا من أى جهة كان، وثبت الكل عند عدم هؤلاء المدکورین، وثبت ما بقى بعد فرض
أحد الزوجین“، (السراجی فی الميراث، ص: ۱۱، سعید)
(و کذا فی الدرالمختار، کتاب الفرائض: ۷۷۲/۶، سعید)

”اب“ میت کی جب اولاد نہ ہو تو اب عصب ہوگا، بطور عصوبت کے باقی مال کا مستحق ہوگا۔

”ام“ اب، امہ احوال ثلث الفرض المصنف وهو السدس، وذلك مع الأب وإن سفل وإن
سفل ولفرض ولفرض، وذلك مع الأم وإن سفلت ولفرض ولفرض، وذلك
عند عدم الولد وولد الابن وإن سفل“، (السراجی، ص: ۶، سعید)
(و کذا فی الدرالمختار: ۷۷۰/۶، کتاب الفرائض، سعید)

مسئلہ دوم میں تیس ارث میں میت کے اب صوبہ میں موجود ہو تو اب بھائی میراث سے محروم ہو جائے گا
”و سقط لأخوة والأخوات بالأس ولس الأب ولس سفل، وبالأب بالاتفاق، وبالحد عند أبي“

۲..... تایا کے ترکہ سے ایسی صورت میں بھتیجیوں کو نہیں ملے گا (۱)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ۔

صحیح: عبد الرحمن عفی عنہ، صحیح: عبد اللطیف عفی عنہ۔

مناسخہ کی ایک صورت

سوال [۹۸۰۶] ۱۔ مسکنی زید نے انتقال کیا۔ عمر پیر، تدبیر، زبیدہ دختر، ہندہ زیدہ ورث

چھوڑے۔

۲۔ مساکہ زبیدہ نے انتقال کیا۔ اللہ رحمتا شاہ، عمر برادر، محمد پیر، ہندہ مادر چھوڑے۔

۳..... ہندہ نے انتقال کیا۔ محمد نواسہ، اللہ رکھا داماد، عمر واحد پسران چھوڑے۔

= حقیقۃ رحمہ اللہ تعالیٰ "الفتاویٰ العالمیہ"، کتاب الفرائض، الباب لدی فی دوی المروص

۴/۵۵، رشیدیہ

(وکذا فی رد المحتار، کتاب الفرائض: ۶/۷۷۲، سعید)

مسئلہ ثانیہ میں زوج ہے اور جب میت کی اولاد ہو تو زوج کو رابع لے گا

قال اللہ سارک وتعالیٰ دین کن لیس ولد، فنکم الربع مینا ترک من بعد وصیہ بوصس بها

أو دین (سورة النساء: ۱۲)

زوی الفروض کو حصہ دینے کے بعد بقیہ مال عصبہ کو ملتا ہے اور مسئلہ ثانیہ میں "ابن" عصبہ ہے:

"العصبات وہم کل من لیس له سیمہ مشدر، وبأحد ما لیس من سیمہ دوی الفروض، واد الفروض

أحد جميع المال" (الفتاویٰ العالمیہ، کتاب الفرائض، باب فی العصبات ۶/۵۵۱، رشیدیہ)

(وکذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض: ۶/۷۷۳، سعید)

۱) "یرححون بقرب الدرحة اعنی اولیہم بالمرات حرء المیت ثم حرء امہ ای الزحوة ثم

بوہم وإن سفلوا" (السراجیہ، ص: ۱۳، باب العصبات، سعید)

"فأقرب العصبات لاس، ثم لاس، ثم لاج لاج زید، ثم لاج لاج، ثم لاج لاج

لاج وام" (الفتاویٰ العالمیہ، کتاب الفرائض، باب العصبات: ۶/۵۵۱، رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ ۸، نص۔ ۴۰، تص۔ ۸۰ زید مورث اقی

زوجہ	ابن	ابن	بنت
بندہ $\frac{1}{5}$ $\frac{5}{20}$	عمر $\frac{13}{168}$	احمد $\frac{13}{168}$	زبیدہ ۷

مسئلہ ۱۲	تباہین	ما فی الید ۷	زبیدہ
زوج اندکھا $\frac{3}{21}$	ام بندہ $\frac{2}{13}$	اخ عمر محروم	اخ احمد

مسئلہ ۲ تداحل (۳۷) ما فی الید ۷ بندہ

ابن	ابن	ابن البنت یعنی نواسہ	ختن یعنی داماد
عمر $\frac{1}{32}$	احمد $\frac{1}{32}$	محمد محروم	اللہ رکھا

مسئلہ ۳۸۰
الأحیاء الممیتۃ

عمر	احمد	اللہ رکھا	محمد
۲۰۵	۲۰۵	۲۱	۲۹

بشرط صحت سوال وعدم موانع ارث بعد تجنیز و تکفین و ادائے دین میت، وغیرہ (۱) مورث اسی مسمی زید کا کل ترکہ چار سو اسی سہام (۲) قرار دیکر حسب نقشہ بالا ورثاء پر تقسیم ہوگا، یعنی عمر اور احمد پر ان زید میں سے ہر ایک کو دو سو پانچ سہام (۳)، اور اندر رکھ زوج زبیدہ کو اکیس (۴) اور محمد پر زبیدہ کو

(۱) "تعلق بتركة الميت حقوق اربعة مرتبة الاول بدأ تكفيه وتحيزه، من غير تدبير ولا تقدير، ثم تقصى ديونه من جميع ما بقى من ماله، ثم تعد وصاياه من ثلث ما بقى بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته". (السراجی فی الميراث، ص: ۳، ۲، سعید)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض: ۷۵۹/۶، ۷۶۱، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الفرائض، الباب الاول فی تعریفها و فیما يتعلق بالتركة ۴۴۷/۶، رشیدیہ)

(۲) "المساحة أن يموت، بعض الورثة قبل القسمة، والأصل فيه أن تصح فريضة الميت الأول وتصح فريضة الميت الثاني، فإن اقسمة نصيب الميت الثاني من فريضة الأول على ورثته، فقد صحت المسئلتان وإن كان لا يستقيم فإن كان بين سهامه ومساكنه موافقة فاصرت وفق التصحيح الثاني في التصحيح الأول. وإن لم يكن بينهما موافقة، فاصرت كل الثاني في الأول، فالحاصل محروح المسئلتين.

وطريق القسمة أن تصرف سهام ورثة الميت الأول في المصروب وسهام ورثة الميت الثاني في كل ما في يده أو في وقفه، فإن مات ثالث فصحح المسئلتين الأولى" (الاحتيار لعبد المحتر ۵۹۰/۲، کتاب الفرائض، فصل فی الماسخة، مکتبه حقانیہ پشاور)

(و کذا فی البحر الرائق: ۴۱۵/۹، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار مع رد المحتار ۱۰۱۶، کتاب الفرائض، فصل فی الماسخة، سعید)

(۳) قال الله تبارک وتعالیٰ ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ الْإُنثَىٰ﴾، سورة النساء

"العصبة وهم كل من ليس له سهم مقدر، يأخذ ما بقى من سهم ذوي القربى". (الفتاویٰ

العالمگیریہ: ۴۵۱/۶، کتاب الفرائض، باب العصباء، رشید)

(۴) قال الله تعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لِمَوْلَاكَ مَوْلَاكَ وَلَدٌ فَهُمَا لَكَ مِنْهُ نِصْفٌ وَلِلْمَوْلَا الَّذِي هُوَ مِنْهُ أَوْ دِينَ﴾

(سورة النساء ۱۲)

"وأما الإثنان من السب، فالزوج والروجة، فلزوج، لنصف عند عدم الولد وولد الابن، =

انچاس سہام (۱) از روئے شرع ملیں گے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عنہا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۳/۱۳۵۸ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۱۰/ربیع الاول/۱۳۵۸ھ۔

ذوی القروض اور عصبیات میں تقسیم وراثت

سوال [۹۸۰]: مسمیٰ محمد جعفر خاں فوت ہوئے اور مندرجہ ذیل وارث چھوڑے تو ترکہ کس طرح

تقسیم ہوگا؟

والدہ	زوجہ	بڑے	لڑکیاں	ہمشیرہ
مسماۃ بیٹی	اند دی	محمد عاقل محمد باقر	عقیدہ بیگم، کنیز فاطمہ	صغریٰ بیگم

الجواب حامداً ومصلیاً:

محمد جعفر خاں متوفی

مسئلہ ۲۴، تصد ۱۴۴

زوجہ	ام	ابن	ابن	بنت	بنت	اخت
اند دی	بیٹی	محمد عاقل	محمد باقر	عقیدہ بیگم	کنیز فاطمہ	صغریٰ بیگم
$\frac{۳}{۸}$	$\frac{۲}{۲۴}$	$\frac{۳۴}{۳۴}$	$\frac{۱۷}{۱۷}$	$\frac{۱۷}{۱۷}$	$\frac{۱۷}{۱۷}$	محدومہ

= والربع مع الولد وولد الاس (الفتاویٰ العالمگیریہ ۶/۳۵۰، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۱) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَىٰ﴾ (سورة النساء ۱۱)

”العصۃ وہم کل من لیس لہ سہم مقدر، ویأخذ ما بقی من سہام ذوی القروض“ (الفتاویٰ

العالمگیریہ: ۶/۳۵۱، کتاب الفرائض، باب العصبیات، رشیدیہ)

بشرط صحت سوال وعدم موانع ارث بعد اوائے دین میت، مہر وغیرہ از کل مال و تنفیذ وصیت از ثمت میت (۱) کا کل ترکہ ۱۴۴ سہام قرار دے کر حسب نقشہ بالا ورثاء پر تقسیم ہوگا، ہرکد فی کتب الفرائض (۲)۔

حررہ العبد محمود شوبی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸ ۵ ۱۳۵۵ھ۔

التخریج صحیح سعید احمد غفرلہ، صحیح عبدالمطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

شوہر اور بھائیوں میں تقسیم ترکہ

سوال [۹۸۰۸]: زید کی بیوی ایک حصہ جائیداد کی بلا شرکت غیر ماتک تھی جو اس کو ترکہ پداری سے

(۱) "تتعلق بترکۃ المیت حقوق اربعۃ مرتبۃ الاول بدأ بتکفیلہ وتحفیرہ، من غیر تدبیر ولا تقبیر، ثم تقصی ذبیوہ من جمیع ما فی من مالہ، ثم تمد وصایاہ من ثلث ما بقی بعد الدین، ثم یقسم الباقی بین ورثتہ"۔ (المراجعی فی المیراث، ص: ۲، ۳، سعید)

(وکذا فی الدرالمختار، کتاب الفرائض: ۶/۷۵۹، ۷۶۱، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الفرائض، الباب الاول فی تعریفہا و فیما يتعلق بالترکۃ: ۶/۴۴۷، رشیدیہ)

یعنی کل جائیداد کے ایک سو چوالیس حصے کر کے بیوہ کو اٹھارہ، ماں کو چوبیس، بیٹوں میں سے ہر ایک کو پچیس پونیس وریٹیوں میں سے ہر ایک کو سترہ سترہ حصے ملیں گے۔

(۲) اولاد کی موجودگی میں بیوی کو ثمن ملتا ہے

قال اللہ تبارک وتعالیٰ ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَيْسَ الْوَارِثُ﴾ من بعد وصیہ تو صوں بہا او دین ﴿(سورۃ النساء: ۱۲)﴾

اور اولاد کی موجودگی میں دادا، دادی کو چھٹا حصہ ملتا ہے:

قال اللہ تعالیٰ ﴿وَالْأَبُوبَهُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ﴾ (سورۃ

النساء: ۱۱)

اور اولاد اور ذکور وراثت دونوں ہوں تو ان کے ہر ایک میں ذمہ خود بہرہ وراثت کو آٹھ حصے ملے گا

قال اللہ تبارک وتعالیٰ ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَىٰ﴾ (سورۃ

النساء: ۱۱)

پہنچا تھا۔ انتقال کے وقت زید کے علاوہ عمر، بکر بھائی بھی اس نے اپنے وارثان میں چھوڑے ہیں، زید کی بیوی کا کوئی بچہ زندہ نہیں ہے۔ تو از روئے شریعت یہ امر دریافت طلب ہے کہ زید کو اپنی بیوی کی جائیداد میں کتنا حصہ پہنچتا ہے و عمر و بکر اپنی بہن کی جائیداد میں کتنے کتنے حصے کے وارث ٹھہرتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کی بیوی کا ترکہ نصف زید کو ملے گا (۱) اور نصف دونوں بھائی، عمر و بکر کو ملے گا (۲)، بشرطیکہ مرحومہ کی والدہ پہلے انتقال کر چکی ہو۔ یہ ترکہ خواہ والد کی طرف سے ملا ہو، یا شوہر نے تملیک کا دیا ہو، یا اور کسی طرح ملا ہو، سب کا یہی حکم ہے۔ مہر اگر ادا نہیں کیا گیا، نیز بیوی نے معاف نہیں کیا تو اس کی تقسیم بھی اسی طرح ہوگی (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۱/۸۸ھ۔

باپ اور بیٹے کے میراث کی تقسیم

سوال [۹۸۰۹]: ایک شخص کے تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں، اس نے تینوں لڑکوں کی اور دونوں لڑکیوں کی شادی کر دی اور باورچی خانہ سب کا مشترک ہے۔ پھر ایک لڑکا ملازمت پر چلا گیا وراپنے ساتھ اپنے بچوں کو لے گیا۔ چند سال کے بعد بڑے لڑکے کا انتقال ہو گیا اور ایک بیوہ اور تین لڑکیاں چھوڑیں، ان

(۱) قال اللہ تبارک وتعالیٰ ﴿وَلَكُمْ مِمَّا رَكَّ أَرْوَاحُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

(۲) "فبدأ بدوی الفروض، ثم بالعصبات النسبية، ثم المعتق، ثم عصاة الذکور" (رد المحتار: ۶/۷۲، کتاب الفرائض، سعید)

"العصبات وهم كل من ليس له سهم مقدر، رباحاً ما بقى من سهام دوی الفروض، وإذا انفرد أحد جميع المال" (الفتاویٰ العالمگیریہ ۶/۵۱، کتاب الفرائض، باب لعصبات، رشیدیہ)

(۳) "ولم يعترض المؤلف لبيان ما يحرى فيه الإرث وما لا يحرى فيه، فقوله لا شك أن أعيان الأموال يحرى فيها الإرث"، (البحر الرائق: ۹/۳۶۴، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

"قيد بالضرورة، لأن الإرث يحرى في الأعيان المالية" (رد المحتار ۶/۷۲، کتاب الفرائض، سعید)

سب کے مصارف کے نفیس واد اصحاب رہے۔ پھر ملازمت پر جانے والا لڑکا بھی واپس آ گیا اور اس نے اپنا گھر علیحدہ بنایا۔ بڑے لڑکے کے انتقال کے بعد وہ شخص (والد صاحب) صاحب فراش ہو گئے اور بالکل چار و معذور ہو گئے۔

اس کے بعد ملازمت سے واپس آنے والے لڑکے نے باپ کے کاروبار میں سے ایک کاروبار یعنی موٹر جو کہ کرایہ پر چلتی ہے، اس سے بطور نگرانی ملازمت کر لی اور اپنی محنت اور جانفشانی اور جدوجہد کے بعد دوسرے کو شریک کر کے یورپی موٹر اپنے نام کر لی اور اس کا تمام انتظام اپنے ہاتھ میں رکھا۔ اس دوران اس لڑکے نے اپنے باپ کا کاروبار کوئی حساب نہیں دیا، البتہ تمام حساب اچھی طرح لکھا ہوا ہے۔

اس کاروبار کے ہاتھ میں لینے کے تقریباً پانچ سال بعد باپ کا انتقال ہو گیا اور اپنے ترکہ میں ایک بڑا مکان اور ایک چھوٹا مکان اور کچھ بونڈ چھوڑا، چند غیر متعلقہ لوگوں نے باہم مل کر یہ فیصلہ کیا کہ چھوٹا مکان کاروبار کرنے والے لڑکے کو دیدیا۔ اور تقریباً اس ہی کے برابر مکان بڑے لڑکے کو دیدیا، اور بڑے مکان کا بقیہ حصہ جو کہ تقریباً چھوٹے مکان کے برابر ہی ہے، دونوں بہنوں کو دیدیا۔

بہنوں نے اس مکان کے حصہ کو سب سے بڑے لڑکے کی بیوہ اور لڑکیوں کے رہنے کیلئے دیدیا، نیز دیگر سامان بھی بقدر حصہ تقسیم کر دیا۔ اور بہنوں کیلئے یہ طے ہوا کہ ایک بھائی ایک بہن کو اور ایک بھائی ایک بہن کو اس کے حصہ کے مطابق رقم دے دے۔ یہ سب کا مزبانی طے ہونے تحریری نہیں۔

تقریباً پانچ سال بعد موٹر کا کاروبار کرنے والے لڑکے کا انتقال ہو گیا جس نے ایک مکان، ایک موٹر کرایہ پر چلنے والی اور ایک ٹیکسی کرایہ پر چلنے والی ترکہ میں چھوڑی ہے (موٹر اور ٹیکسی میں ایک شخص اور شریک ہے) اس شخص کی ایک بیوی اور ایک ۱۱ سال کی لڑکی ہے۔ جو کہ فاجر العقل اور معذور ہے۔ چھوڑی ہے۔

شرعی حیثیت سے اس شخص کی زندگی کے دوران اس کے کاروبار میں، جس لڑکے نے اپنی محنت و جانفشانی سے جو کام کیا ہے اور نفع و نقصان اٹھایا ہے۔

۱۔ باپ کے انتقال کے بعد اس نفع و نقصان میں تمام ورثاء شریک رہیں گے یا نہیں؟

۲۔ باپ کے انتقال کے بعد اس کاروبار میں کس طرح تقسیم ہوگی؟

۳۔ اب اس لڑکے کے انتقال کے بعد اس لڑکے کے مال میں کس طرح تقسیم ہوئی؟

اب اس گھر میں صرف ایک بھائی، دو بہن، اور ایک شخص کی بیوہ اور ایک فتر العقل لڑکی حیات ہیں۔ اس معاملہ میں شریعت کی رو سے اس طرح تقسیم ہونی، اسے بائیں میل بیان فرمائیں، تاکہ حقدار کو اس کے حق کے مطابق اس کا حق پہنچ جائے اور خدا کے یہاں محفوظ ہونے سے محفوظ رہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ جس لڑکے نے ملازمت سے آ کر والد کے کاروبار (موٹر) میں کرائی کی ملازمت کرنی، یہ ملازمت درست ہوئی۔ پھر اگر پورے موٹر اپنے نام والد سے خرید لی، یا شرعی طور پر بیہ مرلی تو وہ موٹر اس کی ملک ہوئی (۱)۔ پھر باغیت لوگوں نے والد کے انتقال کے بعد جو تقسیم زبانی کی اور تمام ورثہ، نے منظور کرنی وہ بھی معتبر ہوگی (۲)۔ جو موٹر اس لڑکے نے اپنے نام کرائی تھی، اگر اس کو بھی تقسیم کر دیا کہ اس میں بھی تمام ورثہ، شریک رہیں اور اس لڑکے نے اس کو بھی منظور کر لیا تو اس کی بھی تقسیم ہوگی (۳)۔

جب تک کاروبار باپ کا تھا، نفع و نقصان کا ذمہ دار باپ تھا، جب لڑکے نے موٹر (خرید کر یا بیہ کرا کے) اپنے نام کرائی تو وہ لڑکا ذمہ دار ہو گیا، کوئی دوسرا وارث ذمہ دار نہیں (۴)۔

۲۔ باپ نے اپنی ملک میں جو چھ چھوڑا، اس میں سب وارث حسب حصص شریک ہیں (۵)۔

(۱) "یسک الموهوب له الموهوب بالقص، والقص شرط لثبوت الملك"، (شرح المحمّد لسلمیہ دستم باز: ۱/۴۷۳، (رقم المادة: ۸۶۱)، کتاب الہیة، الباب الثالث، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۵/۶۹۰، کتاب الہیة، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الہیة، الباب الأول: ۳/۳۷۴، رشیدیہ)

(۲) "إذا حکم رجلان رجلاً، فحکم سہما ورصیا بحکمہ، حار"، (الہدایۃ: ۳/۱۴۳، کتاب القاصی،

باب التحکیم، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

(و کذا فی الدر المختار: ۵/۴۲۸، کتاب القضاء، باب التحکیم، سعید)

(۳) (راجع رقم: ۲)

(۴) اس لئے کہ بیع اور بیہ سے اس کی ملک ہوئی، کما تقدم فی رقم الحاشیۃ: ۱، فلیراجع)

(۵) "لأن التركة ماترکة الست من الأموال صافاً عن تعلق حق العیر بعین من الأموال" (رد المحتار

۳ جس لڑکے نے جو کچھ باپ سے سیدہ خود کمایا وہ اسی کا ہے (۱)، اس کے مرنے کے بعد اس کا ترکہ اس طرح تقسیم ہوگا کہ آٹھواں حصہ بیوہ کو ملے گا (۲)، نصف ترکہ لڑکی کو ملے گا (۳) پھر جو کچھ بچے اس میں سے دوہرا بھائی کو ملے گا، ابہرا ابہر بہن کو ملے گا (۴)، یعنی کل چالیس سہام ہوں گے، پانچ سہام بیوہ کے ہیں، بیس سہام لڑکی کے ہیں، تین تین سہام بہنوں کے، چھ سہام ایک بھائی کے (۵)۔ کوئی قرض دین مہر وغیرہ ہو تو

”ثم يقسم الباقي بين ورثته أي الدين ثبت إرثهم مال الكتاب أو السعة أو الإجماع“
(الدرا المختار، کتاب الفرائض، ۸۶۲/۶، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الفرائض، الباب الأول: ۴۴۷/۶، رشیدیہ)

(۱) قال العلامة ابن عابدین ”أقول وفي فتاوی الحیرية سئل فی اب کبر دی زوجه و عیال له کسب مستقل حصل بسبه أموالاً ومات هل هی لوالده خاصة أم تقسم بین ورثته؟ أجاب هی للابن تقسم بین ورثته حيث کان له کسب مستقل بنفسه“ (تفیح الفتاوی الحامدیہ، کتاب لدعوی ۷۲، مکتبہ میمییہ مصر)

(و کذا فی الحیرية علی هامش تفیح الفتاوی الحامدیة ۱۸۵، کتاب الشریکة، مکتبہ میمییہ مصر)
(۲) میت کی جب اولاد نہ ہو تو ”زوجہ“ کو آٹھواں حصہ ملے گا

قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثَّمَنُ﴾ (سورة النساء: ۱۲).

(۳) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ (سورة النساء: ۱۱).

(۴) قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً، فَلِلَّذَكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَى﴾ (سورة النساء: ۱۷۶)

(۵) تقسیم کا نقشہ ذیل میں ملاحظہ ہو:

مسئلہ ۸، تصد ۴۰

بیوہ	بہن	بہن	بہن	بھائی	بہن	بیوہ
$\frac{1}{5}$	$\frac{4}{20}$	۶	۳	$\frac{3}{15}$	۳	۳

اس کو پہلے ادا کیا جائے گا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱/۱۳۹۲ھ۔

صورت عائکہ میں باپ کا حصہ

سوال [۹۸۱۰]: اگر کسی مسند میں باپ منصب ہوا، راضی بفرانش کو حصہ دینے کے بعد چھ نہ پتہ ہو اور عوں کی گنجائش ہے تو کیا مسند و عوں کے باپ کو حصہ دیں گے، یا محروم ہو جائے گا، یا یہ صورت ہے کہ باپ فرض کا بھی مستحق ہے اور تعصیب کا بھی؟ مسند میں اصحاب فرائض کو حصہ مل گیا، باپ نے بھی اپنا حصہ پا لیا اور مسند میں عوں کی گنجائش ہے تو کیا عوں کے باپ کو تعصیب بھی دیا جائے گا، یا فرض پر اکتفا، عوں کے تعصیب سے معدوم کرویا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

باپ اگر کسی صورت میں عصبہ نہ ہو تو وہ ذی اغراض میں ضرور ہوگا، یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ نہ عصبہ ہو نہ ذی فرض میں ہو، اس کا ذی فرض ہونا تو منصوص ہے ہر ایک واحد مسند نسب لایۃ (۲)۔ پھر کبھی اس کے ساتھ وہ منصب بھی ہو جاتا ہے، کبھی عصبہ محض رہتا ہے (۳)، لیکن معدوم نہیں ہوتا۔ پس

۱ "تعلق بترکۃ المست حقوق اربعۃ مرتبۃ الاول یبدأ بتکمیہ وتحہیرہ، من غیر تدبیر ولا تقبیر، ثم تقصی دیونہ من حبیع مانقی من مالہ، ثم تعد وصایاہ من ثلث مانقی بعد الدین، ثم یقسم الدقی بین ورثتہ"۔ (السراجی فی المیراث، ص: ۲، ۳، سعید)

(وکذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض: ۶/۵۹، ۷۶۱، سعید)

(وکذا فی لہدای العالم کبریۃ، کتاب الفرائض، الباب الاول فی تعریفہا و فیما یتعلق بالترکۃ، ۶/۴۴، رشیدیہ)

(۲) (سورۃ النساء: ۱۱)

(۳) "أما الأب فله أحوان ثلاث الفرص المطلق وهو السدس، وذلك مع الابن وإن سفل والفرص والنصيب معا وذلك مع الابنة أو ابنة الابن وإن سفل والنصيب المحض، وذلك عند عدم الولد وولد الابن وإن سفل"۔ (المراجعة، ص: ۵، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۷/۴۳، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

یہ سوال بے محل ہے کہ اصحاب فروض کو دینے کے بعد باپ کیلئے کچھ نہ بچے، کیونکہ وہ خود بھی صاحب فرض میں ہے، اس کا فرض دینے کیلئے ضرورت پیش آنے پر عول بھی کیا جائے گا، مثلاً:

مسئلہ ۱۲، تصـ ۱۵

زوج	بنت	بنت	ام	اب
۳	۴	۴	۲	۲

یہاں اصل مسئلہ ۱۲ سے کر کے عول ۱۵ سے کیا گیا ہے، باپ کو معدوم نہیں کیا گیا۔ باپ کو جس صورت میں عصبہ محض قرار دیا گیا ہے، وہ ایسی صورت میں اصحاب فرائض سب لے لیں اور باپ کیلئے کچھ نہ بچے:

”والتعصيب المحض، وذلك عند عدم الولد وولد الابن، اه“۔ سراجی (۱)۔ فقط واللہ
سبحی نہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

تقسیم میراث کی ایک صورت

سوال [۹۸۱۱]: ایک شخص عمر نے اپنی حیات میں چاہا کہ اپنا مسکن مکان اپنی دختر ہندہ کے نام کر دے، جس کو ہندہ کے شوہر ندیم نے قبول نہیں کیا۔ کئی برس کے بعد عمر کی حیات ہی میں ہندہ کا انتقال ہوا اور اس کے اپنے وارث مسلمہ (عمر کی بیوی) اور فرمان (عمر کا لڑکا) چھوڑے۔ ہندہ کی حیات ہی میں عمر نے مسکن مکان مسلمہ کے نام منتقل کر دیا تھا۔

ایک روز مسلمہ کے والدین کے انتقال پر عمر اور مسلمہ میں مشورہ ہوا کہ مسلمہ کے ملنے والے ورثاء میں سے ہندہ کے بچوں کو دو ہزار فی کس حصہ دیدیا جائے (چونکہ فرمان کی اولاد ہونے کے بعد مسکن مکان دینے کا

— (وکدا فی الاختیار لتعلیل المختار ۲۰ ۵۵، کتاب الفرائض، مکتبہ حقانیہ پشاور)

(۱) (السراجیۃ، ص: ۶، سعید)

سوال نہ رہا۔ مسلمہ نے کہا چاروں کو دو ہزار یعنی کل آٹھ ہزار عمر نے کہا کہ نہیں بندہ دس ہزار، دو ہزار ہندہ کے شوہر و صف کو بھی دیا جائے۔ وہ بھی اپنی ہی بچہ ہے۔ اس کے بعد عمر نے انتقال کیا۔

سب دریافت حسب ام یہ ہے کہ شہداء و ثمن و نون ہیں، آیا عمر کی بیوی مسلمہ اور پسر فرمان، یا ہندہ کی اولاد بھی وارث ہے؟ اگر وہ وارث نہیں ہے تو کیا اس کا حق ہے کہ تضا کر کے اپنا حصہ طلب کرے؟ مسلمہ اور فرمان نے ہندوئی اور اپنے مکان میں ایسے وقت رکھا جبکہ ان سے کرایہ کا مسکنہ مکان چھوٹ رہا تھا۔ اس اولاد کو احسان فراموشی کر کے حصہ طلب کرنا جائز ہے؟ عمر نے جو مسلمہ، اپنے والد کے ترکہ میں دو ہزار دینے کا مشورہ دیا تھا وہ صرف مشورہ تھا یا وصیت تھی؟ کیا ہندہ کی اولاد اپنا حصہ کہہ کر طلب کر سکتی ہے؟ مسلمہ کو مشورہ میں کمی بیشی کا حق ہے یا نہیں؟ اور مسلمہ کے ساتھ اگر ہندہ کی اولاد فرمانی و بدتمیزی کرے اور بالکل نہ دے تو کیا وہ سب کا رہو؟

ہندہ کے انتقال کے بعد عمر اور مسلمہ نے واصف کی دوسری شادی کی جس سے بچے ہوئے، انہوں نے اپنے ہی مکان میں رہا، کھانا، پینا دونوں کا الگ رہا، مگر کبھی (تقریباً انیس سال) کوئی کر یہ طلب نہیں کیا۔ وقتاً فوقتاً اپنی ضرورت اور رہائش کیلئے، واصف نے مرمت وغیرہ اپنے حصہ مکان میں اپنے پاس سے کرائے۔ آخر میں تقریباً پانچ چھ سال پہلے فرمان سے کہہ کر چابی طلب کی کہ مکان میں مرمت وغیرہ کرانا ہے، مگر دوسرے حصہ مکان میں بارضی منتقل ہو کر اپنے حصہ پر اجازت فرمان و مسلمہ (وارثان عمر) ایک حصہ منہدم کر کر دو سوا کمرہ تعمیر کرایا جس کی تعمیر کا خرچہ وہ پندرہ ہزار بتاتے اور طلب کرتے ہیں۔

دریافت حسب مسئلہ یہ ہے کہ آیا وہ حصے جو مکان اصلی وارثان کے بلا منظوری کرایا گیا ہے، اس کی رست وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ حاکم و واصف کے خاندان کو اچھی طرح معلوم تھا کہ فرمان اور مسلمہ کا ارادہ اس مکان کو فروخت کرنے کا ہے۔ واصف اور اس کے بچوں کا اندازہ مکان کی قیمت کا ۳۱ تھا، مکان ان کی اندازہ قیمت سے دو گنی اور تین گنی قیمت پر فروخت ہوا ایسی صورت میں یا فرمان اور مسلمہ کو واصف کو پیچھا دانا کرنا چاہئے، جبکہ انہوں نے خریدار کو وہ حصہ مکان دھایا بھی نہ تھا؟ اور ان کے بعد واصف وغیرہ اس حصے مکان میں جو انہوں نے اپنی رہائش اور زیائش کیلئے بنایا تھا، تقریباً پانچ سال وہ بھی لئے اور اپنا مکان تیار ہونے پر دوسری جگہ چلے بھی گئے اور ایسی صورت میں یہ واصف کا رقم طلب کرنا جائز ہے؟ اور اگر مسلمہ انکار کرے تو کیا

گناہ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سوال کے بعض اجزاء میں اشکال ہے، بندہ کا شوہر پہلے بتایا گیا کہ ندیم ہے پھر بتایا گیا کہ واصف ہے، شاید یہ دونوں ندیم اور واصف ایک ہی شخص کے نام ہوں گے۔ بندہ کے انتقال پر اس کے وارث دو صاحب کئے گئے، مسلمہ (عمر کی بیوی) یعنی بندہ کی والدہ، فرمان (عمر کا بڑا) یعنی بندہ کا بھائی، صاحبہ بندہ کا والد (عمر) خود بھی زندہ اور وارث ہے۔ نیز آگے چل کر یہ بھی بتایا گیا ہے بندہ کے بچوں کو دو دو ہزار روپے دینے کا مشورہ کیا گیا اور مجموعہ آٹھ ہزار بتایا گیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بندہ کے چار بچے بھی ہیں، ان کو ورثاء میں کیوں شمار نہیں کیا گیا۔

تاہم مشورہ کی وجہ سے بغیر روپیہ دیئے ہوئے بندہ کی اولاد نہ مالک ہوئی نہ مستحق، یہ مشورہ وصیت بھی نہیں (۱) اس کی بناء پر بندہ کی اولاد کو نانا اور تانی کے ترکہ سے مطالبہ کا حق نہیں، اس کے اصلی وارث فرمان اور مسلمہ (بیٹا اور بیوی) ترکہ کے حقدار ہیں، آٹھواں حصہ بیوی کا ہے (۲)، بقیہ لڑکے کا (۳)۔ اگر کوئی قرض دین مہر وغیرہ ذمہ میں ہوتا اس کو تقسیم ترکہ سے پہلے ادا کرنا ضروری ہے (۴)۔ فرمان اور مسلمہ خوشدلی سے کچھ دیدیں

(۱) "الإبضاء فی الشرع تمیلک مصاف إلی ما بعد الموت وأما رکبھا فقوله: أو صیث مکذا لفلان، وأوصیث إلی فلان کذا" (الفتاویٰ العالمگیریہ ۶/۹۰، کتاب الوصایا، الباب الأول، رشیدیہ) (و کذا فی تبیین الحقائق: ۷/۳۷۵، کتاب الوصایا، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۲) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ، فَلَيْسَ الْثَمَنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ﴾ (سورۃ النساء ۱۱)

(۳) لڑکا عصبہ ہے اور ذوی الفروض کو حصہ دینے کے بعد بقیہ تمام ترکہ عصبہ کو ملتا ہے:

"العصۃ من یا أحد جمیع المال عند انفرادہ وما أبقته الفرائض عند وجود من له الفرص

المقدر". (تبیین الحقائق: ۷/۳۸۵، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ ۶/۳۵۱، کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصات، رشیدیہ)

(و کذا فی الاحتیار لتعلیل المختار ۲/۵۶۲، کتاب الفرائض، فصل فی العصات، مکتبہ حقاہہ پشاور)

(۴) "تتعلق بترکۃ المیت حقوق أربعة مرتبة الأول یبدأ بتکفیمہ وتحمیرہ، من غیر تدبیر ولا تقبیر، ثم

تقضى دیونہ من جمیع ما بقى من ماله، ثم تعد وصایاہ من ثلث ما بقى بعد الدین، ثم یقسم الباقی بین

تو سندہ کی اور دو چپٹ کے شریعہ کے ساتھ قبول کر لے۔ ثانی کا احترام ضروری ہے، ان کے ساتھ بدتمیزی کرنا معیشت اور سناہ ہے۔

واصف اور اس کے متعلقین و مہربان میں جاریہ رکھا اور کرایہ وصول نہیں کیا، یہ مسلمہ اور فرمان کا احسان و تبرع تھا، و اصف کو ملک نہیں بنایا تھا، اس کو حق نہیں تھا کہ مکان کا کوئی حصہ منہدم کرائے دوبارہ تعمیر کرائے جب تک اصلی ملک کی اجازت نہ ملے، اس لئے اس کا یہ تصرف غلط ہوا (۱)۔ یہ ہو سکتا ہے کہ چونکہ مسلمہ اور فرمان نے اپنے مکان میں ۲۸ سال تک بلا کرایہ رکھا تو اس احسان کے عوض و اصف نے وہ مکان کا حصہ نیا بنوا دیا: ﴿ھل جزاء الإحسان إلا الإحسان﴾ (۲) الایۃ۔

اب اس میں جو پچھو صاف ہوا، اس کا مطالبہ بے محل ہے (۳)۔ فقط و اللہ سب سے تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶، ۱۱، ۱۳۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۶، ۱۱، ۱۳۹۲ھ۔

بلا ضابطہ شرعیہ تقسیم کی ہوئی جائیداد میں وراثت

سوال [۹۸۱۲]: زید کے چار بھائی ہیں اور پوری جائیداد کی مالک والدہ ہیں۔ نیز زید کی حیات ہی

= ورثہ۔ (السراجی فی المیراث، ص: ۲، ۳، سعید)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض: ۵۹/۶، ۷۶۱، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب المرائض، الباب الأول فی تعریفها و فیما یتعلق بالترکۃ ۷۶، ۷۷، وشیدیہ)

(۱) "لا یحور لأحد أن یتصرف فی ملک غیرہ بلا إذنه، وإن فعل کان صاماً" (شرح المحلۃ لسلمہ رستم بار ۱، ۶۱، (رقم المادۃ ۹۶). المقالة الثانیۃ فی القواعد الفقھیۃ، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب العصب: ۲۰۰/۶، سعید)

(۲) (سورة الرحمن: ۶۰)

(۳) چونکہ تعمیر کا یہ خرچہ اس نے بغیر مالک کی اجازت کے اپنی طرف سے کیا ہے، اس لئے وہ مطالبہ کا مستحق نہیں

"عمر دار و وحته سالہ بادیہ، فالعمارة لہا والنفقة دیں علیہا، لصحة أمرها ولو عمر لنفسه بلا إذنہا، فالعمارة لہ، ویكون عاصماً للعرصة، فیؤمر بالمقرب بطلانها ذلک، ولہا بلا إذنہا، فالعمارة لہا، وهو منتطوع فی الباء فلا رجوع لہ" (الدر المختار، کتاب الحثی، مسائل شتی ۷۶، ۷۷، سعید)

میں بغیر ضابطہ اس جائیداد کا بٹوارہ ہو گیا تھا، مگر کچھ روز بعد زید وفات پا جاتے ہیں اور زید کے کوئی اولاد بھی نہیں تھی جس کا وارث وہ لڑکا یا لڑکی ہو جاتی۔ لہذا وفات کے بعد غیر ضابطہ (جس کا ابھی بیع نامہ نہیں ہوا) جائیداد یا مال سے اس کی بیوی حصہ دار ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلحاً:

اگر اس ہزارہ (۱) پر والد و صاحبہ نے رضا مندی ظاہر کر کے اس کو منظور کر لیا تو وہ صحیح ہو گیا اور جو پچھ زید کے حصہ میں آیا وہ زیدی ملک ہو گیا (۲)، وفت زید کے بعد حسب قواعد شرعیہ اس میں میراث جاری ہوگی اور بیوی کو بھی ۱/۴ حصہ ملے گا، والدہ کو ۱/۶ ملے گا (۳)۔ جو پچھ زید کے ذمہ دین مہر اور قیمت جائیداد وغیرہ ہو اس کو

(۱) ”بؤارہ: حصہ، تقسیم، بانٹ۔“ (فیروز اللغات، ص: ۱۸۰، فیروز سنز لمیٹڈ لاہور)

(۲) واضح رہے کہ داماد کا اپنی جائیداد اپنی زندگی میں بیٹوں میں تقسیم کرنا بہت ہے اور بہہ میں واہب کو رضا ضروری ہے، بہہ کی ہوئی چیز موہوبہ یعنی جس کو دی گئی، اس کی ملک ہو جاتی ہے

يسمى في الهيئة رصا الواهب، فالتصح الهيئة التي وقعت بالحر والإكراه“ (شرح المحمد
 نسيم رستم بار. ١ ٢٤٢، رقم المادة. ٨٦٠)، كتاب الهيئة، الباب الثاني في شرائط الهيئة، مكتبه
 حفيه كوئته)

”يملك الموهوب له الموهوب بالقص“. (شرح المحلة لسليم رستم باز ١٤٣١هـ، كتاب
الهبة، الباب الثاني، مكتبته حنفية كوتته)

(۳) سوال میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ متوفی زید کے کل ورثہ تین قسم کے ہیں ۱۔ بیوی، ۲۔ ام (والدہ)، ۳۔ تین بھائی۔ اس ترتیب کو مد نظر رکھتے ہوئے کل جائیداد چھتیس حصے کرے: بیوہ کو ۹/ حصے اور والدہ ۶/ حصے اور تین بھائیوں کو ۲۱/ حصے یعنی ہر ایک کو سات سات حصے ملیں گے:

تقسیم کا نقشہ ملاحظہ ہو:

تقسیم کا نقشہ ملاحظہ ہو:

مستوفی زید

مسئله ۱۲، تص ۳۶

زوجہ $\frac{3}{4}$ ام $\frac{2}{4}$ اخ $\frac{1}{4}$ اخ $\frac{1}{4}$

تقسیم میراث اسے پہلے ادا کیا جائے گا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۸۵ھ۔

بیٹے اور بیٹی میں تقسیم ترکہ

سوال [۹۸۱۳]: ان کے بطن سے ایک لڑکی اور ایک لڑکا ہے اور یہ دونوں بشید حیات ہیں، ان

دونوں کے سوا کوئی اور ورثہ نہیں۔ مرحوم کے ورثہ میں ان دونوں کا شرعی اعتبار سے کیا حصہ قرار پاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مرحوم کے ترکہ کے بعد ادا کے حقوق متقدمہ تین سہم بن کر دو سہم لڑکے کو بیس گے، ایک سہم لڑکی کو

ملے گا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۰/۸۵ھ۔

= قال الله تعالى: ﴿وَلِیْسَ الرِّیْعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَمْ یَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

وقال الله تبارک وتعالیٰ ﴿فَإِنْ كَانَ لَهُ إِحْوَةٌ، فَلَهُمُ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِیَّةِ یُوصِیْ بِهَا أَوْ دِیْنٌ﴾

(سورة النساء: ۱۱)

”والعصبة مطلقاً کل من یأخذ من التركة ما أنقته أصحاب الفرائض“ (الشریفة شرح

السراجیة، ص: ۸، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الفرائض: ۳۸۱/۹، رشیدیہ)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب الفرائض: ۳۸۵/۷، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۱) ”ثم تقصى دیوبه من حمیع مانقی من مائه، ثم تعد وصایاه من ثلث مانقی بعد الدین، ثم یقسم الدقی

بین ورثته“، (السراجیة، ص: ۳، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الفرائض: ۳۶۵/۹، رشیدیہ)

(وکذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض: ۷۵۹/۶، سعید)

(۲) قال الله تبارک وتعالیٰ ﴿یُوصِیْکُمُ اللّٰهُ فِیْ أَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِیٰ﴾ (النساء: ۱۱)

فرائض اور تعین ترکہ

سوال [۹۸۱۴]: بندہ مرگئی، اس نے شوہر ماں، باپ، بہن وارث چھوڑے۔ کس کو کتنا کتنا حصہ ملے گا اور ترکہ کون کون سا شمار ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو چیزیں بندہ کی ملک کردی گئی خواہ الدین کی طرف سے خواہ سہال کی طرف سے وہ سب بندہ کا ترکہ ہے (۱)۔ جن چیزوں کے متعلق ملک اور عدم ملک کی تصریح نہیں اور بندہ کے استعمال میں تھیں جیسے چارپائی وغیرہ، اور شوہر کہتا ہے کہ یہ میری ملک ہیں تو ان میں تفصیل ہے وہ یہ کہ جو چیزیں مخصوص ہیں عورتوں کیے، جیسے زنانہ کپڑے، زیور وغیرہ وہ بھی بندہ کا ترکہ ہے، اور جو چیزیں مردوں کے مخصوص ہیں، یا مشترک ہیں تو وہ شوہر کی ملک ہیں، بندہ کا ترکہ نہیں (۲)۔ ترکہ اس طرح تقسیم ہوگا کہ چھ سہام بننا کرتین سہام شوہر کو (۳)

= وقال الله تعالى: "وإن كانوا إخواناً وحواً وساءاً، فللمذكر مثل حظ الأنثيين" (سورة النساء: ۱۷۶)

(۱) "أما لو مات فادعت ورثته، فلا خلاف في كون الحيفار للبت، لما في الولوالحية حفر ابتدئ مات، فطلب بقية الورثة القسمة، فإن كان الأب اشترى لها في صعرها أو في كرها وسلم لها في صحته، لربو لها خاصة". (رد المحتار: ۱۵۷/۳، كتاب النكاح، باب المهر، سعيد)

(۲) "وإن اختلف الزوجان في متاع البيت، فالقول لكل واحد منهما فيما صلح له مع يمينه، والقول له في الصالح لهما". (الدر المختار: ۵۶۳/۵، كتاب الدعوى، باب التحالف، سعيد)

"وإن اختلف الزوجان في متاع البيت، فالقول لكل واحد منهما فيما يصلح له قلولاً. والصالح له العمامة والقاء والقلسوة والطيلسان والسلاح والمطقة والكتب والفرس والدرع والحديد، فالقول في ذلك له مع يمينه وما يصلح لها الخمار والدرع والأساوره وحواتم النساء والحصى والحلجل نحوها فالقول لها فيها مع اليمين" (البحر الرائق ۳۸۱، كتاب الدعوى، باب التحالف، رشيدية)

(و كذا في تقيح الفتاوى الحامدية، كتاب الدعوى ومطالته ۱۶۲، مكنه مبمه بمصر)

(۳) قال الله تبارك وتعالى: "ولكم نصف ما ترك أزواجكم إن لم يكن لهن ولد" (سورة النساء ۱۲)

ایک سہ ماں و (۱) دو سہ ماں باپ بیٹیں گے (۲) بہنوں و کچھ بیٹیں ملے کا (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود عفی عنہ، مدرسہ دارالعلوم دیوبند۔

(۱) قال الله تعالى: «فإن كان له إحوة، فألمه السدس من بعد وصية يوصي بها أو دين» (سورة النساء: ۱۱)

”والثالثة الأم ولها ثلاثة أحوال السدس مع الولد أو ولد الابن أو اثني من الإحوة والأحوال من أي جهة كانوا. والثالث عند عدم هؤلاء، وثالث ما بقى بعد فرض الروح والروحة“ (الفتاوى العالمية: ۴۴۹/۶، كتاب الفرائض، رشیدیہ)

نوٹ: واضح رہے کہ یہ صورت اس وقت ہے کہ جب بہنیں متعدد ہوں اور اگر بہن ایک ہو تو اس صورت میں ام کو ثلث باقی ملے گا۔ تو اب صورت مسئلہ یہ ہے کہ کل سہ ماں و چھ بیٹے کر کے زوج کو غنیمت سہام، ام کو ایک سہام اور اب کو دو سہام ملیں گے۔

تقسیم کا نقشہ درج ذیل ہو

مسئلہ ۶			بندہ
شوہر	ماں	باپ	بہن
۳	۱	۲	محروم

قال الله تعالى: «فإن لم يكن له ولد وورثه أبواه، فألمه الثلث» (سورة النساء: ۱۱)

”أما للأم فأحوال ثلث السدس مع الولد أو ولد الابن وإن سفل أو مع الاثنين من الإحوة والأحوال فصاعداً، وثالث الكل عند عدم هؤلاء المدكوريين، وثالث ما بقى بعد فرض أحد الزوجين وذلك في مسنتين. زوج وأبوين وزوجة وأبوين“ (السراجیۃ، ص: ۱۱، سعید)

(۲) باپ کو عصب ہونے کی وجہ سے اپنے حصے کے ملاوہ باقی میراث ملتا ہے

”العصبۃ من باحد جميع المان عند الفرائض وما أنقته الفرائض عند وجود من له الفرض المقدر“ (تبیین الحقائق: ۴/۸۵، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(۳) ”ویسقط الإحوة والأحوال بالابن وإن سفل. وبالأب بالاتفاق، وبالحد عند أبي حنيفة“

رد علی الزوجین و بنت معتق اور ابن و بنت رضاعی کی باہمی ترتیب

رشید احمد غفری عنہ مدرسہ اول مدرسۃ العلوم بھپنڈو، پوسٹ راہوکی، جودھ پور لائن، متصل حیدر

آباد، سندھ۔

مشفق المکرم زیدت عنایتکم اسلام میکرو ریمہ اللہ وبرکاتہ

سوال [۹۸۱۵]: بعد از طلب خیریت جائزین گزارش یہ ہے کہ استفتاء کا جواب موصوں ہوا، آنجناب کی محنت اور تحقیق میں جانفشانی کا ممنون ہوں۔ بعض مسائل سابقہ کے متعلق اپنے خیال ناقص کو پیش کرتا ہوں، اگر خد ف عطل یا نقل ہو تو امید ہے کہ اصلاح فرما کر ممنون فرماویں گے۔ نیز بعض جدید استفسارات کا جواب تحریر فرما کر شکر گزاری کا موقع دیں۔ امید ہے کہ تکلیف دہی سے معاف رہیں گے، بلکہ دعائے خیر میں فراموش نہ فرماویں گے۔

رد علی الزوجین و بنت معتق اور ابن و بنت رضاعی کی باہمی ترتیب کے متعلق بندہ کی رائے ناقص یہ ہے کہ ان کی توریث چونکہ شرعی طریق سے نہیں، بلکہ باقی کے حاشیہ میں ہے کہ: ”مال متروکہ کا ان لوگوں کو ملنا بطریق ارث نہیں ہے، بلکہ بوجہ قربانی لیت ہے“ (۱) پس جب ترکہ کی تقسیم ان پر بطور وراثت نہیں تو شرعی ترتیب بھی

= رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ“ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی دوی الفروض، ۳۵۱/۶، رشیدیہ)

(۱) یہ باقی کے حاشیہ عبارت یہ ہے

”وسئل فی الحمادیۃ ان الممتی بہ هو الرد علیہا فی ہذا الرمان وقال فی الدرالمختار ذکر الزیمعی معریا لسنایۃ ان بنت المعتق والاس والست رصاعا ترث فی رمان، فساد بیت المال، وکذا مفصل عن فرض أحد الروحین یرد علیہ“ (حاشیۃ السراجیۃ، ص ۳، رقم الحاشیۃ ۹، سعید)

”و د مات المعتق ولم ینرک الاس والمعتق، فلا تنی، لما فی طهر الرویۃ عن أصحابنا، وبکون المبرات لبس المال وحکی عن بعض منایحنا انہم كانوا یفتون فی ہذا المسئلۃ ان مدفع المال إلیہا لا بطریق الارث، ولكن لانہا اقرب إلی الممت من بنت المال، کف وہ لیس فی رمان بنت المال، وإنما کن كذلك فی زمن الصحابة وإد ادفع ذلك إلی سلطان الوقت أو لدعی لا یصرفون إلی مصرفه هکذا کن نفسی لقاصی ابوسکر وصدر السریعہ و ذکر الامام عبدالواحد الشہید فی =

نہ ہوں، مسلمان حاکم یا ہستی کے با اثر لوگ ان میں سے جس کو چاہیں دیں۔

اس کے متعلق جدید استفسار یہ کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے امداد الفتاویٰ میں (صفحہ وغیرہ یاد نہیں) تحریر فرمایا کہ: ”اَرَزَوْجہ یا زَوْج بیت اَمال کے مال کے مستحق ہوں تو ان کو دیا جائے“ (۱)۔ پس یہ قید کہاں سے معلوم ہوئی؟ نیز اَرَزَوْجہ ”استحقاق“ کی قید لگائی جائے تو زوجہ وغیرہ کی کیا خصوصیت رہی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حق وراثت کی وجہ سے جن کو حصہ ملتا ہے ان کی ترتیب منقول ہے (۲)، اور جن کو حق وراثت کی وجہ

= فرأبصد أن الفاضل عن سهام الروح والزوجة لا يوضع في بيت المال بل يدفع إليهما، لأبهما أقرب إلى الميت من جهة النسب، وكان الدفع إليهما أولى من غيرهما، وكذلك الأس والابنة من الرضاع إذا لم يكن للميت غيرهما يدفع المال إليهما“ (البحر الرائق، ۹، ۳۸۴، كتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۱) امداد الفتاویٰ کی عبارت یہ ہے:

”الجواب: امور خیر میں صرف کرنا قائم مقام بیت المال کے ہے، اور ربو علی الزوجین اس وقت جائز ہے جب کہ زوجین مصارف بیت مال میں سے ہوں۔“ (امداد الفتاویٰ، ۴، ۳۵۵، کتاب الفرائض، عنوان: بون امور خیر بجائے بیت المال و ربو علی الزوجین، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(۲) قال الله تعالى: «يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَىٰ»، فإن كن ساء فوق اثنتين، فلهن ثلثا ما ترك، وإن كانت واحدة فلها النصف ولأنويه لكل واحد منهما السدس مما ترك إن كان له ولد، فإن لم يكن له ولد وورثه أبواه فلأُمه الثلث، فإن كان له إخوة فلأُمه السدس من بعد وصية يوصي بها أو دين، وأساءكم وأساءكم لا تدرؤن أيهم أقرب لكم نعماً، فريضة من الله، إن الله كان عليماً حَكِماً. ولكم نصف ما ترك أزواجكم إن لم يكن لهن ولد، فإن كان لهن ولد فلكم الربع مما تركن من بعد وصية يوصين بها أو دين وليس الربع مما تركن إن لم يكن لكم ولد، فإن كان لكم ولد فلهن الثلث من بعد تركن من بعد وصية توصون بها أو دين وإن كان رجل يورث كلفة أو امرأة وله أخت فمكي واحد منهما السدس، فإن كانوا أكثر من ذلك فهم شركاء في الثلث من بعد وصية يوصي بها أو دين، غير مضار، وصية من الله، والله عليم حكيم» (سورة النساء: ۱۱، ۱۲)

”فبدأ بدوي الفروض، ثم بالعصات النسبه، ثم بالمعق، ثم عصية الذكور، ثم الرد على

دوي الفروض النسبية، ثم ذوي الأرحام، ثم بعدهم مولى المولات، ثم المقر له بنسب، ثم موصى له -

سے نہیں ملتا ان کی ترتیب منقول نہیں، اور چونکہ ایسا اس اصالت بیت المال میں رہنا چاہئے تھا، لہذا جو شخص بیت المال میں تصرف کا حق رکھتا ہو، اسی کی رائے سے اس میں بھی تصرف کیا جائے گا اور وہ حاکم وقت ہے یہ جماعت معززہ مسلمین اس کے قائم مقام ہے۔ اور جو بیت المال کے مصارف ہیں وہی اس مال کے بھی مصارف ہیں، چنانچہ شریفیہ شرح سراجی ص: ۱۴ میں ہے:

”ثم بيت المال: أي إذا لم يوجد أحد من المذكورين، توضع التركة في بيت المال عسى أن ينفذ من ضائع، فتصرف جميع محسنيين. علم أن هذا المال في بيت المال يصرف في نفقة المريض وأدوية إذا كانوا فقراء..... وللإمام حق الإعطاء والمنع“ (۱)۔

زوجین پر رد بھی اسی بناء پر ہے اور اسی وجہ سے قید لگائی ہے کہ ”اگر وہ بیت المال کے مستحق ہوں تو ان کو دیا جائے۔“

دوہ ازیز زوجین اور بنت المحقق وغیرہ کو چونکہ میت سے قرابت کا بھی تعلق ہے، لہذا ان میں دو چیزیں جمع ہو جائیں گی: اول احتیاج، دوم قرابت۔ تو فقط اہل احتیاج پر ان کو تقدیم ہوگی، لیکن اگر ان میں احتیاج نہ ہو بلکہ صاحب وسعت ہوں تو ان کیلئے ورع، افضل والیق ہے، حتیٰ کہ انہیں کیلئے بیت المال میں کوئی حصہ نہیں جب تک وہ مال قاضی وغیرہ نہ ہوں اور فقرا کیلئے بلا ان وجود کے بھی حصہ ہے۔

”سئل علی الرازی عن بیت المال: هل للأغنياء فيه نصيب؟ قال: لا، إلا أن يكون عاملاً أو قاضياً، الخ“۔ شامی: ۳/۳۸۷ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ۔

= شماره علی الثث، ثم بیت المال“ (الدرالمختار ۶/۶۲، ۶۶، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی السراجیہ، ص: ۳، سعید)

(۱) (الشریفیہ شرح السراجیہ، ص: ۱۱، سعید)

(وکذا فی ردالمحتار: ۳/۲۱۸، ۲۱۹، کتاب الجہاد، فصل فی الجزیۃ، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ ۱/۱۹۱، کتاب الزکوۃ، الباب السابع فی المصارف، فصل ما یوضع فی بیت المال، رشیدیہ)

(۲) (ردالمحتار: ۳/۲۱۷، کتاب الجہاد، فصل فی الجزیۃ، سعید)

توریتِ اُخت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب

سوال [۱۹۸۱۶]۔ زید نے وفات پائی، ایک زمرہ اور دو بیٹیاں اور ایک حقیقی بہن چھوڑی اور ایک علاقائی بھائی بھی ہے۔ صورت مسئلہ یہ ہے

مسئلہ ۱۰

۱	۲	۳	۴
زمرہ	بنات	اُخت اب وام	اُخت اب

اب ہم دو جمہور کا مذہب تو معلوم ہے، مگر ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب معلوم کرنا ہے، امید ہے کہ آپ فیصلہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مذہب کے مطابق مع حوالہ کتاب تحریر فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئلہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب ایک تو بنات میں جمہور سے مختلف ہے، جمہور کے نزدیک بنات ثلثان مستحق ہیں اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک نصف کی:

”وَأَمَّا نِسَاءُ الْوَحْدَةِ، فَأَحْوَى نِسَاءِ الْوَحْدَةِ، وَهَذَا مَصْرُوحٌ بِهَا فِي لَايَةِ وَسَائِلِ الْاِثْنَيْنِ فَصَادِعَةٌ، وَمِنْ مَصْرُوحٍ عَلَيْهِ فِي تَقْرَأُ صَرِيحاً بِهَا فِي كُنْ نِسَاءُ فَوْقَ اثْنَيْنِ فَهِيَ ثَلَاثٌ مَسْرُوحَةٌ. وَأَمَّا نِسَاءُ الْحَكْمَيْنِ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا حَكْمُ الْوَاحِدَةِ، وَهُوَ صَدْرُ وَعْدِ سَائِرِ صَحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ حَكْمُ الْجَمْعَةِ، هـ“ شرحہ (۱)۔

(۱) (الشریفة شرح السراجیة، ص: ۲۱، فصل فی النساء، سعد)

”وَاللَّيْسَتْ الْوَحْدَةُ، لِقَوْلِهِ عَالِي ۝ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً، فَهِيَ الْوَحْدَةُ“ قَالَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى. وَلِأَكْثَرِ السَّامِعِينَ، وَهُوَ قَوْلُ عَامَّةِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ، وَهِيَ أَحَدُ عِلْمَاءِ الْأَمْصَارِ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ جَعَلَ حَكْمَ الْاِثْنَيْنِ مِثْلَ حَكْمِ الْوَاحِدَةِ، فَجَعَلَ لَهَا الْوَحْدَةَ وَلِلْجَمْعِ مَا رَوَى عَنْ حَازِمٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: حَاضَتْ امْرَأَةُ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

مہر معاف کرنے کے بعد مطالبہ کرنا

سوال [۹۸۱۷]: ۱۔ ... زید کی بیوی نے اگرچہ اپنے مطالبات، مہر وغیرہ، خرچہ عدت معاف کر دیا تھا، مگر اب مطالبہ کر رہی ہے۔ اس کا یہ مطالبہ قابل ادائیگی ہے یا نہیں؟

پنشن اور گریجویٹ فنڈ میں میراث کا حکم

سوال [۹۸۱۸]: ۲۔ ... سرکاری ملازم کو گریجویٹ ملٹی ہے، زید نے فارم میں اپنی اہلیہ کا نام لکھا تھا، جب رقم اہلیہ وصول کرے تو اس میں دیگر ورثاء کا حق ہے یا نہیں؟ نیز زید کا قرضہ اس رقم سے اس کی اہلیہ ادا کرنے کی ذمہ دار ہے یا نہیں؟

بیمہ فنڈ میں میراث کا حکم

سوال [۹۸۱۹]: ۳۔ بیمہ کی رقم وصول کرنے کے لیے بھی بیوی کے نام کا فارم بھرا گیا تھا۔ جب رقم اہلیہ وصول کرے تو دیگر ورثاء بھی اس میں حقدار ہیں یا نہیں؟

پنشن میں بیوی اور دیگر ورثاء کا حق

سوال [۹۸۲۰]: ۴۔ پنشن کی چیز تھی ہونی رقم پانے کی حقدار بھی صرف اہلیہ ہے، یہ قانون سرکاری ہے۔ جس وقت یہ رقم وصول ہو تو دیگر ورثاء اس میں حقدار ہیں یا نہیں؟ نیز اس رقم سے زید کا قرضہ ادا کر دیا جائے تو درست ہے یا نہیں؟

میڈیکل امداد میں ورثاء کا حق

سوال [۹۸۲۱]: ۵۔ ... میڈیکل امداد کی رقم جو گورنمنٹ سے ملی وہ بھی اہلیہ کے قبضہ میں رہی، دیگر ورثاء اس پر حقدار ہے یا نہیں؟

بلڈنگ میں بیوی اور دیگر ورثاء کا حق

سوال [۹۸۲۲]: ۶۔ زید نے ایک بلڈنگ چھوڑی جو راییہ پر ہے، اس بلڈنگ کا وہ حصہ جس میں زید رہتا تھا، اس کا وصیت نامہ اہلیہ کے نام لکھا دیا تھا، اہلیہ نے راییہ کی رقم وصول کی ہے۔ دیگر ورثاء میں بھی وہ رقم

ہے وہ بھی حلب رستی ہے (۱)۔ قرض کا حکم نمبر ۸ میں ہے۔

۲۔ بعد اس فرمانہ مرزا (نامنیشن) کے اریحہ صرف وصول کرنے کا اختیار مقصود ہے، تمہیں مقصود نہیں قس ریجیو میں سب وراثت جمدورثہ شریک ہیں (۲)۔ قرض کا حکم نمبر ۸ میں ہے۔

۳۔ اس کا حق بھی نمبر ۲ کی طرح ہے۔

۴۔ قانونی اعتبار سے جو تعلق ہو، پٹیشن اسی وقت (۳) قرض کا حکم نمبر ۸ میں ہے۔

۵۔۔۔۔۔ یہ ترکہ زید ہے، سب وراثت حقدار ہیں (۴) قرض کا حکم نمبر ۸ میں ہے۔

= لزوح إلى أهل زوجته أشياء عند وفاتها مباح، فلما رقت إليه أراد أن يسترد من المرأة الديارح، ليس له ذلك إذا بعث إليها على حقة التملك (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، باب المهر، الفصل السادس عشر فی جهاز البنت: ۳۲۷/۱، رشیدیہ)

او کذا فی تفتیح الفتاویٰ لحامدیہ ۱/۲۶-۲۷، کتاب النکاح، مسائل الحنہار، مکتبہ میمنہ مصر

(۱) قال الله تبارک وتعالیٰ "ولیس الرابع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولدہ" (سورۃ النساء ۱۲)

(۲) "کما ان اعیان السوفی المتروکة عند مشترکة بین الورثة علی حسب حصصهم، کذلک یکون الدیس الیدی له فی ذمة آخر مشترکاً سہم علی قدر حصصهم" (شرح المحلۃ لسیہ رستم بار

۶۱۰ (رقم المادہ ۱۰۹۱، کتاب المارکة، الفصل الثالث فی الدیون المشترکة، مکتبہ حنفیہ، کونہ)

(۳) "فترت فتاویٰ رمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے "چونکہ میراث مملوکہ میں جاری ہوتی ہے، اور یہ خینہ بخش تبرع و حسن کردار ہے، بدون قبضہ مملوک نہیں ہوتا، لہذا وہ خینہ ملے گا جس میں میراث جاری نہیں ہوتی"۔ (امداد الفتاویٰ

۳۳۳، کتاب الفرائض، عربیہ مکتبہ عربیہ، دار العلوہ کراچی)

(۴) مدائن قمریہ نے اپنی زندگی میں بیوی کی وفات کے بعد ترکہ شریعتاً وراثت میں تقسیم کیا جائے گا

"لأن لتركه ما تركه الميت من الأموال صافياً عن تعق حق الغير بعض من الأموال، كما في

شروح السراحيہ"، (رد المحتار، کتاب الفرائض: ۷۵۹/۶، معید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الفرائض: ۳۶۵/۹، رشیدیہ)

۶ بیوی کے حق میں وصیت معتبر نہیں جب تک دوسرے ورثہ، رضا مند نہ ہوں (۱)، اس کرایہ میں سب ورثہ شریک ہیں (۲)، قرض کا حکم نمبر ۸ میں ہے۔

۷ وہ سامان جو زید کی ملک تھا، اب اس کا ترکہ ہے، اس میں سب ورثہ، حصہ دار ہیں (۳)، تنہا بیوی کی ملک نہیں۔

۸۔۔۔ اگر ورثاء کے نزدیک بخشش کرنا تسلیم نہیں، اور وہ سامان ورثاء کے پاس ہے تو وہ ترکہ ہے، ورثاء، حقدار ہیں (۴)۔ کل ترکہ سے اولاً مرحوم کا قرض ادا کیا جائے (۵) پھر:

مسئلہ ۶، تص ۲۴					زید
بیوی	حقیقی بھائی	بمشیہ و	بمشیہ و	بمشیہ و	بمشیہ و
$\frac{1}{4}$					
					$\frac{3}{18}$
	۶	۳	۳	۳	۳

چونیس حصہ بن کر چھ حصہ اہلیہ کو ملیں گے (۶)، چھ حصے بھائی کو ملیں گے، تین تین حصے ہر بمشیہ کو ملیں گے (۷)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۳/۱۳۹۵ھ۔

(۱) "عن عطاء، عن عكرمة، عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أن السی صبی الله تعالى عنده وسلم قال "لا تحور وصة لوارث إلا أن تشاء الورثة" (مص الرواية للربيعي ۴۰۴، رقم الحديث ۸۰۷۰)، كتاب الوصايا: مؤسسة الريان، بيروت)

"عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال "كان المال للولد، وكنت الوصية للوالدين، فسمح الله من ذلك ما أحب، فجعل للذكر مثل حظ الأنثيين، وجعل للأبوين لكل واحد منهما السدس، وجعل للمرأة التمس والربع، ولزوجة الشطر والربع" (صحيح البخاري، كتاب الوصايا، باب: لا وصية لوارث: ۳۸۳/۱، قديمي)

= قال المحقق: "حسبنا ما روي في هذه النسخة من أن من مات من أهل البيت ومن حطبت عليه من أهل العلم، سعى من قريش وغيرهم لاحتشون في أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قل عدم الفتح "لاوصية لوارث" ويوترون عن حنطه عه من أهل الفقه من أهل العلم، فكان نقل كفاة عن كافة والمراد بعدم صحة وصية الوارث عدم اللزوم. لأن الأكثر على أنها موقوفة على احارة الورثة، كما سيأتي بيانه" (فتح الباري، كتاب الوصايا، باب لاوصية لوارث ۵/ ۳۶۸، قديمي) (وكذا في الدرالمختار، كتاب الوصايا: ۶/ ۲۵۵، سعيد)

(۲) "كما أن أعيان المتوفى المتروكة عه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم، كذلك يكون الدين الذي له في ذمة آخر مشترك بينهم على قدر حصصهم" (شرح المحلة لسيد رستم نار ۱/ ۶۱۰، رقم المادة ۱۰۹۱)، كتاب الشركة، الفصل الثالث في الديون المشتركة، مكتبه حفية، كونه)

۳. اداؤں رقمیہ سے پتی زندگی میں وصول کی جو مرنے کے بعد ترکہ شریعہ میں تقسیم کیا جائے گا

"لأن التركة ما تركه الميت من الأموال صافيا عن ثمن حق الغير بعين من الأموال، كما في شروح السراجية" (ردالمحتار، كتاب الفرائض: ۶/ ۷۵۹، سعيد) (وكذا في البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/ ۳۶۵، رشديه)

(۴) "الحارح ودواليد إذا ادعى إرثا من واحد، فدو اليد أولى. كما في الشراء" (ردالمحتار، كتاب الدعوى، باب دعوى الرجلين: ۵/ ۵۷۰، سعيد)

(۵) "ثم تقضى ديونه من جميع ما بقى من ماله ثم يقسم الباقي بين ورثته" (السراجي، ص ۳، سعيد)

(۶) انج رجبہ چھ پچیس کا رجب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پچیسویں سالگرہ

قال الله تبارك وتعالى: "وليس الربع مما تركتم إن لم يكن لكم ولد" (سورة النساء: ۱۲)

(ب) بھائی بہنوں میں حصہ میں آتی قانون "للمذكر مثل حظ الأنثيين" بھائی کو دو حصہ اور بہنوں کو ایک حصہ

قال الله تبارك وتعالى: "وإن كنوا أحوا ذحالا وساءا، فللمذكر مثل حظ الأنثيين" (سورة

النساء: ۱۷۶)

فنڈ کی رقم کے متعلق بھائی کا نام لکھوا دینا

سوال [۹۸۲۵]: زید نے اپنی تنخواہ میں سے فنڈ کی رقم میں وصیت دار اپنے پرورش کنندہ بڑے بھائی کے نام کیا ہے کہ میری موت کے بعد اس فنڈ کا حقدار میرا بڑا بھائی ہوگا۔ یہ فنڈ کی رقم تقریباً بیس ہزار کے قریب ہے، اور زید کی کل ملکیت کل ملازمت کا روپیہ تقریباً پچاس ہزار روپے ہے۔

زید کے والد صاحب زید کے بچپن میں ہی انتقال کر گئے تھے، انتقال کے بعد سے ہی زید کی پرورش کی ذمہ داری بڑے بھائی کے ہی سر تھی، مشاء تعیم، شادی بیاہ اور غریبی اور مفلسی کے زمانہ میں زید کو اچھی سی ملازمت بھی دلوائی و روشش کر کے ایک ہونہار اور قابل انسان بنایا۔

زید کے انتقال کے وقت زید کی والدہ محترمہ، زید کا بڑا بھائی پرورش کنندہ اور زید کی بیوی اور دوڑکیاں اور ایک لڑکا شامل ہے، باقی ہیں۔ زید کی شادی سے پہلے بھی فنڈ کی رقم اپنے پرورش کنندہ بڑے بھائی کے نام تھی اور انتقال کے بعد بھی فنڈ کی رقم اپنے بڑے بھائی کے نام لکھی ہے اور باقی کی رقمیں خود اپنے ہی نام لکھی ہے۔

شادی کرنے کے تقریباً ۱۵ سال کے بعد زید کا انتقال ہو گیا، زید نے فنڈ کی رقم شادی سے پہلے بھی بڑے بھائی کے نام کیا تھا اور انتقال کے بعد بھی بڑے بھائی کا نام بھی موجود ہے، لیکن زید جس فیکٹری میں ملازمت کرتا تھا، اس فیکٹری کا قانون ہے کہ شادی کرنے کے بعد وہ فنڈ کی رقم کاٹ دیجاتی ہے جو کہ پرورش کنندہ کے نام لکھی ہے اور وہ رقم بھی فیملی میں چلی جاتی ہے۔

اور اگر زید یہ وعدہ بھی کر لیتا کہ میری شادی کے بعد میرے بھائی کا نام کٹ جائے گا اور وہ شادی کے بعد بھی اپنے پرورش کنندہ کے نام پر رکھتا ہے تو ظاہر ہے کہ وصیت اور حقدار بھائی ہی ہوتا، کیونکہ اس نے دوسرے فارم میں خود کا یا اپنی بیوی کا نام لکھا نہیں اور نام اپنے بڑے بھائی کا موجود ہے، کیونکہ شادی کے پانچ سالوں کے درمیان میں مرحوم اپنے بڑے بھائی کا نام کاٹ سکتا تھا اور خود کا نام لکھ سکتا تھا، مگر نام فنڈ کی رقم میں ابھی بھی موجود ہے اور زید نے اپنی زندگی میں اس وصیت کو رد نہیں کیا اور آخر عمر تک اس پر قائم رہے ہیں۔

اس رقم کو بعد کی رقمیں جو کہ خود زید کے نام تھیں وہ تو شرع شریف کے مطابق تقسیم ہو چکی ہے، لیکن اس فنڈ کا مسئلہ رکھا ہوا ہے۔ کیا یہ فنڈ کی رقم بزرگ پرورش کنندہ بڑے بھائی کو حاصل ہو سکتی ہے کیونکہ وہ مہر کاری قانون تو یہ ہے کہ مرنے سے پہلے کوئی جب انسان کوئی وصیت کرے کہ میری موت کے بعد فلاں چیز کا حقدار

فداں ہوگا تو وہی حقدار ہوتا ہے، شاہی کرتے اور رکنے سے وہی مصعب نہیں ہوتا؟

چہ اگر زید اپنے بڑے بھائی کو نقدی رقم دینے کا ارادہ نہیں کرتا تو وہ دوسری رقموں کی طرح خود کا نام لکھ سکتا تھا اور بڑے بھائی کا نام لکھ سکتا تھا، لیکن بڑے بھائی کا نام موجود ہے۔ یہ رقم جو کہ پرورش کنندہ بڑے بھائی کے نام موجود ہے، وہ بھی وارثان پر شرعاً شریف کے مطابق تقسیم ہوں، یہ صرف زید کے نام کی رقمیں شرعاً شریف کے مطابق تقسیم ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کی تنخواہ سے جتنا حصہ کٹ کر جمع ہوا اور اس پر جو پچھڑا نذرہ دیا وہ سب مرحوم کا ترکہ ہے (۱)، جس کے متعلق وہ اپنے بڑے بھائی کے حق میں وصیت کر چکا تھا جس کو اپنے آخر حیات تک اس کو منسوخ نہیں کیا، اگر چاہتا تو (تبدل حالات، شادی اور اولاد ہو جانے کی بنا پر) منسوخ کر سکتا تھا، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ وصیت پر قنہ رہا ہے۔

پس اگر وہ رقم تمہارے ترکہ کے ایک ٹکٹ کے اندر ہے تو حسب وصیت بڑے بھائی کو دی جائے، وصیت کا یہی حکم ہے کہ وہ ایک ٹکٹ میں نافذ ہوتی ہے (۲)، اگرچہ جس وقت وصیت کی تھی اس وقت بڑا بھائی وارث ہونے کی وجہ سے مستحق وصیت نہیں تھا، لیکن انتقال مورث کے وقت بڑا بھائی وارث نہیں رہا، کیونکہ ترکہ پیدا ہو چکا تھا۔ اس صورت میں بھائی کیلئے وصیت شرعاً معتبر ہے۔

(۱) "لمدرس لومات أو عول فی أثناء النسبة، قبل محی العبد و طهورها من الأرض، یعطى بقدر ما ستر، ویصیر میراثاً عنه کالأحرار، إدامات فی أثناء المدۃ" (رد المحتار ۴/۳۵۵، کتاب الوفاء، مطب فہما لومات المدرس أو عول قبل محی العلة، سعید)

"کسب من أعین المتوفی السروکۃ عند متبرکۃ بس وراثۃ علی حسب حصصہم، کذلک سکون الدین لدی لد فی دمد حر مسرک بسہم علی قدر حصصہم" (شرح المحند نسیم رستم، ۱/۶۱۰، (رقم المادة: ۱۰۹۲)، کتاب الشریکۃ، ممکنہ حقیقہ کوئٹہ)

(۲) "ثم یفقد وصایا من ثلث ما بقی بعد الدین، ثم یقسم الباقی بس وراثۃ بالکتاب والسۃ والإجماع" (السراحيۃ، ص: ۳، سعید)

(وکذا فی الدر المختار: ۶/۷۶۰، کتاب الفرائض، سعید)

درمختار میں ہے ”و کہ بہ عہد وراثت و فتنہ سہولت، ح۔“

شامی نے لکھا ہے، ”قبولہ، (وفات محبوب)۔“ وفات عاصیہ، حتیٰ لو اوصی لأخیه و ہم وارث، ثم ولد له ابن، صحت الوصیۃ لأخ. ولو أوصی لأخیه وله ابن، ثم مات الابن قبل الموصی، بطلت الوصیۃ، زیلعی، الح۔“ شامی: ۵/۳۱۶ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۶/۱۴۰۱ھ۔

جائیداد میں شرکت اور اس کی تقسیم

سوال [۹۸۲۶]: محمد رضا عرف بمن صاحب نے بنارس میں ایک مکان خریدا اور یہیں رہنے لگے، محمد رضا عرف بمن صاحب کے دوڑ کے تھے بڑے کا نام رحمت اللہ اور چھوٹے کا نام محمد شمس الدین تھے۔ محمد رضا صاحب سرائی کا کام کرتے تھے۔ اور محمد رحمت اللہ نے پہاڑی پنڈری سیکھی اور اس کے بعد حکیمی کرنے لگے۔
محمد رضا عرف بمن اور رحمت اللہ دونوں الگ الگ کام کرتے تھے اور روپیہ دونوں دیتے تھے جس سے گھر کے تمام اخراجات پورے ہوتے تھے۔ بعد میں محمد رضا نے کام بند کر دیا جس کی وجہ سے وہ ہر سیکے اخراجات نہ دیتے تھے، صرف محمد رحمت اللہ ہی گھر کے تمام اخراجات پورے کرتے تھے اور یہ سب ملہ آجس میں رہتے تھے۔ بعد رحمت اللہ نے بناری کپڑے کا کام شروع کر دیا اور یہاں سے چھوڑ کر بارہ بنکی چلے گئے اور وہیں تجارت کرتے تھے۔

زہجہ رحمت اللہ (دفاتن) کہا کرتی تھی کہ محمد رحمت اللہ نے تین سو بیس روپ اپنے والد محمد رضا سے لئے تھے اور ان سے کپڑے کا کاروبار شروع کیا اور بعد میں اپنے والد کا روپیہ ادا کر دیا جس کا کوئی ثبوت نہیں۔ بہر حال یہ ظاہر ہے کہ رحمت اللہ بناری کپڑے کی تجارت کرتے تھے اور بارہ بنکی میں رہتے تھے اور جب موقع ملتا تھا بنارس بھی آتے تھے۔ یہاں بنارس میں رحمت اللہ کی اہلیہ دفاتن اور بچے اور ان کے والد محمد رضا اور چھوٹے بھائی محمد شمس الدین ان کی یہاں سے مدد کیا کرتے تھے۔ وہ اس طرح کہ رحمت اللہ صاحب جو کپڑے وغیرہ یہاں

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۶/۶۲۹، کتاب الوصایا، سعید)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۷/۳۷۶، ۳۷۷، کتاب الوصایا، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(و کذا فی مجمع الأنهر: ۴/۴۲۳، ۴۲۴، کتاب الوصایا، مکتبہ غفراریہ کوئٹہ)

بنارس میں بننے کا آرڈر وغیرہ دیا کرتے تھے اس کو یہاں سے بارہ بنکی یا جہاں رحمت اللہ تھے پارسل کر دیا کرتے تھے۔

محمد رحمت اللہ نے اپنے روپیہ سے یہاں بنارس میں ایک مکان اپنے نام اور ایک بڑے لڑکے کے نام سے خریدا، یہ سب مکان اپنے والد کی زندگی میں خریدا۔ اس کے بعد رحمت اللہ کے والد محمد رضا کا انتقال ہو گیا، لیکن کاروبار حسب دستور چلتا رہا، محمد رحمت اللہ وہاں سے روپیہ بھیجتے رہے اور یہاں پر سب اکٹھا کھاتے پیتے رہے۔ کچھ سال بعد محمد رحمت اللہ نے بارہ بنکی میں انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوئے، اور اپنے دو لڑکے: محمد حسین، محمد قاسم اور ایک لڑکی نصرت اور زوجہ وفاتن اور زیور اور پچھروپے چھوڑے۔ اب چونکہ شمس الدین گھر میں سب سے بڑے تھے، اس لئے وہ گھر کے تمام کاروبار دیکھنے لگے اور یہاں سے بارہ بنکی چلے گئے تاکہ وہاں کاروبار دیکھیں۔

محمد شمس الدین نے رحمت اللہ کے چھوڑے ہوئے زیورات وصول کر کے کچھ مکان اور جائیداد اپنے نام خریدی۔ اور کچھ دنوں میں بارہ بنکی کا کاروبار ختم ہو گیا، اور شمس الدین یہاں بنارس چلے، یہاں آکر کچھ دنوں محمد شمس الدین اور دونوں لڑکے اپنا الگ الگ کھانا پینے لگے۔ اب سوال یہ ہے کہ جائیداد کس کی مانی جائے گی، نسیم محمد رحمت اللہ کی یا شمس الدین کی، یا محمد رضا عرف جمن کی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو مکان محمد رضا عرف جمن نے بنارس میں خریدا وہ ان کا ترکہ ہے (۱)، ورثاء شرعی میں حصوں کے موافق تقسیم ہوگا (۲)۔

محمد رضا اور محمد رحمت اللہ کا بنارس میں کام الگ الگ تھا، ممانی برائیک کی مستقل تھی (مشترب نہیں تھی)،

(۱) "لأن التركة ماترکہ الميت من الأموال صافياً عن تعلق حق الغير بعین من الأموال" رد المحتار

۷۵۹/۶، کتاب الفرائض، سعید

(۲) "ثم یقسم الدفی بعد دلك بین ورثته بالکتاب أو السید، أو الإجماع" (الدر المختار ۷۶۱/۶،

کتاب الفرائض، سعید)

البتہ ہر کا خرچ مشترک چلتے تھے، اس مائی کے دونوں بھائیوں کے (۱)۔ پھر محمد رضا نے کام بند کر کے مائی کا سلسلہ بند کر دیا، صرف محمد رحمت اللہ مات اور سب خرچ براہِ شریعت کرتے رہے۔ پھر محمد رحمت اللہ نے بارہ بنکی میں کام شروع کیا اور بقول زوجہ رحمت اللہ نے جو روپیہ قرض یا تھا وہ واپس کر دیا۔ محمد رضا کی آمدنی پہلے ہی ختم ہو چکی تھی، ان کے پاس روپیہ نہیں، ان کا خرچ بھی محمد رحمت اللہ کے روپیہ سے پورا ہوتا تھا، ظاہر ہے کہ ان حالت میں بارہ بنکی کے کام میں محمد رحمت اللہ ہی کا روپیہ لگا، اس سے ترقی ہوئی اور اس سے بنارس کے اخراجات پورے ہوئے۔

محمد شمس الدین نے جو مدد کی وہ روپیہ گارنٹھی، بلکہ آرڈر بھیجنے اور مال تیار کرنے میں مدد کی تو محض معین کی حیثیت میں رہے، روپیہ نہیں لگایا۔ اس لئے بنارس و بارہ بنکی میں محمد رحمت اللہ نے تین مکان خریدے ہیں، وہ نہ محمد رضا کے ہیں اور نہ شمس الدین کے ہیں، بلکہ محمد رحمت اللہ کے ہیں (۲)۔

محمد رضا کے انتقال پر ان کے بنارس والے مکان پر سب ورثاء کا حصہ ہوگا۔ محمد رحمت اللہ کے انتقال پر ان کے خریدے ہوئے تینوں مکانوں میں ان کے ورثاء ایک بیوی (۳)، دو لڑکوں، ایک لڑکی کا حصہ کا ہوگا، شمس

(۱) "لأن الملك مأمور شاه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص" (رد المحتار ۴/۵۰۲، کتاب البیوع، سعید)

(۲) قال العلامة اس عابدین رحمۃ اللہ علیہ "أقول مثل فی ابی کبیر دی روحہ و عیالہ کسب مستقل حصل بسہ أموال مات هل هی لوالده خاصة أم تقسم بین ورثته" أحاب: ہی للابن تقسم بین ورثته

حيث كان له كسب مستقل" (تفہیم الفتاویٰ الحامدیہ ۲/۱۷۱، کتاب الدعوی، مکسہ میمبیہ مصر)

(۳) میت کی جب اولاد ہو تو بیوی کو شریعت (آٹھواں حصہ) ملے گا

قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ، فَلِلنِّسَاءِ مِمَّا تَرَكَتُمْ﴾ (سورة النساء ۲)
بٹے اور بیٹی چونکہ عصبہ ہیں، لہذا بقیہ حصہ: "للدکر مثل حظ الأنثیین" بٹے کو دو برابر بیٹیوں کو اکبر حصہ ملے گا
قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِي﴾ (سورة النساء ۱۱)

مذاً مرحوم کل جائیداد کو چار حصے کر کے بیوی کو پانچ حصے، دونوں بیٹیوں میں سے ہر ایک کو چودہ چودہ اور بیٹی کو سات حصے دیئے جائیں گے۔ تسمیہ کا نقشہ ذیل میں مدخلہ فرما میں

الدین کا حصہ نہیں ہوگا (۱)۔ محمد شمس الدین نے محمد رحمت اللہ کے چھوڑے ہوئے روپیہ سے جو کچھ مکان وغیرہ اپنے نام خریداہے، اس کا ان کو حق نہیں تھا، وان کے مالک نہیں، ان کو لازم ہے کہ یہ سب محمد رحمت اللہ کی بیوی اور اولاد کو دیدیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۶/۱۳۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۶/۱۳۹۱ھ۔

جائیداد اور وراثت

سوال [۹۸۲۷]: زید مرحوم کا ایک کارخانہ ہے، اس کارخانہ کی عمارت پر تقریباً چالیس سال قبل زید مرحوم کے تقریباً پینتیس ہزار = ۳۵۰۰۰ روپے تعمیر میں خرچ ہوئے تھے۔ زید نے اپنے حین حیات میں مذکورہ بالاعمارت کو اپنی تجارت دوبارہ ایجاد کرنے کی غرض سے اپنے شہر کے ایک مالدار تاجر کے پاس رہن میں دیکر بطور قرض دس ہزار روپے، لے کر کاروبار چلایا تھا، چند سالوں کے بعد تجارت میں بھاری خسارہ ہو کر کاروبار ختم ہو گیا۔ کاروبار خسارہ میں ختم ہونے پر زید اپنی مذکورہ بالاعمارت روپے دیکر رہن سے چھڑانہ سکے۔

مسئلہ ۸، تصد ۴۰

بیوی	بیٹا	بیٹا	بیٹی
$\frac{1}{5}$	۱۳	$\frac{4}{35}$	۷

(۱) اس لئے کہ مرحوم کی و، دمو جو ہے اور جب میت کی او، ہو تو بھائی بہن محروم ہوتے

”وسو الأعدى أى الإحوة والأحوات لأب وأم، وسو العلات أى الإحوة والأحوات لأب،

کنہم یسقطون بالأبن وابن الابن وابن سفل“ (الشرعیہ شرح السراخید، ص ۲۸، سعید)

(وکذا فی رد المحتار: ۷/۷۷۲، کتاب الفرائض، سعید)

(۲) ”لیس لأحد أن يأخذ مال غيره بلا سب شرعی، وإن أحده ولو عی طن أنه مکة، وحب علیہ

ردہ“، (شرح المحنة: ۶۲/۱)، (رقم المادة: ۹۷)، (المقالة الثانية فی الفروع، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

رہمن والوں کا تقاضا زیادہ ہونے پر مجبور ہو بس ہونے پر زید مرحوم نے اپنی بیوی خیر النساء سے ان سے زیورات تخمیناً پانچ ہزار روپوں سے زیادہ رقم کے ان سے وعدہ پر لیکر کہ مذکورہ جائیداد کو رہمن سے چھڑا کر اس پوری عمارت کو بیوی کے نام لکھ کر بذریعہ رجسٹری دستاویز منتقل کر دیں گے۔ بیوی سے یہ وعدہ پکا کر کے ان کے زیورات بطور قرض حاصل کر لیا۔ اور ان کو فروخت کر کے پانچ ہزار روپے لے کر مذکورہ رہمن والے صاحب۔ جن کے پاس یہ جائیداد بطور رہمن کے رہی۔ منتقل کر کے یہ بات طے کر لی کہ رہمن کی رقم دس ہزار میں سے اس وقت فوری طور پر پانچ ہزار روپے دیدیں گے اور بقیہ رقم کا رخا نہ ماہانہ کرایہ۔ کے آمد میں وہ صاحب جمع کرتے جاویں۔

اس طرح یہ معاملہ طے کر کے زید نے اپنی بیوی کے زیورات سے جو پانچ ہزار روپے یا کچھ زائد رقم دستیاب ہوئی، اس رقم کو رہمن والے صاحب کو دیدیا اور میعاد رہمن ختم ہونے پر اس جائیداد کو بیوی کے نام لکھ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اس اثناء میں زید کا انتقال ہو گیا۔

زید مرحوم کے دو لڑکے اور ایک لڑکی تھیں جنہوں نے متفقہ طور پر (لڑکی نے اپنی جانب سے شوبہ کو گواہی کیلئے وکیل بن کر ان تینوں نے) اپنے والد مرحوم کے حسب وعدہ اس عمارت کو اپنی ماں کے نام لکھ کر دست ویز بن کر رجسٹری کر کے جائیداد ماں کے قبضہ میں کھدینے دیدی۔ اور اس طرح یہ جائیداد زید مرحوم کی بیوی خیر النساء کے نام منتقل ہو گئی، اس وقت زید مرحوم کی والدہ ماجدہ کلثوم بی زندہ تھیں، اور ان کے بڑے فرزند اور ایک بیٹی یعنی زید مرحوم کے بڑے بھائی اور ایک بہن بھی زندہ تھی۔ اس جائیداد کے منتقل ہونے کے بعد چار پانچ سال تک زید مرحوم کی والدہ ماجدہ کلثوم بی زندہ تھیں، ان کو اس کا پورا حصہ تھا اور اس حصہ میں انہوں نے بھی اپنے پوتے پوتی یعنی زید مرحوم کی اولاد نہ ہو سکی اس کے متعلق ناراضگی کا اظہار نہیں کیا۔

زید مرحوم کی والدہ اس واقعے کے چار پانچ سال تک زندہ رہ کر انتقال کر گئیں، ان کے بعد ان کے بڑے بیٹے اور بیٹی زید مرحوم کے بڑے بھائی اور بہن کی طرف سے بھی اس حق کا کوئی مطالبہ نہیں ہوا، اس لئے یہ سب اور خاندان بخوبی آگاہ تھے، ان کو پوری طرح معلوم تھا کہ یہ جائیداد زید رہمن رکھ چکا ہے اور زید مرحوم کی بی بی نے اپنے زیورات شوبہ کو بطور قرض مذکورہ وعدہ پر دیکر چھڑائی تھی، ورنہ وہ جائیداد رہمن سے نہ چھوٹی اور اسی میں ڈوب کر ختم ہو جاتی۔

یہ جاوید زید مرحوم کی بیوی بی بی کے نام بذریعہ دست و پیر رجسٹری منتقل ہو کر تقریباً تیس سال کی طویل مدت منذرئی و تیس برس سے زید کی بیوی کا قبضہ کلیہ چلا آ رہا ہے، وہی اس کی آمدنی اور سیاہ و سفید کی مالک تھی۔ اس عرصہ میں زید کی والدہ متوہم زندہ رہیں اور کوئی مطالبہ نہیں کیا، آخر ان کا بھی انتقال ہو گیا۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے بڑے بیٹے اور بیٹی جن کا ابھی ذکر یہاں چند سال زندہ رہے اور ان کی طرف سے بھی کوئی مطالبہ نہیں، ان دونوں کا بھی انتقال ہو گیا ہے (تقریباً آٹھ سال کا عرصہ گزر گیا)۔

زید مرحوم کی بی بی خیر النساء صاحبہ جن کے نام جاوید اب مستقل تیس سال سے انہیں کے قبضہ میں کلیہ چلا آ رہا تھا اور آمدنی وغیرہ کی وہی مالک رہی تھیں، چھ سات ماہ ہوا انتقال کر گئیں۔ اب آپ سے منذریش ہے کہ مذکورہ باتوں کو پیش نظر رکھ کر مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات مرحمت فرمائیں۔

۱۔ مذکورہ حالات کے پیش نظر بھی اگر زید مرحوم کے بڑے بھائی اور بہن۔ جنہوں نے زید مرحوم کے انتقال کے بعد اور اپنی والدہ جده کے انتقال کے تیس سال بعد انتقال فرمایا۔ ان کی اول و سوارثوں کی طرف سے مذکورہ بالا زید کی بیوی پر تیس سال قبل منتقل شدہ جاوید اب میں زید مرحوم کی والدہ جده یعنی دادی کے حق کا مطالبہ اور دادی مرحومہ سے ان کے بڑے بیٹے (والد) اور بیٹی (پھوپھی) کے حق کا مطالبہ کریں تو کیا قابل سماعت اور حق بجانب ہوگا؟

۲۔ مذکورہ جاوید اب میں اگر یہ لوگ اس کی آمدنی کا مطالبہ تیس سال کے بعد اور صاحب جاوید اب کے انتقال کے بعد وارثوں سے کی جوے تو کیا یہ قابل قبول اور حق بجانب ہے؟

۳۔ مذکورہ جاوید اب میں اگر یہ لوگ اس کی ۳۰ سال کی آمدنی کا مطالبہ کریں تو کیا یہ بھی قابل سماعت ہوگا؟ اگر ہو تو اس کا واجب الادا اس کے ذمہ ہے اور شرعاً اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ جواب سے فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ زید مرحوم تو اپنی حیات میں نہ بیوی کا قرض پانچ ہزار ۵۰۰۰ روپیہ ادا کر سکے اور نہ جاوید اب بعض قرض اس کے نام منتقل کرنے کا وعدہ پورا کر سکے، ان کے انتقال کے بعد ان کے ترکہ میں اور ادائے دین مہر و دیگر قرض سب ورثاء کا حصہ تھا، والدہ کا بھی اور تمام اول کا بھی اور بیوی کا بھی۔ بیوی کے قرض بصورت زیور

ونقد دانہیں کیا گیا، بند جائیداد کی صورت میں، ایسا کیا تا کہ مرحوم وعدہ بھی پورا ہو جائے اور بیوی کو اپنا قرض بھی وصول ہو جائے۔ اس کے لئے ضرورت تھی کہ سب ورثاء متفق ہو کر یہ صورت اختیار کرتے، یعنی زید کی والدہ کا بھی مشورہ ہوتا مگر اب نہیں کیا گیا، یہ بتا ہی ہوئی۔

تاہم جب زید کی ادا کرنے اس کی تمکین کی یعنی اپنے والد کا قرض ادا کر دیا اور زید کی والدہ نے اس میں کوئی مزاحمت نہیں کی جبکہ وہ بھی ۱/۶ اور اثت کی حقدار تھیں (۱)، بلکہ انہوں نے خاموشی اختیار کی تو یہ اس بات کا قرینہ ہے کہ مرحوم بیٹے کا قرض ادا کرنے کی جو صورت اختیار کی گئی ہے وہ اس پر رضامند تھیں، اور حکم بھی یہی ہے کہ تقسیم میراث سے پہلے متوفی کا قرض ادا کیا جائے (۲)۔

پس صورت مسئلہ میں زید کی بیوی اس جائیداد کی مالک ہوئی، پھر اس کے انتقال پر اس کے ورثاء کا حق ہے۔ زید کے بھائی بہن کا اس میں حق نہیں، وہ زید کی بیوی کے وارث نہیں (۳)، البتہ اپنی والدہ کے وارث ہیں، مگر اس جائیداد میں والدہ کا جو کچھ حصہ تھا وہ بعوض قریش زوجہ زید کے پاس چھا گیا۔ ہاں اس کے علاوہ جو کچھ والدہ کا ترکہ ہو اس میں سے ان کو حصہ ملے گا (۴)۔ اور زید کی اولاد کو اپنی دادی کے ترکہ سے کچھ

(۱) قال الله تبارك وتعالى: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۚ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۚ وَلِكُلِّ وَّاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ (سورة النساء: ۱۱)

(٢) "تم تقديم ديوانه التي لها فطال من جهة العباد" (الدر المحنار، ٦٠٦، كتاب الفرائض، سعيد)
(وكذا في البحر الرائق: ٣٦٦/٩، كتب الفرائض، رشيديه)

(و كذا في تبیین الحقائق: ۷/ ۴۷۲، كتاب الفرائض، دار الكتب العلمیه بیروت)

(٣) "وَيَسْتَحِقُّ الْإِثْرَ بِأَحَدِي حَصَالِ ثَلَاثٍ بِالسَّبِّ وَهُوَ انْتِقَابُهُ، وَالسَّبِّ وَهُوَ الرُّوحِيَّةُ، وَالْوَلَاءُ"
(الفتاوى العالمية: ٢/٣٣٤، كتاب الفرائض، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ٤٦٢/١، كتاب القرائن، سعيد)

(و کذا فی الاختیار لتعلیل المختار: ۵۵۴/۲، کتاب الفرائض، مکتبه حقانیہ پشاور)

(٣) "لأن التركة ماتركة الميت من الأموال صائفاً عن نعتق حق العبر بعض من الأموال" وقد المحار

١/٥٩٤، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ٣٦٥/٩، كتاب المرائض، رشيديه)

نہیں ملے گا، اس لئے کہ زید کا انتقال والدہ کے سامنے ہو یا تھا اور زید کے بھائی بہن موجود تھے (۱)۔

۲۔ یہ میت بدست نہیں۔

۳۔ یہ بھی بدست نہیں (۲)۔ فقہاء اہل سنت نے یہی حکم دیا۔

حررہ العبد محمود خنفرہ، دارالعلوم دیوبند۔

تنبیہ: یہ جواب اس تقریر پر ہے کہ زید مرحوم کی جائیداد کو بیوی کے نام بعوض قرض منتقل کرنے پر والدہ زید کی رضامندی معلوم ہو۔ اگر وہ اس پر راضی نہیں تھیں (اس لئے کہ مقدار قرض پانچ ہزار کے مقابلہ میں جائیداد بہت زیادہ تھی) اور والدہ نے ناخوشی کا اظہار کر دیا تھا اور اجازت نہیں دی تھی، تو بعد میں دعویٰ اور مطالبہ نہ بھی کیا ہو تو پھر والدہ کا حق ساقط نہیں ہوا (۳)، انتقال والدہ کے بعد اس میں زید کے بھائی بہن کا بھی حصہ ہوگا۔

پھر ان کی خاموشی اور مطالبہ نہ کرنے سے ان کا حق بھی ختم نہیں ہوا۔ پھر ان کی اولاد کا بھی حق ختم نہیں ہوا، البتہ مدت حویلہ نہ گزرنے کی وجہ سے دعویٰ اور مطالبہ کا حق ضابطہ اور قضاء نہیں رہا (۴)۔ تاہم عند اللہ دینے

= (وکذا فی تبیین الحقائق: ۷/ ۴۷۱، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۱) جب میت کی اولاد بیٹے، بیٹیاں، موجود ہیں تو چوتھے محروم ہوں گے

قال العلامة سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ: "الأقرب فالأقرب یرجعون بقرب الدرجة، أعمی.

أولہم بالمیراث جزء المیت: آی السون، ثم بیوہم". (السراجی، ص: ۱۳، سعید)

(وکذا فی الدر المختار: ۶/ ۷۷۴، کتاب الفرائض، باب العصات، سعید)

(وکذا فی الاحتمار لتعلیل المختار: ۲۰/ ۵۶۳، کتاب الفرائض، حقایقہ پشاور)

(۲) اس لئے یہ لوگ مرحومہ خیر النساء کے وارث نہیں، راجع، ص: ۴۱۵، رقم الحاشیہ ۳

(۳) "لا یسقط الحق بتفادہ الزمان" (شرح المحمّد لسلیم رستم، ج ۲، ۹۹۶، رقم الماد ۶۷۴،

کتاب الدعوی، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(وکذا فی الأشباه والسطاہر ۲/ ۱۹۳، الفی الدبی، کتاب القضاء والشہادت والدعوی، دارۃ

القرآن کراچی)

(۴) ادس رک الدعوی ثلاثا وثلاثین سہ، ولم یکن مایع من الدعوی، ثم ادعی، لاتسمع دعواہ، لأن

ترک الدعوی مع اس مکن یدل علی عدم الحق طاهر ونقل عن الحلاصۃ لاتسمع بعد ثلاثین۔

برأت نہیں ہوئی، اس سے اس سے مقابہت و مصالحت کر کے سبکدوشی کر لی جائے، یا ان کو بیداد میں حصہ دے کر راضی کیا جائے، یا قیمت دی جائے، یا معاف فرمایا جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

بھائی اور بہن کی موجودگی میں بہن کی لڑکی کے لئے وصیت

سوال [۹۸۲۸]: ۱۔ ظہور انجی مرحوم نے بذریعہ وصیت، ماہ اپنی تحریر میں کہا کہ مدد وہ نقد کے، مگر جائیداد منقولہ میں سے میری اہلیہ کا حصہ نکال کر باقی جائیداد کو فروخت کر دیا جائے اور اس کے زرخشن کو حمیدہ اختر سلمہا کے جہیز تیار کرنے میں لگا دیا جائے اور شادی ہوئی تو دوسری بہنوں کے جہیز میں لگا دیا جائے۔ ابھی حمیدہ اختر اور دوسری بہنوں کی شادی نہیں ہوئی۔ یہ وصیت مرحوم بہن اور بھائی کی موجودگی مرحوم کی جائیداد کا مصرف مرحوم کی اہلیہ کی بھتیجیوں پر از روئے شرع جائز ہے اور نافذ پذیر ہے یا نہیں؟

۲۔ کیا مرحوم کی وقفیہ جائیداد کا متولی مرحوم کی بھتیجی بہنیں اور بھائی کی موجودگی میں ان کی اہلیہ اور ان کے مرنے کے بعد ان کی بھتیجیاں وغیرہ از روئے شرع ہو سکتی ہیں یا نہیں، یا ان کے بھائی اور بہن؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ بھائی بہن کی موجودگی میں بہن کی لڑکیاں وارث نہیں (۲)، ان کے حق میں وصیت شرعاً معتبر

= سۃ (رد المحتار کتاب القضاء، مطلب اذا ترک الدعوی ثلاثاً وثلاثین سۃ ۵، ۴۲۲، سعید)

(وکذا فی الفتاوی الاقرویۃ ۵۸۴ کتاب الدعوی، الفصل الاول، دارالاشاعت، قدھر)

(وکذا فی شرح المحلۃ لسمیع رستم بار ۲، ۹۹۶، رقم المادۃ ۱۶)، کتاب الدعوی، مکتبہ حنفیہ کونہ)

(۱) "عن السائب بن سریہ عن ائید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "لا یأخذ

أحدکم عصا أخیه لأعباً جاداً، فمن أخذ عصا أخیه فلیردھا إلیہ"

"وعنه، سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال "علی الید ما

أخذت حتی تؤدی" (مشکوۃ المصابیح، کتاب البوع، باب العصب والعدۃ، الفصل الثانی

۱، ۲۵۵، قدیمی)

(۲) بہن کی لڑکیاں بھی راجہ میں سے ہیں، اور بھائی بہن صاحب ہیں، انہیں ان کے مدد موجودگی میں حصہ کل مان لے =

سے، ہذا مرحوم کے ترکہ کے ایک شت میں وصیت، نذ کی جائے گی (۱)۔

۲۔ مرحوم نے اپنے بعد ایک بیٹے و متوی بنیاد موقوفہ قرار دیا ہے وہ متولی ہوگا (۲) اور مرحوم کی قائم کردہ ترتیب کا شرعاً لحاظ رکھا جائے گا (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبدالمجید غفرلہ، دارالعلوم، یونین، ۳۱/۱۱/۱۳۹۵ھ۔

ترکہ سے نفقہ، عدت و فوات اور خرچہ رضاعت کا ٹٹا اور تقسیم ترکہ

سوال [۹۸۲۹]: مستفی عبد الرشید متوفی کی وفات کے چھ ماہ بعد اس کی جائیداد سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، لڑکی چار سال زندہ رہ کر مر گئی، اب عبد الرشید کے ترکہ کی تقسیم کا معاملہ درپیش ہے۔ ہر سال صدقہ کے ایک

= جات ہیں، ہذا لڑکی کی لڑکیاں ذوی الارحام ہونے کی بنیاد پر محرمہ اور غیہ وارث ہیں

’والما یرث ذور الارحام ادا لم یکن احد من اصحاب الفرائض من یرد علیہ ولم یکن عصۃ‘

(الفتاویٰ العالمگیریہ ۶/۵۹، کتاب الفرائض، الباب العاشر فی ذوی الارحام، رشیدیہ)

(وکذا فی الدرالمختار: ۶/۹۱، کتاب الفرائض، باب توریث ذوی الارحام، سعید)

(’وتحور سائنت للأحی وان لم یحر الوارث ذلک، لا الیادۃ علیہ‘) (الدرالمختار

۶/۱۵۰، کتاب الوصایا، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، ۹/۲۱۳، کتاب الوصایا، رشیدیہ)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۷/۲۷۶، کتاب الوصایا، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۲) ’وین شرط ن یایہ فلاں بعد موسی، ثم بعدہ یلہ فلاں، ثم بعدہ یلہ فلاں، فہذا الشرط حائر، کذا فی

محیط سرحسی‘ (الفتاویٰ العسکیریہ کتاب الوقف، الباب الخامس فی ولایۃ الوقف، الحج

۲/۳۰۸، رشیدیہ)

(وکذا فی التتارحاشۃ کتاب الوقف، الفصل السادس فی الولاية فی الوقف ۵/۵۰۴، قدیمی)

(۳) شرط سوائف کسب تسارع، فیجب تساعہ (ردالمحتار ۴/۴۹۵، کتاب الوقف، مطلب

ماخالف شرط الواقف، سعید)

”صرحوا بأن مراعاة عرض الواقفین واجبة“ (ردالمحتار: ۳/۴۴۵، کتاب الوقف، مطلب

مراعاة عرض الواقفین واجبة، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۵/۴۱۱، کتاب الوقف، رشیدیہ)

مولوی صاحب نے فتویٰ دیا ہے کہ عبدالرشید کی بیوی کی مدت حمل اور مدت رضا عمت کا نفقہ ترکہ میں سے ادا کیا جاوے، بعد از اس لڑکی کی تربیت کا دو سال کا خرچہ ادا کیا جائے، اس کے بعد جو بچے، وہ جملہ ورثاء میں حسب حصص شرعیہ تقسیم کر دیا جاوے۔ یا یہ فتویٰ صحیح ہے، یا بیوہ اپنے حصہ کے علاوہ نفقہ لینے کی حق دار ہے؟ سوئے حرو۔

الحواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسأله میں مدت حمل کا نفقہ مجموعہ ترکہ میں سے بیوہ ولینے کا شرعی صحیح قول کی بناء پر حق حاصل نہیں، نہ وہ مدت رضا عمت کے نفقہ کی مستحق ہے۔ نیز مدت تربیت دو سال کے نفقہ کا مطالبہ نہیں کر سکتی، البتہ اپنا مہر لے سکتی ہے۔ شرعیہ معاف نہ کیا ہو اور عبدالرشید مرحوم نے ادا بھی نہ کیا ہو۔ اس کے بعد تمام ترکہ جملہ ورثاء پر حسب حصص شرعیہ تقسیم ہوگا اور بیوی کو اس میں سے آٹھواں حصہ لے گا اور لڑکی کے مرنے کے بعد اس کا حصہ ورثاء پر تقسیم ہوگا، اس میں سے بیوہ کو بھی شرعاً حصہ ملے گا:

”سئل فی من توفی وزوجته حامل، فهل لها نفقة فی مال الزوج أم لا؟ أجاب: اختلف

بمنہج فیمد کہ نہ حامل، فن بعضہم: یغنیها فی جمیع احوال، وفق بعضہم: لا نفقة لہ فی من بروج، وهو صحیح، کد فی خلاصہ“ (۱) عمدة الریاء نقوی ص ۵۴۷ (۲)۔

”وہی کہ لای قدماء ویرثہ مولداً، ویرثہ اولاداً صغراً، کانت نفقة الأولاد من أنصائهم۔

وکد کل من یکون ورثاً، فنفقہ فی حصہ وکد کل امرأہ یكون نفقتها فی حصتها من میراث، حاملہ کتب وحوالہ“ عندمکی: ۱۵۱/۲، مطبوعہ رحیمیہ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود سنویتی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳ ۱۱ ۵۶ھ۔

الجواب صحیح، سعید احمد غفرلہ، صحیح عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ذیقعدہ، ۵۶ھ۔



(۱) خلاصۃ الفتاویٰ ۵۸۲، کتاب النکاح، الفصل التاسع عشر فی النفقات امجد اکیدمی لاہور)

(۲) لم أحده

(۳) الفتاویٰ العالمگیریہ ۵۶۴، باب النفقات، الفصل الرابع فی نفقة الأولاد، رشیدیہ)

(وکد فی تفتح النقوی الحامدیہ ۶۱، باب النفقة ومطالبہ، مطلب ادا مات عن اولدہ الحامد، مکتبہ مبسمیہ مصر)

(وکد فی الفتاویٰ لکاملیہ ص ۳۸، باب النفقة، مطلب لاشقة للمتوفی عہا روحہا، مکہ حقانیہ پشاور)

الفصل التاسع فی العصابات وذوی الأرحام وتوریت الحمل

(عصابات، ذوی الارحام اور توریت حمل کا بیان)

عصابات کی انتہا کیا واداکے پچا تک ہے؟

سوال [۹۸۳۰]: وراثت میں عصب کہاں تک ہیں۔ حضرت تھ نووی رحمۃ اللہ علیہ واداکے پچا تک ختم کرتے ہیں (۱)، اس کے بعد ذوی الارحام کی طرف وراثت منتقل ہو جائے گی۔ اور حضرت میاں صفحہ حسین صاحب دیوبند کی رحمۃ اللہ علیہ اپنی آخر تک عصب کو کہتے ہیں (۲)۔ اور حضرت تھ نووی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے صحیح اور مستعمل ہوئی ہے کہ اگر ان آخر و عصب کو مانا جائے تو ذوی الارحام کو نمبر ہی نہیں آ سکتا ہے۔ آپ برائے مہربانی مع حوالہ کتب اس کو تحریر فرماویں کہ ان دونوں روایتوں میں سے فتویٰ کس پر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت تھ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی رائے سے رجوع فرمایا تھا (۳)۔ صحیح وہی ہے جس کو

(۱) حضرت تھ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سال کے جواب میں لکھا ہے ”تمام کتاب فرائض وفتویٰ تصنیف کے موافق کل عصابات یہ ہیں ”اس، ثم اس، اس وان سئل، ب، حد صحیح وان علا، حتی إلى آدم عليه السلام، جزء الأب وان سئل، جزء الحد یعنی عم، ثم امه وان سئل، عم الأب، ثم امه وان سئل، عم الحد، ثم امه وان سئل“ پس اس پر عصابات ختم ہو گئے، اور منہجہ میں صرف سب سے قریب کا ہی جہت ہے، معلوم ہو کہ اس سے آگے عصابات نہیں۔“ (امداد الفتاویٰ، ۳۴۳، ۴، کتاب الفرائض، منہجی شدن عصبیت بأولاد عم الحد، ممکنہ دار العلوم کراچی)

(۲) حضرت میاں سید اعجاز حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے ”ارجو انہم کے عصابات کا بیان یہاں ختم کر دیا گیا، اسی صرح پانچویں تبصرے پر مشتمل ہے۔ اور پھر اس سے اوپر تک سلسلہ چل سکتا ہے، جب تک ان میں سے کوئی بھی موجود نہ ہوگا۔ مثلاً بی بی اور ان پر پشت کا بیوا (قانون وراثت، مفیدہ، ٹین اس ۸۵، پانچواں باب عصابات کا بیان، سعید)

(۳) امداد الفتاویٰ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ ”اس نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے رجوع فرمایا تھا۔“ (امداد الفتاویٰ -

مولانا اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے۔ الجامع الوجیز میں اس کی تصریح ہے (۱)۔ جس وقت کسی عصبہ کی تحقیق نہ ہو تو ذوی الارحام کو ترکہ ملے گا (اگر آپ اپنی تحریر میں کتاب کا حوالہ دیتے اور عبارات نقل کرتے کہ حضرت تھنوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کن کتب میں عبارات لکھی ہیں، تو میں بھی جواب میں عبارات نقل کر دیتا، تاہم میں نے جامع وجیز کا حوالہ دیا ہے)۔ فقط واللہ ہی نہ تعالیٰ اعلم۔

حرر والعب محمد محمود غفرلہ۔

عصوبت کہاں ختم ہوتی ہے؟

سوال [۹۸۳۱]: امداد الفتاویٰ جلد سوم، ص ۱۱۸، ۱۱۹، میں حضرت تھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ہے: "اولاد عم اب الجد بطور حصہ بت وارث نہ ہوں"

= ۳۴۴/۴، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(۱) واضح رہے کہ "الجامع الوجیز" سے مراد "فتاویٰ بزازیہ" ہے۔

"ثم عم الأب لأب وأم، ثم عم الأب لأب، ثم ابن عم لأب وأم، ثم ابن عم الأب لأب، وكذا
بسوہما وإن سفلوا" وهكذا عمومة الأخداد وإن علوا، وأولادهم الذکر إن سفلوا". (البراریة علی
ہامش الفتاویٰ العالمگیریہ، ۶۶۵، کتاب الفرائض، الفصل الثانی فی العصات المحصنة، رشیدیہ)
(و کذا فی البحر الرائق: ۳۸۳/۹، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۷/۳۸۷، کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۲) امداد الفتاویٰ کی پوری عبارت اس طرح ہے:

سوال "شرح محمدی کا مسدود یہ ہے کہ جب عصبہ نہ ہو تو ذوی الارحام وارث ہوتے ہیں، لیکن یہ امر ناممکن ہے کہ کسی متوفی کا کوئی عصبہ نہ ہو، اگر آدم علیہ السلام کا رشتہ لگایا جائے، مثلاً ایک ملوی یا صدیقی، وغیرہ کا انتقال ہو، ایک عصبہ سے متوفی کی جائیداد پر قبضہ کر لیا تب ذوی الارحام نے دعویٰ متروکہ کیا، عصبہ یہ کہتا ہے کہ تم اس وقت وارث ہو سکتے ہو کہ جب عصبہ نہ ہو، ملوی، اور صدیقی کے بہت سے خاندان، نیا پرہم، جود میں، جب تک وہ موجود ہیں تم انہیں ذوی الارحام کے وارث نہیں ہو سکتے ہو۔ تو ایسی حالت میں ذوی الارحام کو عصبہ کا عدم کس طرح ثابت کرنا چاہیے؟ یہ ظاہر ہے کہ عصبہ کا عدم ثابت کرنا قریب قریب محال ہے، تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ ذوی الارحام متوفی کے متروکہ کا کبھی وارث نہ ہو۔ یہ بات اگرچہ =

اب گزارش یہ ہے کہ حضرت اس کے متعلق کیا فیصلہ فرمائے؟ اگر حضرت کا کوئی فیصلہ معلوم نہیں تو آنجناب اپنی تحقیق عمیق سے مطلع فرما کر ممنون فرماویں، حسن خاتمہ کی دعاء سے فراموش نہ فرمادیں۔
فقط والسلام۔

الحواب حامداً ومصلیاً:

حضرت تھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی آخری رائے تو معلوم نہیں ہو سکی، مگر جامع وہیز یعنی فتاویٰ بزازیہ ۳/۴۵۶، بر حاشیہ ۱۸۱ کی جلد ۶، سے معلوم ہوتا ہے کہ ”وَلَدَ عَمَّ ابْنُ لَحْدٍ“ بھی بطور عصوبت وارث ہوں گے:

”ثم عم الأب لأب وأم، ثم عم الأب لأب، ثم ابن عم الأب لأب وأم، ثم ابن عم الأب لأب، وهكذا عمومة الأجداد وإن علواً، وأولادهم الذکر۔ ویس سنیو، نہ مولیٰ عدوہ،“ (۱)۔ تتمہ امداد الفتاویٰ میرے پاس موجود نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

چوتھی پشت کا عصبہ بھی وارث ہے

سوال [۹۸۳۲]: اگر اہل اسلام فقیر قوم کی دختر موجود ہو اور شادی سے اپنے باپ کے شامل ہو اور متوفی کا حقیقی برادر و چچ و بھتیج نہ ہو تو دختر کی موجودگی میں تیسری، چوتھی پشت کے جدوں کا شمار کیا جائے؟ بموجب کوئی حق ملتا ہے، ایسی صورت میں کہ جائیداد بزرگوں کی پیدا کردہ نہ ہو اور متوفی یا والد متوفی نے خود پیدا کی ہو۔

= ہونے سے روٹی ہے۔ (امداد الفتاویٰ ۳/۳۴۴)

(۱) (الزازیة علی هامش الصاوی العالمکیریة ۶/۴۵۶، کتاب الفرائض، الفصل الثانی العصات المحصنة، رشیدیہ)

(وکذا فی البحر الرائق: ۳۸۳/۹، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(وکذا فی مجمع الأبرار ۴/۵۰۵، کتاب الفرائض، فصل فی العصات، مکتبہ عثمانیہ کونہ)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۷/۴۸۷، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیة بیروت)

الجواب حامداً ومصياً:

تیسری یہ پوچھی پشت سے نصبت دینی حق پختہ سے گرچہ جائیداد ان کے بزرگوں کی پیدا کردہ نہ ہو (۱)۔ فقط واللہ بن نہ حق اسے۔

حررہ العبد محمد بنوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مفتاح سوم، ۱۹/۴/۶۰ھ۔

صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم، تصحیح عبدالنسیف، مدرسہ مفتاح سوم، ۱۹/۴/۶۰ھ۔

یعنی مقدم ہے علاقہ پر

سوال [۹۸۳۳]: آسان خان نے انتقال کیا اور ایک لڑکا حمید خان اور دو مزید وارث چھوڑے۔ خدیجہ و افسواں۔ پھر حمید خان فوت ہوا۔ ماں افسواں بی بی اور عمہ "الأب لأب" تین چھوڑے قلمدار خان، حامد خان، اعلمدار خان۔ اور ابن عمہ "الأب لأب"۔ تین چھوڑے ظلمات خان، رحیم خان، عبدالقادر خان۔ اس میں دریافت طلب بات یہ ہے کہ عمہ "الأب لأب" میراث کا مستحق ہے یا نہیں۔ عمہ "الأب لأب" و امہ مستحق ہے؟ لیکن مبسوط غبارت سے معلوم ہوا کہ استحقاق میراث میں عمہ "الأب لأب" ہی مقدم ہے۔

"کہ فی صلب، نسوح، وکذا۔ بحران فی نسب، ہودا، لأصاف، قر فی مبسوط فی بیان الأعمام وأبنائهم: "ثم العم لأب وأم، ثم العم لأب، ثم ابن العم لأب وأم، ثم ابن العم لأب، ثم عم الأب لأم، ثم عم الأب لأب، ثم ابن عم الأب لأب وأم، ثم عم الأب لأب، ثم لجد. انتهى". مبسوط: ۱۷۴/۲۹ (۲)۔ چونکہ علماء کا اس میں اختلاف ہے، لہذا ایسے سنیین و حیر و عبد حبیل۔

(۱) "ثم عم الأب لأب وأم، ثم عم الأب لأب، ثم ابن عم الأب لأب وأم، ثم ابن عم الأب لأب، وکذا۔ سوہم و ابن سہموا، وھکذا عمومة الاحداد و بن علوا۔ واولادھم الذکرا و بن سفلوا" (البراریۃ علی هامش الفتاویٰ العالمکریۃ ۶/۵۶۶، کتاب الفرائض، الفصل الثانی فی العصات المحصۃ، رشیدیہ) (و کذا فی البحر الرائق: ۳۸۳/۹، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۴۸۷/۷، کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

(۲) (المبسوط للسرخسی: ۱۹۳/۲۹، کتاب الفرائض، باب أصحاب الموارث، عفار یہ کونہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئلہ میں عم الأب لأب کو تقدم ہے ابن عم الأب لأب وأم سے۔ ذوالقرابتین کو دو قریبہ و حدة پر تقدم اس وقت ہوتا ہے جب کہ درجہ میں مساوی ہوں، ورنہ جس کا درجہ اتنی ہوگا وہ مقدم ہوگا:

”وبعد ترحیحهم بقرب الدرجة یرتفعون عند التفاوت بأبوين وأب - كما مر - بقوة نسبية، فمن كل لأبوين من عصات وبناتین كالشفیقة مع الست تقدم على الأخ لأب مقدم على من كل لأب، بقوله صلى الله عليه وسلم ”إن أعین سی لأب یتورثون دون سی علات“ ونحوه، فله عند الاستواء فی الدرجة تقدم ذوالقرابتین، وعند التفاوت فیها تقدم لأبسی، هـ“۔ درمحد علی ہدایت رد المحتار ۵/۶۷۸ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود سنوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، عیم رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ۔
الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳ رمضان ۱۴۲۶ھ۔

علاقہ بھتیجا، عینی کی موجودگی میں وارث نہیں

سوال [۹۸۳۴]: مسی زید نے دو بھتیجے عینی اور ایک بھتیجا مالاتی چھوڑے۔ اب اس کی جملہ جائیداد کے وارث از روئے شرع شریف بھتیجے عینی ہیں، یا کہ علاقہ بھتیجا وارث ہے؟
المستفتی: عبدالمطیف، ضلع جہلم، معرفت نصیر احمد، معلم مدرسہ ہذا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بشرط صحت سوال و عدم موانع ارث بعد تجبیز و تکفین و ادائے دین میت از کل مال، و تنفیذ وصیت وغیرہ

(۱) (الدرا المختار مع رد المحتار ۶/۷۷۵، کتاب الفرائض، فصل فی العصات، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۵۱/۶، کتاب الفرائض، باب العصات، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳۸۳/۹، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(و کذا فی الرارۃ علی هامش الفتاویٰ العالمگیریہ ۳۵۱/۶، کتاب الفرائض، الفصل الثانی فی

العصات المحصۃ، رشیدیہ)

از ثلث مال (۱)۔ صورت مسئلہ میں زید کا ترکہ اس کے دونوں بیٹیوں کے حصے کا ملحق تھا۔ نتیجتاً اس صورت میں وارث نہیں ہوگا

”ثم یرجحون بقوة القرابة، أعنی به أن ذا القربین أولی من ذی قرابة واحدة، ذکر کس و نسی، تقدم عنه سبعة“ ”إن أعنی سی لأُم یوسف من دون بنی العلات“۔ کالأخ لأب و أم، أو لأخت لأب و أم، و صارت عصاة مع لست أولی من الأخ لأب والأخت لأب، و ابن لأخ لأب و أم وی من سی لأخ لأب، اهـ“۔ سراجی، ص: ۱۶ (۲)۔ فقط۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حرره العبد محمود سنوی عفا اللہ عنہ، معین مشقی مدرسہ مظاہر علوم بہار نیپور، ۶۳۳۸ھ۔

جواب صحیح۔ ید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم بہار نیپور، صحیح: عبداللطیف، ۱۰/ربیع الاول/۶۳ھ۔

یعنی بھائی کی موجودگی میں علاقہ بھائی کو کچھ نہیں ملتا

سوال [۹۸۳۵]۔ ایک شخص فوت ہو جاتا ہے اور مندرجہ ذیل ورثہ چھوڑتا ہے، اس کی میراث کس

(۱) ”بدأ من تركه الميت الخالية عن حق الغير بتحيرہ - بعد التكفیر - ثم تقدم ديونه التي لها مطال من حجة العباد، ثم وصيته من ثلث مابقى، ثم بقسمه الباقي بعد ذلك بين ورثته“ (الدر المختار ۶/۶۷۳، كتاب الفرائض، سعيد)

”تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة الأولى يبدأ بتكفيره، ثم تقضى ديونه من جميع مابقى من ماله، ثم تقدم وصاياه من ثلث مابقى بعد الدين، ثم بقسمه بين ورثته“۔ (السراجی، ص ۳، سعيد)
(وكذا في الدر المختار: ۶/۷۵۹، كتاب الفرائض، سعيد)

(۲) (السراجی، ص: ۱۳، سعيد)

”ویرجحون بقوة القرابة، فمن كان لأبوين من العصات مقدمة على من كان لأب، لقوله صلی اللہ علیہ وسلم ”إن أعیان سی الأم یوارثون دون سی العلات“ (الدر المختار ۶/۷۵۵، كتاب الفرائض، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۳/۵۰۶، كتاب الفرائض، غفاریہ، كوئٹہ)

(وكذا في الاحتيار لتعمیل المختار ۲/۵۶۲، ۵۶۳، كتاب الفرائض، فصل فی العصات، مكتبه حقانہ، پشاور)

طرح تقسیم کی جائے دو برابر حقیقی، دو برابر علاقائی، ایک بمشیہ و حقیقی، ایک بمشیہ و علاقائی۔

ش بینی ش بینی ش بینی ش بینی ش بینی ش بینی

بینوا تو جروا۔

مسکین علی احمد غفر اللہ لہ، اسکندری، ۱۳/ شوال/ ۱۳۶۷ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بعد اوائے حقوق متقدمہ میں اس طرح کل پانچ سہام ہوں گے: دو دوبرہ دو حقیقی بھائیوں کو ملیں گے (۱)،

ایک سہم حقیقی بہن کو ملے گا، علاقائی بھائی بہن محروم رہیں گے، بقولہ علیہ السلام: ”إن أعیان بنی الأم

یتوارثون دون بنی العلات، اھ“۔ (سراجی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد المذنب غفر لہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳ شوال ۱۴۰۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفر لہ، ۲۳/ ۱۰/ ۱۳۶۷ھ۔

(۱) اش رتبہ بھائی بہن محروم ہوں منصب بن جاتے ہیں تو بقاعدہ ”للذكر مثل حظ الأنثیین“ کے دو دوحے ہر ایک بھائی

کو، اور ایک حصہ بہن کو ملے گا۔

قال الله تبارک وتعالیٰ: ۛ یوصیکم الله فی اولادکم للذكر مثل حظ الانثیین ۛ (سورة

النساء: ۱۱)

”اذا احتلظ السون والسات، عصمت السون والسات، فیکون للابن مثل حظ الانثیین“ (تیس

الحقائق: ۷/ ۴۸۰، کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/ ۴۴۸، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۲) (السراجی، ص: ۱۳، ۱۴، سعید)

(وکذا فی الدر المختار: ۶/ ۷۷۵، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی مجمع لأبهر ۶/ ۵۰۶، کتاب الفرائض، خزانہ، کربہ، ودار الکتب العلمیہ بیروت) -

علاقہ بہن اور چچا زاد بھائی کے درمیان تقسیم ترکہ

مسئلہ [۹۸۳۶] زید و فاطمہ پاتا ہے اور پسماندگان میں سے ایک اپنی سوتیلی ماں کی بھئی ہے (علاقہ بہن) اور چچا زاد بھائی چھوڑتا ہے اور اس سے ترکہ کو منقولہ ہو یا غیم منقولہ۔ اس طرح اور کن کن پر تقسیم کیا جائے گا؟

السائل محمد عزیز، جلی کڈھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید

مسئلہ ۲، تصدق ۳

چچا زاد بھائی

$\frac{1}{2}$

چچا زاد بھائی

۱

علاقہ بہن

$\frac{1}{2}$

بشرط صحت سوال وعدم موانع ارث بعد تجہیز وتنفین وادائے دین میت از کل مال، و تحفیذ وصیت وغیرہ از ثلث مال (۱) زید کا کل ترکہ چار سہام قرار دیکر حسب نقشہ بالا ورثہ پر تقسیم ہوگا، یعنی علاقہ بہن کو دو، ہر دو چچا زاد بھائیوں کو ایک ایک (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/ ربیع الاول۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا۔

صحیح: عبدالمطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/ ربیع الاول/ ۵۸ھ۔

”عن علی أنه قال: إنکم تقرأون هذه الآية: من بعد وصية يوصي بها أو دين، وأن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قضی بالدين قبل الوصية، وأن أعيان سی الأم یرون دون سی العلات، الرجل یورث أحماء لأمه وأمه دون أحماء لأبيه“ (جامع الترمذی، أبواب الفرائض، باب ما جاء فی میراث الإخوة من الأب والأم: ۲/ ۲۹، سعید)

(۱) ”یبدأ بتکفیه وتجهیزه ثم تقضى ديونه من جميع ما بقى من ماله، ثم تعد وصایاه من ثلث ما بقى بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته“ (السراجیة، ص: ۳، سعید)

بھتیجیوں اور بھانجیوں میں ترکہ کی تقسیم

سوال [۹۸۳۷]: اگر کوئی شخص فوت ہو جائے اور تین حقیقی بھتیجیاں اور تین حقیقی بھانجیاں چھوڑے تو مرحوم کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ ۳، تصد ۹

تین حقیقی بھانجیاں

 $\frac{1}{3}$

تین حقیقی بھتیجیاں

 $\frac{2}{3}$

یہ سب ورثاء ذوی الارحام کی صنف ثالث کے ہیں، اہل اصول پر تقسیم ترکہ پھر ان کا حصہ ان کے فروع کو دیا جائے گا۔ یہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے (۱)۔ اور پھر مسائل ذوی الارحام میں ان کے قول پر

= (و کذا فی الدر المختار: ۷/۵۹۷، کتاب الفرائض، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۹/۳۶۵، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۲) قال الله تعالى: "فإن كن نساء فوق اثنتين، فلهن ثلث ما ترک، وإن كانت واحدة فلها النصف" (سورة النساء: ۱۱)

"السادسة الأحيوات لأب" فلواحدة النصف، وللأكثر الثلثان عند عدم الأحيوات لأب

وام" (الفتاویٰ العالمکیریة ۶/۴۵۰، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروع، رشیدیہ)

(و کذا فی السراجیة، ص: ۱۰، فصل فی النساء، سعید)

(۱) "وأما إذا اختلف الفروع والأصول، اعتبر محمد رحمة الله عليه في ذلك الأصول، وقسم عليهم

أثلاثاً، وأعطى كلأمن الفروع نصيب أصله، وهما اعتبرا الفروع فقط، لكن قول محمد رحمة الله عليه

أشهر الروايتين عن أبي حنيفة رحمة الله تعالى في جميع ذوی الأرحام، وعليه الفتوى" (الدر المختار مع

رد المحتار: ۷/۷۹۷، کتاب الفرائض، باب توريث ذوی الأرحام، سعید)

= (و کذا فی السراجی، ص: ۴۷، ۴۸، باب ذوی الأرحام، فصل فی الصنف الثالث، سعید)

فتویٰ ہے، کما فی شرح عقود رسم المفتی (۱)۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ظاہر قول یہی ہے، کما فی نسریہ ص ۱۰۵ (۲)۔ لہذا اکل نوسہام بنا کر دو دو سہام تینوں حقیقی بھتیجیوں کو دیں گے، ایک ایک سہام تینوں حقیقی بھتیجیوں کو دیں گے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲۱۸ھ۔ ۱۳۸۸ھ۔

دو بیویوں کی اولاد میں تقسیم میراث

سوال [۸۱۳۸]۔ زید کی پہلی بیوی سے دو لڑکے اور ایک لڑکی، دوسری بیوی سے صرف ایک لڑکا ہے۔ بتلائیے کہ باپ کی جائیداد اس طرح تقسیم ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر صرف یہی وارث ہیں تو کل سات سہام (حصے) بنا کر دو دو سہام (حصے) تینوں لڑکوں کو ملیں گے ایک (حصہ) لڑکی کو لے گا (۳)۔ دین مبرور وغیرہ ادا کرنا تقسیم میراث سے پہلے ضروری ہے (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

— (وکدا فی الاحبار لتعلیل المختار ۲/۵۱۰، کتاب الفرائض، فصل فی دوی الارحام، مکتہ حقایقہ، پشاور)

(۱) "الثالث ما فی متن السلفی وغیرہ فی مسئلۃ لتقسیم علی دوی الارحام" وبقول محمد یفتی۔ قال فی سبک الایہر ای فی جمیع تدریث دوی الارحام۔ وهو اشہر الروایتین عن الإمام أبی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ، وبہ یفتی۔ قالہ السیح وقال فی الکافی وقول محمد اشہر الروایتین عن أبی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ فی

جمیع دوی الارحام، وعلیہ الفتویٰ (شرح عقود رسم المفتی، ص ۸۰، میر محمد کتب خانہ کراچی)

(۲) "وقول محمد اشہر روایتین عن أبی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ فی جمیع أحکام دوی الارحام، وعلیہ الفتویٰ" (الشریفة، ص: ۱۰۷، باب ذوی الارحام، سعید)

(۳) لڑکے اور لڑکیاں دونوں مضر عصب بن جاتے ہیں اور ورثہ میں اگر صرف عصب ہو تو کل جائیداد انہی کو ملے گا

قال اللہ تبارک وتعالیٰ "وإن کانوا إخواناً رجلاً وامرأۃ، فلیکرم مثل حظ الأنثیین" (سورۃ النساء ۱۷۶)

"إذا احتلط البنون والبنات، عصب البنون والبنات، فیکون لامن مثل حظ الأنثیین" (تعیین

الحقائق: ۴/۳۸۰، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(وکدا فی القدوی العالمکبریۃ ۶/۳۲۹، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی دوی القروس، رشیدیہ)

(۴) "ثم تقدم دیوبہ النبی لہا مطلقاً من حیفہ العباد، ثم وصیتہ من ثلث ما فی، ثم یقسم الباقی بعد ذلک —

دو بیویوں کی اولاد میں تقسیم ترکہ

سوال [۹۸۳۹]: زید کی سب سے پہلی بیوی جو تھی اس سے ایک لڑکا ہے، زید کی بیوی کا انتقال ہو گیا، زید نے اس کے بعد دوسری بیوی کی، اس بیوی سے دو لڑکیاں باقی تھیں۔ زید کا جب انتقال ہوا تو اس بیوی سے لڑکا پیٹ میں تھا، زید کے مرنے کے بعد چھ ماہ بعد یہ لڑکا پیدا ہوا، دو لڑکیاں اور لڑکا ہو گیا۔ لڑکیاں جو تھیں وہ اپنی والدہ ہی کے سامنے انتقال فرمائیں تھیں۔ زید کا جس وقت انتقال ہوا تو وہ آدھا مکان چھوڑ کر مر گئے تھے، جس وقت یہ دوسری بیوی کا لڑکا ہوشیار ہوا۔

جو تہائی مکان جو اس کو ملا تھا، دونوں لڑکوں نے آپس میں تقسیم کر کے چوتھائی، چوتھائی کر لیا تھا۔ دوسری بیوی کے لڑکے نے مبلغ پانچ سو روپیہ فروخت کر دیا تھا، اب وہ دوسری بیوی کا لڑکا اپنی والدہ کا آٹھواں حصہ اور اپنی دونوں بہنوں کا حصہ مانگتا ہے۔ تو اب اتنا سب کچھ پہلی بیوی کا جو لڑکا ہے اس کو بھی حق پہنچتا ہے یا نہیں بہنوں کے حصہ میں سے کیوں دو لڑکیاں جو تھیں وہ بھی ایک ہی باپ سے تھیں؟

زید کی دوسری بیوی سے جو لڑکا ہے وہ پہلی بیوی کے لڑکے سے اپنی بہنوں اور والدہ کا حصہ مانگتا ہے، اپنا مکان کا تہائی اس نے فروخت کر دیا تھا، اب پہلی بیوی کا جو لڑکا ہے اس کے حصہ میں سے اپنی والدہ اور بہنوں کا حصہ مانگتا ہے تو بہنوں اور والدہ کے حصہ میں سے پہلی بیوی کے لڑکے کو ان کے حصہ میں سے کچھ پہنچے یا نہیں؟

محبوب الرحمن، محمد ٹولی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک بیوی کو اور اس کی اولاد کو دوسری بیوی کے حصہ سے اور دوسری بیوی کی اولاد کے حصہ سے کچھ نہیں ملے گا، لہذا دوسری بیوی کی لڑکیوں کے حصہ میں پہلی بیوی کے لڑکے اسی طرح دوسری بیوی کے لڑکے کو

= بین ورثتہ۔ (الدر المختار: ۶/۷۱، کتاب الفرائض، معید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۹/۳۶۵، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۷/۴۷۲، کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

کل ترکہ حسب نقشہ مسطورہ تقسیم کیا جوسے۔ دوسری بیوی اور اس کی لڑکیوں کے ترکہ کی تقسیم پورے ورثہ معلوم ہونے پر لکھی جاسکتی ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
العبد محمد غفر۔

سوال متعلق استفتاء بالالا

سوال [۹۶۰]۔ جس وقت زید کا انتقال ہوا تھا تو جو دوسری بیوی تھی وہ زندہ تھی، اس وقت اس بیوی کے پاس دونوں بیویوں کا زیور اور برتن وغیرہ باقی تھے تو یہ سامان سب اس بیوی کے والدین کے یہاں رہے، بعد میں اس دوسری بیوی کا انتقال ہو گیا تو وہ سب سامان اس کے والدین کے پاس رہا۔ جب لڑکا ہوشیار ہو گیا تو اس کے ماموں نے سب سامان لڑکے کو دیدیا اور لڑکے کی شادی ہوئی تو سب زیور لڑکے کی بیوی کو چڑھا دیا اور برتن وغیرہ اس کے قبضہ میں دیدیئے۔ اب سوال یہ ہے کہ ایک باپ کے دو لڑکے ہیں، زیور وغیرہ میں دونوں کا حق ہے یا ایک کا؟
سائل ب۔۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جوزیور وغیرہ پہلی بیوی کی ملک ہے، اس میں دوسری بیوی اور دوسری بیوی کی اولاد کا کوئی حق نہیں (۲)،
(۱) نقشہ مذکورہ کے مطابق تمام اہل سہام کے حصص کی عبارات بالترتیب ذکر کی جاتی ہیں: زوجہ اولیٰ کو میراث اس وجہ سے نہیں ملے گا کہ میراث زندہ کو ورثہ کو ملے گا، نہ کہ فوت شدہ کو

”وشروطه ثلاثة موت مورث حقیقه او حکما، ووجود وارثه عند موته حیا، والعلم بحیثه الارث“۔ (ردالمحتار، کتاب الفرائض: ۷۵۸/۶، سعید)

(وکذا فی مجمع الأنهر، کتاب الفرائض: ۴۹۴/۴، غفرانیہ کوئٹہ)

زوجہ ثانیہ چونکہ مرحوم کے مرنے کے بعد زندہ تھی ہذا مرحوم کے ترکہ میں شریک (نہیں ہے) کی مستحق ہوئی

قال الله تعالى: ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثَّمَنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

بیٹے اور بیٹیاں چونکہ صلب میں تھیں ہذا ”للذکر مثل حظ الانثیین“ کے تقسیم ہوں۔

قال الله تعالى: ﴿وَأَنْ كَانُوا إِحْوَاهُ رَحَالًا وَسَاءَ، وَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِیِّ﴾ (سورة

النساء: ۱۷۶)

(۲) تحقیق ارث کے سبب شادی میں سے کوئی سبب نہ پائے جانے کی وجہ سے غیر مستحق ہے، ”وہستحق الارث بمرحمہ۔“

”تجمل حسین خاں غصبہ کی موجودگی میں ذوی الارحام مسماۃ سلطان جہاں کا کوئی

حق نہیں ہے۔ ۴/ بیوگاں کا نکال کر باقی ۱۲/ تجمل حسین کو ملے گا۔“

میں حیران ہوں کہ یہ کیا بات ہے، اس کو صحیح مان کر عمل کیا جائے؟ براہ عنایت ان دونوں فتویٰ کے اختلاف کا باعث اور ان میں کسی ایک کے صحیح ہونے اور دوسرے کے غلط ہونے کی وجوہ و دلائل تحریر فرما کر مجھ کو ممنون و مشکور فرمادیں اور اللہ تعالیٰ سے اجر عظیم حاصل فرمائیں۔ بینواتو جروا، یوم جنوری ۱۴۸۸ء۔

نہایت ندامت حیدر خاں کے انتقال کو یک صد برس سے زائد عرصہ گزر چکا ہے، ان کا انتقال ۱۲۵۱ھ میں ہوا ہے۔ اور عبد الوحید خاں نے اپنے بھائی عبدالرشید خاں کی وفات پر ان کے ترکہ کے متعلق عداوت میں یہ بیان دیا ہے کہ میرے بھائی عبدالرشید خاں کا وارث سوامیری اور میری بھانجی سلطان جہاں کے اور کوئی نہیں ہے۔

حمر خاں، مقدمہ ماؤسنٹرل، انڈیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بہتر یہ تھا کہ وہ فتویٰ بھی ہمراہ بھیجے جاتے جن میں اختلاف ہوا تاکہ فریٹیں کے بیان کردہ دلائل میں بھی غور کرنے کا موقع ملتا۔ یہ آجی میں اگرچہ ”فروع الحداد“ نہیں فرمایا، لیکن دوسری جگہ اس کی تصریح موجود ہے، چنانچہ امام رداری نے جامع وجیز میں ترتیب عصبات کے ذیل میں لکھا ہے:

”ثم عم الأب لأب وأم، ثم عم الأب لأب وأم، ثم ابن العم لأب، وهكدهم وبن سمنو، وهكدهم وبن سمنو، وأولادهم سكر وبن سفلوا، اه۔“ فتاویٰ بزازیہ: ۳/ ۵۵۶ (۱)۔

یہ کتاب کسی ہندوستانی کی لکھی ہوئی نہیں، نہ یہ اردو میں ہے، نہ غیر معتبر ہے، بلکہ کشف الظلمہ ن میں

(۱) (الفتاویٰ البراریۃ علی هامش الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۴۵۶، کتاب الفرائض، الفصل الثانی فی

العصات المحصۃ، رشیدیہ)

(وکذا فی البحر الرائق: ۳۸۳/۹، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۴۸۷/۷، کتاب الفرائض، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

اس کے متعلق لکھا ہے

”وَدَكَ لَامَهُ فِي عَصَةِ سَحَابٍ، فَمِنْ رَأْيِي سَعْدٌ سَمِيٌّ؛ لِمَا لَمْ تَجْمَعْ الْمَسَائِلَ الْمُهْمَةَ
وَسَمَنَةً فِيهِ كَلْبًا“۔ اس میں نسخہ میں صاحب سربہ مع وجود کتابہ؛ لآئہ مجموعہ
شرعہ جامعہ مسہدات کند سعبی، ص ۱۰۱۔

ربا یہ اشکال کہ ایسے عموم کی حالت میں ذوی الارحام کی توریث کا مدار عدم عصمت عصبات پر ہے کہ بغیر
تحقیق کسی کو عصبة اردیکر وارث نہیں بنایا جاسکتا (۲)۔ جو صبح سال فی بیت المال کی صورت میں جو اشکال
عصبات کے متعلق ہے وہ ذوی الارحام کے متعلق بھی ہوگا، بلکہ اس سے زائد ہوگا، کیونکہ عصوبت سے حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کو تو مستثنیٰ کیا گیا ہے، مگر ذوی الارحام سے تو وہ بھی مستثنیٰ نہیں۔ پھر ایسی کوئی صورت نکل سکتی ہے
کہ میت کے ذوی الارحام میں سے کوئی نہ ہو، اور بیت المال کے حوالے اس کا ترکہ کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ
و تعالیٰ اعلم و اتممہ و اتممہ۔

حررہ العبد المذنب عبد اللہ غنی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

اگر اس بات کا شرعی ثبوت موجود ہے کہ عبد الوحید خاں کے دادا یا پردادا کی نسل میں کوئی مذکر موجود
ہے، خواہ وہ کوئی ہو تجل حسین ہو یا عمرو بکر، اس کو عبد الوحید خاں صاحب کے ترکہ سے حصہ ملے گا (۳)۔ ذوی

(۱) (کشف الظنون: ۱/۲۴۲ باب الباء، مشورات مکتبۃ المثنیٰ بغداد العراق)

(۲) ”رحل طلب الميراث و ادعى انه عم السب، يشترط لصحة دعواه ان يفسر، ويقول هو عمه لاسبه
وامه، او لأبيه، او لامه ويسرط ان يقول وهو وارثه ولا وارث غيره“ (تفہیم الفتاویٰ الحممدیہ
۱۴، ۲، کتاب الدعوی، مکتبہ میسریہ مصر)

(و کذا فی الدر المختار: ۵/۵۸۵، کتاب الدعوی، باب دعوی السب، سعد)

(۳) ”و سمعنا من ذوی الارحام انہم یکن احد من اصحاب الفرائض من یرد علیہ ولم یکن عصہ
افتاویٰ عالمگیریہ ۶/۵۹، کتاب الفرائض، الباب العاشر فی ذوی الارحام، رشیدیہ)

و هو کل قریب لیس ہدی سبہ ولا عصہ ولا یرث مع ہدی سبہ ولا عصہ“ (الدر المختار
۷/۷۹۱، کتاب الفرائض، باب توریث ذوی الارحام، سعید)

و کذا فی البراریۃ علی ہدایت الفتاویٰ العالمگیریہ ۶/۵۹، لتصل الثالث فی ذوی الارحام، رشیدیہ)

الأرحام کو عصبہ کی موجودگی میں حصہ نہیں ملتا، اس کے ثبوت کیلئے مفتی محمود صاحب نے جو عبارات پیش کی ہیں وہ کافی ہیں، اور اس صورت میں تجل حسین خاں وائر عصبہ ہیں، یعنی عبدالوہید خاں کے سلسلہ نسب میں اوپر جا کر پردادا، یا اس سے اوپر کسی جد مل جاتے ہیں تو عدوان کی زوجہ کے حصہ کے سب کے وہ بھی وارث ہوں گے (۱) بھانجی وارث نہ ہوں (۲)۔ ہاں اگر تجل حسین کے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے تو ان کو حصہ نہ ملے گا، بھانجی وارث ہوگی۔

جناب مولانا مفتی سرفراز احمد صاحب نے یہ اپنی کتاب دوسری کتاب میں غائب اس وقت مطالعہ نہیں فرمائیں، اگر وہ اور کتابوں کا مطالعہ فرمائیں گے تو وہ بھی اپنی رائے سے رجوع فرمائیں گے۔ واللہ چاہی
إلی صراط مستقیم (۳)۔ فقط واللہ اعلم

حررہ سعید احمد غفرلہ، مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/ربیع الاول/۱۳۶۸ھ۔

() اس سے کہ زوجان ذوی غرض میں سے ہے جن پر انہیں کیا جاسکتا یعنی ذوی غرض سب سے ہے جیسا کہ تمام فتاویٰ میں یہ قید موجود ہے، کما فی الدر:

”ثم الرد علی ذوی الغروض السبیه کالزوحین، لأن سب الرد هو القراءة الباقية بعد أحد الغرضین، وقراءة الزوجية حکمة لاتبقى بعد أحد الغرضین، فلا رد لانتفاء سبہ“ (رد المحتار، کتاب الفرائض: ۶/۶۲، سعید)

”ولا یرث مع ذی سبہم ولا عصبہ سوی الزوحین، لعدم الرد علیہما“ (الدر المحتار، کتاب الفرائض، باب توریت ذوی الأرحام: ۶/۹۱، سعید)

(وکذا فی المزایة علی هامش الفتاویٰ العالمکیرة، کتاب الفرائض، الفصل الثانی فی ذوی الأرحام: ۶/۴۵۷، رشیدیہ)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیرة، کتاب الفرائض، لباب العاشر فی ذوی الأرحام ۶/۴۵۹، رشیدیہ)

(۲) اس لئے کہ بھانجی ذوی الأرحام میں سے ہے اور عصبہ کی موجودگی میں ذوی الأرحام وارث نہیں ہوتے۔

(۳) سوں میں نفس مسند پوچھا گیا ہے اور ساتھ ہی وہ فتوے ہیں جن میں تصریح بیان کیا گیا ہے، حضرت مفتی صاحب نے ابتداء فرمایا ہے کہ ”بہتر یہ تھا کہ وہ فتویٰ بھی ہمراہ بھیجے جاتے جن میں اختلاف ہوا، تاکہ فریقین کے بیان رد و رد میں بھی غور کا موقع ملتا۔“ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت مذکور مسائل کے ساتھ مفتی نے وہ فتوے بھی بھیجے ہیں، لیکن مذکورہ عبارت کے متصل ہی حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں ”اس میں اگرچہ ”فرع اعدادہ“ نہیں فرمایا، لیکن -

میراث ذوی الارحام

سوال [۹۸۶۰] : یہاں تک کہ میں نے اپنے بھائی کے وارث کے، عمر، بھراور حقیقی چھوٹے کے، دو لڑکے، خالد، واقد، اور ایک لڑکی زبیدہ کو، بیٹے بن چھوڑی، اور بھائی بہن پرزید کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟ واضح ہو کہ دونوں ماموں زاد بھائی ایک ایک ماموں کے ترکے ہیں اور چھوٹے زاد بھائی خالد و واقد ایک چھوٹے کے ترکے ہیں اور زبیدہ دوسری چھوٹے کی بیٹی ہے، لیکن سب حقیقی ہی چھوٹے کی اولاد ہیں۔ جواب مدلل مع حوالہ کتاب عنایت ہو۔

مولوی محمد یاسین، مدرسہ احیاء العلوم مبارک پور، اعظم گڑھ۔

== دوسری جہد میں تہ متعین ہوئے ==

اس کے بعد جامع حیر (فتاویٰ ہزاریہ) کی عبارت نقل کر کے فرمایا ہے ”یہ کتاب کسی ہندوستانی کی نہیں، نہ یہ اردو میں ہے، نہ غیر معتبر سے ہندو شیعہ انہوں میں سے متعلق لکھا ہے، بلکہ پھر شیعہ ائمہ کی عبارت نقل فرمائی ہے۔ آگے جا کر شکاں نقل فرما دیتا۔ اس حرح اسرار مفتی سعید احمد رحمہ اللہ قدس کی عبارت ہے، اور پھر آخر میں یہ فرمایا کہ ”جناب مولانا مفتی رفیع احمد صاحب نے سابق کے مدعو دوسری کتاب غالباً اس وقت مطالعہ نہیں فرمائیں، اگر وہ اور کتابوں کا مطالعہ فرمائیں گے تو وہ بھی اپنی رائے سے رجوع فرمائیں گے۔“

تو ان دونوں حضرات (حضرت مفتی محمد حسن صاحب و مفتی سعید احمد صاحب رحمہما اللہ تعالیٰ) کی مجموعی عبارات سے معلوم ہوا کہ سوال کے ساتھ سائل نے دونوں متعارض فتویٰ بھی بھیجے ہیں۔

مذاہرات مفتی محمود حسن سنوئی رحمہ اللہ قدس کی عبارت اولیٰ اور عبارات آخرہ میں، اور حضرت مفتی سعید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی آخری عبارت کا حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت اولیٰ میں بظاہر تعارض ہے، یہی وجہ ہے کہ سوال مذکور کے اندر ان دونوں حضرات کی کی ہونی وضاحتوں اور جوابی تفصیلی عبارات سے متعلق کوئی ایسی چیز نہیں جس کو دیکھ کر کہا جائے کہ ان حضرات کی وضاحتیں فداں جملہ کے مقابلہ میں ہیں۔

لہذا کہا جائے گا کہ سائل نے اپنی مرتبہ سوں مذکور بھیجا، پھر حضرت مفتی صاحب نے جواب دیا، اس میں حضرت کے ہمتیہ کی وائیکہ رسائل نے وہ وقت وہی متعارضہ بھی بھیج دیے، اس کے جواب میں حضرت مفتی صاحب نے عبارت اولیٰ کے بعد وار جواب دیا ہے۔ لیکن شاید مرتبین حضرات نے اس کے جواب میں اس کے بعد فتویٰ متعارضہ نقل نہیں کیا، اس جواب اوس کا صرف ایک جملہ نقل کر کے جواب دینی وغیرہ فتویٰ متعارضہ کے نقل کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال واعلمہ ترمذی خیر۔ (فصل ہویں بن الفضل خاقان رحمہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ ہمد و رشاد ذوی اربعہ کی صنف رابع کی اور میں اور قرب میں سب مساوی ہیں، مگر حیز قرابت مختلف ہے اور کوئی ولد عصب نہیں۔ ہر اور ہر قرابت والدین جانب سے ہے، ہذا اصل مسئلہ تین سے قرار دے کر دوثلث تو والد کے قرابت والوں یعنی چوپہی زاد بھائی بہن بھائیوں کو ملے گا اور ایک نسل والدہ کی قرابت والوں یعنی ماموں زاد بھائیوں کو ملے گا، اس کے بعد چوپہی کی اور کو جو کچھ ملے گا وہ ان کے درمیان "سد کر مثل حظ الأنثیین" تقسیم ہو جائے اور تیس سے تصحیح ہو جائے۔

مسئلہ ۳، تصد ۳۰

ماموں کا لڑکا	ماموں کا لڑکا	چوپہی کا لڑکا	چوپہی کا لڑکا	چوپہی کی لڑکی
عمر	بکر	خالد	واقہ	زبیدہ
۵	۵	۸	۸	۴

"وان اختلف حیز قرابتہم، فالثلثان لمن یدلی بقراۃ الأب، فالثلث لمن یدلی بقراۃ الأم، ام۔" شامی: ۵/۵۰۷ (۱)، وہکذا فی السراجیۃ، ص: ۵۵ (۲)، والشریفیۃ، ص: ۱۳۳ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۳/ جمادی الاولیٰ/ ۱۴۱۹ھ۔

(۱) (رد المحتار: ۶/۷۹۶، کتاب الفرائض، باب توریث ذوی الأرحام، سعید)

(۲) "وان استواء فی القرب ولكن اختلف حیز قرابتہم لكن الثلثین لمن یدلی بقراۃ الأب،

فنعتر فیہم قوۃ القراۃ، ثم ولد العصۃ. والثلث لمن یدلی بقراۃ الأم، وتعتبر فیہم قوۃ القراۃ".

(السراجیۃ، ص: ۵۳۰، باب ذوی الأرحام، فصل فی الصف الرابع وفي أولادہم، سعید)

(۳) (الشریفیۃ شرح السراجیۃ، ص: ۲۰، باب ذوی الأرحام، فصل فی الصف الرابع

وأولادہم، سعید)

ذوی الارحام کا مسئلہ

سوال [۹۶۳] زیدہ تثنیٰ بنویک، ایک بنت العم اور خال چھوڑ گیا ہے۔ ان دونوں میں سے ترکہ زیدہ کا وارث کون ہوگا؟ مع حوالہ کتب بیان فرما میں۔

فضل الحق، کمر لائی، ۹/ شعبان ۱۳۶۲ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسند ۵

خال

بنت العم

۱

۴

یہ دونوں وارث ذوی الارحام کی چوتھی قسم میں داخل ہیں اور ایک من جہۃ الاب ہے، دوسرا من جہۃ الام ہے۔ تقسیم کی صورت یہ ہے کہ دوثلث بنت العم کو ملے گا اور ایک ثلث خال کو (۱) بعد اداۓ حقوق متقدمہ علی الارث (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۸/ شوال ۱۳۶۲ھ۔

(۱) 'وان کان حیر قرابتہم مختلفا، فلا اعتبار لقوة القرابة كعممة لأب وأم، وحالة لأم، أو حالة لأب وأم، وعممة لأم، فالثلثان لقرابة الأب، والثلث لقرابة الأم' (السراحي، ص ۵۱، باب ذوی الارحام، فصل فی الصف الرابع، سعید)

(وكذا فی الدر المختار: ۷/ ۹۷، کتاب الفرائض، باب توريث ذوی الارحام، سعید)

(وكذا فی الاحتیار لتعلیل المحار ۲/ ۵۹۱، کتاب الفرائض، فصل فی ذوی الارحام، مکتبہ حقانیہ پشاور)

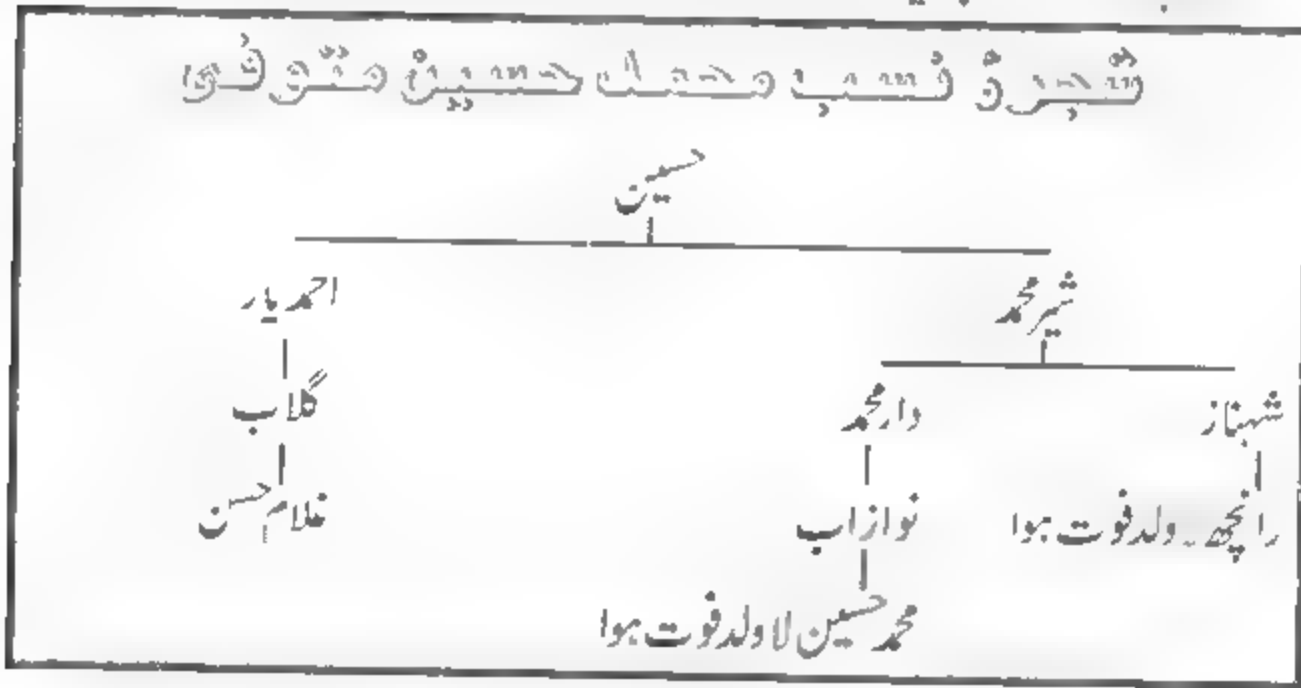
(وكذا فی الفتاوی العالمگیریہ ۶/ ۴۶۴، کتاب الفرائض، الباب العاشر فی ذوی الارحام الصف الرابع، رستیدیہ)

(۲) حقوق متقدمہ یعنی تجنیہ، تحفین، اداۓ دین، وصیت کی جہت تملیذ وصیت کے بعد قیہ ترکہ تقسیم ہوگا =

ذوی الارحام کی حد بندی

سوال [۹۸۴]: سراجی دیگر کتب فرائض میں مصبات کے تحت میں لفظ "علاء" میں سب سے پہلے
 کردرجات عصبات کو غیر محدود کر دیا ہے، بایں صورت تو ریث ذوی الارحام من ممکن ہو جاتی ہے، مثلاً قوم خوجہ ایک
 شخص سے چلی، اب یہ قوم دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیل چکی ہے، اب میت کے ورثہ میں تو جزاء احد موجود نہیں، لیکن
 ساتھ یہ بھی یقین ہے کہ ان کا جزاء احد ضرور کسی نہ کسی جگہ نہ ور موجود ہوگا اور شجرہ نسب ہر قوم کا من مشکل ہے۔
 صورت ہذا میں اگر ذوی الارحام کو چھ دیا گیا، تو عصبات موجودہ غیر معلوم محرم و مروجہ جائیں گے، اب
 تو ریث ذوی الارحام بغیر حد بندی نہیں ہو سکتی۔ اگر حد بندی عصبات کی کوئی صورت ہے تو بحوالہ کتب تحریر
 فرمائیں، ورنہ اشکال کا جواب تحریر فرمائیں۔

صورت ہذا کے تحت جائیداد میں چھوٹھیوں کو چھٹے کا یا نہیں خدام حسن کی موجودگی میں؟



المستفتی: محمد عبدالحق، مقام تورال ضلع ڈیرہ۔

تتعلق بتركة الميت حقوق اربعة مرتبة الاول بداتكفيه وتحبيره، من غير تدبير ولا
 تفتير، ثم تقصى ديونه من جميع ما بقى من ماله، ثم نفذ وصاياه من ثلث ما بقى بعد الدين، ثم يقسم
 الباقي بين ورثته“ (السراجي في الميراث، ص: ۲، ۳، سعيد)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الفرائض: ۵۹/۶، ۶۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكبرى، كتاب الفرائض، الباب الاول في تعريفها وفيما يتعلق بالتركة:

الحواب حامداً ومصلیاً:

آپ کا اشل صحیح ہے، فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے کہ توریت ذوی الارحام کی صورت صرف یہ کہ عصبیت کی عصبیت کا ثبوت نہ ہو (۱)، ورنہ حقیقتہً عصبیات کا عدم دشوار ہے، حد بندی کی ضرورت نہیں، ثبوت شرعی پر تحقیق کافی ہے۔ صورت مسئلہ میں پھوپھیاں کو کچھ نہ ملے گا، کیونکہ عصبہ محمد حسین متوفی کا یعنی پردادا مسکی شیر محمد کے بھائی احمد یار کا پوتا مسکی غلام حسن موجود ہے اور عصبہ کی موجودگی میں ذوی الارحام محروم رہتے ہیں۔ لہذا اگر محمد حسین کا کوئی اور شرعی وارث موجود نہیں، صرف پھوپھیاں اور پردادا کے بھائی کا پوتا موجود ہے تو کل ترکہ بعد ادائے حقوق متقدمہ علی الارث کے پردادا کے بھائی کے پوتے کو مل جائے گا (۲)۔ نیز پھوپھیاں محروم رہیں گی۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم بہار پنپور، ۱۳/۶/۱۳۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح عبد اللطیف، ۱۳/ جمادی الثانیہ ۱۳۶۱ھ۔

بیوہ، علاقائی بھتیجی اور حقیقی بھانجوں میں تقسیم ترکہ

سوال [۹۸۴۵]: زید کا انتقال ہوا، چھوڑا زوجہ بندہ اور علاقائی بھتیجی صالحہ اور پانچ حقیقی بھانجے محمد

(۱) "وانما یورث ذوی الارحام ادا لہ بکن احد من اصحاب الفرائض ممن یرد علیہ، ولہ یکن عصبۃ"

(الفتاویٰ العالمگیریہ ۶/۴۵۹، کتاب الفرائض، باب فی ذوی الارحام، رشیدیہ)

(وکذا فی الدر المختار: ۶/۷۹۱، کتاب الفرائض، باب ذوی الارحام، سعید)

(وکذا فی البزاریۃ علی هامش الفتاویٰ العالمگیریہ ۶/۴۵۷، کتاب الفرائض، الثالث فی ذوی الارحام، رشیدیہ)

(۲) اس لئے کہ عصبہ ہے اور عصبہ ذوی القروض کی مدد موجودہ میں مل کر کہ مستحق ہوگا

"العصبۃ من یاخذ جمیع المال عند المراءۃ وما ابقته الفرائض عند وجود من له الفرض"

المقدر، (تبيين الحقائق: ۷/۴۸۵، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۴۵۱، کتاب الفرائض، باب العصبیات، رشیدیہ)

(وکذا فی الدر المختار: ۶/۷۷۴، کتاب الفرائض، باب العصبیات، سعید)

حررہ غیبہ، حصہ ۱، ص ۵۲ (۱)۔ فتہ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبدالمجید کتبوتی حنف مدعہ، معین مفتی مدرسہ نظام العلوم سہارنپور، ۱۳/ جمادی الثانیہ/ ۱۳۶۶ھ۔

اجہ صحیح سعید احمد غفرلہ، صحیح عبداللطیف، ۱۳، جمادی الثانیہ ۱۳۶۶ھ۔

بیوہ، حقیقی ممانی اور حقیقی ماموں زاد بھائی اور بہنوں میں تقسیم ترکہ

سوال [۹۸۴۶]: زید کا انتقال ہو گیا، حسب ذیل وارث چھوڑے: بیوی، حقیقی ممانی، دو حقیقی ماموں

زاد بھائی اور دو حقیقی ماموں زاد بہنیں۔ زید کے والد کے چار حقیقی ماموں زاد بھائی اور تین حقیقی چچا زاد بہنیں۔ سب

سے پہلے بیوی کا مہر دینا ہوگا، بعد ازاں چھ بچے کا ورثہ، میں تقسیم ہوگا۔ تو کون کون ان وارثوں میں کتنے کتنے کا

حقدار ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بعد تجزیہ و تمیز، اول زید کے ذمہ جو فرض، مہر وغیرہ ہو، اس کو ادا کیا جائے، پھر اگر اس نے کچھ وصیت

کی ہو تو ایک تہائی ترکہ سے وہ وصیت پوری کی جائے (۲)، اس کے بعد ایک چوتھائی ترکہ زید کی بیوی کو

دیا جائے (۳)، بقیہ زید کے والد کے پانچ حقیقی چچا زاد بھائیوں میں برابر تقسیم کر دیا جائے (۴)، ان کے علاوہ

مذکورہ رشتہ داروں میں سے کسی کو کچھ نہیں ملے گا، چاہے وہ زید کی والدہ کے عزیز ہوں یا والدہ کے عزیز ہوں (۵)۔

نقطہ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱۰/۸۵ھ۔

(۱) (السراجی، ص: ۴۸، سعید)

روکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ ۶/۶۱، کتاب الفرائض، باب ذوی الأرحام، الصف الثالث، رشیدیہ)

(روکذا فی الشریفیہ شرح سراجیہ، ص: ۱۱۱، ۱۱۲، باب ذوی الأرحام، رشیدیہ)

(۲) ”یبدأ من ترکة المیت بتحییرہ۔ بعم الکفین۔ ثم تقدم دیوہ التي لها مطالب من جهة العاد، ثم

وصنته من ثلث ما بقی، ثم یقسم الباقی بعد ذلك بین ورثته“ (الدرالمختار ۶/۵۹، ۷، کتاب

الفرائض، سعید)۔

= (وکدا فی الصاوی العالمکیریة ۶ ۴۷۷. کتاب الفرائض، الباب الأول فی تعریفها و فیما يتعلق بالثركة، رشیدیہ)

(۳) قال الله تبارک وتعالیٰ ﴿ولیس الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولدہ﴾ (سورة النساء ۱۲)
 ”والربع لها عند عدمهما، فدروحات حالان الربع بلا ولد، والثلث مع الولد“ (الدرالمختار ۶/۷۷۰، کتاب الفرائض، سعید)

(وکدا فی الفتاویٰ العالمکیریة ۶ ۴۵۰، کتاب الفرائض، الباب الثاني فی ذوی الفروض، رشیدیہ)
 (۴) مذکورہ جواب اس تقدیر پر ہے کہ میت کے ورثاء میں ایک بیوہ زید کے والد کے پانچ حقیقی چچا و بھائی ہوں۔
 موجودہ سوال میں مذکور ورثاء میں تقسیم میراث اس طرح سے ہونا کہ کل ترکہ کو تین حصوں میں تقسیم کر کے بیوہ و دو زید کے ماموں زاد بھائیوں میں سے ہر ایک کو دو دو، جب کہ ماموں زاد بھائیوں میں سے ایک و ایک حصہ یا جائے وراثتی ورثاء محروم ہوں گے، مزید تفصیل کے لئے نقشہ ملاحظہ ہو

مسئله نمبر

بیوہ	حقیقی ماموں	حقیقی ماموں	حقیقی ماموں	حقیقی ماموں	بیوہ	بیوہ
۱/۴	۲	۲	۲	۲	۱/۴	۱/۴
						معزورہ

”قال رحمه الله تعالى (ولا يرث مع ذی سهم وعصه سوى إحدى الزوجین، لعدم الرد علیهما): أى لا يرث ذوو الأرحام مع وجود ذی فرض أو عصه إلا إذا کان صاحب الفرض أحد الروحیین، فیرثون معه لعدم الرد علیہ، لأن العصبة أولى مه. وكذا الرد علی ذوی السهام أولى من ذوی الأرحام؛ لأنهم أقرب، إلا الروحیین، فإنهما لا قرابة لهما مع المیت، وإرثهما بطیر الدین، فإن صاحب الدین لا یرد علیہ ما فضل بعد قضاء الدین، فكذا لا یرد علیهما ما فضل من فرضهما، علی ذلك کان عامة الصحابة رضى الله تعالى عنهم اهـ“ (تبيين الحقائق، کتاب الفرائض ۷ ۴۹۲، ۴۹۵،

وروي لأحمد صنف أربعة عشر لأول من يسمي بنى الميت، وهم أولاد سنان
 بن سفيان دكتور كبير و... وولاد سنان كذلك و يسمي لاني يسمي اليهم لميت وهم
 أحمد بن المظفر بن المندور بن عبيد كاهن بيت، واب سامة ونجدت لسافقت بنى
 بن سنان بن عيون كاهن بن الميت، واب سامة ونجدت لسافقت بنى لاني لاني لاني
 أولاد لأحمد بن سفيان سواء تمك الأولاد ذكر و بنت وسواء كانت لأخوات لأب وام،
 لأب، ولأم وبنت لأخوة بن سفيان سواء كانت لأخوة من لأبوس أو من حدهم وبنو الأخوة لأب
 والنصف الرابع يسمي لى حدى لميت وهم بنات لأب واب الأم، أو حنيفة وهما أم الأب وام
 الأم، وهم العباس والأعصاب والأعصاب والأعصاب، فانيهم أخوة وأخوات لأب الميت،
 قال كدوا من نبيها وامها أو من أبيها فيهم مستمنون لى حد الميت من قبل أمه، وبن كانوا من أمها كدوا
 مستمنين لى حدته من قبل أمه، فبذلك الأصناف الأربعة وكل من يدلى بنى الميت بهم من دوى الأرحام
 ويتناول أولاد الصنف الرابع وروى أبو يوسف والحسن بن زياد عن أبي حنيفة، وابن
 سنان عن محمد بن الحسن بن أبي حنيفة أن أقرب لأصناف وقدمهم فى السيرت نصف الأول ثم
 لثاني ثم لثالث ثم الرابع كترتيب العصبات وهو لما حوّد لفتوى " (الشريعة شرح
 السراجية، باب ذوى الأرحام، ص: ۹۷-۹۹، حقانيه پشاور)

"ون احتلظ فى لصف الرابع المذكور والإبانات، واستوت أيضا فى انته فى بقوه بن كدوا
 كلهم لأب وام أولاد ولأم، فليمد كرم من حظ الميتين" (الشريعة شرح سراجية، باب ذوى
 الأرحام، الصنف الرابع، ص: ۱۱۶، حقانيه پشاور)

"إد له لوحه عمومة الميت وحوولها وأولادهم انقل حكمهم المذكور لى عم أب الميت
 لأم وعمه وأخته وأخته، ونى عم أم الميت وعمه وأخته وأخته، الشريعة شرح سراجية، باب
 دوى الأرحام، فصل فى أولاد الصنف الرابع، ص: ۱۲۳، حقانيه پشاور)

"واسم سيرت دوى الأرحام داله يكس أحد من أصحاب المرائض من يرد عنه، وله يكن
 عصبة، وأحسب على أن دوى الأرحام لا يحجبون بالزوج والزوجة: أى يرثون معهما، فيعطى للزوج
 وللزوجة نصيبهما، ثم يقسم الباقي من دوى الأرحام ما لو فردوا، مثله روح وبنت وأخته وبنت عم
 فلولوح نصف ونافى لبس ست ثم لأولى سيرت من نصف الأول الأقرب لى الميت ست

ذوی الارحام میں تقسیم میراث کی ایک صورت

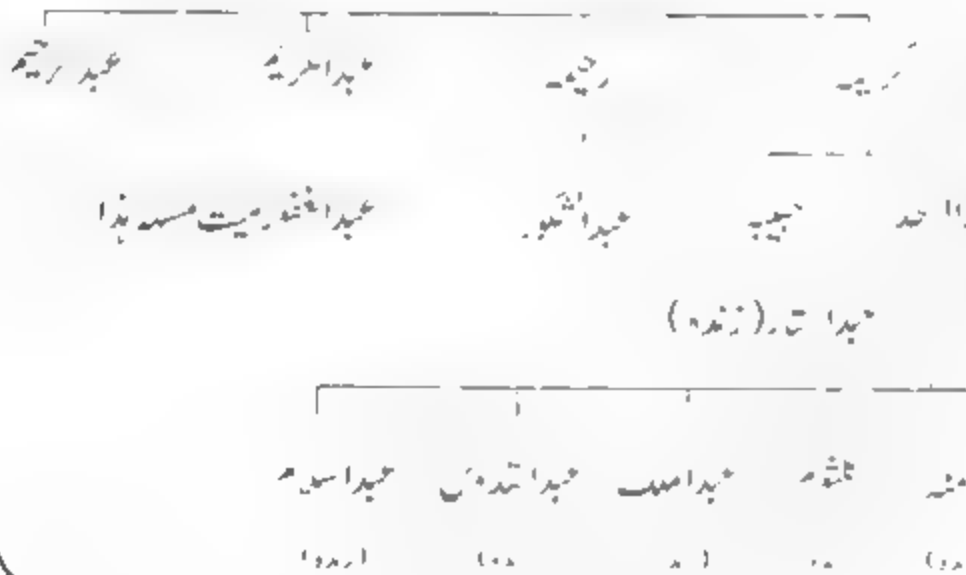
سوال [۹۸۴]: ایک شخص مسمیٰ عبدالغفور نے انتقال کیا اور یہ وارث چھوڑے:

مرحوم کے حقیقی چچ مسمیٰ عبدالرحیم، دو بی: مسمیات زینب اور فطمہ اور ایک نواسا مسمیٰ محمد عمر اور مرحوم کی حقیقی خالہ مسماۃ حفصہ کے دو پوتے، مسمیان عبدالعزیز اور عبدالعلیٰ اور مرحوم کی ایک حقیقی چھوٹی بہن مسماۃ کریہہ کا ایک نواسہ مسمیٰ عبدالستار اور بی بی چھوٹی بہن کی دو پوتیاں مسماۃ آمنہ اور کلثوم اور تین پوتے مسمیان: عبدالملک اور عبدالعزیز اور عبدالعزیز اور عبدالعزیز اور مرحوم کی

دوسری حقیقی چھوٹی بہن مسماۃ رحیمہ کا ایک پوتہ مسمیٰ عبدالاحد۔ یہ کل بارہ وارث موجود ہیں۔ سواب مرحوم عبدالغفور کے ترکہ کا موافق شرع کے کیا فیصلہ ہے؟ مرحوم کے وارثین کے نسب ناموں کے شجرے حسب ذیل ہیں: ←

شجرۃ قرابة الأب

عبدالعلیم

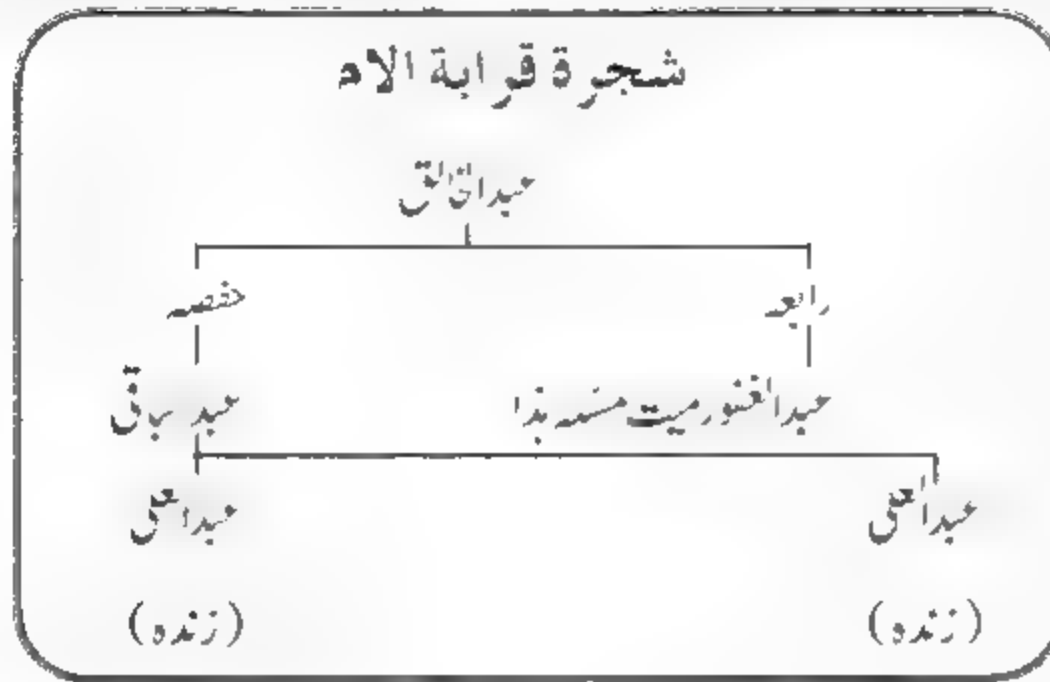


۱۔ البت أولى من ست ست البت (الفتاویٰ العالمیہ، کتاب الفرائض، الباب العشر فی ذوی الارحام: ۳۵۹/۶، رشیدیہ)

(۵) دیگر اعزہ والدین ذوی الارحام میں سے ہیں اور حسب مراتب ذوی الارحام میں سے ہیں۔ "فبدأ بذوی الفروع، ثم بالعصبات النسبية، ثم بالمعق، ثم عصبة الذکور، ثم الرد علی ذوی الفروع النسبية، ثم ذوی الارحام" (الدر المختار: ۷۶۲/۶، ۷۶۳، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۳۶۳/۹، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(وکذا فی المراجعة، ص: ۳، سعید)



الجواب حامداً ومصلحاً:

فى العالم كبرى: ٤٦٤ / ٢، فى صنف رابع: "وإن كان ذكر أو أنثى وستوت قرنتهم، وسد كر مثل حظ الأنثيين، وإن كان خبر قرنتهم محتملاً فانشى قرنة لأب وهو صيب لأب، ونسبت قرنة الأم وهو صيب الأم، وكذا فى أولادهم، وإنهم سميرو قرنتهم إلى نميت من أنى حنة كان، تنهى (١) -

وفيه أيضاً، ص ٤٥٩: "واحتسبوا فى ويد ويد نوارث، ونصحيح أنه يسر الأولى، كد فى خزنة المفتين" (٢) -

وفى السراجى: "فصل فى أولادهم: أى أولاد الصنف الرابع". شريفه (٣) - "الحكم فىهم كالحكم فى الصنف الأول، الخ" (٤) -

وفيه أيضاً: "وكذلك عند محمد رحمه الله تعالى إذا كان فى أولاد البنات بطون مختلفة يقسم المال على أول بطن مختلف فى الأصول، ثم يجعل الذكور طائفة والإناث طائفة

(١) (الفتاوى العالم كبرى ٢ / ٢٦٢، كتاب الفرائض، الباب العاشر فى ذوى الأرحام، الصنف الرابع، رشيديه)

(٢) (الفتاوى العالم كبرى: ٢ / ٣٥٩، كتاب الفرائض، باب ذوى الأرحام، رشيديه)

(٣) (السراجى، ص: ٥١، باب ذوى الأرحام، فصل فى أولادهم، سعيد)

(٤) (الشريفية شرح السراجية، ص: ١١٤، باب ذوى الأرحام، فصل فى أولادهم، سعيد)

بعد تقسمة، فما أصاب مذکور، یجمع ویقسم علی اختلاف نسبی وقع فیہ، وکذا ما أصاب الإناث، وهکذا یعمل إلی أن ینتهی“ (۱)۔

وفیه ایضاً: ”وکذاک محمد رحمہ اللہ تعالیٰ يأخذ الصفة من الأصل حال القسمة عینہ، ولعدد من شرح“ (۲)۔ وفیه ثبوت: ”وفیوں محمد رحمہ اللہ تعالیٰ أشهر روايتین عنہی حنیفة رحمہ اللہ تعالیٰ فی جمیع ذوی الأرحام، وعلیہ الفتوی، انتھی“ (۳)۔

ان تمام باتوں سے سوال میں لکھی ہوئی صورت کا حکم معلوم ہوا، جس کی تفصیل یہ ہے کہ مرحوم کے ترکہ کا تیسرا حصہ دو برابر مرحوم کی ماں کی طرف کے وارثوں کو یعنی خالہ کے پوتے عبدالحلیم اور عبدالحلیم کی والدہ کا حصہ ملے گا، اور باقی دو تہائی مال مرحوم کے باپ کی طرف کے وارثوں کو یعنی چچا اور پھوپھی کی اولاد میں اس طرح تقسیم ہوگا کہ یہ دو تہائی پہلے خود چچا اور پھوپھیوں پر تقسیم ہوگا، مگر تقسیم میں چچا اور پھوپھیوں کی اولاد میں جتنے وارث ہیں ان کی گنتی کے برابر چچا اور پھوپھیوں کی اولاد پر تقسیم کریں گے۔

پس صورت موجودہ میں پھوپھیوں کی اولاد میں چونکہ سات شخص ہیں، لہذا سات پھوپھیاں مانی جائیں، اور چچا کی اولاد میں تین شخص ہیں بذاتین چچا مانے جائیں گے۔ اور ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصے کے برابر ہوتا ہے، اس لئے یہ دو تہائی کے تیرہ حصہ کر کے اس میں سے چھ حصے چچا کو ملیں گے۔

پھر چچا کی اولاد میں پہلے درجے کی اولاد چونکہ ایک ہی قسم کی ہے یعنی لڑکی ہے، لہذا اس کو چھوڑ کر دوسرے درجے میں جو دو قسم کی اولاد ہے یعنی ایک نواسہ محمد عمر اور دو نواسی زینب اور فاطمہ، اور نواسے کا حق نواسی سے دوگنا ہوتا ہے۔ اس لئے یہ چھ حصوں کے چار حصے کر کے ایک ایک حصہ نواسی کو اور دو حصے نواسے کو دیئے جائیں۔

(۱) (السراجی، ص: ۴۱، باب ذوی الأرحام، سعید)

(وکذا فی الشریفۃ شرح السراجیۃ، ص: ۱۰۲، سعید)

(۲) (السراجی، ص: ۴۲، باب ذوی الأرحام، الصنف الثانی، سعید)

(۳) (السراجی، ص: ۴۴، باب ذوی الفرائض، فی الصنف الأول، سعید)

(وکذا فی الشریفۃ، ص: ۱۰۷، باب ذوی الأرحام، الصنف الأول، سعید)

اور چھوٹسیوں کے حصہ میں جو سات آتے ہیں، اس کا یہ قسم ہے کہ چھوٹسیوں کی پہلے درجہ کی ۱۱۰ میں پندرہ وائس کے ایک ہیں مرد اور سات بیٹی ایک لڑکی حبیبہ اور دو لڑکے عبدالصمد اور عبدالشکور ہیں، اور حبیبہ اور عبدالصمد کی ۱۰۰ میں صرف ایک ایک بیٹی ہے اور عبدالصمد کی اولاد میں پانچ شخص ہیں، لہذا پہلے درجہ کی اولاد چھوٹسیوں کی موافق قریب دو سو روپے کے ایک لڑکی اور چھ لڑکے مانے جائیں گے اور ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصہ کے برابر ہوتا ہے۔

اس کے چھ چھوٹسیوں کے حصہ میں جو سات حصے آئے ہیں، ان کے تیرہ حصے کے جائیں گے، اس میں سے ایک حصہ چھوٹسی کی لڑکی حبیبہ کے حصہ میں آئے گا اور اس کے لڑکے عبدالستار کو مل جائے گا اور باقی بارہ حصے چھوٹسی کے لڑکوں عبدالصمد اور عبدالشکور کے حصے میں رہے، وہ ان دونوں کی اولاد جو کہ چھوٹسیوں کی دوم سے درجہ کی اولاد ہے ان کو بیس کے عمران دونوں کی اولاد میں بھی مرد و عورت یعنی دو لڑکیاں اور چار لڑکے ہیں، اس سے مذکورہ بارہ حصوں کے دس حصے کئے جائیں گے، ان میں سے ایک ایک حصہ دونوں لڑکیوں آمدنی و رکھنوم کو مل جائے گا اور دو حصے ایک ایک لڑکے کو یعنی عبدالاحد اور عبدالملک اور عبدالقدوس اور عبدالسلام کو ملیں گے۔

اب اس حساب و آسانی سے سمجھنے کی یہ مثال بھی جاتی ہے، مثلاً مرحوم عبدالغفور کا ترکہ چھ بیس روپے پر تھے چھ لڑکے تھے۔ تو اس میں سے ایک تہائی آٹھ روپے دس پائی (جو مرحوم کی خالہ کے حصے کے ہیں) خالہ سے بیس روپے اور عبدالغفور کو بیس روپے، ہر ایک کو چار روپے، چھ لڑکے، پانچ پائی میں سے اور باقی دو تہائی یعنی ست روپے، نو آنے، آٹھ پائی سے تیرہ حصے کرے اس میں سے چھ حصوں کی رقم آٹھ روپے، بیڑھ آنہ مرحوم کے پچاس حصے چار حصے عمران کی، دو لڑکیاں، زینب اور فاطمہ اور نو اسے محمد عمر کو ملیں گے۔ ہر ایک نو سو روپے دو روپے دو آنے دیا۔ نو سو روپے ایک آٹھ تھے۔

اور باقی سات حصوں کی رقم نو سو روپے سات آنے آٹھ پائی (جو چھوٹسیوں کے حصے کے ہیں) تیرہ حصے کر کے اس میں سے ایک حصہ چھ پائی حبیبہ کے حصہ میں آ کر اس کے لڑکے عبدالستار کو مل جائیں گے اور باقی بارہ حصوں کی رقم آٹھ روپے، بارہ آنے جو عبدالصمد اور عبدالشکور کے حصے کے ہیں وہ دس حصہ لڑکیوں و لڑکیوں آمدنی و رکھنوم اور چار لڑکے عبدالاحد، عبدالملک، عبدالقدوس اور عبدالسلام کو

کیا۔ آیا زید نے خرید کر وہ مکان میں زید کا پرورش یافتہ بھتیجا بھی شریک ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصیباً:

اگر زید کا بھتیجا کوئی مستقل طریقہ کار کرتا ہے تو اس کی کمائی خود اسی کی ہے، زید کی نہیں۔ اور اگر وہ سیدھے منہ سے رتا بندہ زید کی معیت اور شرکت میں رتا ہے تو اس کی کمائی اس کی ملک نہیں، بلکہ زید کی ملک ہے اور یہ ہا جائے گا کہ اصل کاروبار کرنے والا زید ہی ہے اور بھتیجا اس کا معین۔

جوہ کا ان زید نے خرید اسے، اس میں بھتیجا کا حصہ نہیں۔ اگر روپیہ کچھ بھتیجا کی ملک سے ادا کیا ہے تو اس روپیہ کی بلو پر قرض واپسی ضروری ہے

”ث و س یکتس فی صعدہ، حدۃ و س یکن لہما من، و یکتس کدہ لأب، د ک لاس فی عدل لأب، لکدہ معیدہ، الا تری انہ لو عمر من شجرة تکون لأب و کد حکمہ فی وحبس، د لہ۔ کس مد سی، نہ حتمع سعلہما اموال کثیرہ، فہی لروح، و تکون لمرؤہ معیدہ، د لہ۔ کس لہ کسب عسحدہ، فہو لہ، کدافی النقیۃ، و ما تعزلہ من قصص الروح و یسجدہ ہو کر یس، فہو لروح عدہم حبیہ، کد فی فتاویٰ لحدادیۃ، اھ“ ہدیۃ۔ (۱) ۳۱۱۔

”روح مرؤہ و لہا حصہ فی د و حدۃ و احد کس لہما یکتس عسحدہ، و یجمعہ کسہما و لایعہ تفاوت و د لہ و د لہ سمیر“ و احب انہ یسجدہ سویتہ، و کد لہ حتمع حہم یعمسہ فی شرکتہ لہما و س لہ، فہو لہما سویتہ و یو حتمعہ فی عمل و برائی، اھ۔ (۲) ۵۵۰۔ فقط و اللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد المکرمہ شہین شاہد عتہ، معین مفتی مدرسہ مفتی ہ مومسہار نیپور۔

اجہ بقی حیدر مفریہ، ۳۲۵۹۔

مفتی عبدلطیف مدرسہ ثانیہ مومسہار نیپور۔ بیچ اشانی ۵۹۔

(۱) فتاویٰ العالمگیریہ ۲/۳۲۹، کتاب النسب، باب الرابع فی شرکتہ الوحود و شرکتہ الاعمال (رشیدیہ)

(۲) (ردالمحار: ۳/۳۲۵، کتاب الشریکۃ، فصل فی الشریکۃ الفاسدۃ، سعید) =

توریت حمل کی ایک صورت

رشید احمد عفی عنہ، مدرس اول مدرسۃ العلوم پھنڈا، پست راہوکی، متصل حیدر آباد سندھ۔
 مشفق المکرم زیدت عنایتکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال [۹۸۶۹]: بعد از طبع خیریت طرفین گزارش یہ کہ بندہ ۱۰ شعبان المعظم سے مدرسہ میں رخصت ہو جانے کی وجہ سے اپنے غریب خانہ خیر چور آیا ہوا ہے اور اس جگہ بفضلہ تعالیٰ ہر طرح سے عافیت ہے۔ باعث تحریر آئندہ مسند مذکورہ ذیل میں بندے کو قدرے شبہ ہے، کیونکہ یہ مسند بندہ نے صرف اجتہاد سے تحریر کر دیا ہے، اس جگہ کوئی کتب خانہ موجود نہیں، تاکہ معتبر کتب سے اس کی تحقیق کر لی جاتی اور اب آنجناب کی طرف ارسال ہے، اگر صحیح ہو تو تصویب فرمادیں اور حوالہ بھی ہو سکے تو تحریر فرمادیں۔ اور اگر خطا ہو تو اصلاح فرما کر ممنون فرمادیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ۔

اگر حمل غیر مورث کا ہوا، رحمہ معتدہ رجعیہ ہو اور اس نے مضی عدت کا اقرار بھی نہ کیا ہو تو موت مورث سے چھ ماہ اور وقت طلاق سے دو برس میں سے جو مدت بعد ہو، اس کے اندر اندر پیدا ہونا شرط ہے اور اگر مضی عدت کا اقرار کیا ہو تو اقرار سے چھ ماہ کے اندر اندر پیدا ہو، بشرطیکہ مذکورہ بالا بعد لأحس کے بھی اندر ہو، کیونکہ اگر سب سے موت سب سے بعد ہے تو ظاہر ہے کہ طلاق رجعیہ میں یوم طلاق سے دو برس کے بعد بھی وارث ہوگا۔

اور اگر یوم طلاق سے دو برس بعد لأحس، تو اس میں اگرچہ ممکن ہے کہ موت مورث کے وقت حمل نہ ہو، اس کے بعد رجوع کر کے وطی کی ہو اور حمل ہو کیا ہو، مگر یہ خلاف ظاہر ہے، اصل یہ ہے کہ اس نے رجوع نہیں کیا۔

فقط بقیہ سب خیریت ہے۔ امید ہے کہ حضور کا مزاج گرامی بھی مع الخیر ہوگا، حسن خاتمہ کی دعا سے فراموش نہ فرمادیں۔

= (و کذا فی تسبیح الفتاویٰ الحامدیہ، کتاب الدعوی، مطلب ما اکسہ الاس یکور لأبیہ: ۸۲،

مکتہ میمنیہ مصر)

(و کذا فی الفتاویٰ الکاملیہ: ۵۱/۱، ۵۲، کتاب الشریکۃ، مکتہ حقانیہ پشاور، پاکستان)

لستة أشهر أو أقل، إلا إذا كانت معتدة ولم تقر بانقضائها، الحـ“

اور اگر ان کو اللہ نے مدتِ زندگی قریب ہو کر پہنچائی ہے تو اس وقت ان کے چہرے

مدریہ اربعہ : الف - مدیرین وقتوں طرز : رجب ۱-۲

سوال: ”حمل غیر مورث کی وراثت کے لئے موت مورث سے چھ ماہ کے اندر پیدا

جون شہزادہ

حامل غیر موثر کا ہو تو اس کے وارث ہونے کی شرط ولادت لاً قل من ستہ اشھر ہے یا کہ

ترجمہ شدہ شریں "لئے شہر او فیل" اور "شیریں صوفی لائل میں سے شہر"

ب۔ یسوا تو حروا

الجواب ومنه الصدق والصواب.

شامی نے سراجیہ کی موافقت کی ہے، اور بحر میں مبسوط کی موافقت ہے، لیکن مبسوط میں دیگر

جنس مسائل میں سہ شہر و قتل کے ساتھ حق نیا ہے، اب بھائی میں کی سہ میں سہ شہر و قتل

ساتھ لائق ہونا مصرح ہے: ”وإن جاءت به لستة أشهر أو أكثر، فإنه لا يرث، اھ۔“

ظاہر یہی رائج معلوم ہوتا ہے، خود شامیہ میں مسئلہ ذیل میں ستہ اشہر کو اکثر کے ساتھ

حق کیا ہے۔

”والمتموفي عنها إذا ادعت انقضاءها، ثم جاءت بولد لتمام ستة أشهر،

لا یشیت نسبہ، ولأقل یشیت، ام". (ردالمحتار: ۶۲۳/۲)

و تدریس مذکور در علم - ۱۳ / رجب ۱۳۷۵ هـ -

حمل غیر موت مورث مورث سے چھ ماہ کے بعد پیدا ہوا مگر ورثہ بوقت موت وجود حمل

کے مقرر ہیں تو یہ حمل وارث ہوگا؟

سوال:

شرعیہ بحث لکھنؤ میں ہے۔

”وإن كان من غيره، فبأنما يرث لو ولد لستة أشهر أو أقل، إلا إذا كانت

معدة ولم تقر بانقضائها أو أقر الورثة بوجوده.

اس میں کل ورثہ کا اقرار ضروری ہے یا کہ بعض کا کافی ہے؟ بیسوا توجروا۔

نشر مکتبہ مزید احقر ممبئی

الحمد لله رب العالمین

بفہم حق یہاں ہم صحت خیریت سے، خداوند تعالیٰ کے فیض میں عافیت رکھے، اس مبارک ماہ، مبارک وقت میں مبارک مشغل میں۔

چو صاحب شیمی و بادہ پیمای بیاد آر محبان بادہ پیمارا
بندہ عاویہ کہ اندھائی، پنی دین، نیوی مخصوص نعمتوں سے مالا مال فرمائیں۔

احقر محمود غفرلہ، ۱۰/۹/۱۳۶۶ھ۔

طلاق کے بعد حمل کب تک مستحق میراث ہے؟

سوال [۹۸۵۰]: اگر مورث کی والدہ حاملہ ہے اور معتدہ رجعیہ ہے، عدت گزرنے کا اس نے قرار نہیں لیا تو اس کا ولد موت مورث یا وقت صدق سے متنی مدت کے اندر پیدا ہو تو وارث ہوگا؟

الجواب ومنه الصدق والصواب۔

چونکہ اقرار حجت قاصرہ ہے، اس سے صرف متعین کے حق میں ان کا قرار معتدہ ہوگا، بدت آخر موت مورث کے وقت ظہور حمل عام طور پر معلوم ہو یا اس کے ظہور پر شبہ موجود ہو، تو جملہ وارثوں کے حق میں اس کا ارث جاری ہوگا، ظہور حمل کا اعتبار جزئیہ میں سے ثابت ہے

”یشت نسب ولد المعتدة بموت أو طلاق إن جحدت ولادتها بحجة تامة“

أو حمل ظاهر، الخ“۔ (رد المحتار: ۲/۶۲۶)۔

حمل کی حالت سے قبل اس سے سبب معقوف رہتا جسے نبوت میں کے اعتبار کی دلیل ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

۱۴ رجب ۱۳۶۵ھ۔

(أحسن الفتاویٰ، کتاب الوصیة والفرائض: ۲۸۳/۹-۲۸۵، سعید)

بات حسن الفتاویٰ نویں جلد کے آخر میں تسهیل المیراث کے نام سے ایک رسالہ ہے جس میں حضرات مفتی

رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ نے سبق چہرہ دوم حمل کا ختم کے عنوان کے تحت جو بحث کی ہے اس کا رد فقہی محمودیہ میں ذکر کردہ

فتویٰ دونوں کا سنہ ۱۳۶۶ھ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

وقت حقیقت کثرت حمل کے اندر پیدا ہونے سے بچہ وارث ہوگا، جب کہ توریث کا مدار ثبوت

نسب پر ہے

”وإن كان الحمل من غيره: أي من غير الميت وحيات بالولد لأقل من ستة أشهر،
برث وإن حياته - ستة أشهر أو أكثر، فإنه لا يرث، كما يدبرك روحه حتى من سه لكر
أو الرقيق، إلا إذا كانت تلك المرأة معتدة طلاق أو وفده أو تفرق - نقص. نعد، فإنه حيث برث
الولد لضرورة إثبات النسب الداعية إلى حصره بحقوق بني أكثر مدة حمل، هـ.“ صحیحوی
۴، ۳، ۴، ۱)۔

صورت مسئلہ کا مدار توریث مطبق سے ثبوت نسب پر نہیں، بلکہ ولادت ہونے پر ہے، لہذا یہاں
مضی عدت اور عدم مضی کو دخل نہیں، را کثرت حمل کا اعتبار نہیں، بلکہ اگر موت مورث سے لافس میں ستہ
أشهر ولادت ہو تو وارث ہوگا، ورنہ نہیں۔ فقط والله سبحانه تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

توریث حمل کی متعدد صورتیں اور ان پر اشکالات

سوال [۹۸۵۱]: حمل غیر مورث کا ہو تو اس حمل کے وارث ہونے کی شرط ولادت لافس میں ستہ
أشهر ہے، یا سماء ستہ أشهر، شامی نے ”ستہ أشهر أو أقل“ (۲)، بحر نے صرف ”لافس میں ستہ

(۱) حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ۴۰۳، کتاب الفرائض، فصل فی العرقی والحرقی،
دار المعرفۃ للطباعة والنشر، بیروت)

(و کذا فی الدر المختار: ۸۰۱/۶ کتاب الفرائض، فصل فی العرقی والحرقی، سعید)

(وفی السراجیۃ، ص: ۵۸، فصل فی الحمل، سعید)

(۲) ”وإن كان من غيره، وإنما يرث لو ولد لستة أشهر أو أقل، وإلا فلا“ (رد المحتار ۶، ۸۰۱، کتاب

الفرائض، فصل فی العرقی والحرقی، سعید)

نہ ہے (۱)۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شہری ۱۲۲۰ھ نے سہ ماہی کی موافقت کی ہے (۲)، اور بحر میں مبسوط کی موافقت ہے، لیکن مبسوط میں اور بعض مسائل میں ستہ اشہر و اقل نے ساتھ حق یہاں (۳)، اکثر کے ساتھ لا حق نہیں کیا۔ (۱)۔
خطہ کی میں صاف ہے کہ اس مسئلہ میں ستہ اشہر اکثر کے ساتھ حق ہے، پنجہ یہی رتبہ معلوم ہوتا ہے۔ "وہ
حجاء بہ لستہ اشہر او اکثر، فإنہ لا یرث، اھ" (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفر۔

سوال متعلق استفتاء بالہ

سوال [۹۸۵۲]: اکثر تب متداولہ میں یہی لکھا ہے کہ اگر حمل مورت کا ہو اور عورت نے
انقضائے عدت کا اقرار کر لیا ہو تو حمل وارث نہ ہوگا۔ تو کیا اگر اقل سے اقل میں ستہ اشہر پیدا ہو جائے
تب بھی وارث نہ ہوگا؟

(۱) "ذكر الصدر الشهيد في فرائضه، ان الحين یرث اذا كان موجوداً في البطن عند موت المورث بان
حجاء لاقل من ستہ اشہر مد مات المورث وهذا التقدير في استحقاق الحين من غير الالب"
(البحر الرائق: ۳۹۱/۹، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۲) چنانچہ سراجی میں ہے: "وہ کس میں عمرہ و حاء بائولہ ستہ اشہر و اقل منها، یرث وان حاءت بہ
لاکثر من اقل مدة الحمل، لا یرث"۔ (السراجی، ص: ۵۸ فصل فی الحمل، سعید)
(وراجع رد المحتار، المصدرا السابق)

(۳) "والسم بعلمہ: حودہ فی لبس دا حاءت بہ لاقل من ستہ اشہر مد مات المورث، لان ادنی مدة
الحمل ستہ اشہر وان حاءت بہ لاكثر من ستہ اشہر، فلا میراث لہ"۔ المبسوط ۵، الجزء ۳۰، ص:
۶۰، کتاب الفرائض، باب میراث الحمل، مکتبہ غفراریہ کوفہ)

(۴) حاشیہ الضحطاوی علی الدر لمختار ۴۰۳، کتاب الفرائض، فصل فی العرقی والحرقی،
دار المعرفۃ للطباعة والنشر بیروت

الجواب حامداً ومصلیاً:

اقرار یہ ہدیت ختم ہو پاتی ہے، لیکن اقرار کے بعد مرنے میں سے شہر پیدا ہو جائے اس کے لئے
مذکورہ سے لایا جائے۔ البتہ ثابت ہے کہ اگر مورث مورثہ غیر شہر میں (۱۰ سال) کے اندر پیدا ہوا ہو۔ اور
موت مورث سے دو سال کے بعد پیدا ہوگا تو ثابت النسب اور وارث نہیں ہوگا:

”والمتوفی عنها إذا ادعت انقضائها، ثم جاءت بولد لتعمام ستة أشهر، لا یثبت نسبه،

ولأقل یشت، اه“۔ شامی: ۸۵۸/۲ (۱)۔

ثبیت نسب ولد المقررة بانقضاء العدة إذا جاءت به لأقل من ستة أشهر من وقت
إقرار، كذا إذا قرأت بعد مدتی من مدتی من شهرین فجاءت بولد بعد ثلاثة أشهر
من وقت إقرار، به ستة أشهر من سرحد ثبوت أن يكون لأقل من سنین من وقت بفرق
باعتبار فواصل، وبعد الاستدلال به خبراً - لا قضاء، مع إقراره “أبی، اه“ رجبی (۲)۔

”قال الإتقانی: هذا الذي ذكره القدوري يتناول كل معتدة، سواء كانت معتدة عن
وفات أو عن صفاق، أو عن رجعي، لا ينفك معتدة عنه فسد، بل عليه ما ذكره فخر
الاسلام وسره في شرح مجموع قد سماه: “الثبوت في فساد الحمل أو الرجعي
في مدد صحيح ثلاثة أشهر، ثم وفت، وفي وفت لأقل من ستة أشهر من وقت قرأت، ولأقل من
سنین من وقت رجعي كینت ما كانت بعد ما يكون لأقل من ستة أشهر من وقت الإقرار،
ثبت، بعد فواصل لإقراره“۔ وبنی وبنی ستة أشهر من وقت، ثبت (۲)۔ لأن مدته فساد
الإقرار، كذلك في الوفاة، اه“۔ شلبی هامش الزیلعی: ۴۲/۳ (۳)۔

(۱) (رد المحتار: ۵۳۰/۳، کتاب النکاح، باب العدة، سعید)

(۲) (تیس الحقائق لمحرر لدین ربیع ۳۱۲، کتاب لطلاق، باب ثبوت النسب، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۳) (قولہ ثبت هكذا في الأصل، وظاهر أنه لم يثبت“ قد سقطت له من لکتاب مجموع حسن نوتی غفر له۔

(۳) حاشیة الشیخ علی هامش سنن ربیع ۳۱۲، ۳۱۳، کتاب لطلاق، باب ثبوت النسب

• مسندہ مدکر د فی سحر ۱۷۳/۴ (۱)۔ وفتح القدير: ۳/۳۰۵ (۲)۔

نیز مد مزیلعی نے ایک اشکال کیا ہے (۳) جس کو صاحب بحر اور شامی نے برقرار رکھا ہے۔
فلیتا من فیہ (۴)۔

فی فتاویٰ ہمدانیہ "ولومات عنها قبل الدخول أو بعده، ثم جاءت بولد من وقت الوفات إلى ستين، يثبت النسب منه. وإن جاءت به لأكثر من ستين من وقت الوفات، لا يثبت نسب هذا كسبه إذا لم يقر بانقضاء عدة، وإن أقرت ودخلت في مدة بقضى في مشيئة عدة صلاق وسومة سو، ثم جاءت بولد لأقل من ستة أشهر من وقت الإقرار، يثبت نسب."

(۱) "أما من الأب، فإن جاء به لأقل من ستين من وقت الموت، فإنه يرث ماله تقر بانقضاء العدة والأصل أن المعتدة إذا جاءت بالولد لأقل من ستين من وقت الطلاق، فإنه يثبت نسب الولد من الروح إذا لم تقر بانقضاء العدة، فإذا ثبت النسب من الميت، يرث منه ضروره وإن جاء لأكثر من ستين، لا يثبت النسب من الميت، ولا يرث منه" (بحر الرائق: ۳۹۱/۹، کتاب الفرائض، رشديه)

(۲) "قوله ويثبت نسب ولد المطلقة الرجعية إذا جاءت به لستين أو أكثر ماله تقر بانقضاء عدتها، ثم جاءت بولد، لا يثبت نسبه، إلا إذا جاءت به لأقل من ستة أشهر من وقت الإقرار، فإنه يثبت نسبه" (فتح القدير ۳۵۱/۴، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۳) (تبين الحقائق، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب. ۲۸۳/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۴) "وذكر في التبيين بقي فيه إشكال وهو ما إذا أقرت بانقضاء عدتها، ثم جاءت بولد لأقل من ستة أشهر من وقت الإقرار ولأقل من ستين من وقت العراق، يعنى أن لا يثبت نسبه إذا كانت المدة تحتمل ذلك بأن أقرت بعد ما مضى ستة مثلاً، ثم جاءت بولد لأقل من ستة أشهر من وقت الإقرار. لأنه يحتمل أن عدتها انقضت في شهرين أو ثلاثة أشهر، ثم أقرت بعد ذلك بزمان طويل، ولا يلزم من إقرارها بانقضاء العدة أن تقضى في ذلك الوقت فلم يظهر كدها بيقين، إلا إذا قالت: انقضت عدتي الساعة، ثم جاءت بولد لأقل من ستة أشهر من ذلك الوقت." (البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ۳/۲۷۰، ۲۷۱، رشديه)

او کدا فی رد المحتار. کتاب الطلاق، باب العدة، فصل فی ثبوت النسب، مطلب فی ثبوت النسب من الصغيرة

والا فلا، اھ۔ عالم گیری: ۱/۵۳۷ (۱)۔

جب ثبوت نسب ہوگا تو استحقاق وراثت بھی ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود سگویی عفا اللہ عنہ۔

ایضاً

سوال [۹۸۵۳]: شامی بحث الحمل میں ہے۔ ”وہ کس میں عیرہ، فإم یث لولہ ستة

أشهر أو أقل، لا إذا كانت معتدة ولم تقر بأقصائها أو أقر الورثة بوجوده“ (۲)۔

اس میں کل ورثہ کا اقرار ضروری ہے، یا اکثر کا یا بعض کا اقرار بھی کافی ہے، اگر کل کا اقرار ضروری ہے تو کل ورثہ کا قتل بالغ ہونا بھی ضروری ہوگا، نیز بعض کا اقرار اور بعض کا سکوت کل کے اقرار کے حکم میں ہوگا یا نہیں؟ نیز اگر معتدہ رجعیہ ہو تو ظاہر ہے کہ روز طلاق سے دو سال کے بعد بھی اگر ولادت ہو تو حمل وارث ہوگا اور اگر معتدہ بائنہ ہو، یا ورثہ نے حمل کے وجود کا اقرار کیا ہو تو ظاہر یہ ہے کہ اس حمل کا روز طلاق یا موت سے دو سال کے اندر اندر پیدا ہونا ضروری ہے، مگر کتاب میں یہ شرط نہیں لگائی گئی، جو تحقیق ہو مطلع فرمائیے۔

الجواب حامداً ومصبياً:

اس مسئلہ میں صراحۃً کوئی جزئیہ نہیں ملا۔ حمل مورث کے متعلق فصل ثبوت النسب میں عبارت ہے:

”ويثبت نسب ولد المعتدة بموت أو طلاق إن جحدت ولادتها بحجة تامة أو جحد

صهر، أو إقرار الزوج به، أو تصديق بعض الورثة، فيثبت في حق المقرين. وبما يثبت النسب

في حق غيرهم حتى الناس كافة إن تم صحت لشهادة بهم، إن شهد مع المقر رجل آخر

وكذا لو صدقه عليه الورثة وهم من أهل التصديق، فيثبت النسب، وإن لم يسمها، لا يشارك

المكذبين، اھ۔ درمختار مختصراً (۳)۔

”(قوله: أو تصديق بعض الورثة) المراد ببعض من لا يتم به صحت الشهادة وهو لو جحد

(۱) (الفتاوى العالمية ۱/۵۳۷، كتاب الطلاق، الباب الخامس عشر في ثبوت النسب، (شديدہ)

(۲) (ردالمحتار: ۶/۸۰۱، كتاب الفرائض، فصل في العرقى والحرقي، سعيد)

(۳) (الدر المختار مع ردالمحتار: ۳/۵۳۲، ۵۳۶، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، سعيد)

العدل أو الأكثر مع عدم العدالة كما يظهر مقابله ح. و صورة المسئلة: لو أدعت معتدة الوفاة بولادة، فصديقها الورثة ولم يشهد بها أحد، فهو ابن الميت في قولهم جميعاً؛ لأن الإرث خالص - - - - - صدق صدقهم فيه، فتح. (قوله: فثبت في حق المقرين) الأولى: في حق من أقر، يشمل - - - - - أنهم لو كانوا جماعة، ثبت في حق غيرهم أيضاً، لأن يحمل على ما إذا كانوا غير عدول، أفاده قوله: (في حق غيرهم): أي في حق من لم يصدق، اهـ. شامی: ۲/۸۶۳ (۱)۔

لیکن یہ نفس واثبات کے متعلق کا نام ہے۔ معتدہ بانہ رجوعیہ کا جزئیہ صریح اس سے پہلے جواب میں شملی ہاشم لڑتی تھی سے منقول ہو چکا ہے (۲) اور یہ ۶ (۳)، و شامی وغیرہ میں بھی ہے (۴)۔ فقط واندہ بن زید بن اسم۔ حررہ: عبد تمود غفرلہ۔

(۱) (ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ۵۴۶/۳، معید)

(۲) "قال الاتفاقی هذا الذي ذكره القدوري يتناول كل معتدة سواء كانت معتدة عن وفات أو عن طلاق، بانس أو رجعي، لانه أطلق المعتدة ولم يقبدها، يدل عليه ما ذكره فخر الإسلام وغيره في شروح حامع بقولهم: أقرت بانقضاء العدة في الطلاق الدائ أو الرجعي في مدة تصلح لثلاثة قراء، ثم ولدت، فإن ولدت لاقل من ستة أشهر مد أقرت، ولأقل من ستين مديان، وفي الرجعي كيف ما كانت بعد ما يكون لاقل من ستة أشهر من وقت الإقرار، يثبت. لعنا بصلان الإقرار وإن وددت لسنة أشهر مد أقرت، يثبت. لا ما لم يعدم بفساد الإقرار، كذلك في الوفاة، اهـ." (حاشية الشیسی علی هامش النسیب للربیع ۳، ۲۸۲، ۲۸۳، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، دار الكتب العلمیه بیروت)

(۳) قال العلامة بن نجيم رحمه الله تعالى: "والمرقة بمضيها لاقل من ستة أشهر من وقت الإقرار، والا لا أي وثبت نسب ولد المعتدة لمرقة بمضيها إذا جاءت بالولد لاقل من ستة أشهر من وقت الإقرار ولو جاءت به لسنة أشهر وأكثر من وقت الإقرار لم يثبت. لا ما لم يعلم بطلاق الإقرار، لاحتمال الحبروت بعده، وهو المراد بقوله والا لا". (المحرر الرائق: ۲/۲۷۰، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، رشيديه)

(۴) وكذا لمرقة ولدت لذلك من وقت الإقرار أي من أقرت بانقضاء بعد ثلاثة أشهر (قوله إن ولدت لذلك): أي لأقل من ستة أشهر من وقت الإقرار: أي ولأقل من تسعة أشهر من وقت الطلاق، لظهور كذبها بيقين، وحسب فلا فرق بين دائر وعينه في أنه لا نسب نسب. لا ما ولده لاقل من تسعة أشهر (ردالمحتار ۳/۵۴۳).

کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، معید)

ایضاً

سوال [۹۱۵]: اگر حمل غیر مورث کا ہو اور چھ ماہ کے بعد پیدا ہو وقت مورث سے، تو وہ تب وارث ہوگا کہ ورثہ نے وفات مورث کے وقت اس حمل کے وجود کا اقرار کیا ہو، یہ اقرار سب وارث کریں یا بعض کا اقرار کافی ہے؟

اس کے متعلق آپ نے ثبوت والی عبارات تحریر فرمائی ہیں، مگر اس صورت میں ”اقرار میں ینمہ شہدۃ“ اس سے کافی ہے کہ ولادت خود ایسی چیز ہے کہ اس پر شہادت معتبر ہے، بخلاف صورت مسئلہ کے کہ حمل کا وجود ہی یقینی نہیں تو اس پر شہادت کیسے قبول ہوں، ایک غائب اور محتمل چیز پر شہادت معتبر نہ ہوگی۔ پس احقر کا اس کے متعلق یہ خیال ہے کہ اقرار چونکہ حجت قاصرہ ہے، اس لئے مقرّین کے حق میں حمل وارث ہوگا، بقیہ کے حق میں وارث نہ ہوگا اگرچہ مقرّین کی تعداد نصاب شہادت سے بھی زائد ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کے متعلق صراحۃً جزئیہ ملنے کی نفی کر کے ثبوت النسب والی عبارات نقل کی تھیں اور اس سے پہلے سوال کے جواب میں یہ مذکور تھا کہ جب ثبوت نسب ہوگا تو استحقاق وراثت بھی ہوگا (۱)۔ نیز عبارات درمختار میں یہ فقرہ بھی مذکور تھا: ”فیثبت فی حق المقرین“ (۲)، اس سبب سے متنبہ ہو کر اثبات کی اقرار بیت کو بیان کرنا تھا۔ اقرار کا حجت قاصرہ ہونا مصرح ہے جس کی نظیر ”فیثبت فی حق المقرین“ بھی ہے، اگرچہ وہ نقصان نصاب پر مرتب ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود شیبوی عفا اللہ عنہ۔

(۱) چنانچہ بحرائق میں ہے ”فبإدائثبت النسب من الميت، یوثق منه ضرورة“ (البحر الرائق ۹/۳۹۲، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۲) ”فیثبت فی حق المقرین“ ویشث نسب ولد المعنہ بموت أو طلاق إن حدثت ولادتها بحجة تامة أو حمل طهر أو إقرار الزوج به أو تصدیق بعض الورثة، فیثبت فی حق المقرین“ (الدر المختار) ”(قوله أو تصدیق بعض الورثة) المراد بالعص من لا یتیم به نصاب الشهادة، وهو الواحد العدل أو الأكثر مع عدم العدالة (قوله: فیثبت فی حق المقرین) الأولى فی حق من أقر، یشمل الواحد، ولأنهم لو كانوا جماعة، ثبت فی حق غیرهم أيضاً“ (رد المختار ۳/۵۴۲، ۵۴۶، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق ۳/۲۸۲، ۲۸۶، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، دار الکتب العلمیہ بیروت)

الفصل العاشر فی الحجب والحرمان

(حجب اور حرمان کا بیان)

ایک وارث دوسرے وارث کی موجودگی میں محروم کیوں ہے؟

سوال [۹۸۵۵]: ایک غیر مسلم نے سوال کیا ہے کہ ایسی شریعت نے محبوب کو میراث سے کیوں محروم ٹھہرایا ہے، اس کی کیا وجہ ہے اور کیا راز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

میراث کیلئے شریعت نے احکام بیان کئے ہیں کہ کون وارث کس حالت میں کتنی میراث کا مستحق ہوگا، اور کون کس کی وجہ سے محبوب ہوگا۔ دادا مستحق میراث ہے، لیکن باپ کی موجودگی میں اس کو کچھ نہیں ملتا، کیونکہ دادا کا رشتہ باپ کے واسطے سے ہے۔ اسی طرح بھائی وارث ہوتا ہے، مگر باپ کی موجودگی میں اس کو کچھ نہیں ملتا، اس لئے کہ اس کا رشتہ بھی باپ کے واسطے سے ہے۔ یہی حال پوتے کا ہے کہ بیٹے کی موجودگی میں وہ وارث نہیں ہوتا (۱)، یہ بات بالکل صاف اور قلیل قبول ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۴/۱۳۹۴ھ۔

شادی کی وجہ سے لڑکیاں محروم نہیں ہوتیں

سوال [۹۸۵۶]: شیخ خیرات احمد مرحوم کے چار لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں، دونوں لڑکیاں شادی شدہ

(۱) "ويسقط الحجب لأب، لأن الأب أصل في قراءة الحجب إلى الميت" (السراجي) "لأن قرابته بواسطة الأب، فما دامت الوسطة أهلاً للميراث، والميراث للواسطة كإس الأس مع الابن" (الشريفيه، ص: ۱۹، باب معرفة الفروض ومستحقها، سعيد)

"كل من يدلى أي سمي إلى الميت بشخص، لا يرث مع وجود ذلك الشخص، كإس الأس، فإنه لا يرث مع الابن". (الشريفية، ص: ۲۸، باب الحجب، سعيد)

(وكذا في السراجي، ص: ۱۷، باب الحجب، سعيد)

ہیں، ان دونوں بڑیوں کا والد کی جائیداد میں شریک حصہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شادی ہونے کی وجہ سے لڑکیاں باپ کی وراثت سے محروم نہیں ہوتیں، ان کو ضرور حصہ ملتا ہے (۱)۔ اگر صرف چار بڑے اور دو لڑکیاں ہیں، تو بعد اوائے حقوق متقدمہ علی المیراث دس سہام بنا کر دو سہام چار لڑکوں کو اور ایک ایک سہام دونوں بڑیوں کو تقسیم کر دیا جائے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱۱/۱۳۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔

کیا ترکہ میں کوئی چیز ایسی بھی ہے جس سے بیٹی محروم ہے؟

سوال [۹۸۵] مرزا محمد اسحاق بیگ کا انتقال ہو گیا، پسماندگان میں ان کی بیوہ اور دو لڑکے مرزا فخر الدین بیگ و مرزا معین الدین بیگ اور ایک لڑکی سلطانہ بیگم ہیں۔ مرزا محمد اسحاق بیگ کے انتقال کے بعد ان کے لڑکے اپنی بہن کو کل جائیداد سے محروم کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ مکان و باغات میں تو حصہ ہوتا ہے لیکن کھیتوں میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ مرزا محمد اسحاق بیگ اپنی زندگی میں خود ہی کاشت کرتے تھے اور تمام کھیتوں پر مرزا محمد اسحاق کا قبضہ تھا۔

(۱) قال اللہ تبارک وتعالیٰ ﴿یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین﴾ (سورۃ النساء: ۱۱)

(۲) نقشہ تقسیم ملاحظہ ہو۔

مسئلہ ۱۰

ابن	ابن	ابن	ابن	ابن	بنت
۲	۲	۲	۲	۱	۱

قال اللہ تبارک وتعالیٰ ﴿وان کانوا احواداً رجالاً و نساءً، فللذکر مثل حظ الانثیین﴾ (سورۃ

النساء: ۱۷۶)

اب مستیان کرام بتائیں کہ مذکورہ بالا جائیداد میں سے از روئے شرع فرائض سلطانہ بیگم کو کیا حصہ ملے گا؟ نیز باقی لوگوں میں جائیداد کس طرح تقسیم ہوگی؟ باپ کی چھوڑی ہوئی منقولہ وغیرہ منقولہ اشیاء میں سے کیا کوئی چیز ایسی بھی ہوتی ہے جس میں بی بی نے حصہ دار نہ ہو اور وہ صرف بی بی سے ہے؟ یہ بھی مطلع کیجئے کہ بہن کی اس حق تلفی اور حصہ غصب کرنے والے کی یا کوئی سزا شرعی ہے جو حشر میں ملے گی، اگر ہے تو وہ کیا ہے؟ یہ بھی مطلع فرمائیے کہ حق دینے میں دیر نہ کیسا ہے؟

یہ بھی مطلع کیجئے کہ عداقی قانون کی طرح کیا شرع میں بھی اس کی کوئی میعاد مقرر ہے کہ اس کے بعد یہ حق تمادی ہو جائے اور بی بی اس کے پانے کی مستحق نہ رہے؟ جو وہ مذکورہ بالا حق تلفی میں کسی قسم کی مدد زبانی یا عملی کریں ان کی کیا سزا ہے؟ یا جو وہ مذکورہ حق تلفی کے خلاف زبانی یا عملی مدد کریں ان کے لئے کیا اجر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ ۸، تصد ۴۰

مرزا محمد اسحاق بیگ

زوجہ زہرہ بیگم	ابن فخر الدین بیگ	ابن معین الدین بیگ	ہنت سلطانہ بیگم
۱۵	۱۴	۱۴	۷

شرط صحت سوال وعدم موانع ارث بعد تجہیز وتتمین وادائے دین مہر وغیرہ از کل ماں و تنفیذ وصیت از ثلث ماں (۱) مرزا محمد اسحاق بیگ کا کل ترکہ چالیس سہام بنی اس طرح تقسیم ہوگا کہ پانچ سہام بیوہ (زہرہ) (۱) حقوق متقدمہ یعنی تجہیز وتتمین، ادائے دین، آروصیت کی ہے و تنفیذ وصیت کے بعد بقیہ ترکہ تقسیم ہوگا

”تعلق بترکہ المیت حقوق أربعة مرتبة الأول بدأ بتكفيله ونحوه، من غير تدبر ولا تفكير، ثم بمصی دیوہ من حسم مافی من مالہ، ثم تعد وصاہ من ثلث مافی بعد الدین، ثم یقسم الباقی بین ورثتہ“۔ (السراجی فی المیراث، ص: ۲، ۳، سعید)

(وکذا فی الدر المختار، کتاب الفرائض: ۶/۵۹، ۷۱، سعید)

وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الفرائض، الباب الأول فی تعریفها وفيما يتعلق بالترکة.

(۶/۴۴، رشیدیہ)

بیمہ (بیمیں گے) (۱)، چودہ چودہ سہام دونوں لڑکوں فخر الدین و معین الدین کو بیس کے، سات سہام بزرگ سلطانہ
بیمہ کو بیس کے (۲)۔ روپیہ زیور، پہاڑ، برتن، گھڑ کا سامان، مکان، باغ، تحیت غرض جو چیز بھی محمد اسحاق مرحوم کی
ملک تھی سب کی تقسیم اس طرح ہوگی۔

بہن کی حق تلفی نہ تھی، بہن ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ اس پر زیادہ سے زیادہ شفقت کی جائے۔
اگر وہ بڑی ہے تو اس کا حق والدہ کے قریب ہے، اگر چھوٹی ہے تو اس کا حق بیٹی کے قریب ہے۔
حدیث شریف میں ہے کہ اگر کسی کی ایک باشت زمین غصب کر لی تو اس کی رہائش ساقوں زمینوں کا
موقوف بنارکے میں ہے۔ باب (۳)۔ دو تین پیسے کے عوض سات سو مقبول فرض نمازیں، ان باب میں حق جس کا
حق واجب ہو اس کے ادا کرنے میں بلا مہلت تاخیر کرنا اور نہ تاخیر ہے (۴)، خاص کر جب کہ صاحب حق کی طرف
سے مطالبہ بھی ہو، ارادہ یہ اور تاخیر ہوئی تو وہ مطالبہ ساقط نہیں ہوتا، یہاں تک کہ قیامت نہ آجائے (۵)۔

قال الله تعالى: "فإن كان لكم ولد، فلهن النصف مما تركتم من بعد وصية يوصون بها أو دين" (سورة النساء: ۲۱)

(۲) قال الله تبارك و تعالیٰ "ووصيكم به في أولادكم لذكر مثل حظ الأنثيين" (سورة النساء: ۱۱)
(۳) "عن سعيد بن ريد رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله ﷺ: "من أحد شر ما من لأرض طمس،
فإنه يطوق يوم القيامة من سبع أرضين" متفق عليه" (مشکوٰۃ المصابيح، کتاب البیوع، باب الغصب
والغارية، ص: ۲۷۵، قدیمی)

(۴) "عن أبي هريرة رضى الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، قال "من غصب
طعم، وإذا اتبع أحد على منى فليتنع" (مسند ابی داؤد، کتاب البیوع، باب فی المضطع واحسن القضاء
۴/۲۷۳، دار الحديث ملتان)

(۵) "الحق لا يسقط بتقدم الزمان" (شرح الأشباہ والطائر، کتاب لقضاء والشهادات ۲/۹۳،
إدارة القرآن کراچی)

"ويضمن الممل المسروق، لأنه حق العبد فلا يسقط بالتأخير" (الدر المختار، کتاب الحدود،
باب الشهادة على الزنا: ۳/۳۱، سعيد)

"وعنه (اسی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم "لو دنا
الحقوق إلى أهلها يوم القيامة حتى يقاد الشاة الحذباء من الشاة ثقراء" رواه مسلم" مشکوٰۃ -

ظلم کی ظلم میں مدد کرتا بھی ظلم ہے (۱)۔ مظلوم کو ظلم سے بچانے کے لئے حسب طاقت وحیثیت مدد کرنا لازم ہے (۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح بندہ محمد نھ مالدین عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱۰/۸۵ھ۔

بیوہ نکاح ثانی کی وجہ سے وراثت سے محروم نہیں

سوال [۹۸۵۸]: ایک عورت جس کا شوہر مر چکا ہے، بعد عدت عقد ثانی کرتی ہے۔ عورت کے اول نہیں ہے، صرف خسر زندہ ہے۔ شوہر مذکورہ بالا اور اس کے والد سب ایک ہی ساتھ رہتے تھے۔ عورت مذکورہ زیورات، ملبوسہ جسم و منقولہ جائیداد وغیرہ منقولہ میں کتنا حصہ پاسکتی ہے، یا نہیں پاسکتی علاوہ مہر کے؟ اگر عورت مذکورہ نے مہر معاف کر دیا ہے تو واقعتاً مندرجہ بالا میں کوئی حق رکھتی ہے یا نہیں؟ اگر عاف نہیں کیا تو جائیداد مذکورہ بالا سے مہر وصول ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اس لئے کہ شوہر مذکور اور اس کے والد ایک ہی ساتھ رہتے تھے، شوہر کی کوئی علیحدہ جائیداد رقم وغیرہ نہیں ہے۔

المصابیح، باب الظلم، الفصل الأول: ۲/۳۵۷، قدیمی

(۱) قال الله تعالى: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (سورة المائدة: ۲)

”عَنْ أَوْسِ بْنِ شَرَحْبِيلٍ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ”مَنْ مَشَى مَعَ ظَالِمٍ لِيَقْوِيَهُ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ ظَالِمٌ، فَقَدْ حَرَّحَ مِنَ الْإِسْلَامِ“ (مشکوٰۃ المصابیح، باب الظلم، ص ۳۳۶، قدیمی)

”فَقَدْ حَرَّحَ مِنَ الْإِسْلَامِ“ أَيْ مَنِ كَمَالَ الْإِيمَانَ أَوْ مِنْ حَقِيقَةِ الْإِسْلَامِ الْمَقْتَضَى أَنْ يَسْلَمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَبَدَنِهِ (مرقاة المفاتیح، باب الظلم ۱/۸۵۸، رقم الحديث ۵۱۳۵، رشیدیہ)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى﴾ (سورة المائدة: ۲)

”عَنْ أَبِي رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ”أَصْرَاحَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَطْنُومًا“ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَصْرَهُ مَطْنُومًا، فَكَيْفَ أَصْرَهُ ظَالِمًا؟ قَالَ ”تَمَعَهُ مِنَ الظُّلْمِ،

هَذَا لَكَ بِصِرْكَ إِيَّاهُ“ (متفق عليه) (مشکوٰۃ المصابیح، باب الشفقة والرحمة على الخلق، الفصل

الأول، ص: ۳۲۳، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

عقد ثانی رہنے کی وجہ سے وہ عورت مہر یا وراثت سے محروم نہیں ہوں (۱)، جو اشیا، زیور، لباس وغیرہ عورت کی ملک ہیں، خواہ اس کے والد نے دی ہوں خواہ شوہر یا خسر نے تمییکہ کی ہوں، وہ قباشرست غیر عورت کی ملک ہیں (۲)، اور شوہر اپنے والد کے ساتھ رہتا تھا، ان میں وراثت باری نہیں ہوں (۳)، عورت کو بھی کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ جو اشیا شوہر کی ملک ہو چکی تھیں، خواہ اس نے خود حاصل کی ہوں خواہ اس کے والد نے تمییکہ دیدی ہوں وہ ترکہ شمار ہوں (۴)، اذلاً قرضہ مہر وغیرہ ادا کیا جائے گا، اس کے بعد جو پچھلے بچے اس میں سے

(۱) قال الله تدرک وتعلی ذولین الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد، فان کن لکم ولد فلہن الثمن مما ترکتم من بعد وصیة توصون بها او دین ﴿سورة النساء: ۱۲﴾

ثم شرع فی الحجب فقال ولا یحرد ستة من الورثة بحال النة الأب، والأہ، والاس، والبست ای الابوان والوالدان والروحان (ردالمحتار، کتاب الفرائض، فصل فی العصات ۷/۷۷۹، ۷۸۰، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الفرائض، الباب الرابع فی الحجب ۶/۴۵۲، رشیدیہ)
(۲) فان کل احد یعمہ ان الحہر ملک لمرأۃ، وانہ اذا طلقها تأحدہ کلہ، وادامات یورث عہا، ولا یختص بشیء مہ، (ردالمحتار: ۳/۵۸۵، کتاب الطلاق، باب النفقة، سعید)
(۳) اصل جائد باپ کی ہے میت یعنی بیٹے کی نہیں ہے، عورت کو اپنے شوہر کے ترکہ سے میراث ملے گا، نہ کہ سر کے مال سے:

“الأب وابسہ یکتسان فی صعة واحدة ولم یکن لہما شیء، ولکسب کلہ للأب ان کان الابن فی عیالہ، لکونہ معیناً لہ وفی الخانیة روج بنیہ الحمسة فی دارہ وکلہم فی عیالہ، واختلوا فی المتاع، فهو للأب، وللبنین الثیاب الی علیہم لا غیر” (ردالمحتار ۴/۳۲۵، کتاب الشریکة، فصل فی الشریکة الفاسدة، سعید)

(و کذا فی تفتیح الفتاویٰ الحامدیہ: ۲/۱۷۱، کتاب الدعوی، مکتبہ میمنیہ، مصر)
(۴) “یمسک الموهوب له الموهوب بالقص، فالقص شرط لتبوت ملک لالصحة الہیة” (شرح المحلہ لسلمیہ رستم ۱/۳۷۳، رقم المسألة ۶۶۱)، کتاب الہیہ، الباب الثالث، مکسہ حقیہ کونہ)
(و کذا فی الدرالمحتار: ۵/۶۹۰، کتاب الہیہ، سعید)

پرتھوی سہ عورت کو ملے گا۔ (۱)۔ فقہ امامہ سبحانہ تعالیٰ اعم۔

حررہ العبد محمود سنوبی منہ اللہ عنہ، معین مفتی، مدرسہ دارالعلوم دیوبند، ۱۰ شوال ۱۳۶۷ھ۔

الجواب صحیح سعید مدنی، ۱۰ شوال ۱۳۶۷ھ۔

بیوہ اگر دوسرا نکاح کرے تو وہ وراثت سے محروم نہیں

سوال [۹۸۵۹]: کیا اگر کوئی عورت بیوہ ہونے کے بعد دوسرے سے نکاح کرے تو اس سے

اپنے مرحوم شوہر کی جائیداد وراثت سے محروم نہیں؟ یہاں کی میتھی کا خیال ہے کہ اپنا کوئی حق اس عورت کو مل نہیں سکتا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیوہ جب بعد مدت دوسرے سے نکاح کرے تو اس کا مہر اور حق وراثت مرحوم شوہر کے ترکہ سے ساقط

نہیں ہوتا، بلکہ وہ حقدار رہتی ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۲/۱۳۸۸ھ۔

عقد ثانی کی وجہ سے بیوی کا حصہ کم نہیں ہوتا

سوال [۵۸۶۰]: یکم لوگوں کا خیال ہے کہ بیوہ عورت جو عقد ثانی میں آتی ہے ترکہ میں اس کا اور

(۱) "الترکۃ تنعق بہا حقوق اربعۃ: حصار المیت ودفعہ، والذین، والوصیۃ والمیراث، فیداً اولاً

بحصارہ وکفہ وما یحتاج الیہ فی دفعہ" ثم الذین، الفتاویٰ العالمگیریہ ۶/۳۳۷، کتاب

الفرائض، الباب الاول، رشیدیہ

(وکذا فی السراجی فی المیراث، ص: ۲، ۳، سعید)

(۲) "ول الله تبارک وتعالیٰ: "ولیس الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد، فإن کان لکم ولد فلہن النصف

مما ترکتم من بعد وصیۃ توصون بہا أو دین" (سورۃ النساء: ۱۲)

"مال اللروحیات فحائز الربع لئواحدة فصاعداً عد عدم الولد وولد الان وبن سفل

(السراجی فی المیراث، ص: ۶، ۷، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ ۶/۵۵۰، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، رشیدیہ)

اس کے بچوں کا حصہ کم ہوتا ہے۔ شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ خیال غلط ہے، اس کا جتنا حصہ ہے وہ ضرور اس کی مستحق ہے، عتد ثانی کی وجہ سے ہرگز حصہ میں کمی نہیں آئے گی، اولاد بھی اپنے پورے حصہ کی حقدار رہے گی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۷/۱۳۸۹ھ۔

دادا کی میراث سے پوتا کیوں محروم ہے؟

سوال [۹۸۶۱]: مظلوم میراث کا مطلب کیا ہے، اور مظلوم میراث کیوں کہا جاتا ہے؟ ہم لوگ جانتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمائے ہیں پھر بھی اس کی کون (سی) وجہ ہوگی۔ دادا کی موجودگی میں باپ مر جائے تو بیٹا محروم میراث ہوتا ہے اور نانا کی موجودگی میں ماں مر جائے تو بیٹا محروم ہوگا۔ خلاصہ تحریر فرمائیے۔
الجواب حامداً ومصلیاً:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم معلوم ہو جانے کے بعد اس پر ایمان لانا اور اس کو تسلیم کرنا ضروری ہے (۲)، اس کی علت دریافت کرنے کا حق نہیں۔ البتہ حکمت کی تحقیق کی جاسکتی ہے، مگر حکمت کے سمجھنے کیلئے بڑے علم اور اعلیٰ فہم کی ضرورت ہے (۳) جن غریبوں کو والد لکھنا بھی صحیح نہ آتا ہو، ان کو اس قدر میں نہیں پڑتا چاہیے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۱۳۸۵ھ۔
الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) قال الله تبارك وتعالى: "ولهن الربع مما تركن إن لم يكن لکم ولد، فإن كان لکم ولد فلهن الثلث مما تركن من بعد وصية يوصون بها أو دين" (سورة النساء: ۱۲)

"أم لسروحات فحلتان الربع للواحدة فصاعدة عدم الولد وولد الابن وإن سفل"

(السراجی فی المیراث، ص: ۶، ۷، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۶/۳۵۰، کتاب الفرائض، الباب الثانی، رشیدیہ)

(۲) قال الله تبارك وتعالى: "وما آتاکم الرسول فخذوه، وما نهکم منه فاتھوا" (سورة الحشر: ۷)

(۳) قال الله تبارك وتعالى: "وإنماؤکم وأنماؤکم لاتدرون أیہم أقرب لکم بقعاً فریضۃ من الله" (الایة -

بیٹوں کی موجودگی میں پوتے کا حق وراثت

سوال [۹۱۶۲]، ہم پر رہائی میں، والد سے انتقال ہو گیا، انہیں کی موجودگی میں ایک بھائی کا بھی انتقال ہو گیا۔ مرحوم بھائی کے بیٹے میں ان بیٹوں کا حق کیا ہے؟ میں سے نکلتا ہے یا نہیں؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

جبکہ مرحوم نے تین بیٹے چھوڑے، پوتے مرحوم بیٹے نے اور دو چھوڑی، تو صرف مرحوم کے بیٹے وارث ہوں گے اور اس ترکہ سے چوتھے بیٹے کی اور دو چھوڑی نہیں ملے گا (۱)، ہاں اس چوتھے بیٹے نے اپنا خود مملوکہ ترکہ چھوڑا ہو تو وہ اس کی اور دوٹ کا۔ تفصیل معلوم ہونے پر سب کا حصہ متعین کیا جاسکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۲۷/۳/۱۴۰۶ھ۔

حسنة معرصة لسان متساح نقدير الميراث وحكمته، والسعي ان الله تعالى قدر قسمة التركة من عند نفسه على حسب ما علم فيه حكمة ومصلحة ولو وكفها إليكم لم تعلموا ان آباءكم وأبناؤكم السابقون أبهم أقرب لكم نعماً وانعد ضرراً، وآئيم بالعكس، فوضعت الأموال على غير حكمة من غير ادراك نعم، فولي الله ذلك نفسه فصلاهم ومنه من عدو، ولم يكتبوا إلي احتياكم لعحر كم عن معرفة لمقدبر التفسيرات لأحمدية في بيان الأدب الشرعية، ص ۲۳۴، مكتبة حقايقه پشاور)
نتیجہ: بیٹے کی میت کی اور دو چھوڑی، اس سے بیٹے کا حق وراثت میں قرابت قریب قرابت ہے۔ یہ وہ جو مردی ہے تو بیٹا بیٹہ قریب بیٹے سے تو قریب ہی ہے اس کا تحقق ہو گا نہ کہ جیہ

”الأقرب فالأقرب بقرب الدرجة، أعنى أولهم بالميراث حرء الميت أى النون، ثم سوهم وإن سفلوا“۔ (السراحي في الميراث، ص: ۱۳، سعيد)

مزید تفصیل لیلئے دیکھئے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ (القول المسديد في تحقيق ميراث الحفيد از جواهر الفقه، ۲/۴۷۹، مكتبة دارالعلوم کراچی)

(۱) ”الأقرب فالأقرب برحكون بقرب لدرجة، أعنى أولهم بالميراث حرء الميت أى النون، ثم سوهم“۔ (السراحي في الميراث، ص: ۱۳، سعيد)

و کذا فی الفتاویٰ العالمکریہ ۶/۳۵۲ کتاب الفرائض، الباب الثالث فی لعصات، رشیدیہ،

(و کذا فی البحر الرائق: ۹/۳۸۱، ۳۸۲، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

بیٹے کی موجودگی میں پوتے کی میراث

سوال [۹۸۶۳]: حاجی عبد رزاق کے دو بیٹے ہیں۔ ایک متاثرہ و مسکت اللہ اور حاجی صاحب موجود ہیں اور دوسرا متاثرہ کا انتقال ہو گیا۔ ان کا برابر کا مشتاق تدبیراً اس کا شریعت کے اعتبار سے حصہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حاجی عبد رزاق صاحب کے انتقال کے وقت ایک بیٹا موجود ہے اور دوسرے بیٹے کی اور موجود ہے اور دوسرا بیٹا کا خود انتقال کر چکا ہے تو اس دوسرے بیٹے کی اولاد کو حاجی عبد رزاق کے ترکہ سے وراثت نہیں ملے گی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ گنوبی عفا اللہ عنہ۔

پوتا وارث کیوں نہیں؟

سوال [۹۸۶۴]: پوتے و دادا کی وراثت کے حقدار کیوں نہیں، درآنحالیہ وہ بے چارے یتیم ہیں اور دلجوئی کے زیادہ مستحق ہیں؟ پوتوں کے وارث نہ ہونے کی حکمت بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حکمت کا علم صاحب شرع کو ہے، ہم نہیں جانتے (۲)، ہمارا مسلک تو یہ ہے:

(۱) "الأقرب فالأقرب یرخحوں بقرب الدرحة، أعلیٰ أولہم بالمیراث حرء المیت ای المورث ثم بنوہم"۔ (السراجی فی المیراث، ص: ۱۳، سعید)

روکدا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، ۶/۵۲، کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصات، رشیدیہ)

(وکذا فی البحر الرائق: ۳۸۱/۹، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۲) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿أَسَاءَ كُمْ وَأَبْسَاءَ كُمْ لَا تَدْرُونَ أَيْنَهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعاً﴾ حملہ معرصۃ لبيان مصالح تقدير الميراث وحكمته، والمعنى أن الله تعالى قدر قسمة التركة من عند نفسه على حسب ما علم فيه حكمة ومصلحة ولو كتبنا اليكم، لم تعلموا أن أساءكم وأساءكم المفقون أيتهم أقرب لكم نفعاً وأبعد ضرراً، وأيتهم بالعكس، فوضعنا الأموال على غير حكمة من غير إدراك نفع، -

رسان تدرہ کردن باقرار تو نینگیتن علت از کار تو

(سعدی)

نقطہ و بندہ بنی نہ تعالیٰ عمر۔

حررہ عبد مومن شہابی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح سعید احمد نثری، صحیح عبدالمطیف، ۲۶، ۷، ۱۳۶۱ھ۔

بیٹوں کی موجودگی میں پوتے کو جائیداد دینا

سوال [۹۸۶۵]: کیا زید کو اپنی جائیداد پر یہ حق ہے کہ وہ لڑکے اور لڑکیوں کو نہ دے کر پوتوں

کو نہ لکھوے اور تاحیات خود ولی رہے، بعدہ اپنے لڑکے کو ولی بنا دے؟

= فتاویٰ اللہ دلیک سفسہ فصلا مہ و مہ من عہدہ، ولم یکنہا إلی احتیاد کم لعہز کم عن معرفۃ

المفادیر، التفسیرات الاحمدیہ فی بیان الایات الشرعیۃ، ص ۲۳۴، مکتبہ حقانیہ پشاور)

تقدیرات شریعہ راے اور خیالت پر مبنی نہیں ہیں، بدان کا تعلق نقل سے ہے

”عن اسی اسحق عن عبدخیر عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: لو کان الدین بالرأی، لکان

اسفل الحف أولى بالمسح من أعلاه، وقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمسح علی

ظاهر حقیہ“۔ (سنن أبی داؤد: ۲۲/۱، باب کیف المسح، دار الحدیث ملتان)

”قال“ ای علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ”لو کان الدین بالرأی“ ای بظاهر الرأی ومحرد العقل

دون الروایۃ والسقل ”لکان اسفل الحف أولى بالمسح من أعلاه، وقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

عہ وسلم یمسح علی ظاهر حقیہ“

قال القاری رحمہ اللہ علیہ ”اعلم أن العقل الكامل تابع للشرع۔ لأنه عاجز عن إدراک

الحکم الإلهیۃ، فعلیہ التعد المحض بمقتضى العودۃ وماصل من الکفرۃ والحکماء المستدعة وأهل

الأهواء الامتناع العقل وترک موافقة النقل وقد قال أبو حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ لو قلت بالرأی

لأوحى العسل بالول، لأنه بحس منق علیہ، والوصوء بالمسی، لأنه بحس مختلف فیہ، ولأعطیت

الذکر فی الإرث نصف الأشیء لکویتها أصعب مہ“ (بدل المحتوی شرح سنن أبی داؤد ۲ ۹۹،

کتاب الطہارۃ، باب کیف المسح، مکتبہ امدادیہ ملتان)

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کو پورا اختیار ہے کہ اپنی جائیداد پوتوں کو یہ بے یا کسی اور کو دے، لیکن اتنا خیال رہے کہ مستحق کو محروم کرنے کا قصد نہ ہو (۱) کہ یہ قلم اور معصیت ہے (۲)۔ بہتر یہ ہے کہ پوتوں کو کل جائیداد نہ دے، بلکہ ایک تہائی کے اندر دے۔ اور اپنا ما کا نہ قبضہ ہٹا کر ان کا قبضہ کرائے، اور جو چیز تقسیم کے قابل ہو ان کو تقسیم کر کے ان کو یہ دیا جائے۔ **مقطوعہ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔**

حررہ عبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲۶۱ھ۔

لڑکیوں کے ہوتے ہوئے جائیداد نواسہ کو دینا

سوال [۹۱۶۶]: ایک شخص ایسا ہے جو کہ بالکل ضعیف ہو چکا ہے، اس کے پانچ لڑکیاں ہیں جو شادی ہو جانے کی وجہ سے اپنے اپنے گھر پر ہیں۔ اس شخص کی خدمت نواسہ کرتا ہے۔ تو ایسی صورت میں اپنے

(۱) "ولو وہب رجل شیئاً لأولادہ فی الصحۃ واراد تفصیل المعص علی المعص فی ذلک، لا رواۃ فی الأصل عن أصحاب، وروی عن اسی حیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ انہ لا بأس بہ إذا کان المعصیل لریادۃ فصل لہ فی الدین وإن کاسوا سوا، یکرہ وروی المعنی عن اسی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ انہ لا بأس بہ إذا لم یقصد بہ الإصرار، وإن قصد بہ الإصرار سوی بینہم وفيہ رجلٌ وہب فی صحته کل المال لواحده، حار فی القضاء، ویكون آمناً فما صبح" (الفتاویٰ العالمگیریہ، ۳۹۰، کتاب الہیۃ، الباب السادس فی الہیۃ للصغیر، رشیدیہ)

روکذا فی خلاصۃ الفتاویٰ ۴۰۰، کتاب الہیۃ، حس آحر فی الہیۃ من الصغیر، رشیدیہ)
(و کذا فی فتاویٰ قاضی حنا علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریہ ۳۷۹، کتاب الہیۃ، فصل فی ہیۃ الوالد لولدہ، رشیدیہ)

(۲) "عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "من قطع میراث وراثہ، قطع اللہ میراثہ من الہیۃ بوجہ القیمۃ" (مشکوۃ المصابیح، ص ۲۶۶، باب الوصایا، الفصل الثالث، قدیمی)

"الأفصل فی ہیۃ الال و البیت النلیث کالمیراث، وعدہ الثانی النصف" (الفتاویٰ الرازیۃ

علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریہ ۶-۲۳، کتاب الہیۃ، الحس الثالث فی ہیۃ الصغیر، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ ۴۰۰، کتاب الہیۃ، الباب العشر فی ہیۃ المریض، رشیدیہ)

نور سے نام نہایت، کیونکہ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر لڑکیوں و عیسائی بچوں، متنسو، نہیں، بلکہ واقعہ نواسے و حق خدمت کے طور پر مع وند کی حیثیت سے دینا چاہتا ہے تو خدمت کے موافق دینا درست ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحی تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبد محمود غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱/۱۳۸۸ھ۔

لڑکیوں کو محروم کرنے کی نیت سے بحالت مرض لڑکے کو جائیداد دینا

سوال [۱۹۸۶]: ایک شخص نے مرنے سے تقریباً ۵۰ سال پہلے بحالت بیماری ایک اقرارنامہ اپنی جائیداد کے متعلق کھوا کر عدالت میں رجسٹر کی کرادیا ہے، مقرر اور اس کا پسر مقرر لہ ایک ہی گھر میں رہتے ہیں۔ مقرر کی زوجہ (مقرر کی والدہ) غرض اس کی یہ وہ سال پہلے فوت ہو چکی ہے اور مقرر لہ شادی شدہ ہے اور بچوں والا ہے۔ جائیداد و مکان بسعی اکثر مقرر کی پیدا کردہ ہے اور کچھ موروثی ہے۔

وہ اپنے اقرارنامہ میں لکھتا ہے کہ: ”میں زرعی جائیداد پہلے اپنے پسر کے نام کا غذات سرکاری کراچکا ہوں۔“ اس تملیک کے بعد بھی باپ اسی طرح اس گھر میں رہتا ہے جس طرح کہ پہلے رہتا تھا، اس تملیک سے غرض صرف دختران کو محروم رکھنے کی ہے۔ نقل اقرارنامہ پشت استثناء بذراپر تحریر ہے۔ اب دختران باپ کی جائیداد سے اپنا حق طلب کرتی ہیں۔

دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس اقرارنامہ سے کیا اس کی دختران محروم ہو سکتی ہیں؟ یہ امر قابل غور ہے کہ مقرر اقرارنامہ بذات وقت بیمار تھا، اور برابر نوینسنگ کے وقت تک بیمار رہا اور اسی بیماری میں فوت ہوا۔
المستفتی: حکیم کریم خاں، ۶/ربیع الاول/۱۳۵۹ھ۔

خلاصہ نقل اقرارنامہ رجسٹری شدہ:

”من کہ شیخ غلام محمد ولد شیخ عبدالرحیم، قوم شیخ، سکنہ خان پور جہورن، تحصیل خانپور

میں مملوکہ مقرر واقع ہیں، تمام مقرر و پسر حقیقی عبدالغفور کے پیدا کردہ ہیں۔ چونکہ پسر

عبدالغفور حکمت اور طبابت کا کام کرتا ہے، اس نے کافی روپیہ کمایا ہے اور اس کی کمائی سے بہت سی جائیداد پیدا کی گئی ہے، کسی قدر تو جائیداد پیرم کے اپنے نام پر ہے، مگر بہت سی جائیداد جو کہ پیرم نے خریدی بوجہ عزت و شان پدری کے مقرر کے نام پر خرید کی۔ مکانات مذکورہ بالا کی تعمیر بھی اس نے کرائی ہے اور مقرر کے نامہ قصہ بھی اس نے ادا کیا ہے۔ اور مقرر کا اکلوتا لڑکا اور بڑا بی فرماں بردار اور فہیم ہے، مقرر اس کی فرمانبرداری سے بہت خوش ہے۔

مقرر کے دو دختران، مسماۃ زینب خاتون اور مسماۃ شاہدہ خاتون شادی شدہ موجود ہیں، مقرر نے ان کو کافی زیورات و سامان جنیز کے وقت دیئے ہیں، اور رتھی اختیار خاں وہاں اراضی سکنی و مکان بھی ان کو جدا گانہ۔ جو کہ ان کے قبضہ میں ہے۔ قبل ازیں حکیم عبدالغفور خاں پیرم مد نظر رکھتے ہیں۔ تمام اراضیات زرعی واقعہ مواضع خانپور اور موضع جہورن تحصیل خانپور تملیک بالقبضہ تھی، عبدالغفور پیرم مد داخل خارج کراپکا اور تارت تملیک سے اس پر مالکانہ قبضہ پیرم کا ہے۔

اب ہر دو مکانات مندرجہ بالا جس کی مالیت مبلغ = ۱۰۰۰، بمعہ جملہ حقوق داخلی و خارجی روشناس ہو جو مقرر کو حاصل تھی بوجہ خدمت گذاری و فرمانبرداری پیرم کی۔ اپنی زندگی میں بھی عبدالغفور پیرم حقیقی خود تملیک بالقبضہ کر کے قبضہ مالکانہ اسی کو دیدیا ہے، امروز سے مقرر کو کوئی تحقق جائیداد متصرفہ بالا تملیک کردہ سے نہیں رہا اور نہ ہوگا، بمثل ذات خاص مقرر کی جائیداد مذکورہ بالا کا مالک و قابض تصور ہوگا۔

نقشبائے ہر دو مکانات لف ہذا ہیں، لہذا تملیک نامہ ۸/ کے اسٹام پر لکھ دیتے ہوں تاکہ سند رہے اور ضرورت کے وقت کام آوے تاکہ بعد میں کوئی حجت پیدا نہ کرنے پاوے۔

۱۶۔ ماہ صفر المظفر ۱۳۵۹ھ، ۷ اپریل ۱۹۲۹ء۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر غلام محمد ایسے مرض میں مبتلا تھا کہ جس سے غالباً لوگ صحت یاب نہیں ہوتے بلکہ اثر مر جات

ہیں، یا وہ صاحب فراش تھا کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر قادر نہیں تھا اور ایسی حالت میں یہ تمسک نامہ بہ نامہ نہ کیا اور پھر صحت یاب نہیں ہوا، بلکہ اسی حالت اور اسی مرض میں انتقال ہو گیا تو یہ مرض الموت کا بہ نامہ ہے جو وصیت کے حکم میں ہے اور وصیت وارث کے حق میں نافذ نہیں ہوتی ہے جب تک دوسرے ورثہ اجازت نہ دیں۔ پس دیگر ورثہ کی رضامندی اور اجازت کے بغیر یہ بہ نامہ شرعاً ناقابل عمل ہے، اس میں شرعی طریق پر میراث جاری ہوگی۔

اور اگر ایسا مرض نہ تھا معمولی بیماری میں بہ نامہ کیا تو یہ وصیت کے حکم میں نہیں، بلکہ بہہ صحیح ہے (۱)۔ جس شی پر موبوب لہ قبضہ کر دیا، وہ معتبر ہے، بہر دو صورت موبوب لہ کا قبضہ ضروری ہے، اور مکان میں قبضہ ہوا نہیں بلکہ جس طرح واسبب کا قبضہ پہلے تھا، اسی طرح بعد میں رہا، خواہ مرض الموت ہو خواہ نہ ہو، دونوں صورتوں میں قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے مکان کا بہہ غیر معتبر ہے۔

لڑکیوں کو شرعی حصہ ملے گا۔ اگر بحالت صحت لڑکے یا لڑکی کو بہہ کر کے اپنا قبضہ اٹھ لیتا تو پھر اس میں اور

(۱) "إذا وهب واحد في مرض موته شيئاً لأحد ورثته، وبعد وفاته لم يحرساثر الورثة، لاتصح تلك الهبة أصلاً، لأن الهبة في مرض الموت وصية ولا وصية لوارث، ولكن لو أجاز الورثة هبة المريض بعد موته، صحت وإما تتوقف الهبة على إجازة الورثة إذا مات المريض من ذلك المرض، كما قيده في المتن بقوله "بعد وفاته" وأما لو برئ المريض، بعدت الهبة ولو لم يحرها الورثة" (شرح المحلة لسام رستم بار ۱، ۴۸۴، (رقم المادة ۸۷۹)، كتاب الهبة، الفصل الثاني في هبة المريض، مكتبه حفيه كوئٹہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالیکیریہ ۴۰۰، کتاب الهبة، الباب العاشر فی هبة المريض، رشیدیہ)
"عن أبي أمامة رضي الله تعالى عنه قال سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول في حصة عم حجة لوداع "ان الله قد اعطى كل ذي حق حقه، ولا وصية لوارث" (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۲۶۵، کتاب البیوع، باب الوصایا، الفصل الثانی، قدیمی)

(و کذا فی الدر المختار: ۶/۲۵۹، کتاب الوصایا، سعید)

"عن یونس بن راشد، عن عطاء عن عکرمہ، عن اس عاص رضي الله تعالى عنهما أن السی صلی الله عليه وسلم قال: "لا تحوز وصية لوارث الا ان تساء الورثة"، (نصب الرایة للزیلعی: ۴/۴۰۳، (رقم الحدیث: ۸۰۷۰)، مؤسسة الریان بیروت لبنان)

کسی کا حصہ نہ ہوتا (۱)، لڑکیوں کو محروم کرنے کی نیت سے ان کو کچھ نہ دینا ظلم اور گناہ ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴ ۶ ۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا۔

صحیح: عبداللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم، ۷/ رجب الثانی/ ۵۹ھ۔

جائیداد بھتیجا کو دینا بیٹوں کو نہ دینا

سوال [۹۸۶۸]: میرے والد صاحب اپنی زمین اپنے بھتیجا کے نام پر راجح دبا کر کر رہے ہیں، جبکہ ہم پر قرضہ اٹنا ہے کہ مکان اور زمین دے کر بھی بٹایا رہتا ہے اور ان کا بھتیجا نابالغ ہے۔ میرے چھوٹے چار بھائی بہن ہیں، ان کی پرورش و شادی باقی ہے۔ ان حالات میں شرعی اعتبار سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ آپ کو نقصان پہنچانے کیلئے ایسا کرتے ہیں تو یہ ظلم اور گناہ ہے (۳)، ان کو ایب ہرگز نہیں کرنا چاہیے، ورنہ آخرت میں سخت باز پرس ہوگی۔ لیکن باپ کو اپنی اولاد سے طبعی محبت اور شفقت ہوتی ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے بعد بھی اولاد کی آسائش کیلئے انتظام کرتا ہے تاکہ اولاد پریشان نہ ہو، پھر موجودہ صورت

(۱) قال ابن عبدین رحمہ اللہ تعالیٰ ”وہب فی مرضہ ولم یسلم حتی مات، بطلت الہبة، لألہ وإن کان وصیة حتی اعتبر فیہ الثلث، فہو ہة حقیقة، فیحتاج إلی القبض“ (رد المحتار ۵ ۷۰۰، کتاب الہبة، باب الرجوع فی الہبة، سعید)

”تعقد الہبة بالإيجاب والقول، وتتم بالقبض الكامل۔ لأنها من التبرعات، والتبرع لا يتم إلا بالقبض“ (شرح المحلة لسلم رستم باز: ۱ ۴۶۲، رقم المادة ۸۳)، کتاب الہبة، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ

(۲) ”عن أسیر رصی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”من قطع میراث وارثہ، قطع اللہ میراثہ من الہة یوم القیامة“ (مشکوۃ المصابیح، ص ۲۶۶، کتاب الفرائض، باب الوصایا، الفصل الثالث، قدیمی)

(۳) راجع الحاشیة المتقدمة آنفاً

میں جو وادہ کرنا چاہتے ہیں تو ضرور اس کی کوئی خاص وجہ ہوگی، ممکن ہے کہ اولاد نا فرمان ہوں، یا اس کی طرف سے اندیشہ ہو کہ وہ زمین کو معسیت میں ضائع کر دے گی (۱)، یا بھتیجا کا یا اس کے مورث کا کوئی مصلحتیہ ذمہ میں ہوگا، اس کو، اگر مقصود ہو، ورنہ یہ وجہ کوئی باپ اپنی اولاد کی بدخواہی نہیں کیا کرتا۔ فقط و بدیہ نہ تعلق الہم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم، یوبند، ۱۱/۵/۸۸ھ۔

الجواب صحیح بندہ محمد بن محمد بن عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۵/۱۳۸۸ھ۔

باپ اور بیٹوں کی موجودگی میں بھتیجے وارث نہیں

سوال [۹۸۶۹]: محمد یامین نے بیوہ محمد یوسف سے نکاح کیا، ساتھ میں محمد اصغر آیا جو سوتیلے بھتیجے تھے، اب محمد یامین کی اس کی بیوی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ محمد یوسف ہی محمد علی کی پہلی بیوی سے تھے۔ باقی سب اور محمد علی کی دوسری بیوی سے ہے۔

۱۔ چند اجوکہ محمد علی کا۔ گاہ بھتیجا ہے، اس کی جائیداد میں کتنے کا حقدار ہے، اور چچیرے بھائیوں کی نجی جائیداد میں حقدار ہے یا نہیں؟

۲۔ شیراز کی محمد علی اپنے باپ کی جائیداد میں کتنی حقدار ہے، اور بھائیوں کی نجی جائیداد میں بھی حقدار ہے یا نہیں اگر ہے تو کتنی؟

۳۔ محمد یوسف جس کا باپ کے سامنے انتقال ہوا، باپ کی جائیداد میں حقدار ہے یا نہیں؟ محمد یوسف کی نجی جائیداد کا مالک محمد اصغر ہے، اس میں سے بھتیجا احمد حسن بھی حقدار ہے یا نہیں؟

۴۔ محمد یامین نے سوتیلے بھائی محمد یوسف کی بیوہ خدیجہ سے نکاح کیا، ساتھ میں محمد اصغر آیا۔ اس سے محمد یامین کا حصہ محمد اصغر کو ملنا چاہیے یا نہیں؟ اور اس کی والدہ کی محمد اصغر کے علاوہ اور کوئی اولاد نہیں، محمد یامین سے

(۱) "ولو كان ولده فاسقا واراد ان يصرف ماله لى وحوه لحر و بحرمة عن السرار، هذا خير من تركه" (الفتاوى العالمكبرية ۳۹۱، كتاب النية، الباب السادس فى النية للتصغير، رشيدية)

"ولو كان ولده فاسقا واراد ان يصرف ماله لى وحوه لحر و بحرمة عن الميراث، هذا خير من تركه، لان فيه اعادة على لنعصية" (خلاصة الفتاوى ۶۰۰، كتاب النية، حسن احو فى النية من الصغر، رشيدية)

بھی کوئی اولاد نہیں۔ محمد یا مین کی نجی جائیداد سے بھتیجے احمد حسن کو۔ جو حیات ہے۔ حق پہنچتا ہے یا نہیں، اگر پہنچتا ہے تو کتنے؟

۵ محمد حسن کا حق اور اس کی نجی جائیداد کا مالک احمد حسن ہے یا کسی اور کو بھی حق پہنچتا ہے، اگر پہنچتا ہے تو کتنے؟

۶ میر حسن کا انتقال والدہ کے سامنے ہوا، مگر اس نے نجی جائیداد بھی چھوڑی، اس میں کتنا کتنا اس کا حق ہے؟

الجواب حامداً ومصلحاً:

۱ محمد علی کے انتقال کے وقت پوری اولاد موجود ہونے کی وجہ سے بھتیجے محمد و مرہے گا۔ چندا کو محمد علی کے ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا (۱)۔ جس چچیرے بھائی نے اپنے انتقال پر اپنے والد یا اپنے لڑکے کو چھوڑا ہے، اس کے ترکہ سے بھی چندا کو کچھ نہیں ملے گا (۲)۔

۲ محمد علی کے انتقال پر دو لڑکے اور ایک لڑکی موجود تھی، اس کا ترکہ پانچ حصہ بن کر دو حصے دونوں لڑکوں کو بیٹے اور ایک حصہ لڑکی بشیرا کو ملے گا (۳)۔ بھائیوں کے ترکہ سے اس کو کچھ نہیں ملے گا، کیونکہ کسی

(۱) "الأقرب فالأقرب يرث حقون بقرب الدرجة، أعني أولهم بالمراث حزاء الميت، أي البنون، ثم بوهمة". (السراجی، ص: ۱۳، باب العصباء، سعید)

(و کذا فی الدر المختار: ۶ / ۷۷۴، کتاب الفرائض، باب العصباء، سعید)

(و کذا فی الاحتیار لتعین المختار: ۲ / ۵۶۳، کتاب الفرائض، فصل فی العصباء، مکتہ حقایقہ پشاور)

(۲) (راجع رقم الحاشیة المتقدمة)

(۳) قال الله تبارک وتعالیٰ "یوصیکم الله فی أولادکم للذکر مثل حظ الأنثیین" (سورة النساء ۱۱)

مسئلہ ۵

بیٹی

بیٹا

بیٹا

۱

۲

۲

بھائی نے باپ کو چھوڑا، کسی نے بیٹے کو چھوڑا۔ دونوں صورتوں میں بشیرا محروم ہے (۱)۔

۳۔ محمد یوسف کا انتقال باپ کے سامنے ہو گیا، وہ باپ کا وارث کیسے ہوتا۔ اگر اس نے کوئی ذاتی جائیداد چھوڑی ہے، خواہ سامان یا نقد وغیرہ چھوڑا ہے تو اس میں سے بھی بھتیجا احمد حسن حقدار نہیں (۲)۔

۴۔ محمد یامین کے ترکہ سے محمد اصغر کو اس وجہ سے کچھ نہیں ملے گا کہ وہ اس کی بیوی کے ساتھ آیا ہے، حقیقی بیٹا ہوتا تو مستحق ہوتا (۳)۔

۵۔۔۔۔۔ اس کا وارث لڑکا احمد حسن ہے، بھائی، بھتیجا کوئی وارث نہیں (۴)۔

۶۔۔۔۔۔ اس کا وارث باپ محمد علی ہے (۵)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۳/۱۳۹۵ھ۔

۱، "وسو الأعیان ای الإحوة والأحوات لأب وأم، وبسوالعلات ای الإحوة والأحوات لأب کلہم یسقطون بالابن وابن الابن، وإن سئل، وبالأب بالاتفاق" (الشریفة، ص ۲۸، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ ۶/۴۵۰، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی دوی الفروع، رشیدیہ)

(۲) باپ اور بیوی کی موجودگی میں بھتیجا محروم رہے گا، کما تقدم فی الحاشیة المتقدمة آنفاً

(۳)، "وستحقق الإرث بإحدى حصائل ثلاث: بالسب وهو القرابة، والسب وهو الروحية، والولاء"

(الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۴۴۷، کتاب الفرائض، الباب الاول، رشیدیہ)

(وکذا فی الدر المختار: ۶/۷۶۲، کتاب الفرائض، سعید)

(۴) "الأقرب فالأقرب یترخضون بقرب الدرجة، أعنی أولهم بالمیراث حرء المیت ای السون، ثم

بوهم" (السراجی فی المیراث، ص: ۱۳، باب العصبات، سعید)

(وکذا فی الدر المختار: ۶/۷۷۴، کتاب الفرائض، باب العصبات، سعید)

(وکذا فی الاحتمار لتعلیل المختار ۲/۵۶۳، کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، مکنته حقایہ پشاور)

(۵) دوسرے ورثہ مثلاً ماں، بیوی، یا بیٹے، وغیرہ، ہوں تو وہ بھی وارث ہونگے

"ثم یقسم الساقی بین ورثته ای الدین ثلث إرثهم بالکتاب أو السنة أو الإجماع"

(الدر المختار: ۶/۷۶۱، ۷۶۲، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی السراجی، ص: ۳، سعید)

لے پالک بنانا

سوال [۹۸-۹۰]: گودنامہ (۱) شرعی نقطہ نظر سے کیا ہے، اور گودنامہ سے اُرایک بھائی کی حق تلفی

ہو رہی ہو تو کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ وراثت ایسا ہے کہ جس کو حق تعالیٰ نے براہ راست قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے (۲)، حضور ارم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تشریح فرمائی ہے، جسے سب ورثاء کے متعین ہیں۔ کسی تریب سے مستحق کو محروم کرنا یا تم دینا اور غیر متحق کو وارث قرار دینا شرعاً جائز نہیں، یہ حقیقی وارث کی حق تلفی ہے (۳)، غصب ہے، ظلم ہے (۴)، جو لوگ یتیموں کا مال، حق کھائیں، ان کے متعلق ارشاد ہے کہ وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں اور جہنم میں جلیں گے (۵)۔

گودنامہ کی وجہ سے ہرگز بزر وراثت کا استحقاق نہیں ہوتا (۶)۔ فقط واللہ سبحی نہ تعالیٰ امم۔

امام العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷ ۶ ۱۴۰۱ھ۔

(۱) "گودنامہ: معنی، لے پالک بنانا"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۱۱۳، فیروز سنز لاہور)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿إِذَا وَكَمَ وَأَسَاوَكَمَ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نِعْمًا فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ، إِنْ اللَّهُ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾ (سورة النساء: ۱۱)

(۳) "عن انس رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "من قطع ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الحمة يوم القيمة" (مشکوٰۃ المصابيح، ص ۲۶۶، کتاب البیوع، باب الوصایا، الفصل الثالث، قدیمی)

(۴) "وعن أبي حرة الرقنسی عن عمه رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "ألا لا تظلموا، ألا لا یحل مال امرئ إلا بطیب نفس منه" (مشکوٰۃ المصابيح، ص ۲۵۵، کتاب البیوع، باب العصب والعاریة، الفصل الثانی، قدیمی)

(۵) قال الله تبارک وتعالیٰ ﴿إِنَّ الدِّينَ بِمَا كَلَّوْنَ أَمْوَالِ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا، وَسَيَصْلُونَ سَعِيرًا﴾ (سورة النساء: ۱۰)

(۶) چونکہ حقیقی وارث کے اسباب تین ہیں، وہ اسباب جہاں جہاں پائے جائیں وہ وہی مستحق وراثت ہوں گے اور جن لوگوں =

حج بدل اور وقف کے ذریعہ ورثہ کو محروم کرنا

سوال [۱۹۸]۔ ایک شخص مذکر کے زمانہ میں بعد پانچ سال اپنی ماں کے ساتھ اپنی جدی کا کیداد اور ترکہ چھوڑ کر گئے سے نکل گئے ہو، جس کا وارث مفروضہ کا بڑا بھائی ہو گیا اور اس کی والدہ اور اولاد اس ماں پر قنصل چلی آتی ہے۔ دورانِ سنہ میں مفروضہ کی ماں کا بھی انتقال ہو گیا، غرضیکہ اس شخص نے باہر ہی پرورش پائی اور پھر پھر تا ایک جگہ مقیم ہو کر کسی کی ملازمت اختیار کی، حتیٰ کہ اس نے پھر خود تجارت شروع کی اور شادی بھی باہر ہی غیر برادری میں کی اور اپنی خود پیدا کردہ آمدنی میں سے جائیداد بنائی۔

اب اس کی عمر تقریباً ۵۰ یا ۶۰ برس کی ہوئی، جب کہ اس کے بھائی کی اولاد کو کسی طرح سے معصوم ہو گیا کہ وہ ان کا بزرگ ہے، وہ اس کے پاس آنے جانے لگے اور اس سے مستفیض ہوتے رہے۔ وہ شخص چونکہ اہل سنت، بیوی کا بھی انتقال ہو گیا تھا، اس نے اپنا مکان مسجد کے نام پر وقف کر دیا۔

چند سال بعد اپنے مرضِ اموت لاحق ہونے سے قبل اس نے ایک رقم جو کہ تقریباً دو ہزار روپے کی ہے تین آدمیوں کی تحویل میں ہے اور یہ وصیت کر دی کہ روپیہ جب تک میں زندہ ہوں اپنے مصارف میں لاؤں گا اور میرے مرنے کے بعد اس روپیہ کو میرے بجائے حج بدل کرانے کے بعد جو بچے فی سبیل اللہ صرف کر دیں، میرا کوئی وارث نہیں اور نہ میں کسی کو دینا چاہتا ہوں۔ ہر چند کہا گیا کہ تمہارے بھائی کی اولاد ہے ان کو کچھ دے دو، مگر انہوں نے نہ مانا۔

اس واقعہ کے تقریباً ایک ماہ بعد ان کو مرضِ فالج یکا یک ہو گیا اور تین چار روز بے ہوش رہ کر انتقال کر گئے۔ اب اس کے بھائی کی اولاد اس کے ترکہ کی مدعی ہے۔ شرع شریف سے اس کا فیصلہ فرما کر عندی مشہور و عند اللہ ماحور ہوں۔ اور محرمِ منفی المذہب تھے۔ جواب پشت پر مرحمت فرمایا جائے۔ ایک آنہ کا نمٹ برائے

= میں وہ اسباب نہ تھے وہ مستحق میراث نہیں ہیں

”وبسحق الإرث باحدى حصال ثلاث بالسب وهو القرابة، والسب وهو الروحية،

والولاء“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، ۶/۴۳۷، کتاب الفرائض، الباب الاول، رشیدیہ)

(وکذا فی الدر المختار، ۶/۷۶۲، کتاب الفرائض، سعید)

(وکذا فی الاختیار لتعلیل المختار: ۲/۵۵۵، کتاب الفرائض، مکتبہ حقانیہ پشاور)

جواب ارسال ہے۔

حبیب اللہ سوداگر چرم، محمد نبی، مقام دوم و وون۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

وصیت ایک ثلث ترکہ میں بہر صورت نافذ ہو جاتی ہے اور اگر ایک ثلث سے زائد کی وصیت کی جاوے تو وہ ورثہ کی اجازت پر موقوف ہو جاتی ہے، پس ایک ثلث میں وصیت کو پورا کرنا لازم ہے (۱)، یعنی ایک شخص کو اس کی طرف سے حج کرا دیا جائے، تمام سفر حج اور ضروریات حج کا خرچہ دیا جائے، ورنہ ایک تہائی ترکہ میں سے دیا جائے، واپسی کے بعد جو بچھ بچے گا وہ ورثہ کا ہوگا۔ اور حج مرتے والے کے وطن سے کرنا چاہیے۔ اگر ایک ثلث ترکہ میں اس جگہ سے حج نہ ہو سکے تو پھر جس جگہ سے حج ہو سکتا ہو وہیں سے کرا دیا جائے۔

”یحج عنه من ثلث ماله، سواء قيد الوصية بالثلث بأن أوصى أن يحج بثلث ماله، أو أصق بأل أوصى أن يحج عنه، هكذا في البدائع. فإن لم يعين مكاناً، يحج عنه من وطئه عند علمائنا وهو بد كن التث يكتفى بالحج من وطئه، وأما بد كن لا يكتفى بد كن فبہ يحج عنه من حيث يسكن الإحجاج عنه بثلث ماله، كذا في المحيظ وما فضل في يد الحاج عن سميت بعد نفقة في دهنه ورجوعه، فإنه يرده عن دهنه، لا يسعه أن يأخذ ثلث مما فضل،“

”ہ۔“ فتاویٰ عالمگیری، ص: ۲۶۵ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۶/۱۱/۱۳۵۵ھ۔

صحیح: عبد الطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/ذی قعدہ ۱۳۵۵ھ۔

(۱) ”ثم وصيته أي تمسك وصيته من ثلث ما بقي بعد التحيز والدين، وهي أكثر من الثلث لا يحوز إلا بأجازة الورثة.“ (البحر الرائق: ۹/۳۶۷، كتاب الفرائض، رشيدية)

”ثم تمسك وصاياہ من ثلث ما بقى بعد الكس والدين إلا أن تحيز الورثة أكثر من الثلث“ (الفتاوى العالمكبرية ۲: ۴۴۷، كتاب الفرائض، الباب الأول في تعريفها وفيما يتعلق بالتركة، رشيدية)
(وكذا في الدر المختار: ۶/۷۹۱، كتاب الفرائض، سعيد)

(۲) (الفتاوى العالمكبرية ۱: ۲۵۹، كتاب الحج، الباب الخامس عشر في الوصية بالحج، رشيدية)

نافرمان بیٹے کو عاق کرنا

سوال [۹۸۷۲]: زید دہلی کے پنجاب خاندان کا فرد ہے۔ زید نے محبت سے مجبور ہو کر ایک باورچی کی لڑکی سے شادی کر لی جس سے زید کے پاس بایں رضا مند نہیں ہیں جس سے ایک لڑکا ہے اور ہندہ بھی حاملہ ہے۔ کیا اس وجہ سے زید کے والدین اپنی جائیداد سے محروم نہ ہوسکتے ہیں؟ کیا زید نے ایک غریب ہندہ کو سہارا دیا، اس سے شرعاً نکاح کیا تو یہ جرم عظیم ایسا ہے کہ زید کے والدین اس کو عاق کر دیں، جبکہ زید بے حد پریشان حال بھی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لڑکے کی رعایت اس میں ہے کہ والدین کی اطاعت کرے اور اپنی خواہش پر ان کی خواہش کو مانتا رہے (۱) لیکن اگر اس کے قلب میں ہندہ کی محبت اتنی گہ کر گئی ہے کہ وہ مجبوراً مغلوب ہو گیا تو پھر والدین کو بھی اس کی رعایت چاہئے۔ اب جبکہ شادی کو اتنی مدت گزر گئی اور اثر بھی مرتب ہو گیا تو اس کی جدائی پر مجبور نہ کیا جاوے کہ اس میں بہت سے مفاسد ہیں۔

شریعت میں عاق کرنا غلط ہے، اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا، اگر والد باضا جہ تحریر لکھ دیں کہ میرے انتقال کے بعد میرے ترکہ میں سے میرے فالان بیٹے کو میرا اثنازدی جائے تو شریعتاً یہ تحریر بالکل بکا رہے اور ناقابل عمل ہوئی اور وراثت کے بعد وہ ترکہ بھی شریعتاً وراثت کا حقدار ہوگا، نافذانی کی وجہ سے اس کا حصہ ختم نہیں

= (و کذا فی الدر المختار: ۲/ ۲۶۲ کتاب الوصایا، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/ ۱۱۹، کتاب الحج، باب الحج عن العیر، وشیدہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۲/ ۵۵۲، کتاب الماسک، باب الوصیة، إدارة القرآن، کراچی)

(۱) قال الله تبارک و تعالیٰ: "وقضى ربك ألا تعبدوا إلا إياه وبالوالدين إحساناً، أما يبلغن عندك

الکبر أحدهما ولا تلحقا لهما آفة ولا تنههما وقل لهما قولا كريماً" سورة الإسراء: ۲۳

"عن عبد الله بن عمرو رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: رضي

الرب في رضي الوالد، وسخط الرب في سخط الوالد" رواه الترمذی (مشکوٰۃ المصابیح، ص

۴۱۹، کتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الثانی، قدیمی)

ہوگا، نہ کم ہوگا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱/۱۳۸۸ھ۔

نافرمان بیٹے کو میراث سے محروم کرنا

سوال [۳-۹۸]: زید اپنے باپ عمر کے ساتھ اس کی زندگی میں نہایت زور، وغیرہ من سب سلوک رکھتا ہے جس کی بناء پر اس کا باپ عمر یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنی اولاد کو اپنی وراثت سے محروم کر دے۔ تو چاہئے یا ناجائز؟

صورت مسئلہ حسب ذیل ہے

زید کے دادا یعنی عمر کے باپ نے اپنی زندگی میں اپنی جائیداد سے جو کہ وقف علی اللہ کی ہے۔ عمر یہ چاہتا ہے کہ اپنی اس جائیداد سے جو کہ اس کے باپ نے وقف کی اپنی اولاد زید کو (جو کہ باپ کو سخت تکالیف اور اذیت پہنچاتا ہے) اپنی وراثت سے محروم کر دے۔ یا شرعی نقطہ نظر سے وہ ایسا کر سکتا ہے اور اس کے انتقال کے بعد اس کی یہ اولاد اس کی جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ سے محروم اور رٹ ہو سکتی ہے یا نہیں؟ سیر توجہ۔

قمر الحسن۔

(۱) "الإرث حرری لا یسقط بالإسقاط" (تکملة رد المحتار ۱/۵۰۵، کتاب الدعوی، مطلب واقعة

الفتویٰ، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۷/۴۷۱، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(وکذا فی مجمع الأنهر: ۴/۴۹۴، کتاب الفرائض، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

"وهذا العلم محتص بحال الممات وعیره بالحیاء، أو باعتار أسباب الملک، فإنها حرریة أو

اختیاریة، فالأول المیراث، والثانی عیره من أسباب الملک" (تبیین الحقائق: ۷/۴۷۱، کتاب

الفرائض، دارالکتب العلمیہ بیروت)

"والثالث إما اختیاری وهو الوصیة، أو اضطراری وهو المیراث" (مجمع الأنهر ۴/۴۹۴،

کتاب الفرائض، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

وراثت منک غیر اختیار کی ہے (۱) ہذا باپ وحق نہیں ہے کہ اپنے بعد ورثہ میں سے کسی کو محروم کر دے (۲)۔ شریعت نے جو حصہ اس وارث کا متعین کیا ہے وہ اس کو ضرور پہنچے گا، خواہ مورث راض ہو یا ناراض ہو۔ اہل اصل وائے یہ اختیار ہے کہ اپنی زندگی اور صحت کی حالت میں اپنی ملک میں جس نوع کا چاہے تصرف کرے: بیع، ہبہ، صدقہ، وقف سب کچھ کر سکتا ہے (۳)۔ اگر اولاد شرعیہ ہو تو باپ و خیاں ہو کہ میرے بعد تمام جائیداد خدا کی نافرمانی میں صرف کرے تو بہتر یہ ہے کہ اپنی زندگی اور صحت میں اس جائیداد کو مصارف خیر میں صرف کر دے (۴)۔ اور صورت مسئلہ میں تو جائیداد وقف علی "وہابیہ" ہے، لہذا حتیٰ وقوع وقف کی شرائط کا لحاظ

(۱) "الإرث حبری لا یسقط بالأسقاط" ، تکملة رد المحتار ۱/۵۰۵، کتاب الدعوی، مطلب و قعة الفتوی، سعید)

وهذا العلم مخصص بحال الممات وغيوره بالحياة، أو باعتبار أسباب المدك، فإنها حبرية أو اختيارية، فالأول الميراث، والثاني غيره من أسباب المدك" (نبیین الحقائق ۱/۴۷۱، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیہ بیروت)

"والثالث إما حبري وهو الوصية، أو حضري وهو الميراث" ، مجمع الأنهر ۴/۴۹۴، کتاب الفرائض، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

(۲) "عن انس رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "من قطع ميراث وراثته، قطع الله ميراثه من الجنة" رواه ابن ماجة مشكوة المصابيح، ص ۲۶۶، باب الوصايا، الفصل الثالث، قديمي)

(۳) "كل يتصرف في ملكه كيف شاء" (شرح المحلة لسليم رستم ۱/۶۵۶، رقم المادة ۹۲، ۱)، کتاب الشریکة، باب الذنب، مکتبہ حمزہ کرمہ،

(۴) "وان كان في ولده فسق لا يسعى ان يعطيه أكثر من قوته كيلا يصير معيلاً له في المعصية ولو كان ولده فسق وأراد ان يصرف ماله الى وحوه الخير وحرمه عن الميراث، هـ حبر من تركه" (الفتاویٰ العالمکیریة: ۳/۳۹۱، کتاب الہیة، الباب السادس فی الہیة للصغیر، رشیدیہ)

ووکدا فی الفتاویٰ الزاریة علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة ۶/۲۳۷، کتاب الہیة، الحسن الثالث فی ہیة الصغیر، رشیدیہ)

رکھنا چاہئے (۱)۔

اگر واقف نے محروم کرنے کی نیت کی ہے، یا کوئی ایسی شرط نہیں لگائی کہ جس سے زید کو محروم کیا جاسکتا ہو تو محروم شخص اس بنا پر کہ زید اس کو اذیت پہنچاتا ہے یا نہ ہو، یہ حق نہیں ہے کہ زید کو محروم کر دے۔ رہا زید کا اپنے باپ عمر کو اذیت اور تکلیف پہنچانا، یہ سخت گناہ ہے، زید کو اپنی ان حرکتوں سے باز آنا چاہئے اور توبہ کرنی فرض ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود سنگوی حفظہ اللہ عنہ، معین مشرق مدرسہ منظم علوم سہارنپور، ۱۰ شعبان ۱۳۵۵ھ۔

اجواب صحیح، سعید احمد غفرلہ، صحیح عبدالمطیف، مدرسہ منظم علوم، ۱۰ شعبان ۱۳۵۵ھ۔

نافرمان اولاد کو عاق کرنا

سوال [۴-۹۸]: جو اولاد ۱۴، ۱۶ برس کی عمر کی از قسم ذکور ہو اور ہوشیار صاحب شعور ہو، ذی علم اور تعلیم اردو و عمریزی پاتے ہوں، وہ اپنے باپ سے باوجود یکہ اس نے ان کو کوئی تکلیف نہیں پہنچائی ہو اور نہ اس کے ساتھ اس نے کوئی بدسلوکی کی ہو، وہ اپنے ماں کے ورنہ ان سے اس قدر متنفر ہیں کہ کبھی نام بھی نہ میں، بدنامی نہ کر سکتے کریں، کبھی پوچھ کر نہ دیکھیں کہ مرگیا یا زندہ ہے، اس کے سایہ سے ڈریں۔ پس ایسی اولاد

= (و کذا فی البحر الرائق: ۴/۹۰، کتاب الہیۃ، رشیدیہ)

(۱) "شرط الواقف کص الشارح ای فی السیفوف والدلالة" الدر المختار ۶/۴۳۳، کتاب الوقف.

مطلب فی قولہم: شرط الواقف کص الشارح، سعید

(۲) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: "وقصی ربک ألا تعدوا إلا إیاء والوالدین إحساناً، أما سنن عندک

الکبر أحدهما أو کلہما، فلا تقل لہما إِب ولا سہر ہما، وقل لہما قولاً کریماً" (سورة الإسراء ۲۳)

"عن ابی ہریرۃ رسی اللہ تعالیٰ عہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "رعم أفعہ، رعم

أفسہ، رعم أفعہ" قبیل من یرسل اللہ" قال "من أدرك والدیہ عند الکبر أحدهما، وکلاہما، لم لہ

یدخل الجنة". (رواہ مسلم)

"وعن عبد اللہ بن عمرو رسی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

"رعی الرب فی رعی الوالد، وسخط الرب فی سخط الوالد" رواہ الترمذی (مشکوۃ المصابیح،

ص: ۴۱۸، ۴۱۹، کتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الثانی، قدیمی)

ناقص یہ باپ کی وارث ہو سکتی ہے؟ اور کیا ایسی ناخلف اور دو باپ ناقص نہیں کر سکتا، اور اگر ایسی اولاد وہ واقف کر دے تو کیا جائز اور حق بجانب نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ اولاد کی ناقصی یقیناً قبل رقت اور جرم ہے، مگر اس سے وہ وراثت سے محروم نہیں ہو سکتی، نہ باپ کو محروم کرنے کا حق ہے۔ اگر باپ نے کہہ بھی دیا، بلکہ تحریر کر دیا کہ میں نے اپنی اولاد کو محروم کر دیا ہے، میرے ترکہ میں سے کوئی حصہ نہ دیا جائے تب بھی بیکار ہے، اس کو حصہ شرعی نہ ورطے گا (۱)۔

اگر باپ نے اپنا تمام مال اپنی زندگی میں خود خرچ کر دیا، خواہ دوسرے عزیز قریب کو دے دیا، یا غرباء و مسکین کو تقسیم کیا، یا مدارس و مساجد وغیرہ میں لگا دیا اور اپنے بعد کے لیے کچھ نہیں چھوڑا تو دوسری بات ہے، لیکن ایسا کرنا جائز نہیں گناہ ہے (۲)۔ ہاں! اگر یہ خیال ہو کہ میرے بعد میری اولاد اس مال کو وراثت میں خداوند تعالیٰ کی نافرمانی میں صرف کرے گی تو ایسا کر دینا چاہیے تاکہ اس کا مال نافرمانی میں صرف نہ ہو:

(۱) "عن انس رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من قطع ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الحرة يوم القيامة" (مشکوٰۃ المصابيح، کتاب البیوع، باب الوصایا، الفصل الثالث، ص: ۲۶۶، قدیمی)

"سنن فی امرأ ماتت عن أم وأخت شقيقة، وحلفت تركه مشتتة على أمتعة وأوان أشهدت الأخت المبرورة على نفسها بعد قسمة بعضها أنها أسقطت حقها من بقية إرث أحباها وتركتها لأمتها المزبورة، فهل لا يصح الإسقاط المذكور؟

الجواب: إرث حبرئ لا يسقط بالإسقاط" (تفحيم الفتاوى الحامدية، کتاب الإقرار، مطلب الإرث جبری لا يسقط بالإسقاط: ۵۴/۲، مکتبہ میمنہ مصر)

(۲) "عن عبد الرحمن بن كعب بن مالك رضي الله تعالى عنه، قلت يا رسول الله! - صلى الله تعالى عليه وسلم - إن من توبني أن أسلخ من مالي صدقة إلى الله وإلى رسوله صلى الله تعالى عليه وسلم قل: "أمسك عليك بعض مالك، فهو خير لك" الحديث (صحيح البخاري، کتاب الوصایا، باب إذا تصدق أو وقف بعض ماله أو بعض رقيقه أو دوابه فهو جائز: ۳۸۶/۱، قدیمی)

قال الحافظ العسقلاني "واستدل به على كراهة التصديق بجميع المال" (فتح الباری، کتاب الوصایا، باب إذا تصدق أو وقف بعض رقيقه أو دوابه فهو جائز: ۳۸۵، قدیمی)

”ولو كان ولده غاسقاً وأراد أن يصرف ماله إني وحيود نحد ورحمه عن ميراثه“

حیرت من ترکه، کذا فی الخلاصۃ، اھ۔ عالمگیری (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حرره العبد المذنب ابو عنان بن عبد الله، معتمد مفتي مدرسه مشايخ علوم بهارنپور، ۱۸ ۱۲ ۶۰ هـ۔

جوابات صحیح ہیں: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ ذی الحجہ ۱۴۰۷ھ۔

صحیح: عبدالمصطفیٰ، مدرسہ مفتاحِ علوم سہارنپور، ۲۳ ذی الحجہ ۱۰۶۰ھ۔

ترکہ کے مکان سے کسی وارث کو الگ کرنا

سوال [۵۹۷]: میں میرٹھ کا رہنے والا ہوں، میرے باپ کا نام عبداللطیف تھا، میرے باپ کے دو بھائی عبدالصیر و عبدالعلیم تھے اور میرے دادا کا نام عبدالباری تھا۔ دادا کی حیات ہی میں میرے باپ کے دونوں بھائی امگ ہو گئے تھے، کاروبار بھی سچھو کر لیا۔ اور انہوں نے جس وقت مکان کی تعمیر کی، تو جس جگہ میں رہتے تھے وہی تعمیر کیا، بقیہ مکان جس میں میرے والد رہتے تھے وہ تعمیر نہیں ہوا۔ چونکہ میرا باپ علیحدہ ہو گیا تھا۔

اب اللہ کا حکم ایسا ہوتا ہے کہ میرے والد کا انتقال میرے دادا کے سامنے ہی ہو جاتا ہے، اب میں عبدالحفیظ ب باپ کے ہو گیا۔ اب پتہ آدمیوں کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا کہ عبدالحفیظ کے چچا مکان میں حصہ نہ دیں گے، تو کبھی کبھی میرے دادا سے اور دادی معصومانہ سے یہ سوال کر لیا کرتے تھے کہ حفیظ کا نام مکان میں چڑھاؤ۔ میرا چچا عبدالبصیر یہ کہہ کر برابر کر دیتا تھا کہ حفیظ کو ہم ساتھ رکھیں گے اس کو مسجد نہیں کریں گے، جس کی مثال یہ ہے کہ ہمارے مکان کے برابر میں ایک مکان بک رہا تھا جو میرے چچا عبدالبصیر نے میرے نام خریدنے نہیں دیا اور یہ کہہ دیا میرے دادا سے کہ ہم حفیظ کو نہیں نکالیں گے۔

اب دادا، دادی کا انتقال ہو گیا تو ہمارے چچا عبدالعظیم نے ان کی وصیت کی کوئی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے نام یعنی عبدالعظیم اور عبدالصیر کا اندراج میونسپلٹی میں کیا۔ اب میرے دونوں چچا کا انتقال ہو گیا اور دونوں

(١) الفتاوى العالمكيرية، كتاب الھة، الباب السادس فی الھة للصعبر ٣٩١، (رشديه)

(وكذا في حلاصة الشاوي، كتاب الهمزة، جس أحرف الهمزة من الصغير ٣٠٠، رشيدية)

(وكداهى الراية عى هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهة، الحس الثالث فى هة الصغر ٦ - ٢٣، رشديه)

پچائی اور دمجھو گھر سے نکالتی ہے اور بہتی ہے کہ تمہارا اس میں کوئی حصہ نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۰۔ ادا دہائی مرحوم پچانے نہ آپ کو چھ بہہ لیا، نہ کوئی حصہ متعین کر کے آپ کے نام پر وصیت کی، صرف اتنی بات رہی کہ آپ کو مکان سے نہیں نکالیں گے، اس سے مکان کی مہیت میں تو آپ کا کوئی حصہ نہیں (۱)، یمن اگر یہ وصیت کی ہو کہ آپ کو مکان میں رہنے کا حق دیا جائے، مکان سے نکالنا نہ جائے تو شرعاً یہ وصیت معتبر ہوگی، ورثاء کو چاہیے کہ اس کی پابندی کریں

”صحیح الوصیۃ لخدمہ عندہ و سکی درہ مدۃ معلومۃ و نہ“۔ درمختار:

۵/۴۴۶ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲ ۶ ۱۳۹۳ھ۔

بیوہ کو محروم کرنے کے لئے ورثائے شوہر کا دعوائے طلاق

سوال [۶-۱۹۸]: ایک شخص نے پاس اس کی عورت عرصہ دراز تک رہتی رہی، بیماری میں اس کی خدمت بھی کی، اس کی خدمت گزاری اور ازدواجی تعلقات کے گواہ بھی موجود ہیں اور اس کی خدمت کا اعتراف کرتے ہیں۔ مرد نے اپنے مرض میں اس کے جملہ حقوق کو تسلیم کر کے بھائیوں سے سلوک کرنے کی وصیت بھی کی، لیکن بعد وفات شوہر اس کے وارث عورت کا ترکہ و دین مہر غصب کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ اس کی عورت کو تقریباً ۸ سال ہوئے شوہر طلاق دے چکا ہے۔

(۱) اس لئے کہ بہت نہیں ہوا اور بہہ میں قصہ تہ اور قبضہ میں ریاضہ وری ہے اس کے بغیر بہتا نہیں

”تسقط الہیۃ بالإیجاب والقبول، وتم بالقض الكامل؛ لأنها من الترععات، والتروع لا يتم إلا بالقض“ (شرح المحلۃ لسلمہ رستمہ بار ۱ ۲۶۲، رقمہ المادۃ ۸۳۷)، کتاب الہیۃ، مکتبہ حنفیہ، کوئٹہ

(۲) (الدرا المختار: ۶/۶۹۱، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ بالخدمۃ والسکی، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق ۹/۲۹۳، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ بالخدمۃ والسکی، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق ۵/۳۱۵، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ بالخدمۃ والسکی، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

ایسی صورت میں ورثاء کا قول بطلاق قابلِ سماعت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئلہ میں ورثائے شوہر نے آٹھ سال تک اُڑ طلاق کی شہادت چھپی ہے اور باوجود صلب کے شہادت نہیں دی تو وہ اس کتمان اور تاخیر بلا عذر کی وجہ سے فاسق ہو گئے

کتان الشهادة كبيرة، ويحرم التأخير بعد الطلب“۔ اُشاه، ص: ۳۲۹ (۱)۔ ”شاهد

حسنة يدُحر شهادته غير عذر لا يقلُ نسيقه، كما في نقيية“۔ اُشاه، ص ۳۱۳ (۲)۔

نیز ان کی شہادت قبل قبول نہیں۔ نیز مسلمان کے فعل کو حتی الوسع صحیح و حلال محمل پر حمل کرنے کی شریعت نے تعلیم دی ہے:

”حمل فعل المسلم على الصحة والحل واجب ما أمكن“۔ مبسوط سرخسی:

۷۲/۱۷ (۳)۔

لہذا ان دونوں کے تعلقات کو ناجائز نہ کہا جائے گا۔ اُڑ ورثائے شوہر کے قول کو صحیح بھی مانا جائے تو ہو سکتا ہے کہ شوہر نے طلاق رجعی دی ہو، اس کے بعد رجوع کر لیا ہو، یا طلاق بایندہ دی ہو مگر دوبارہ نکاح کر لیا ہو جس کا ورثائے شوہر کو ہم نہ ہوا ہو، لہذا اس صورت میں عورت حصہ شرعیہ وراثت کی مستحق ہوگی۔ اُڑ مہر معاف نہیں کیا ہے تو مہر کی مستحق ہوگی اور دین مہر وراثت پر مقدم ہوگا۔

(۱) (الأشياء والبطائر، الفن الثانی، الفوائد، کتاب القضاء والشهادات والدعاوی، ص ۲۷۱، دارالفکر بیروت)

(۲) (الأشياء والبطائر، الفن الثانی، الفوائد، کتاب القضاء والشهادات والدعاوی، ص ۲۶۰، دارالفکر بیروت)

(۳) (المبسوط للسرخسی، کتاب الدعوی، باب اختلاف الأوقات فی الدعوی وعبر ذلك، ۵۶۱، ۵۶۰، مکتبہ حبیبہ کوئٹہ)

البتہ اگر ورثائے شوہر طلاق مغلظہ و عدم حلالہ کی شہادت دیتے ہیں اور ۸ سال ہوئے یعنی طلاق کے وقت بھی شہادت دے چکے تھے اور ان میں شرائط شہادت، عدالت و مروت وغیرہ بھی موجود ہیں تو ان کی شہادت معتبر ہوگی اور عورت وراثت کی مستحق نہ ہوگی۔ دین مہر کی اس صورت میں مستحق ہوگی بشرطیکہ معاف نہ کیا ہو اور ورثاء شوہر کے مقابلہ میں دوسرے گواہ عدم طلاق کے عادل موجود ہیں تو ان کو ترجیح ہوگی۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، ۶/۱/۵۴ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۸/محرم الحرام/۵۴ھ۔



الفصل الحادی عشر فی المتفرقات

نابالغ کے مال کی ولایت کس کو ہے؟

سوال (۱۹۸۷): میت کے انتقال کے بعد سب وارثان کا ولی اس کا ترکہ ہے اور میت کی بیوی ترکہ کی مال حقیقی نہیں ہے۔ عورت لڑکے کے ساتھ موافقت نہیں رکھتی اور کہتی ہے کہ میرا حصہ اور میری تین لڑکیوں کا حصہ متحدہ مردوں۔ یہ تینوں لڑکیاں نابالغ ہیں، اور عورت بھی ماقہ نہیں اور میت کے سوتیلے بھائی بھی ہے۔ عورت یہ چاہتی ہے کہ اس کے ساتھ رہے۔ صورت یہ ہے ۳ لڑکیاں نابالغ کے، ایک طرف سوتیلے بھائی ہے اور ایک طرف سوتیلے چچا ہے۔ لہذا اس صورت میں ان کا ولی کون ہوگا؟

ترکی کا چچا دیندار بھی نہیں، ان کا حصہ الگ کرنے سے ضائع ہونے کا خوف ہے، لہذا اگر ان کا حصہ الگ کر دیا جائے اور ضائع ہو جائے تو شریعت کے اعتبار سے ذمہ دار کون ہوگا؟ اور نابالغ کا حصہ الگ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نابالغوں کے مال کی ولایت باپ کے بعد باپ کے وصی کو حاصل ہوتی ہے، لہذا اگر مرنے والے نے کسی کو وصی بنایا ہو تو وہ ولی ہوگا، اگر کسی کو ولی نہیں بنایا تو ان کا دادا ولی ہوگا، اگر دادا موجود نہ ہو تو پھر حاکم وقت کو ولایت حاصل ہے۔ اگر حاکم وقت مسلمان ہو تو وہ خود ان نابالغوں کے مال کی حفاظت کرے، یا کسی دیندار شخص کو مقرر کر دے۔ اگر حاکم وقت مسلمان نہ ہو تو پھر سربراہ آوردہ چند صلیا کسی کو مقرر کر دیں جس کو ان نابالغوں کے حق پر خیر خواہ سمجھیں والدہ کو، یا بھائیوں کو، یا چچا کو۔

”والولاية في مال الصغير إلى الأب، ثم وصيه، ثم وصي وصيه، ثم إلى أب الأب، ثم

إلى وصيه، ثم إلى القاضى، ثم إلى من نصبه القاضى، اهـ“۔ تسویر (۱)۔ فقط والله سبحانه تعالى اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ۱۴/ربیع الاول/۱۳۶۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۱۵/ربیع الاول/۱۳۶۳ھ۔

سفیہ کا مال کب اس کے حوالے کیا جائے؟

سوال [۹۸۷۸]: زید کا انتقال چند سال قبل ہوا، اس کے اموال و جائیداد بین الورثاء تک تقسیم نہیں ہوئے، اب تقسیم ہونے والے ہیں۔ وارثین میں ایک اس کی بہن بھی ہے اور وہ سفیہ ہے، یعنی خیر و شر کے امتیاز کی طاقت نہیں رکھتی، وہ اپنی سفاہت اور چند لالچ مندوں کی تحریص کی وجہ سے پورے اموال کو ضائع کر دے گی، اس کا قوی اندیشہ ہے۔ لہذا سوال یہ ہے کہ تقسیم کے وقت اس کے حصہ کے مال کو اس کے حوالہ کئے بغیر اس کے اولیاء یعنی اس کی اولاد کے حوالہ کرنے کی شرعی اجازت ہے یا نہیں؟

سفیہ کے شرعی معنی کیا ہیں، اور کن حالتوں میں مضرت ثابت ہوتا ہے؟ اگر اس سفیہ کا مال اس کے حوالہ کر دیں تو پھر اس مال کی خرید و فروخت اور نقل و بہہ کرنے پر حجر ثابت ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شرعی طریقہ پر بہن وارث ہے اور وہ سفیہ ہے، اپنے مال کو بے محل ضائع کر دینے کا قوی مظنہ ہے تو جواب اہل فہم اہل دیانت اس کے حق میں خیر خواہ ہوں اس کی ضروریات کو دیکھ کر سمجھ کر من سب طور پر انتظام کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، خاندانی لوگ باہمی مشورہ سے اس کے حوالہ کر دیں:

”وعندهما يحجر على الحر بالسفه والغفلة، وبه: أي بقولهما يفتى صيانة لماله“.

(۱) (تسویر الانصار مع الدر المختار ۵، ۵۲۸، ۵۲۹، کتاب الوکالة، فصل: لا یعتقد وکیل البیع

والشراء، قبیل باب الوکالة بالخصومة والقصد، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۷/۳۰۱، کتاب الوکالة، باب الوکالة بالبیع والشراء، رشیدیہ)

در مختار۔ ”ہو تدبیر لمن ونصبه علی خلاف مقصی الشرع أو لعقل“ در مختار:
۵/۹۳ (۱)۔

اگر اس شفیہ کے حوالہ دیا گیا اور اس نے کوئی تصرف بیع و ہبہ کا کیا تو وہ شرعاً معتبہ ہوگا، کدافی
ردالمحتار (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۰ رابعہ نومبر، ۱۴۲۲ھ۔

کیا بھانت میراث کا عوض ہے؟

سوال [۹۸۷۹]: ہمارے یہاں کا جہلانہ دستور یہ ہے کہ لڑکیوں کو حصہ نہیں دیتے، بلکہ دستور
قائم یہ کر رہا ہے کہ تمام جائیداد لڑکوں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ اور لڑکی جو سہ ال سے گھر آتی ہے (اپنے باپ
کے گھر) تو اس کے بھائی وغیرہ کھانا کپڑا وغیرہ ہر سال دیکر اس کو رخصت کر دیتے ہیں اور یہی اس کا حق حصہ
سمجھا جاتا ہے۔

اگر حصہ نہ سمجھا جائے تو کیا بھائی وغیرہ پر یہ کرنا لازم ہے، شرعی نقطہ نظر سے یہ فعل کیسا ہے؟ کیا یہ
کرنے والے افراد پر منکر منکر میں خط الذمیں کے خلاف نہیں کرتے، اگر کرتے ہیں تو اس سے بچنے کی
صورت کیا ہوگی؟ مدلل جواب مطلوب ہے۔ یہاں اس طرح دینے کو بھانت کہتے ہیں۔

(۱) (الدر المختار مع ردالمحتار: ۱۴۸/۶، کتاب الحجر، سعید)

(و کدافی شرح المحلة لسليمة رستم باز ۱/۵۳۸، (رقم المادة ۹۵۸)، کتاب الحجر، مکتبہ
حفیہ، کوئٹہ)

(و کدافی الہدایۃ: ۳/۳۵۱، کتاب الحجر، باب الحجر للفساد، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

(۲) ”والحاصل أن كل ما يستوي فيه الهزل والحد، ينفذ من المحجور، وما لا فلا فإن بلغ
الصبي غير رشيد، لم يسلم إليه ماله حتى يبلغ خمساً وعشرين سنة، فصاح تصرفه قلبه: أي قل المقدار
المذكور من المدة“ (الدر المختار مع ردالمحتار: ۱۵۰/۶، کتاب الحجر، سعید)

(و کدافی الہدایۃ: ۳/۳۵۲، کتاب الحجر، باب الحجر للفساد، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

(و کدافی شرح المحلة لسليمة رستم باز ۱/۵۳۸، (رقم المادة ۹۸۲)، کتاب الحجر، مکتبہ
حفیہ، کوئٹہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ رواج اصل میں بندوانہ رواج ہے، خاص اوقات میں جو لڑکیوں کو دیا جاتا ہے، اس کو میراث کا بدلہ قرار دینا جائز نہیں، میراث انتقال مورث کے بعد ملتی ہے (۱)۔ اور یہ معاملہ بسا اوقات زندگی میں بھی شروع ہو جاتا ہے، پھر جتن حصہ میراث ہوتا ہے، اس کی قیمت کا بھی کوئی تخمینہ نہیں ہوتا، نہ باقاعدہ لڑکیوں کا حصہ میراث کو خریداجاتا ہے، نہ ان کی رضا طلب کی جاتی ہے۔ بہر حال اس رواج کو ختم کرنا ضروری ہے، لڑکیوں کو ان کا پورا پورا حصہ میراث دیا جائے (۲)۔ اپنی بہن کے ساتھ جو صلہ رحمی کرے، یہ عین سعادت ہے (۳)، لیکن اس میں پابندی رواج یا معوضہ میراث کو دخل نہیں ہونا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۵/۱۳۹۱ھ۔

ولی عہد بنانا

سوال [۹۸۸۰]: اسلام کے قانون کے مطابق ولی عہد بنا سکتے ہیں یا نہیں، اس کو میراث ملے گی یا نہیں؟

(۱) "وہل إرث الحی من الحی أم من المیت؟ المعتمد الثانی". (الدرالمختار ۶/۵۸، کتاب الفرائض، سعید)

(۲) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: "للرّحال نصیب مما ترک الوالدان والأقربون، وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والأقربون مما قلّ منه أو کثر، نصیباً مفروضاً". (سورة النساء: ۷)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِي﴾ (سورة النساء: ۱۱)

(۳) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "الرحم معلقة بالعرش تقول من وصلني وصله الله، ومن قطعني قطعته الله" (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۱۹، کتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الأول، قدیمی)

"عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من كانت له أنثى، فلم يادها ولم ينهها ولم يؤثر ولده عليها - یعنی الذکور - أدخله الله الجنة" رواه أبو داود (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۲۳، کتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة على الخلق، الفصل الثانی، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ولی عہد بننے کا تو حق ہے مگر اسے حق وراثت نہیں ملے گا، حق وراثت صرف اس کو ملے گا جس کو شریعت نے وارث بنایا ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۳/۹۳ھ۔

بھائی کے وعدے

سوال [۹۸۸]: ہمارے ابا اور اماں اور تین بھائی اور تین بہن تھے، ابا نے بڑی بہن کی شادی کرنی چاہی تو انہوں نے انکار کر دیا، لہذا ابا نے انہیں بارہ سو روپے کا نقد اور ایک ہنڈیہ چاندی کے روپیوں سے بھری ہوئی دی۔ کچھ دنوں کے بعد ابا کا انتقال ہو گیا، پھر یکے بعد دیگرے بڑے اور چھوٹے بھائی کا انتقال ہو گیا، پھر ہم لوگ تین بہن اور ایک بھائی رہ گئے اور والدہ بھی۔ والدہ نے دو بہنوں کی شادی کر دی اور پھر وہ بھی انتقال کر گئیں۔ اب ہم بھائی اور بہن رہ گئے۔ ہمارے پاس پانچ سیر چاندی اور کافی تانبے کے برتن اور مکان اور تین بیگہ زمین اور گھر کا سرمایہ۔ پھر بھائی کی بھی شادی ہو گئی۔

میرے پاس جو ہنڈیا روپیہ والی اور بارہ سو روپے تھ، بھائی نے اس وعدے پر لے لیا کہ وہ مجھے حج کرائے گا اور ایک ایک پائی ادا کر دے گا اور میری زندگی تک میرا ساتھ دے گا۔ جب میں نے دیدیا تو وہ مجھے پریشان کرنے لگا اور شادی پر مجبور کرنے لگا، مگر میں شادی نہیں کرنا چاہتی۔ لہذا جناب والا سے گزارش ہے کہ بتائیں اس میں میرا کتنا حق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جنت بھائی کا حصہ ہے، اس سے آدھا حصہ آپ کا ہے (۲)، سب کا سب بھائی کو لینے کا حق نہیں (۳)۔

(۱) "وَيَسْتَحِقُّ الْإِرْثَ بِأَحَدِي حِصَالِ ثَلَاثٍ بِالسَّبِّ وَهُوَ الْقِرَاةُ، وَالسَّبُّ وَهُوَ الرُّوْحِيَّةُ، وَالْوَلَاءُ"۔

(الفتاویٰ العالمگیریہ: ۴۴۷/۶، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(وَكَذَا فِي الدَّرِّ الْمَخْتَارِ: ۷۶۲/۶، کتاب الفرائض، سعید)

(وَكَذَا فِي الْاِحْتِيَارِ لِتَعْلِيلِ الْمَخْتَارِ ۲: ۵۵۵، کتاب الفرائض، مکتبہ حقایقہ پشاور)

(۲) قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: ﴿يُؤْتِيَانِ كَاثِرًا مِّمَّا رَزَقْنَاهُ رَحَالًا وَنِسَاءً، فَلِلَّذَكَرِ مِثْلُ حِظِّ الْأُنثَى﴾ (سورة النساء: ۷)

(۳) "عَنْ أَبِي حُرَيْرَةَ الرَّقَاشِيِّ عَنْ عَمِّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَلَا إِنَّهُ"

جو چیز آپ کی تھی وہ بھائی نے بطور قرض لی تھی، اس کی واپسی بھائی کے ذمہ واجب ہے (۱)۔ اور جب بھائی کا وعدہ ہے کہ ایک ایک پائی تمہاری ادائگی کروں گا، تو اس وعدہ کو بھی پورا کرنا ضروری ہے (۲)، کیونکہ حق واجب کا وعدہ ہے۔ آپ کو بلا وجہ شادی سے انکار نہیں کرنا چاہیے، اس میں دینی اور دنیاوی بہت سی مصالح ہیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۳/۱۳۹۱ھ۔

اگر سوال شیعہ سنی کے توارث کا ہو تو جواب کس طرح دیا جائے؟

سوال [۹۸۸۲]: اگر کوئی حنفی، سنی مفتی شیعوں کے مسائل میراث سے واقف ہو تو وہ استفتاء جس میں مورث اسی شیعہ ہو اور باقی مورث و وارث سنی ہوں، یا مورث اعلیٰ سنی ہو اور بقیہ مورث و وارث خواہ کل = لا تظلموا، الا لایحل مال امرئ الا بطیب نفس مہ“ (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۲۵۵، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریۃ، الفصل الثانی، قدیمی)

(۱) ”عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: قال ”من طب حقا، فیطلبہ فی عفاف و اف أو غیر و اف“ (سنن ابن ماجہ، أبواب الصدقات، باب حسن المطالبة وأحد الحق فی عفاف، ص: ۱۷۴، قدیمی)

”وعن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ”نفس المؤمن معلقة بذینہ حتی یقضی عنہ“۔ (ابن ماجہ، المصدر السابق)

’القرض، هو عقد محصور یرد علی دفع مال مثلی لیرد مثله“ (الدرالمختار ۵، ۱۶۱، کتاب البیوع، فصل فی القرض، سعید)

(۲) قال اللہ تبارک وتعالیٰ ﴿وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا﴾ (سورة الإسراء ۳۴)

(۳) عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”النکاح من سنی، فمن لم یعمل بسنی، فلیس منی وتروحوافانی مکاثر بکم الأمم“ (سنن ابن ماجہ ۱، ۱۳۲، کتاب النکاح، باب ماجاء فی فضل النکاح، قدیمی)

نکاح کے مصالح اور فوائد سے متعلق احیاء العلوم الدین میں امام غزالی نے بارہ صفحات پر طویل بحث کی ہے

فلیراجع (إحياء العلوم، کتاب آداب النکاح، آفات النکاح وفوائده ۲۲-۲۳، قدیمی)

شیعہ ہوں خواہ بعض شیعہ و بعض سنی، پس ایسی صورت میں سنی مفتی ایسے استفتاء کا جواب کس طرح کہے، آیا یہ بطن میں اپنے اصول کے موافق کہے، یا مورث شیعہ کے ترکہ و حصہ کو اصول تشیع کے موافق، و مورث حنفی و سنی کے ترکہ و حصہ کو اصول حنفیت کے مطابق، یا یا صورت ہوگی؟ جو صورت ہو مدلل تحریر فرمائیں۔

استفتی: محمد یسین، مدرسہ احیاء العلوم، اعظم گڑھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو فرقہ شیعہ کا کافر ہے اس کی رعایت کرتے ہوئے جواب دینا شرعاً درست نہیں، بلکہ جو اسباب میراث اہل اسلام کے نزدیک معتبر ہیں انہیں اسباب کے ماتحت ان کو بھی جواب دیا جائے گا:

”کفر یتوارثون فیما بینہم بالأسباب النبی یوارثون بہا اهل الإسلام فیما بینہم من

النسب والسبب، اہ۔“ عالمگیری: ۶/۵۴، الباب السادس فی میراث اهل الکفر (۱)۔

اور جو فرقہ کافر نہیں بلکہ مسلم ہے، اس کو بھی حنفی سنی اپنے اصول کے مطابق جواب دے گا، جیسا کہ اگر کوئی شافعی المذہب کسی مفتی حنفی سے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کے موافق کوئی مسئلہ دریافت کرے تو حنفی مفتی اس وقت امام شافعی کے مذہب کے موافق جواب نہیں دے گا، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کے موافق جواب دے گا۔

علامہ ہسکفی رحمۃ اللہ و برکاتہ علیہ نے ”در مختار، کتاب الحضر و الإماعة، فصل فی نسب“ میں ”کتاب إحياء الموات“ سے کچھ پہلے لکھا ہے:

”فروع: کتب: ماقول الشافعی؟ یکتب جواب أبي حنيفة رحمه الله تعالى“.

اس پر علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

”(قوله: کتب، انج) مثل الكتابة السواء باقول، ومثل الشافعی غیره من أصحاب

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۵۴، کتاب الفرائض، الباب السادس فی میراث اهل الکفر، رشیدیہ)

(و کذا فی المبسوط للسرخسی ۳۰/۳۶، کتاب الفرائض، باب موارث اهل الکفر، مکتبہ عفتاریہ کوئٹہ)

(و کذا فی النزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمگیریہ ۶/۷۷۱، ۷۷۲، کتاب الفرائض، الفصل الخامس

فی موانع الإرث، رشیدیہ)

مدہب، ہ۔ رد المحتار ۵/۱۲۵۹۔

مذہب شیعہ۔ متبت سوال سے منقبتی و بطریق اولیٰ مذہب اہل سنت کے مطابق جواب دینا چاہئے (۲)۔ فقہ امامیہ نے بتائی نکتہ۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔
صحیح: عبد اللطیف مظاہر علوم سہارنپور، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

شیعہ عورت بغیر وارث چھوڑے مرنے پر اس کے موروثہ زیور کا مصرف

سوال [۱۹۸۳]: ایک شیعہ مذہب عورت کا ایک شخص نے پچھڑیور چوری کرلی، وہ عورت فوت ہوگئی۔ یہ زیور اس خیال سے رکھا تھا کہ اس سے امام بارہ بنوائے، یا کسی مذہبی کام میں صرف کرے۔ مرحومہ نے کوئی وارث بھی نہیں چھوڑا۔ اس کے مرنے کے بعد چور کے دل میں خوف پیدا ہوا، اب وہ اس زیور کی رقم کو کسی کی جگہ خرچ کرنا چاہتا ہے جو مائدہ کیلئے باعث اجر بنے۔ از روئے شریعت رہنمائی فرمائیں کہ یہ رقم کس مصرف میں لگائی جائے، مسجد یا مدرسہ یا طلباء کے مصارف وغیرہ میں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس عورت کا کوئی نزدیک دور کسی قسم کا وارث نہیں تو وہ روپیہ غرباء پر صدقہ کر دیا جائے، نادار طلبہ بھی مستحق ہیں، بیواؤں، یتیموں یا بیچوں کو بھی دیا جاسکتا ہے (۳)۔ مسجد مدرسہ اور راستہ وغیرہ کی تعمیر، یا کسی بھی

(۱) (الدرالمختار ورد المختار ۶/۴۲۱، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع، سعید)

(و کذا فی شرح العقود رسم المفتی، ص: ۱۰۲-۱۰۳، میر محمد کتب خانہ کراچی)

(و کذا فی البحر الرائق: ۶/۴۵۰، کتاب القضاء، رشیدیہ)

(۲) "و یا أحد القاصی کالمفتی بقول أبی حیمه علی الإطلاق، ثم بقول أبی یوسف، ثم بقول محمد رحمهم الله تعالى ولا یحیر إلا إذا کان محنهداً، بل المقلد متی حالف معتمد مدھبه، لا یفقد حکمه"

(الدرالمختار) "وأما المقلد فعليه العمل بمعتمد مدھبه، علم فيه خلافاً أولاً" (الدرالمختار

ورد المختار ۵/۳۶۰، ۳۶، کتاب القضاء، مطلب یشی بقول الإمام علی الإطلاق، سعید)

(۳) "إذا لم یوجد أحد من المذكورین، نوصع التركة فی بیت المال عنی أیها مال صانع، فصارت لجميع المسلمین، فیصرف إلى نفقة المریض وأدویه إذا کانوا فقراء" (الشریفة، ص ۱۱، سعید) =

تخوہ میں صرف نہ کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۴/۱۳۹۵ھ۔

کفن ترکہ سے دیا جائے گا یا شوہر کے ذمہ ہے؟

سوال [۹۸۸۴]: بندہ کے مرنے کے بعد جو عرفاً یا شرعاً لازمی اخراجات مآتم مثلاً کفن یا خیرات

وغیرہ کئے جاتے ہیں وہ بندہ کے ترکہ میں سے ہوں گے یا خاوند کے ذمہ لازم ہوں گے؟

المستفتی: بندہ محمد عرفان عفا اللہ عنہ خضع مظفر آباد ڈاک خانہ چناری۔ کشمیر، ۳ محرم ۱۴۱۶ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زوجہ کا کفن مفتی بہ قول پر زوج کے ذمہ لازم ہے:

”واختلف فی الزوج، والفتویٰ علی وجوب کفنها علیہ، اھ۔“ تنویر: ۱/۹۰۵ (۲)۔

= ”لأن سبل الكسب الحیث التصدیق إذا تعدد الرد علی صاحبه“ (رد المحتار ۶/۳۸۵،

كتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، سعید)

(و كذا فی البحر الرائق: ۸/۳۶۹، كتاب الكراهية، فصل فی البیع، رشیدیہ)

(۱) ”(قوله: لو بماله الحلال) أما لو أنفق فی ذلك مالا خيئاً ومالاً سببه الحیث والطیب، فيكره، لأن

الله تعالى لا يقبل إلا الطیب، فيكره تلویث بيته بما لا يقبله“ (رد المحتار ۱/۶۵۸، كتاب الصلوة،

مطلب: كلمة لا بأس دليل علی أن المستحب غيره، سعید)

(و كذا فی حاشية الطحطاوى علی الدر المختار ۱/۲۷۸، كتاب الصلوة، دار المعرفة بیروت)

(۲) (تنویر الأبصار والدر المختار ۲/۲۰۶، كتاب الصلوة، باب صلوة الحائز، مطلب فی كفن

الزوجة علی الزوج، سعید)

”وعلى قول أبی یوسف رحمه الله تعالى يحب الكفن علی الروح وإن تركت مالا، وعليه

الفتوى، هكذا فی فتاوى قاضی خان“ (الفتاوى العالمکیرية ۱/۱۶۰، الباب الحادى والعشرون فی

الجنائز، الفصل الثالث فی التکفین، رشیدیہ)

(و كذا فی فتاوى قاضی خان علی هامش الفتاوى العالمکیرية ۱/۱۸۹، باب الحائز، فصل غسل

المیت ... والتکفین وغير ذالك، رشیدیہ)

خیرات کے متعلق یہ ہے کہ، ۱۔ میت نے وصیت کی ہے تو ایک ثلث میں اس کو نافذ کرنا ضروری ہوگا اور اس سے زائد میں ورثہ کی اجازت پر موقوف ہے، ۲۔ ورثہ بالغ ہوں اور اجازت دیدیں تو زائد میں وصیت نافذ ہوسکتی ہے، ورنہ نہیں (۱)۔ ۳۔ میت نے وصیت نہیں کی تو اہل بیت کے بعد سے تمام ترکہ میت کی ملک سے خارج ہو کر ورثہ کی ملک میں آ گیا، ورثہ کو اختیار ہے جس دہر چاہیں خیرات ترکہ میت کو ثواب پہنچائیں (۲) لیکن اگر کوئی وارث نابالغ بھی ہے تو اس کے حصہ کو صدقہ کرنا جائز نہیں (۳) زوج کے ذمہ کچھ نہیں (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود سنوہی عنہ اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/۵/۱۴۲۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

فرائض کے قواعد

عالی جناب مولانا المفتی محمود الحسن صاحب!

السلام علیکم

عرض ہے کہ خادم کو ذیل قاعدہ کی جلد ضرورت ہے۔ وہی ہذا:

سوال [۹۱۸۵]: اُر ایک نام کے بہت سے وارث ہوں تو ان میں باہم تقسیم کرنے کیسے سہام

(۱) "وتحوز بالثلث للأجسی وإن لم يحز الوارث ذلك، لا الریادة علیہ، إلا أن تحیز ورثتہ بعد موتہ

وہم کار المراد أن یکونوا من أهل التصرف" (الدرالمختار ۶/۶۵۰، کتاب الوصایا، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۹۰، کتاب الوصایا، رشیدیہ)

(۲) "لأن التركة فی الاصطلاح ماترکہ المیت من الأموال صافیاً عن تعلق حق العیر بعین من الأموال"

(ردالمحتار: ۶/۷۵۹، کتاب الفرائض، سعید)

(۳) "ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الأول، والثالث، وبعد الأسبوع ولا سیما إذا کان فی الورثة

صغار أو عائب". (ردالمحار، کتاب الصلوة، باب صلوة الحمار، مطلب فی کراہة الصیافة من أهل

المیت: ۲/۲۳۰، ۲۳۱، سعید)

(۴) "ویکرہ اتخاذ الطعام من أهل المیت؛ لأنه شرع فی السرور لا فی الشرور، وہی بدعة مستفححة"

(۱) (المختار، المصدر السابق)

لگانے کا پورا قاعدہ تحریر کرنے کے بعد فرائض کے دیگر مباحث تو بچھ آتے بھی ہیں، مگر قاعدہ مسئلہ منہا سے بالکل منہ سبت نہیں، شاید مجھ جیسے ضعیف الاستعداد، مگر وہ بھی آپ جیسے جید الاستعداد اساتذہ سے فائدہ پہنچے۔ یہ فن بندہ نے مدرسہ میں بالکل نہیں پڑھا، اس لئے اس فن کی مشکل مشکل اصحاب کے بیان کرنے سے امید ہے کہ گریز فرمائیں گے اور حتی الامکان تسہیل فرمائیں گے۔

خادم شبیہ احمد شاہ پوری، خطیب جامع مسجد کا کا، ضلع انبالہ۔ ۱۳ محرم ۱۳۶۰ھ۔

الجواب:

محترمی! علیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ۔

آپ کا سوال نہایت مجمل ہے، حضرت قاری صاحب سے دریافت کیا، مگر وہ متعین مفہوم حاصل نہیں ہوا، بندہ ہی سبیل اٹھمیں یہ فرمایا کہ ”اگر ورثہ متعدد ہوں اور مثلاً سب کا نام زید ہے تو بوقت تقسیم ان میں تمیز کی کیا شکل ہے۔“ اور میں نے یہ سمجھا کہ ”اگر ایک قسم کے چند وارث ہوں، مثلاً چند بیویاں ہوں، یا چند بیٹے ہوں، یا چند بھائی ہوں، ان میں تقسیم ترکہ کی کیا صورت ہے۔“

اول صورت میں تو تمیز بذریعہ اول ثانی و ثالث (۱)، یہ بذریعہ اضافت الی۔ ب وغیرہ سہل ہے، مثلاً زید اول وزید ثانی وزید ثالث وغیرہ، یا زید بن عمر، زید بن بکر، یا زید بن خالد وغیرہ۔ اسی طرح اناث میں بھی آسانی ہے۔ نیز یہاں اضافت الی الزوجہ سے بھی تمیز ہو سکتی ہے۔

ثانی صورت میں سہام میں لگانے کی ضرورت ہے کہ ان ورثہ کی نوعیت معلوم ہو، یعنی ورثہ تین قسم

(۱) ”بهر کل نصیب ویلقب الانصاء۔ الاول والثانی والثالث، ومکب اسمائهم ویقرع، فمن حرج اسمه اولاً فله السهم الاول، ومن حرج ثانياً فله السهم الثاني، ومن حرج ثالثاً فله السهم الثالث إلى أن ينتهي إلى الأخير“۔ (البحر الرائق، ۲/۸، کتاب القسمة، رشیدیہ)

(وکذا فی الدر المختار: ۲/۲۶۲، کتاب القسمة، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ للعالمگیریہ ۵/۲۰۶، کتاب القسمة، الباب الثانی فی بیان کيفية القسمة، رشیدیہ)

”وإذا اجتمع جماعة من العصاة في درجة واحدة، يقسم المال عليهم باعتبار بدايتهم لا باعتبار

أصولهم، مثله ابن أخ وعشرة بنی آخر المال بينهم علی أحد عشرة سهماً لكل واحد سهم“

(الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۴۵۱، کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصابات، رشیدیہ)

کے ہوتے ہیں: اول ذوی الفروض، جن کا حصہ کتاب اللہ میں مقرر ہے (۱)۔ ثانی عصبات، جن کا حصہ مقرر نہیں، بلکہ ذوی الفروض کے بعد جو کچھ بچتا ہے وہ لیتے ہیں۔ اور جب ذوی الفروض نہ ہوں تو سب ترکہ لے لیتے ہیں (۲)۔

ثالث ذوی الارحام، جو بوقت عدم ذوی الفروض وعصبات مستحق ہوتے ہیں، اور ان دونوں میں سے کسی کی موجودگی میں مستحق نہیں ہوتے (۳)۔

اب میں عصبات کی چند مثالیں لکھتا ہوں جو ایک نوع کے ہیں، اور ذوی الفروض کوئی موجود نہیں، ایسی صورت میں عد و ورثہ کے مطابق سہام بنا کر تقسیم کر دیئے جائیں گے۔

مسئلہ ۴				
زید				
ابن	ابن	ابن	ابن	ابن
۱	۱	۱	۱	۱

مسئلہ ۵				
زید				
اخ	اخ	اخ	اخ	اخ
۱	۱	۱	۱	۱

(۱) "ذوی الفروض، وہم کل من کان له سهم مقدر فی کتاب اللہ تعالیٰ او فی سنة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او بالإجماع" (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶-۳۳۷، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۲) "العصبات: وہم کل من لیس له سهم مقدر، ویأخذ ما بقی من سهام ذوی الفروض، وإذا انفرد أخذ سميع المال" (الاحتیار لتعلیل المختار ۲-۵۶۲، کتاب الفرائض باب العصبات، حقانیہ پشاور)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ ۶-۳۵۱، کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصبات، رشیدیہ)

(۳) "ذوی الارحام. وهو کل قریب لیس بدی سهم ولا عصبه، ولا یرث مع ذی سهم ولا عصبه سوى

الزوجین". (الدر المختار ۶-۷۸۱، کتاب الفرائض، باب توریث ذوی الارحام، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶-۳۵۹، کتاب الفرائض، الباب العاشر فی ذوی الارحام، رشیدیہ)

مسئلہ ۴

عم	عم	عم	عم
۱	۱	۱	۱

اگر لڑکوں کے ساتھ لڑکیاں بھی ہوں تو لڑکے کو دوہا حصہ ملے گا، اس کا حصہ بمنزلہ دو لڑکیوں کے ہوگا، مثلاً ایک لڑکا اور دو لڑکیاں ہوں تو کل چار سہام بنائیں گے، دو لڑکے کو اور ایک ایک لڑکی کو (۱)، مثلاً

مسئلہ ۴	زید	
ابن	بنت	بنت
۲	۱	۱

مسئلہ ۸					زید
ابن	ابن	ابن	بنت	بنت	
۲	۲	۲	۱	۱	

مسئلہ ۷				
ابن	ابن	بنت	بنت	بنت
۲	۲	۱	۱	۱

یہی صورت اس وقت ہوگی جبکہ بھائیوں کے ساتھ بہنیں بھی ہوں (۲)، مثلاً

- (۱) قل اللہ تبارک و تعالیٰ ﴿یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر من حظ الأنثیین﴾ (سورۃ النساء: ۱۱)
 (۲) وقال اللہ تبارک و تعالیٰ ﴿وان کانوا احوۃ رجالاً و نساءً، فللذکر مثل حظ الأنثیین﴾ (سورۃ النساء: ۷)

مسئلہ ۵

اُخ	اُخت	اُخت	اُخت
۲	۱	۱	۱

مسئلہ ۸

اُخ	اُخ	اُخ	اُخت	اُخت
۲	۲	۲	۱	۱

یہ سب اس وقت ہے جب کل ورثہ عصبات ہوں، ذوی الفروض نہ ہوں۔ اگر ذوی الفروض ہوں تو سہام لگانے میں اول ذوی الفروض کی رعایت کی جائے گی، پھر عصبات کی (۱)، چند مثالیں سمجھئے

مسئلہ ۴

زواج	ابن	ابن	ابن
۱	۱	۱	۱

زوج ذوی الفروض میں سے ہے، ایسی حالت میں چوتھائی کا مستحق ہے اور بیٹے عصبات ہیں۔ پس کل چار سہام بنا کر ایک زوج کو دیدیا، باقی تین بچے وہ تینوں بیٹوں کو برابر تقسیم کر دے (۲)۔

(۱) "فبدأ بذوی الفروض، ثم بالعصبات النسبة، ثم بالمعق" (الدر المختار ۶/۷۳۷، کتاب الفرائض، سعید)

"العصبة وهم كل من ليس له سهام مقدر، وبأحد ما بقى من سهام ذوی الفروض" (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۴۵۱/۶، کتاب الفرائض، الباب الثالث فی العصبات، رشیدیہ)

(۲) قال الله تبارک وتعالى ﴿فَإِنْ كَانَ لِهِنَّ وَلَدٌ، فَلَكُمْ الْرَّيْبُ مِمَّا تَرَكْنَ﴾ (سورة النساء: ۱۲)

مسئلہ ۴				
ہندہ				
زوج	ابن	بنت		
۱	۲	۱		

مسئلہ ۸				
ہندہ				
زوجہ	ابن	ابن	ابن	بنت
۱	۲	۲	۲	۱

یہاں زوجہ ذوی الفروض میں سے ہے، آٹھویں حصہ کی مستحق ہے (۱)، لہذا کل سہام آٹھ بن کر ایک زوجہ کو دیا، باقی سات رہے، وہ اکہرا لڑکی کو اور دو ہر لڑکوں کو تقسیم کر دیا۔

مسئلہ ۶			
اب			
ابن	ابن	بنت	
۲	۲	۱	

یہاں اب ذوی الفروض میں سے ہے، چھٹے حصہ کا مستحق ہے (۲)، لہذا کل چھ سہام بنا کر ایک والد کو دیا، باقی پانچ کو بقاعدہ مذکورہ تقسیم کر دیا۔ پوری واقفیت بغیر پڑھے یا بغیر جملہ ضوابط و فردا سمجھے و شارب۔

(۱) قال اللہ تبارک و تعالیٰ ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ، فَلَيْسَ الْوَارِثُ مِنْكُمْ﴾ (سورۃ النساء ۱۲)

(۲) قال اللہ تبارک و تعالیٰ ﴿وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ﴾ (سورۃ النساء ۱۱)

”أما الرجال فالأول الأب، وله ثلاثة أحوال. الفرض المحض وهو السدس مع الابن وابن الواس

وإن سفل“. (الفتاویٰ العالمگیریہ، ۴۴۸/۲، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، رشیدیہ)

مفید الوارثین میں نہایت تفصیل کے ساتھ اس علم کے مباحث کو تحریر کیا ہے (۱)، اسی طرح اور نئی کتب اس فن میں تحریر ہو کر شائع ہو چکی ہیں۔ فقط واللہ سبحی نہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔



(۱) (قانون وراثت، مفید الوارثین، تالیف حصرت مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ، سعید)

باب

رسالہ آسان فرائض

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ابعد! یہ ایک مختصر رسالہ ہے جس میں علم فرائض کے کثیر الوقوع مسائل وقواعد کو آسان اور عام فہم طرز سے بیان کیا گیا ہے اور تدقیقات، دلائل، نوادر کا ذکر نہیں کیا کہ وہ ذی استعداد طلبہ اور اہل علم کا حصہ ہے۔ اور اس رسالہ سے مقصود یہ ہے کہ اردو داں بھی معمولی طریقہ پر روزمرہ کی ضروریات کو حل کر سکیں اور بوقت حاجت جہاں اشکال ہو اس کو علماء سے رجوع کریں۔ وما توفیقی إلا باللہ۔

علم الفرائض کی فضیلت

علم الفرائض کی حدیث میں فضیلت اور اس کے سیکھنے کی ترغیب وارد ہوئی ہے، چنانچہ ارشاد ہے
”تعلموا الفرائض وعلموها الناس، فإنها نصف العلم“ (۱)۔

(۱) (سنن ابن ماجہ، ص ۱۹۹، أبواب الفرائض، باب الحث علی تعلیم الفرائض، میر محمد کتب خانہ کراچی)

”عن عبد الرحمن بن رافع التبوخی، عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ”العلم ثلاثة، وما سوى ذلك فهو فضل: آفة محكمة، أو سنة قائمة، أو فريضة عادلة“ (سنن أبي داود: ۲۰۹۹، كتاب الفرائض، باب ما جاء في تعليم الفرائض، دار

یعنی ”علم فرائض کو خود سیکھو اور دوسرے لوگوں کو سکھاؤ، کیونکہ یہ نطفہ علم ہے۔“ اس حدیث شریف میں تین علم فرائض، نصف العلم فرمایا گیا ہے۔

اصطلاحات فرائض کی وضاحت

فائدہ: جس کا انتقال ہو، اس کو ”میت“ کہتے ہیں (۱)، اور جو مال وہ چھوڑے اس کو ”ترکہ“ (۲)، اور اس مال کے بروئے وارث مستحقین کو ”ورثہ“ (۳)، اور ان کے بروئے حساب حصص شرعیہ کو ”سہام“ کہتے ہیں (۴)۔

ترکہ میت میں حقوق واجبہ

ترکہ میت میں چار قسم کے حق ہیں

اول خود میت کا حق ہے، وہ یہ کہ اس کی تجہیز و تکفین متوسط طریقہ پر کی جائے، یعنی شن نہ بہت اعلیٰ قسم کا دیا جائے، نہ بہت ادنیٰ قسم کا، بلکہ درمیانی درجہ کا دیا جائے۔
دوسرا حق قرض خواہوں کا ہے، یعنی اگر میت کے ذمہ کوئی دین، مہر وغیرہ ہو تو بعد تجہیز و تکفین وہ ادا کیا جائے، اگر کچھ مال ہے۔

تیسرا حق موصیٰ لہ کا ہے، یعنی اگر میت نے انتقال سے پہلے کوئی وصیت کی ہو، مثلاً یہ کہ میرے ذمہ اتنی

(۱) ”الموت رول الحیة عن نصف ہما“ (قواعد الفقہ، ص ۳۵، انصاف پبلشرز، کراچی)

(۲) ”لترکہ فی الاصطلاح ما ترکہ المیت من الاموال صافیا عن تعلق حق العر“ (رد المحتار ۲: ۵۹۶، کتاب المراس، سعید)

(و کذا فی تبیین الحقائق ۷/ ۴۷۱، کتاب الفرائض، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۳) ”الارث فی الاصطلاح حق قابل للتحریر، یشیت لمستحق بعد موت من کان له ذلک لقراۃ بہما، فیومعنی المورث و لوارث اصطلاحاً المسمی الی المیت لحقیقی او الحکمی“ (دلیل الوارث حاشیۃ السراجی، ص: ۴، سعید)

(و کذا فی القاموس الفقہی، ص ۳۷۷، حرف الواو، ادارۃ القرآن، کراچی)

(۴) ”السہم: النصیب“ (قواعد الفقہ، ص: ۳۳۱، انصاف پبلشرز، کراچی)

نمازیں، اتنے روزے باقی ہیں، یا میرے ذمہ حج فرض تھا وہ ادا نہیں کیا، یا میرے ثواب کیلئے اتنا روپیہ غرباء و مسکین کو دیا جائے تو ورثہ کے ذمہ ایک تہائی ترکہ باقیہ سے اس وصیت کا پورا کرنا لازم ہوتا ہے (۱)۔ اگر تہائی ترکہ باقیہ سے یہ وصیت پوری ہو جائے تو بہتر ہے، ورنہ اس سے زائد میں پورا کرنا لازم نہیں، بلکہ ورثاء کی رضاء و اجازت پر موقوف ہے دل چاہے تو اس کی وصیت کو پورا کریں ورنہ نہیں (۲)۔

تنبیہ:

نا بالغ وارث کی رضا و اجازت کا شرعاً اعتبار نہیں، لہذا اس کا حصہ بگز نہ خرچ کیا جائے (۳)۔
چوتھا حق ورثہ کا ہے، یعنی قرآن کریم، حدیث شریف، اجماع، سے جن ورثہ کا جتنا حصہ ثابت ہے وہ ان کو دیا جائے (۴)۔

ورثہ کی قسمیں

ورثہ کی تین قسمیں ہیں: ذوی الفروض، عصباء، ذوی الارحام۔

(۱) "تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة الأول بدأنتكفيه وتحبيرة من غير تدبير ولا تفسير، ثم

تقصی دیونہ من جميع مانقی من ماله، ثم نفد وصایاہ من ثلث مانقی بعد الدس، ثم یقسم الباقي بین

ورثته بالكتاب والسنة وإجماع الأمة"۔ (السراجی، ص: ۲، ۳، سعید)

(و کذا فی الدر المختار: ۶/۷۵۹، کتاب الفرائض، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۴۴۷، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۲) "ولا تحوز (أی الوصیة) بما راد علی اللث إلا أن یحیره الورثة بعد موته وهم كبار" (الفتاویٰ

العالمگیریہ: ۶/۹۰، کتاب الوصایا، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۶/۶۵۰، کتاب الوصایا، سعید)

(۳) "ويشترط أن يكون المحيز من أهل السرع وأن يكون بالغا عاقلاً" (تبس الحقائق ۷-۳۷۷، کتاب

الوصایا، دار الكتب العلمیہ، بیروت)

(۴) "ثم یقسم الباقي بعد ذلك بین ورثته أی الدین ثلث إرثهم بالكتاب أو السنة أو

الإجماع"۔ (الدر المختار: ۶/۷۶۱، کتاب الفرائض، سعید)

ذوی الفروض جس کا حصہ معین ہے (۱)۔

عصبات جن کا حصہ معین نہیں، بلکہ ذوی الفروض کے حصص دینے کے بعد جو بچے وہ سب عصبات کو مل جاتا ہے، اگر ذوی الفروض نہ ہوں تو کل عصبات کو مل جاتا ہے (۲)۔

ذوی الارحام: وہ ہیں جو اول دونوں قسموں کے نہ ہونے کی صورت میں وارث ہوتے ہیں اور ان کی موجودگی میں وارث نہیں ہوتے (۳)۔

حصص معینہ کی قسمیں

کل فروض (حصص معینہ) چھ ہیں: نصف، ربع، ثمن، ان تینوں کو فروض کی نوع اول کہتے ہیں۔
ثمن، ثلث، سدس۔ ان تینوں کو فروض کی نوع ثانی کہتے ہیں (۴)۔

(۱) "ذوی السہام وہم کل من کان له سهم مقدر فی کتاب اللہ تعالیٰ، او فی سۃ رسولہ علیہ السلام،

او بالاجماع" (الاحتیار لتعلیل المختار: ۵۵۵/۲، کتاب الفرائض، مکتبہ حقانیہ پشاور)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۴۴۷/۲، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۲) "العصبات وہم کل من لیس له سهم مقدر، ویأخذ ما بقی من سهام ذوی الفروض، و إذا انفرد أخذ

جميع المال" (الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۴۵۱/۶، کتاب الفرائض، باب العصبات، رشیدیہ)

(و کذا فی الاختیار لتعلیل المختار: ۵۶۲/۲، کتاب الفرائض، مکتبہ حقانیہ کوئٹہ)

(۳) "ذوی الارحام: هو کل قریب لیس بذی سهم ولا عصبۃ، ولا یرث مع ذی سهم ولا عصبۃ"

(الدر المختار: ۷۹۱/۶، کتاب الفرائض، باب توریث ذوی الارحام، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۴۵۹/۶، کتاب الفرائض، باب ذوی الارحام، رشیدیہ)

(۴) "المروض المذكورة فی القرآن نوعان الاول: النصف والربع، والثمن والثانی:

الثلث والثلثان والسدس" (الدر المختار: ۸۰۳/۶، کتاب الفرائض، باب المحارج، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۴۶۴/۶، کتاب الفرائض، الباب الحادی عشر فی حساب

الفرائض، رشیدیہ)

فصل فی ذوی الفروض

ذوی الفروض کی اقسام

ان فروض (حصص معینہ) کے مستحقین کو ذوی الفروض کہتے ہیں اور وہ کل بارہ فرہیں، چار ذکور (مرد) ہیں، آٹھ اناث (عورتیں) ہیں۔ تفصیل ذکور: اب، جد، اخیانی بھائی، زوج (۱)۔ پہلے ان کے حالات معلوم ہو جائیں تو پھر اناث اور ان کے حالات بیان کئے جائیں گے۔

ذکور کے حالات

۱۔ اب کے حالات:

میت کے ورثہ میں اگر باپ موجود ہو تو اس کی تین صورتیں ہیں:
اول: فرض مطلق (سدرس) کا مستحق ہوگا، یعنی باپ کو چھٹا حصہ ملے گا اور یہ اس وقت ہے کہ میت کے بیٹا یا پوتا بھی موجود ہو۔

دوم: فرض و تعصیب معا: یعنی ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے پہلے چھٹا حصہ دیا جائے گا، اس کے بعد دیگر ذوی الفروض کے حصص دے کر جو کچھ بچے گا، وہ عصب ہونے کی حیثیت سے مل جائے گا۔ اور یہ اس وقت ہے کہ میت کے بیٹی یا پوتی موجود ہو۔

سوم: تعصیب محض یعنی ذوی الفروض کو دینے کے بعد عصب ہونے کی حیثیت سے جو کچھ بچے گا، باپ کو مل جائے گا اور کوئی حصہ معینہ باپ کو نہیں ملے گا، اس حالت میں وہ ذوی الفروض میں سے نہیں ہے۔ اور یہ اس

(۱) ”وأصحاب هذه السهام اثنا عشر نفرأ، أربعة من الرجال، وهم: الأب، والحد، والأخ لأم، والزوج. وثمان من النساء، وهن: الزوجة، والست، وست الابن والأخت لأب وأم، والأم، والحدة

الصحيحة“۔ (السراجی، ص: ۵، معید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۴۴۸/۶، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

وقت ہے کہ ورثہ مذکورین میں سے (بیٹا، پوتا، بیٹی، پوتی) کوئی نہ ہو (۱)۔

۲۔ جد کے حالات:

دادا کی وراثت کی بھی وہی تین صورتیں ہیں جو باپ کی ہیں، صرف اتنا فرق ہے کہ اگر باپ اور دادا دونوں موجود ہوں تو دادا کو کچھ نہیں ملے گا..... وہ کالعدم ہوگا (۲)۔

۳۔ ابن الأم کے احوال:

اخینافی بی بی جو صرف ماں میں شریک ہو، اس کی تین صورتیں ہیں: جب کہ وہ ایک ہو تو اس کو سدس ملے گا، جب دو یا زیادہ ہوں تو ثلث ملے گا، جب میت کی اولاد یا بیٹے کی اولاد یا باپ دادا میں سے کوئی موجود ہو تو پھر بچھ نہیں ملے گا، بلکہ وہ کالعدم ہوگا (۳)۔

(۱) 'ما الریحال' فلول الاب، وله ثلاثة احوال. الفرص المحص وهو السدس مع الابن وابن الابن وابن سفل والتعصيب المحص، وذلك عند عدم الولد وولد الابن والتعصيب والفرص، وذلك مع لست وست الابن، فله السدس بالفرص والصف للبت والباقي له بالتعصيب

(الاحتيار لتعليل المختار: ۵۵۵/۲، ۵۵۶، كتاب الفرائض، مكتبة حقانيه، پشاور)

(و كذا في الفتاوى العالمكبرية: ۴۴۸/۶، كتاب الفرائض، الباب الثاني، رشيديه)

۲، "ولحد لصحيح كالأب ويسقط الجد بالأب؛ لأن الأب أصل في قرابة الحد إلى الميت"، (السراحي، ص: ۶، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمكبرية: ۴۴۸/۶، كتاب الفرائض، رشيديه)

۳، "ولدت لآح لآه، وله السدس، وللاثني فصاعداً الثلث وإن اجتمع الذكور والأناث، استروا في الثلث قال الله تعالى: وإن كان رجل يورث كلالة أو امرأة وله أخ أو أخت، فلكل واحد منهما السدس" [سورة النساء: ۱۲] (الاحتيار لتعليل المختار: ۵۵۶، كتاب الفرائض، مكتبة حقانيه، پشاور)

(و كذا في الفتاوى العالمكبرية: ۴۴۸/۶، كتاب الفرائض، رشيديه)

۴۔ زوج کے احوال:

شوہر کی دو صورتیں ہیں اگر میت کی اولاد نہ ہو تو نصف ملے گا اور اگر اولاد ہو تو ربع کا مستحق ہوگا (۱)۔
یہاں تک ذکر کا بیان ختم ہوا۔

اناث کے حالات

زوجہ، بنت، بنت الہن، اخت، بنتی، اخت، ام، جدہ (دادی، نانی)۔

۱۔ زوجہ کے احوال:

بیوی کی دو صورتیں ہیں: اگر اولاد نہ ہو تو ربع کی مستحق ہوگی، اگر اولاد ہو تو ثمن کی مستحق ہوگی۔ غرض شوہر سے نصف کی مستحق ہوگی (۲)۔

۲۔ بنت کے احوال:

لڑکی کی تین صورتیں ہیں ایک ہو تو نصف کی مستحق ہوگی، دو ہوں یا دو سے زیادہ ہوں تو ثمن کی مستحق ہوں گی (۳)۔ اور اگر لڑکا بھی ہو تو غصبہ بن جائیں گی، یعنی لڑکی کو اکبر اور چڑکے کو دوہرا ملے گا (۴)۔ اس صورت میں وہ ذوی الفروض میں نہیں۔

(۱) قال الله تبارك وتعالى ﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَرْوَاحُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ، فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ،

فَلَكُمْ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يَوْصِيَنَّ بِهَا أَوْ دِينَ﴾. (سورة النساء: ۱۲)

(۲) قال الله تبارك وتعالى ﴿وَلَهُنَّ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ، فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ

مِمَّا تَرَكَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يَوْصُونَ بِهَا أَوْ دِينَ﴾. (سورة النساء: ۱۲)

(۳) قال الله تبارك وتعالى ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَى، فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ

اِثْنَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثُ مَا تَرَكَ، وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾. (سورة النساء: ۱۱)

(۴) قال الله تبارك وتعالى ﴿وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً، فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَى﴾. (سورة

۳۔ بنت الابن کے حالات:

پوتی کی چھ صورتیں ہیں: تین تو وہی ہیں جو بیٹی کی ہیں۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ میت کے اگر بیٹی بھی ہو تو پوتی کو سدس ملے گا۔ پانچویں صورت یہ ہے کہ جب دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو پوتی کو کچھ نہیں ملے گا۔ چھٹی صورت یہ ہے کہ جب دو بیٹیاں ہوں اور کوئی پوتا بھی ہو تو اس صورت میں وہ پوتی اپنے بھائی (پوتے) کے ساتھ عصبہ بن جائے گی اور باقی ترکہ میں سے اکبر اپوتی کو اور دو ہر پوتے کو مل جائے گا (۱)۔

۴۔ اخت عینی کے حالات:

یعنی بہن کی پانچ صورتیں ہیں: ایک ہو تو نصف۔ دو یا زیادہ ہوں تو ثلثان۔ اگر عینی بھائی بھی ہو تو عصبہ بن جائے گی، یعنی بھائی کو دو ہر اور بہن کو اکبر ملے گا۔ اگر بیٹی یا پوتی بھی موجود ہو تو اس کے دینے کے بعد جو بچے گا وہ سب عینی بہن کو مل جائے گا، یعنی وہ عصبہ بن جائے گی۔ اگر بیٹا، پوتا، باپ، دادا کوئی موجود ہو تو پھر عینی بہن کو کچھ نہیں ملے گا، وہ کالعدم ہوں (۲)۔

۵۔ اخت علاتی کے احوال:

باپ شریک بہن کی سات حالتیں ہیں: پانچ تو وہی ہیں جو عینی بہن کی ہیں۔ چھٹی صورت یہ ہے کہ ایک عینی بہن بھی اگر موجود ہو تو اس وقت علاتی بہن کو سدس ملتا ہے، جیسا کہ بیٹی کے موجود ہونے کی صورت میں پوتی

(۱) "وَبَنَاتِ الْإِبْنِ كَبَنَاتِ الْوَلَدِ، وَلَهُنَّ أَحْوَالٌ سِتُّ: الْوَلَدُ لِلْوَاحِدَةِ، وَالثَّلَاثُ لِلثَّلَاثِ، وَفَصَاعِدَةٌ عَدَمُ بَنَاتِ الْوَلَدِ، وَلَهُنَّ السُّدُسُ مَعَ الْوَاحِدَةِ الصَّلِيَّةِ تَكْمِلَةً لِلثَّلَاثِ، وَلَا يَرْتَنُّ مَعَ الصَّلِيَّتَيْنِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ بَحْدَانَهُمَا أَوْ أَسْفَلَ مِثْلِهِمَا عِلَامًا، فَيُعْضَهُنَّ، وَالْبَاقِي بَيْنَهُمَا لِلذَّكَرِ مِثْلَ حَظِّ الْأُنثَى، وَيَسْقُطْنَ بِالْإِبْنِ." (السراجی، ص: ۷، سعید)

(وَكَذَا فِي الْفَتَاوَى الْعَالَمَكِيَّةِ: ۴۴۸/۶، كِتَابُ الْفَرَائِضِ، رَشِيدِيَّة)

(۲) "وَأَمَّا الْأُخْوَاتُ لِأَبٍ وَأُمٍّ، فَلِلْوَاحِدَةِ مِثْلُ الْوَلَدِ، وَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَصَاعِدًا فَلَهُمَا الثَّلَاثُ، وَمَعَ الْأَخِ لِأَبٍ وَأُمٍّ لِلذَّكَرِ مِثْلَ حَظِّ الْأُنثَى، وَيَسْقُطْنَ بِالْإِبْنِ وَالْأَخِ وَالْأُمِّ وَالْأَبِ وَالْحَدِّ وَإِنْ عَلَا وَلَهُنَّ الْبَاقِي مَعَ الْبَنَاتِ أَوْ مَعَ الْبَنَاتِ وَالْأَخِ، لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ "أَحْبَبُوا الْأُخْوَاتِ مَعَ الْبَنَاتِ عَصَةَ" (الْبَزَارِيُّ عَلَى هَامِشِ الْفَتَاوَى الْعَالَمَكِيَّةِ ۴۵۶، كِتَابُ الْفَرَائِضِ، الْفَصْلُ الْأَوَّلُ فِي أَصْحَابِ الْفَرَائِضِ، رَشِيدِيَّة)

کو سدس ملتا ہے، اور دو بیٹیاں ہونے کی صورت میں پوتی کو کچھ نہیں ملتا ہے۔ ساتویں صورت یہ ہے کہ دو یا زیادہ عینی بہن ہوں تو علاقائی بہن کو کچھ نہیں ملے گا، بلکہ وہ کالعدم ہوگی۔ ہاں! اگر اس صورت میں کوئی علاقائی بھائی بھی ہو تو باقی ترکہ اکبر علاقائی بہن کو ملے گا اور دو ہر علاقائی بھائی کو، یعنی وہ عصبہ بن جائے گی (۱)۔

۶۔ اخت اختیافی کے احوال:

ماں شریک بہن کا بالکل وہی حال ہے جو ابن الام (ماں شریک بھائی) کا ہے (۲)۔

۷۔ ام کے حالات:

ماں کی تین حالتیں ہیں: ایک حالت میں سدس ملتا ہے، وہ اس وقت کہ میت کے اولاد، یا بیٹے کی اولاد ہو، یا دو یا دو سے زیادہ بھائی بہن بھی کسی قسم کے ہوں۔ دوسری صورت میں ثلث ملتا ہے، وہ جب کہ ان میں سے کوئی نہ ہو۔ تیسری صورت میں ثلث ملتا ہے۔ مگر بعد فرض احد الزوجین، مثلاً کسی عورت نے شوہر چھوڑا اور ماں باپ، تو شوہر کا فرض حصہ معینہ (نصف) نکالنے کے بعد جو بچے اس کا ثلث ماں کو ملے گا۔ اور اگر مرد کا انتقال ہوا اور اس نے زوجہ چھوڑی اور ماں باپ تو زوجہ کا فرض حصہ معینہ (ربع) نکالنے کے بعد جو بچے اس کا ثلث ماں کو ملے گا (۳)۔

(۱) "الأحوات لأب وهن كالأحوات لأبوين عند مهن، فللواحدة النصف، وللأكثر الثلثان عند عدم الأحوات لأب وأم، ولهن السدس مع الأخت لأب وأم تكملة للثنتين، ولا يرثن مع الأخيين لأب وأم إلا أن يكون معهن أخ لأب، فيعصبتهن، فيكون للأختين لأب وأم الثلثان والباقي بين الأولاد للذكر مثل حظ الأنثيين، ولهن الباقي مع البسات أو مع بسات الابن". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۶/۵۵۰، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، رشیدیہ)

(و کذا فی السراجی، ص: ۱۰، سعید)

(۲) "والثالث: الأخ لأم، وله السدس، وللانثیین فصاعداً الثلث. وإن اجتمع الذکور والأناث، استورا فی الثلث. قال الله تعالی ﴿وإن کان رجل یورث کلالۃً أو امرأة وله أخ أو أخت، فلكل واحد منهما السدس﴾" [سورة النساء: ۱۲]. (الاحتیار لتعلیل المحتار: ۲/۵۵۶، کتاب الفرائض، مکتہ حقانیہ پشاور)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۶/۳۳۸، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

(۳) قال الله تارک وتعالی ﴿ولأبویہ لكل واحد منهما السدس إن کان له ولد، فإن لم یکن له ولد =

۸۔ جدہ کے حیات:

دادی، نانی کو سدر سے کا۔ ماں، ارموجود ہو تو دادی، نانی کو کچھ نہیں ملے گا۔ باپ، ارموجود ہو تو دادی کو پتھ نہیں ملے گا (۱)۔

یہاں تک ذوی غرض کا بیان ختم ہوا، آگے ورثہ کی دوسری قسم عصبات کا بیان شروع ہوتا ہے۔

فصل فی العَصَبَة

عصبات کی قسمیں

عصبہ تین قسم پر ہے۔ عصبہ بنفسہ، عصبہ بغيره، عصبہ مع غيره۔

قسم اول عصبہ بنفسہ

عصبہ بنفسہ ہر وہ مذکر ہے جس کی میت کی طرف نسبت کرنے میں کسی عورت کا واسطہ نہ آئے، اس کی

= وورثہ ابواء، ولأمة الثلث، فإن كان له إخوة فلأمة السدس (سورة النساء ۱۲)

”وأما للأُم فأحوال ثلث: السدس مع الولد، أو ولد الابن وإن سفل، أو مع الاثنين من الإخوة والأخوات فصاعداً من أي جهة كانا، وثلث الكل عند عدم هؤلاء المذكورين، وثلث ما بقى بعد فرض أحد الزوجين“ (السراجی، ص: ۱۱، سعید)

(وکذا فی الاحتیار لتعلیل المختار ۲/ ۵۵۹، کتاب الفرائض، مکتبہ حقایقہ پشاور)

(۱) ”عن ابن سیرین عن ابنه رضى الله تعالى عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم جعل للحددة السدس إذا لم تكن دونها أم“ (سنن ابی داؤد ۲/ ۴۰۱، کتاب الفرائض، باب فی الحددة، دار الحديث ملتان)

(ومشکوۃ المصابیح: ۱/ ۲۶۳، باب الفرائض، قدیمی)

”ولللحددة السدس، لأُم كانت أو لأب، واحدة كانت أو أكثر إذا كن ثلثات منحدیات فی

الدرجة، ويسقط كلهن لأُم والأبویات أيضا بالأب، وكذلك بالحد“ (السراجی، ص: ۱۱، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۲/ ۳۵۰، کتاب الفرائض، رشیدیہ)

چار قسمیں ہیں:

اول: جزء میت بیٹا، پوتا وغیرہ۔

دوم: اصل میت باپ، دادا وغیرہ۔

سوم: میت کے باپ کا جز بھائی، بھتیجا وغیرہ۔

چہارم: میت کے دادا کا جز تایا، چچا وغیرہ۔

ان کی وراثت قرب و قوت کے اعتبار سے ہوگی یعنی قریب کی موجودگی میں بعید کو کچھ نہیں ملے گا۔ ترتیب مذکورہ کا لحاظ رکھا جائے یعنی جزء میت کے ہوتے ہوئے اصل میت کو عصبہ ہونے کی حیثیت سے کچھ نہیں ملے گا (اگرچہ ذوی الغرض ہونے کی حیثیت سے اس کا حصہ ضرور ملے گا)۔ اور پھر جزء میں بھی جب بیٹا ہو تو پوتے کو کچھ نہیں ملے گا، یعنی بیٹے کی موجودگی میں پوتا محروم رہے گا۔ نیز بیٹے کی موجودگی میں باپ، باپ کی موجودگی میں تایا، چچا کو کچھ نہیں ملے گا۔

یہ تو قرب کے لحاظ سے ہے، و قوت کا مطلب یہ ہے کہ بیٹی بھائی کی موجودگی میں علاتی بھائی اور بیٹی چچا کی موجودگی میں علاتی چچا کو کچھ نہیں ملے گا (۱)۔

قسم دوم: عصبہ بغیرہ

وہ پرعورتیں ہیں جن کو ذوی الغرض ہونے کی حیثیت سے ایک ہونے کی صورت میں نصف اور دویا

(۱) "العصات السبیه ثلاثہ بفسہ، وعصۃ بعیرہ، وعصۃ مع عرہ" العصۃ بفسہ وہو کل ذکر لم یدخل فی بستہ الی المیت انثی ثم العصات بأنفسہم أربعة أصناف حرۃ لمیت، ثم أصلہ، ثم حرۃ ایہ، ثم حرۃ حدہ ویقدم الأقرب ولاغرب مہم بهذا الترتیب، فبقدم حرۃ المیت کالابن، ثم ایہ وان سفل، ثم أصلہ الاب، ثم الحد الصحیح وهو أبو الاب وان علا ثم حرۃ ایہ الأخ لابویس، ثم لاب، ثم ایہ وان سفل، ثم حرۃ حدہ المہم لابویس، ثم لأب، ثم سہ وان سفل، ثم عم الاب، ثم ایہ، ثم عم الحد، ثم ایہ کد لکب وان سفل ویرجحون بقوة القرانہ، فمن کان لأبویس مقدم علی من کان لاب، لقوله صلی اللہ علیہ وسلم "إن اعیان بسی الأم یتوارثون دون بسی العلات" والحاصل أنه عند الاسواء فی الدرحة یقدم ذو القرائتین، وعند التفاوت فیہا یقدم الأعلى (الدر المختار: ۷/۷۷۴، کتاب الفرائض، فصل فی العصات، سعید)

زیادہ ہونے کی صورت میں ثلثان ملتا ہے، وہ اپنے بھائیوں کی ہونے کی صورت میں عصبہ ہو جاتی ہیں: بیٹی، بیٹے کے ساتھ اور پوتی، پوتے کے ساتھ، یعنی بہن بھائی کے ساتھ، علاقائی بہن، علاقائی بھائی کے ساتھ (۱)۔

قسم سوم: عصبہ مع غیرہ

وہ عورت جو دوسری عورت کے ساتھ مل کر عصبہ بن جاتی ہے، مثلاً: بہن عصبہ بن جاتی ہے بیٹی کے ساتھ (۲)۔

یہاں تک ذوی الفروض اور عصبیات کی تقسیم پوری ہو گئی۔ اب بعض امور قعدہ کلیہ کے طور پر بیان کئے جاتے ہیں جن سے ورثہ کے مستحق اور محروم ہونے کا حال معلوم ہوگا۔

فصل فی الحجب والحرمان

حجب

پانچ ورثہ ایسے ہیں جن کے حصص میں دوسرے ورثہ کی موجودگی میں کمی آ جاتی ہے، اگر وہ نہ ہوتے تو ان کو حصہ زیادہ ملتا ہے۔ وہ پانچ یہ ہیں: شوہر، بیوی، ماں، پوتی، علاقائی بہن، مثلاً: اگر اولاد نہ ہو تو شوہر کو نصف ملتا ہے مگر اولاد کی موجودگی میں رابع ملتا ہے وغیرہ وغیرہ (۳)۔

(۱) "یصیر عصبہ بغیرہ البنات بالابن وبنات الابن مابن الابن وإن سفلوا، والأخوات لأبویں أولاب بأخیہیں، فہن أربع ذوات الصف والثلثیں، یصرون عصبۃ باخوتہیں"۔ (الدرالمختار ۶/۷۷۵، کتاب الفرائض، فصل فی العصبیات، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۶/۳۵۱، کتاب الفرائض، باب العصبیات، رشیدیہ)

(۲) "وأما العصبۃ مع غیرہ، فکل أنشی تصیر عصبۃ مع أنشی أخرى کالأخت مع البنت، لمادکرما" (السراحي، ص: ۱۳، سعید)

(و کذا فی الدرالمختار: ۶/۷۷۶، کتاب الفرائض، باب العصبیات، سعید)

(۳) "الحجب علی نوعین حجب بقصار، وهو حجب عن سہم إلی سہم، وذلك لخمسۃ نفر =

حرمان

چھ ورثہ ایسے ہیں جو بھی محروم نہیں ہوتے، یعنی ایسا ابھی نہیں ہوتا کہ ان کو چھ نہ ملے: بیٹا، باپ، شوہر، بیٹی، ماں، بیوی۔

بعض ورثہ ایسے ہیں کہ کسی وقت ان کو وراثت ملتی ہے کسی وقت نہیں ملتی، اس کا مدار دو قاعدوں پر ہے: اول یہ کہ جس شخص سے میت کی قرابت کسی واسطے سے ہو، جب وہ واسطے موجود ہوگا وہ شخص محروم ہوگا، مثلاً: دادا کہ اس سے قرابت بواسطہ والد ہے تو والد کی موجودگی میں دادا کو کچھ نہیں ملے گا۔ اسی طرح بیٹے کی موجودگی میں پوتا اور بھائی کی موجودگی میں بھتیجی محروم رہے گا۔ لیکن اخیانی بھائی بہن اس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں کہ ماں کی موجودگی میں بھی ان کو وراثت ملتی ہے، حالانکہ ان سے رشتہ ماں ہی کے واسطے سے ہے (۱)۔

دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ اقرب کی موجودگی میں ابعد محروم رہے گا، جیسا کہ بھائی کی موجودگی میں چچا محروم رہتا ہے۔ عصبہ بنفسہ کی بحث میں اس کا بیان آچکا۔

فصل فی مخارج ذوی الفروض

مخارج فروض:

یہاں سے تقسیم میراث کا طریقہ شروع ہوتا ہے۔ جب یہ معلوم ہو چکا کہ کل فروض چھ ہیں جن کی

= الزوجین، والام، وبت الابن، والأخت لأب۔ (السراحي، ص. ۱۶، باب الحجب، سعید)
(۱) "وَحَبَّ حَرَمَان، وَالْوَرِثَةُ فِيهِ فَرِيقَانِ فَرِيقٌ لَا يَحْبُونَ بِحَالِ النِّسْبَةِ وَهُمْ سِتَّةٌ. الْإِبْنُ، وَالْأَبُ، وَالرَّوْحُ، وَالْبَتُّ، وَالْأُمُّ، وَالزَّوْجَةُ وَفَرِيقٌ يَرِثُونَ بِحَالٍ وَيَحْبُونَ بِحَالٍ، وَهَذَا مَبْنًى عَلَى أَصْبِيحٍ أَحَدُهُمَا هُوَ أَنْ كُلٌّ مِنْ يَدُلُّ إِلَى الْمَيِّتِ بِشَخْصٍ لَا يَرِثُ مَعَ وَحْدِهِ ذَلِكَ الشَّخْصُ سِوَى أَوْلَادِ الْأُمِّ، فَإِنَّهُمْ يَرِثُونَ مَعَهَا لِانْعِدَادِ اسْتِحْقَاقِهَا حَمْعَ التَّرَكَةِ، وَالنَّاسِ الْأَقْرَبُ فَلِأَقْرَبٍ، كَمَا ذَكَرْنَا" (السراحي، ص: ۱۶، باب الحجب، سعید)

(و كذا في الفتاوى العالمكبرى ۶ ۴۵۲، كتاب الفرائض، الباب الرابع في الحجب، رشيدية)

”نوع ہیں نوع من نصف، ربع، ثمن، نوع ثانی، ثلثان، ثلث، سدس (۱)۔

جب کسی میت کی میراث تقسیم کرنا ہو تو دیکھو کہ اس کے ورثہ میں ذوی الفروض ہیں یا نہیں۔ اگر ذوی الفروض ہوں تو وصف نوع اول کے ہیں یا صرف نوع ثانی کے یا مخلوط۔ اگر صرف نوع اول کے ہیں تو ایک ایک ہیں یا زیادہ، اگر صرف نوع اول کا ایک وارث ذوی الفروض میں سے ہے تو جو اس کا فرض ہو، اس کے موافق عدد سے وراثت تقسیم کر دی جائے، مثلاً اگر اس کا فرض ثمن ہے تو آٹھ عدد کل ترکہ کو قرار دے کر تقسیم کر دیں، اگر فرض ربع ہے تو تقسیم چار سے کر دیں، اگر نصف ہو تو تقسیم دو سے (۲)۔

اور اگر ایک سے زیادہ ذوی الفروض ہوں تو جو بڑے سے بڑا عدد اس فرض کے موافق ہو، اس سے تقسیم کر دیں، مثلاً ایک کا فرض ثمن، ایک کا نصف ہے، آٹھ سے تقسیم کر دیں، مثلاً: زید کا انتقال ہو، نے ایک بیوی چھوڑی، ایک بیٹی، ایک بھائی، تو اس صورت میں بیوی اور بیٹی ذوی الفروض میں سے ہیں اور بھائی عصبہ ہے۔ بیوی کا فرض ثمن ہے، بیٹی کا نصف ہے اور باقی بھائی کا ہے تو ثمن کے موافق آٹھ ہے، ہذا کل ترکہ آٹھ

(۱) ”الفرع المذکور فی القرآن بوعان: الأول، الصف والربع، والثلث، والثانی

الثلث والثلثان والسدس“ (الدر المختار ۶/۸۰۳، کتاب الفرائض، باب المحارح، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۴۶۴، کتاب الفرائض، الباب الحادی عشر فی حساب الفرائض، رشیدیہ)

(۲) ”اعلم ان الفرع بوعان الأول الصف، والربع، والثلث، والثانی، والثلثان، والسدس

فالصف من اثنين، والربع من أربعة، والثلث من ثمانية، والثلثان والثلث من ثلاثة، والسدس والسدسان من ستة، فإذا احتلط الصف من نوع الأول بكل النوع الثانی أو بعصه أو باثنين فہی من ستة، وإن احتلط الثمن كذلك فمن أربعة وعشرين“ (الاحیاء لتعلیل المختار ۲/۵۹۱، ۵۹۳، کتاب

الفرائض، فصل فی حساب الفرائض، مکتبہ حقانیہ پشاور)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۴۶۴، کتاب الفرائض، باب حساب الفرائض، رشیدیہ)

(و کذا فی السراجی، ص: ۱۸، باب محارح الفروض، سعید)

سہام قرار دے کر اس طرح تقسیم کر دیں گے:

مسئلہ ۸

زوجہ	بنت	خ یمنی
۱	۴	۳

یہی عمل اس وقت کیا جائے گا جب کہ صرف نوع ثانی کے ذوی الفروض ہوں، مثلاً: اگر کوئی فرض ثلاثن یا ثلث ہو تو تین سے، اگر سدس بھی ہو تو چھ سے، جیسے زید کا انتقال ہوا، اس نے ماں چھوڑی اور دو یمنی بہنیں، ایک چچا۔ تو ماں کا سدس ہے اور دو بہنوں کا ثلاثن ہے، باقی چچا کا ہے۔ چھ سے اس طرح تقسیم کر دیا جائے:

مسئلہ ۶

ام	اخت یمنی	اخت یمنی	عم
۱	۲	۲	۱

اگر دونوں نوع کے مخلوط ہوں تو اگر نوع اول کا نصف مخلوط ہو، نوع ثانی کے سب اقسام کے ساتھ، یا بعض کے ساتھ تو چھ سے تقسیم کیا جائے۔ مثلاً:

مسئلہ ۶

زوجہ	ام	اخت اخیانی	اخت اخیانی
نصف	سدس	ثلث	ثلث
۳	۱	۲	۱

اور اگر نوع اول کا ربع مخلوط ہو نوع ثانی کے کل یا بعض کے ساتھ تو بارہ سے تقسیم کیا جائے گا، مثلاً:

مسئلہ ۲

زوجه	ام	اخت اخیانی	اخت اخیانی	عم
ربع	سدس	ثث		۳
۳	۲	۲	۲	

اور اگر زوج اس کا شتم مخلوط ہو نو ثانی کے کل یا بعض کے ساتھ تو چوبیس سے تقسیم کیا جائے۔ مثلاً

مسئلہ ۲۰

زوجه	ام	بنت	بنت	عم
شتم	سدس	ثلثان		عصبہ
۳	۴	۸	۸	۱

باب فی العول

جس عدد سے کل ورثہ کے حصہ کو تقسیم کیا جائے اس کو ”مخرج“ کہتے ہیں۔ ذوی افروض ہونے کے وقت جب ترکہ تقسیم کیا جائے تو کل مخارج یہ ہوں گے: ۲=۳=۴=۶=۸=۱۲=۲۴۔

کبھی مخرج کم رہ جاتا ہے یعنی اس مخرج سے جمیع ذوی افروض کے فروض پورے نہیں ہوتے تو ایسے وقت میں مخرج میں کچھ زیادتی کرنی جاتی ہے، اس زیادتی کو اہل فرائض کی اصطلاح میں ”عول“ کہتے ہیں۔ چار مخرج ایسے ہیں کہ جن میں کبھی عول کی ضرورت نہیں پڑتی ۲=۳=۴=۸۔ تین مخارج ایسے ہیں جن میں کبھی کبھی عول کی ضرورت ہوتی ہے، وہ تین یہ ہیں: ۶=۱۲=۲۴۔

چھ کا عول

چھ کا عول دس تک ہو سکتا ہے یعنی کبھی اس میں ایک کی زیادتی کریں گے کبھی دو کی، کبھی تین کی، کبھی چار

کی (۱)۔ اس لئے چار مثالوں کی ضرورت ہوئی، مثلاً

مسئلہ ۶، ع ۷

زواج	اُخت	اُخت
۳	۲	۲

مسئلہ ۶، ع ۷

زواج	اُم	اُخت
۳	۲	۳

(۱) ”العول ہو ریادة السہام علی محرر الفریضة، ثم المحارح سعة أربعة لاتعول. الاثنان والثلاثة، ر لربعة، والثمانية. وثلاثة قد تعول بالاحتلاط فستة تعول أربع عولات إلى عشرة وتراً وشفعا، فنعول لسبعة كزوج وشقيقتين، ولثمانية كہم (أی المدکورین من قبل) وام، ولتسعة كہم واح لاد، ولعشرة كہم واح آخر لام واثنا عشرة تعول ثلاثاً إلى سبعة عشرة وتراً لا شفعا، فنعول لثلاثة إلى سعة عشرة وتراً لا شفعا، فنعول لثلاثة عشر كروحة وشقيقتين وام، ولخمسة عشرة كہم واح لاد، ولسعة عشر كہم واح آخر لام واربعة وعشرون تعول إلى سعة وعشرين فقط كامرأة وستين وأربعين“ (الدرالمختار: ۷/۷۸۶، کتاب الفرائض، باب العول، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۶/۴۶۸، کتاب الفرائض، الباب الثالث عشر فی العول، رشیدیہ)

(وکذا فی السراجی، ص: ۱۹، باب العول، سعید)

مسئلہ ۶، ع ۹

زوج	اُختان یعنی	ام	اُخت لأم
۳	۴	۱	۱

مسئلہ ۶، ع ۱۰

زوج	اُختان یعنی	اُختان لأم	ام
۳	۴	۲	۱

بارہ کا عول

بارہ کا عول کبھی تیرہ ہوگا کبھی پندرہ، کبھی سترہ، اس لئے تین مثالوں کی ضرورت ہوئی، مثلاً:

مسئلہ ۱۲، ع ۱۳

زوج	بنت	بنت	ام
۳	۴	۴	۲

مسئلہ ۱۲، ع ۱۵

زوج	بنات	اب	ام
۳	۸	۲	۲

مسئلہ ۱۲، ع ۱۷

زوجہ	اُختان لأم	اُختان لآب	جدہ
۳	۴	۸	۲

چوبیس کا عول

چوبیس کا عول صرف ستائیس ہوگا، اس کی مثال یہ ہے، مثلاً:

مسئلہ ۲۴، ع ۲۷

زوجہ	بنت	بنت	اب	ام
۳	۸	۱۶	۴	۴

☆ ... ☆ . ☆ ... ☆ . ☆

باب الرد

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مخرج سے جمیع ذوی الفروض موجودہ حصص دینے کے بعد کچھ بچ جاتا ہے جس کا کوئی مستحق نہیں ہوتا (اس بچے ہوئے کو فی ضل کہتے ہیں) تو یہ فی ضل پھر انہیں ذوی الفروض کو ان کے حصص کے حقوق کی نسبت سے مکرر دیا جاتا ہے، اس کو ”رد“ کہتے ہیں (۱)۔

تو رد گویا کہ عوال کی ضد ہوا کہ وہاں مخرج میں اضافہ کی ضرورت ہوتی ہے، یہاں مخرج کو کم، درمختص کرن پڑتا ہے۔

تنبیہ:

رد کی ضرورت عصبہ کی موجودگی میں کبھی نہیں ہوتی، کیونکہ وہ فی ضل کا مستحق ہوتا ہے تو گویا کہ ایسی صورت میں فی ضل پتتا ہی نہیں (۲)۔

تنبیہ:

زوجین پر رد نہیں ہوتا ہے (۳)۔

(۱) ”الرد ضد العول مافصل عن فرض ذوی الفروض ولا مستحق له، یرد علی ذوی الفروض بقدر حقوقهم إلا علی الزوجین“۔ (السراجی، ص: ۲۸ باب الرد، سعید)

(۲) ”والرد ضده كما مر، فإن فضل عنها: أي عن الفروض والحال أنه لا عصبه ثمة، یرد الفضل علیهم بقدر سهامهم إلا علی الزوجین“ (الدر المختار ۶ ۷۸۷، کتاب الفرائض، باب العول، سعید)

”الرد ضد العول“ .. فقول: مافصل عن فرض ذوی الفروض ولا مستحق له من العصبه ولو كان یحرز“۔ (الشریفیہ، ص: ۷۴، باب الرد، سعید)

(۳) (راجع الحاشیة المتقدمة)

مسائل رد

رد کے مسائل چار قسم پر ہیں۔ پہلی دو قسمیں تو ایسی ہیں جن میں صرف ایسے ورثہ ہوں جن پر رد ہوتا ہے (یعنی زوجین نہ ہوں) اور دوسری دو قسمیں ایسی ہیں جن میں اصحاب الرد اور غیر اصحاب الرد دونوں قسم کے ورثہ ہوں (۱)۔

رد کی قسم اول

اوں یہ کہ صرف ایک جنس کے ورثہ ہوں ایسی صورت میں عدد رؤس ورثہ کو مخرج قرار دے کر تقسیم کر دیا جائے۔ مثلاً:

مسئلہ ۲، ردیہ

بنت

۱

بنت

۱

اس صورت میں دو بنت ثلثان کی مستحق ہیں تو مخرج تین کو قرار دیا جائے، ان کو ثلثان یعنی دو دینے کے بعد ایک فضل رہا، وہ بھی انہیں دو دیا جائے گا اور عدد رؤس یعنی دو کو مخرج بنا کر ایک ایک دونوں کو مل جائے گا۔

دوسری مثال:

مسئلہ ۲، ردیہ

اخذت اخیا فی

۱

اخذت اخیا فی

۱

(۱) "ثم مسائل الباب أي الرد على أقسام أربعة أحدها أن يكون في المسألة حسن واحد ممن يرد عليه عدم من لا يرد عليه، فاجعل المسألة من رؤسهم، كما لو ترك بنتين أو أختين أو حنتين، فاجعل المسألة من اثنين". (السراجي، ص: ۲۹، باب الرد، سعيد)

کہ یہ دونوں ثلث کی مستحق ہیں تو کل مخرج تین بنا کر ایک دونوں کو ملا اور دو فی ضل رہے، عدد رؤس دو سے تقسیم کر دیا۔

تیسری مثال

مسئلہ ۲، ردیہ

جدہ

جدہ

۱

۱

کہ یہ دونوں سدس کی مستحق ہیں تو کل مخرج چھ بنا کر ایک ان دونوں کو ملا، پانچ فی ضل رہے، عدد رؤس سے تقسیم کر دیا۔ یہی حال اس وقت ہوگا جب کہ بنان یا اختان ہوں۔

رد کی قسم ثانی

ثانی یہ کہ دو یا زائد جنس کے ورثہ ہوں تو ایسی صورت میں ان کے مجموعہ سہام کو مخرج بنا کر تقسیم کر دیں گے (۱)۔ مثلاً۔

مسئلہ ۲، ردیہ

أخت لأم

جدہ

۱

۱

(۱) "والثانی: إذا اجتمع فی المسألة جسان أو ثلاثة أجناس ممن یؤدّ علیہ عند عدم من لا یرد علیہ، فاجعل المسألة من سہامہم، أعنی من اثین إذا کان فی المسألة سدسان، أو من ثلثة إذا کان فیہا ثلث وسدس اھ"۔ (السراجی، ص: ۲۹، سعید)

"والثانی: ان کان المرءود علیہ حمسین أو ثلاثة، فمن عدد سہامہم، فمن اثین لو سدسان، وثلثة لو ثلث، وأربعة لو نصف وسدس، وحمسة کثلثین وسدس" (الدرالمختار ۷/۷۸۹، کتاب الفرائض، باب العول، سعید)

کہ دونوں کو سدس سدس مل کر چار فاضل رہے، عد و سہام سے تقسیم کر دیا۔ الحاصل سدسان کی صورت میں مخرج کو رد قرار دیا جائے۔

دوسری مثال:

مسئلہ ۳، ردیہ

ام	اُخْلَام	اُخْلَام
۱	۱	۲

اس صورت میں ام کو سدس ملے گا، اولاد لَام کو ثلث۔ مخرج چھ بن کر ایک اُم کا ہو گیا دو اول و اُم کو مل گئے۔ تین سہام تقسیم ہو گئے، تین فاضل قابل رد رہے، عد و سہام تین سے تقسیم کر دیا۔ الحاصل جب ثلث اور سدس جمع ہوں تو مخرج تین کو رد قرار دیا جائے گا۔

تیسری مثال:

مسئلہ ۴، ردیہ

ام	بنت
۱	۳

اس صورت میں ام کو سدس ملے گا، بنت کو نصف، کل سہام چھ ہو کر ایک ام کو ملے گا، تین بنت کو۔ یعنی چار سہام تقسیم ہو گئے، دو فاضل رہے، لہذا عد و سہام چار سے تقسیم کر دیا۔ اسی طرح اگر بجائے اُم کے بنت ارا بن ہو، اس وقت بھی یہی عمل ہوگا۔ اگر بنت اور جدہ ہوں، یا ایک اخت یعنی اور ایک اخت علاتی ہو، یا ایک اخت یعنی اور جدہ ہو، یا ایک اخت یعنی اور ایک اخت اخیانی ہو، تب بھی یہی صورت ہوگی۔ الحاصل جب ذوی الفروض نصف اور سدس کے مستحق ہوں گے، اس وقت رد کی صورت میں مخرج چار کو رد قرار دیا جائے گا۔

چوتھی مثال

مسئلہ ۵، ردیہ

ام	بنت	بنت
۱	۲	۲

اس صورت میں ام، سدس مے گا اور بنتان ششان۔ حسب ضابطہ مخزن چھ بنار ایک ام کو ملے گا اور چار بنتان کو۔ پانچ سہام تقسیم ہوئے، ایک فاضل رہا تو عدد سہام پانچ ہی سے تقسیم کر دیا۔ اسی طرح یہ مثال

مسئلہ ۵، ردیہ

ام	بنت الابن	بنت
۱	۱	۳

کہ بنت نصف کی مستحق ہے اور بنت الابن سدس کی، ام بھی سدس کی۔ حسب ضابطہ چھ سہام بنا کر تین بنت کو بیس گے، ایک بنت الابن کو، ایک ام کو۔ پانچ سہام تقسیم ہوئے، ایک فاضل رہا، لہذا پانچ سے ہی تقسیم کر دیں گے۔ اسی طرح یہ مثال

مسئلہ ۵

ام	اخت مینی
۲	۳

کہ اخت مینی نصف کی مستحق ہے اور امثلث کی۔ چھ سہام بنا کر تین اخت کو ملے اور دو ام کو، پانچ سہام تقسیم ہوئے، ایک فاضل رہا، لہذا پانچ سے ہی تقسیم کر دیں گے۔ الحاصل جب ذوی الفروض ششان اور سدس، با

نصف اور سدس، یا نصف اور ثلث کے مستحق ہوں تو رد کی صورت میں مخرج پانچ کو قرار دیا جائے گا۔
 ثالث و رابع ثالث و رابع کا سمجھنا قواعد تصحیح کے سمجھنے پر موقوف ہے، لہذا ان دونوں کا بیان انشاء
 التصحیح کے بعد آئے گا اور نتیجے سے پہلے نسبتوں کا حال معلوم ہونا ضروری ہے۔

فصل فی التماثل والتداخل والتوافق والتباين

دو عددوں کے درمیان چار قسم کی نسبتیں ہوتی ہیں: ۱- تماثل ۲- تداخل ۳- توافق ۴- تباين (۱)۔

(۱) ”وإذا أردت معرفة التماثل والتوافق والتداخل والتباين بين العددين فتماثل العددين كون أحدهما مساوياً للآخر كثلاثة وثلاثة وتداخل العددين المحتصين بأحد امرين على ما هما إما بأن يعد أقبلهما الأكثر أى يفيه، أو يكون أكثر العددين مقسماً على الأقل قسمة صحيحة بلا كسر كقسمة الستة على ثلاثة أو اثنين وتوافق العددين أن لا يعد أى لا يفى أقلهما الأكثر، لكن يعدهما عدد ثالث كالثمانية مع العشرين يعدهما أربعة، فيوافقان بالرعب. وتباين العددين أن لا يعد العددين المحتصين عدد ثالث أصلاً كالسبعة مع العشرة.

وإذا أردت معرفة التوافق والتباين بين العددين المحتصين أسقط الأقل من الأكثر من الحس مراراً، فإن توافقا في واحد تبايناً، وإن توافقا في اثنين فبالصف، أو ثلاثة فبالثلث، هكذا إلى العشرة“.
 (الدر المختار: ۲/۸۰۷، ۸۰۸، كتاب الفرائض، باب المخارج، سعيد)

(وكد في الفتاوى العالمكبيرة ۶/۳۶۶، كتاب الفرائض، الباب الثاني عشر في معرفة التوافق والتماثل والتداخل، رشيدية)

”تماثل العددين كون أحدهما مساوياً للآخر، وتداخل العددين المحتصين أن يعد أقلهما الأكثر أى يفيه، أو نقول: هو أن يكون أكثر العددين مقسماً على الأقل قسمة صحيحة، أو نقول أن يزيد على الأقل مثله أو أمثاله، فيساوى الأكثر، أو نقول هو أن يكون الأقل جزءاً للأكثر مثل ثلاثة وتسعة وتوافق العددين هو أن لا يعد أقلهما الأكثر ولكن يعدهما عدد ثالث كالثمانية مع العشرين تعدهما أربعة، فهما متوافقان بالرعب وتباين العددين لا يعد العددين معاً عدد ثالث كالسبعة مع -

تمائل:

جب دو عدد آپس میں برابر ہوں، ان کو تماثل کہتے ہیں اور ان کے درمیان کی نسبت کو تماثل کہتے ہیں، جیسے کسی جنس کے ورثہ کا عدد چار ہے اور وراثت سے جو ان کو حصہ ملا، اس کا عدد بھی چار ہے تو عدد رؤس اور عدد سہام کے درمیان تماثل کی نسبت ہوگی۔

تداخل:

تداخل جب دو عدد برابر نہ ہوں، بلکہ ایک کم دوسرا زائد ہو اور عدد اقل عدد اکثر کو فنا کر دے تو ان کو متداخل اور ان کے درمیان کی نسبت کو متداخل کہیں گے۔

تنبیہ:

فنا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ عدد اقل اکثر سے دو یا زائد مرتبہ منہا یعنی تفریق کر دیں تو عدد اکثر فنا ہو جائے۔ مثلاً: عدد اکثر ۹/ اور اقل ۳/ ہے تو ۹/ سے ۳ کو ایک مرتبہ تفریق کیا ۶ بچے، پھر ۶ سے ۳ کو تفریق کیا تو ۳ بچے پھر ۳ کو ۳/ سے تفریق کیا تو ۹/ بالکل ختم و فنا ہو گیا تو کہا جائے گا کہ ۹/ اور ۳/ میں تداخل ہے۔ اسی طرح ۱۲/ اور ۴/ کا حال ہے۔

بالفاظ دیگر تداخل کی تعریف یہ ہے کہ عدد اکثر جب عدد اقل پر تقسیم کیا جائے تو باقی کسی کسر کے پورا پورا تقسیم ہو جائے۔ عصارۃً اُخریٰ: عدد اقل میں خود عدد اقل ایک یا زائد مرتبہ زائد کیا جائے تو عدد اکثر کے مساوی ہو جائے۔

توافق:

توافق جب عدد اقل، عدد اکثر کو فنا نہ کرے، بلکہ کوئی عدد ثالث ان دونوں کو فنا کر دے تو ان کو متوافق اور ان کے درمیان کی نسبت کو توافق کہتے ہیں، جیسے ۸ اور ۲۰ کہ ان میں سے اقل یعنی ۸ اکثر یعنی ۲۰ کو فنا نہیں کرتا، بلکہ ان دونوں کو ایک عدد ثالث یعنی چار فنا کر دیتا ہے، چار دونوں آٹھ اور چار پیچہ ہیں۔ لہذا ان دونوں میں توافق بالربع کی نسبت ہوئی، اس لئے کہ چار مخرج ہے ربع کا، ۸ کا وفق ۲ ہے اور ۲۰ کا وفق ۵ ہے۔

۱۵ اور ۱۸ میں توافق بالثلث ہے، یعنی ۳ فن کر دے گا ۱۵ اور ۱۸ دونوں کو، تین پنجہ پندرہ اور تین چھکہ ۱۸/۱۵ کا وفق ۵ ہے، ۱۸ کا وفق ۶ ہے۔ ۱۵ اور ۲۰ میں توافق بالخمیس ہے، ۱۵ کا وفق ۳ ہے، ۲۰ کا وفق ۴ ہے۔ ۱۸ اور ۳۰ میں توافق بالسدس ہے، ۱۸ کا وفق ۳ ہے، ۳۰ کا وفق پانچ ہے۔ اسی طرح بالسبع بالثمان، بالتسع، بالعشر کو سمجھنا چاہئے۔ پھر دس سے آگے اس طرح کہیں گے۔ ”حزب من أحد عشر، بحزب من خمسة عشر وغيره“ مثلاً: ۳۰ اور ۴۵ میں توافق بحزب من خمسة عشر ہے۔ پندرہ دونی تیس، پندرہ تیرہ پینتالیس، ۳۰ کا وفق ۲ ہے، پینتالیس کا وفق ۳ ہے۔

تباين:

تباين جب دونوں عددوں کو کوئی تیسرا عدد بھی فنا نہ کرے تو تباين ہوں گے اور ان کے درمیان کی نسبت تباين ہوگی، جیسے ۹ اور ۱۰ کہ یہ دونوں نہ متماثل ہیں کیونکہ برابر نہیں، نہ متداخل ہی کیونکہ ۹ فنا نہیں کر سکتا ۱۰ کو، نہ متوافق ہے، کیونکہ کوئی عدد ثالث ان دونوں کو فنا نہیں کرتا، اس لئے یہ تباين ہیں۔

دلیل حصر:

دو عددوں کے درمیان اگر برابری ہو تو وہ متماثل ہوں گے، اگر برابری نہ ہو تو اگر عدد اقل فنا کر دے گا اکثر کو تو وہ متداخل ہوں گے، اگر اقل فنا نہ کرے اکثر کو تو اگر کوئی عدد ثالث (واحد کے علاوہ) ان دونوں کو فنا کر دے تو وہ متوافق ہوں گے، اگر کوئی عدد ثالث (واحد کے علاوہ) فنا نہ کرے (بکہ واحد فنا کرے) تو وہ تباين ہوں گے (۱)۔

تنبیہ:

واحد عدد نہیں (۲)۔

(۱) (راجع الحاشية المتقدمة آنفاً)

(۲) ”کالتسعة مع العشرة، فإنه لا يعدهما شيئاً سوى الواحد الذي ليس بعدد“۔ (رد المحتار: ۶، ۸۰۸،

كتاب الفرائض، باب المحارج، سعيد)

(وكد في الشريعة، ص ۵۹، باب العول، فصل في معرفة التوافق والتداخل، سعيد)

معرفت نسبت کا طریقہ

تداخل اور تماثل کی نسبت تو ظاہری ہے، توافق اور تباین معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ عدد اقل کو اکثر سے کم (تفقیق) کیا جائے ایک مرتبہ یا چند مرتبہ اور یہ عمل دونوں جانب سے کیا جائے، پس اگر دونوں واحد میں متفق ہو جائیں تو ان کے درمیان توافق نہیں، بلکہ تباین ہے۔ اور اگر واحد کے علاوہ کسی عدد میں متفق ہو جائیں تو ان کے درمیان توافق ہے اس جزء کے اعتبار سے جو اس کا مخرج ہے، جیسے ایک عدد "سات" ہے اور دوسرا عدد "دس" ہے، اقل یعنی سات کو جب اکثر یعنی دس سے کم کیا نو تین باقی رہے، پھر سات سے ایک دفعہ تین کم کیا تو چار رہے، پھر چار سے تین کم کئے تو ایک رہا، پھر تین سے ایک دفعہ ایک کم کیا تو دو رہے، پھر دو سے ایک کم کیا تو ایک رہا۔ غرض واحد میں سات اور دس متفق ہو گئے، لہذا ان دونوں میں تباین ہے (۱)۔

ایک عدد میں ہے دوسرا عدد آٹھ ہے، بیس سے آٹھ کم کیا تو بارہ رہے، پھر بارہ سے آٹھ کم کیا تو چار رہے، پھر آٹھ سے چار کم کیا تو چار رہے۔ اب عدد اکثر بھی چار رہ گیا، اور اقل بھی چار رہ گیا دونوں اس میں متفق ہو گئے تو ان دونوں میں توافق بالربیع ہوا، اس لئے کہ ربیع کا مخرج چار ہے، بیس کا وفاق پانچ ہوگا اور آٹھ کا وفاق دو ہوگا۔ پانچ چوک ۲۰ دو چوک ۸ یہاں تک نسبتوں کا بیان ہوا۔ اب تصحیح کا بیان شروع ہوتا ہے۔

(۱) "وإذا أردت معرفة التماثل والتوافق والتداخل والتباين بين العددين فتماثل العددين كون أحدهما مساوياً للآخر كثلاثة وثلاثة وتداخل العددين المختلفين بأحد أمرين على ما هما إما بان يعد أقلهما الأكثر أى يفيه، أو يكون أكثر العددين مقسماً على الأقل فسمه صحيحة بلا كسر كقسمة الستة على ثلاثة أو اثنتين وتوافق العددين أن لا يعد أى لا يمسى أقلهما الأكثر، لكن يعدهما عدد ثالث كالثمانية مع العشرين يعدهما أربعة، فيوافقان بالربيع وتباين العددين أن لا يعد العددين المختلفين عدد ثالث أصلاً كالتسعة مع العشرة

وإذا أردت معرفة التوافق والتباين بين العددين المختلفين أسقط الأقل من الأكثر من الحاسبين مراراً، فإن توافقا في واحد تبايناً، وإن توافقا في اثنين فالصنف، أو ثلاثة فالثلث. هكذا إلى العشرة" (الدر المختار: ۶/۸۰۷، ۸۰۸، كتاب الفرائض، باب المخارج، سعيد)

روكدافى المناوى العالمكبرية ۶/۳۶۶، كتاب الفرائض، الباب الثانى عشر فى معرفة التوافق والتماثل والتداخل، رشيديه

فصل فی التصحیح

ترکہ اس طرح تقسیم کرنا چاہئے جس سے کسی وارث کے سہام میں کسر نہ ہو، بلکہ پورے پورے ملیں۔
اگر شروع ہی سے سہام سب کے پورے ہوں تب تو آگے عمل کی ضرورت ہی نہیں (۱)۔

مسئلہ ۶

ام	اب	بنت	بنت
۱	۱	۲	۲

اگر کسر واقع ہو تو اس کے لئے چھ اصول ہیں جن میں سے دو میں تو رؤس اور سہام میں نسبت دیکھی جاتی ہے:

اصل اول

یہ کہ صرف ایک طائفہ کے سہام منکسر ہوں اور سہام ورؤس کے درمیان توافق ہو، اس وقت اس طائفہ کے عدد ورؤس کے وفق کو اصل مسئلہ میں ضرب دیدی جاتی ہے (۲)۔

(۱) "إن كانت سهام كل فريق مقسمة عليهم بلا كسر، فلا حاجة إلى الصرب، كبوين وبتن"

(السراجی، باب التصحیح، ص: ۲۲، سعید)

(وکذا فی الاختیار لتعلیل المختار: ۵۹۴/۶، مکتہ حقانیہ پشاور)

(وکذا فی الدر المختار: ۸۰۸/۶، ۸۱۰، کتاب الفرائض، باب المخارج، سعید)

(۲) "وإن انکسر علی طائفة واحدة، ولكن بین سهامهم ورء وسهم موافقة، فیصرب وفق عدد الرء وس -

مسئلہ ۶، تصد ۳۰

اب	ام	بنات ۱۰
$\frac{1}{5}$	$\frac{1}{5}$	$\frac{2}{20}$

طائفہ بنات کے سہام میں کسر آتی ہے اور عدد رؤس دس ہے اور عدد سہام چار، ان میں توافق بالنصف ہے، عدد رؤس کا وفق پانچ ہے تو پانچ کو اصل مسئلہ یعنی مخرج ۶ / میں ضرب دیں گے جس سے تیس بنیں گے اور چھ سے سہام ملے تھے، ہر ایک کے سہام کو بھی پانچ پانچ میں ضرب دیں گے۔
اور اگر وہ مسئلہ عائکہ ہو یعنی اس میں عول کی نوبت آتی ہو تو عدد رؤس کے وفق کو عول میں ضرب دیں گے۔ مثلاً:

مسئلہ ۱۲، ۱۵، تصد ۴۵

زوج	ام	اب	بنات ۶
$\frac{3}{9}$	$\frac{2}{6}$	$\frac{2}{6}$	$\frac{8}{24}$

یہاں بھی بنات پر سہام منکسر ہیں اور عدد رؤس ۶ / اور عدد سہام ۸ / میں توافق بالنصف ہے، عدد رؤس کا وفق تین ہے، اس کو عول یعنی پندرہ میں ضرب دیجائے گی جس سے پینتالیس ہو جائیں گے، پھر ہر ایک کے سہام کو تین تین میں ضرب دیں گے۔

اصل ثانی

یہ کہ ایک طائفہ پر سہام منکسر ہوں اور عدد رؤس و عدد سہام میں تباین ہو، اس وقت اس طائفہ کے کل

= من الكسرات عليهم السهام في أصل المسئلة، وعولها إن كانت عائلة كأبوين وعشر بنات أو روح

وأبوين وست بنات“۔ (السراجی فی المیراث، باب التصحیح، ص: ۲۲، سعید)

عد درؤس کو اصل مسند میں ضرب دیں گے (۱)۔ اگر وہ مسئلہ عائلہ ہے تو عول میں ضرب دیں گے۔ مثلاً:

مسئلہ ۶، قصہ ۱۸

زوج	جدہ	اُخوات لام
$\frac{۳}{۹}$	$\frac{۱}{۳}$	$\frac{۲}{۶}$

یہاں اُخوات لام پر سہام منکسر ہیں اور ہر دو عدد بتائیں ہے، لہذا عد درؤس یعنی تین کو اصل مسند میں ضرب دیں گے جس سے اٹھارہ ہو جائیں گے، اب براخت لام کو دو دو مل جائیں گے۔
عول کی مثال:

مسئلہ ۶، عہ ۷، قصہ ۳۵

زوج	اُخوات
$\frac{۳}{۱۵}$	$\frac{۴}{۲۰}$

اُخوات کے سہام منکسر ہیں، عد درؤس پانچ اور عد سہام چار میں بتائیں ہے، لہذا پانچ کو عول یعنی سات میں ضرب دیں گے، پھر ہر وارث کے سہام کو پانچ پانچ میں ضرب دیں گے جس سے اُخوات کے سہام بیس ہو کر کسر مرتفع ہو جائے گی اور براخت کو چار چار مل جائیں گے۔

تنبیہ:

بقیہ چار اصول میں ایک طائفہ کے عد درؤس کی نسبت دوسرے طائفہ کے عد درؤس سے دیکھی

(۱) "وَأَنْ لَا تَكُونَ بَيْنَ سَهَامِهِمْ وَرَاءَ وَسَهْمٍ مُوَافَقَةً، فَيَضْرِبُ كُلُّ عَدٍّ رَأْسَ مَنْ أَيْكَسَرَتْ عَلَيْهِمُ

السَّهَامُ فِي أَصْلِ الْمَسْئَلَةِ، وَعَوْلَهَا إِنْ كَانَتْ عَائِلَةً كَابِ وَأُمٍّ وَحَمْسٍ بَنَاتٍ، أَوْ رُوْحٍ وَحَمْسٍ أُخُوَاتٍ لَأَبٍ

وَأُمٍّ". (السراجی فی المیراث، باب التصحیح، ص: ۲۲، سعید)

جاتی ہے (۱)۔

اصل ثالث

یہ کہ ایک طائفہ سے زائد پر سہام منکسر ہوں اور ان کے رؤس کے درمیان تماثل ہوا، اس وقت کسی ایک عدد رؤس کو اصل مسدہ میں ضرب دیں گے (۲)۔ اگر وہ عائد ہو تو عول ہی میں ضرب دیں گے۔ مثلاً۔

مسئلہ ۶، تصـ ۱۸

اعمام ۳

جدات ۳

بنات ۳

$$\frac{1}{3}$$

$$\frac{1}{3}$$

$$\frac{2}{12}$$

تین بنات کو چار ملے، تین جدات کو ایک ملا، تین اعمام کو ایک۔ کسی فریق کے سہام بھی پورے تقسیم نہیں ہوتے، ہر ایک میں کسر ہے اور جملہ عدد رؤس میں تماثل ہے، لہذا ایک فریق کے رؤس ۳ کو اصل مسدہ ۶ میں ضرب دیا تو اٹھارہ ہو گئے، پھر ہر فریق کے عدد سہام کو تین میں ضرب دیدی جس سے ہر فریق کے افراد پر سہام پورے پورے تقسیم ہو جائیں گے۔

عول کی مثال:

مسئلہ ۶، عـ، تصـ ۲۱

اخوان الاعم ۳

جدات ۳

اخوان الاب ۳

$$\frac{2}{6}$$

$$\frac{1}{3}$$

$$\frac{2}{12}$$

(۱) "وأربعة بين الرءوس والرءوس" (السراجی فی المیراث، باب التصحیح، ص: ۲۲، سعید)
 (۲) "وأما الأربعة فأحدها أن يكون الكسر على طائفتين أو أكثر، ولكن بين أعداد رءوسهم مماثلة،
 فالحكم فيها أن ي ضرب أحد الأعداد في أصل المسئلة، مثل: ست بنات وثلاث جدات وثلاثة أعمام"
 (السراجی فی المیراث، باب التصحیح، ص: ۲۲، سعید)

اصل رابع

یہ کہ ان رؤس کے درمیان مداخل ہو اس وقت سب سے بڑے عدد رؤس کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے۔ اگر عائکہ ہو تو عول میں ضرب دیں گے (۱)۔ جیسے:

مسئلہ ۱۲، تصـ ۱۴۴

اعی ۱۲

$$\frac{۷}{۸۴}$$

جدات ۳

$$\frac{۲}{۲۴}$$

زوجات ۴

$$\frac{۳}{۳۶}$$

یہاں چار کو بھی بارہ سے مداخل کی نسبت ہے اور تین کو بھی، اور سب سے بڑا عدد رؤس بارہ ہے، لہذا اصل مسئلہ کو بارہ میں ضرب دیں گے، اب کل سہام ایک سو چوالیس ہو جائیں گے۔ پھر ہر ایک کے سہام کو بارہ میں ضرب دیں گے، جس سے ۳۶/ ہو جائیں گے اربع زوجات کے، اور چوبیس ہوں گے ثلاث جدات کیلئے، اور چوراسی ہوں گے اثنا عشر اعمام کیلئے۔ ہر طائفہ کے اعداد کو افراد پر تقسیم کر دیں گے۔ مثلاً:

$$\begin{array}{r} ۷ \\ ۱۲ \overline{) ۸۴} \\ ۸۴ \\ \hline ۰ \end{array} \quad \begin{array}{r} ۸ \\ ۳ \overline{) ۲۴} \\ ۲۴ \\ \hline ۰ \end{array} \quad \begin{array}{r} ۹ \\ ۴ \overline{) ۳۶} \\ ۳۶ \\ \hline ۰ \end{array}$$

عول کی مثال:

مسئلہ ۱۲، عـ ۱۳، تصـ ۱۵۶

جدات ۱۲

$$\frac{۲}{۲۴}$$

اخوت ۳

$$\frac{۸}{۹۶}$$

زوجہ ۶

$$\frac{۳}{۳۶}$$

(۱) "والثانی أن یکون بعض الأعداد متداخلاً فی البعض، فالحکم فیہا أن یصرب اکثر الأعداد فی أصل المسئلة مثل أربع زوجات وثلاث أحدات واثنا عشر عمًا" (السراحي، لمصدر السابق)

تقسیم کر دیں گے۔ جیسے:

مسئلہ ۲۴، تصد۔ ۴۳۲۰

زوجات ۴	بنات ۱۸	جدات ۱۸	اعمام ۶
۳	۱۶	۴	۱
$\begin{array}{r} ۱۸۰ \\ ۵۴۰ \\ ۳ \\ ۱۴ \\ ۱۲ \\ ۲۰ \\ \hline ۲۰ \\ \hline x \end{array}$	$\begin{array}{r} ۱۸۰ \\ ۱۸۸۰ \\ ۱۸ \\ ۱۰۸ \\ ۱۰۸ \\ \hline x \end{array}$	$\begin{array}{r} ۱۸۰ \\ ۷۲۰ \\ ۶۰ \\ ۱۲۰ \\ ۱۲۰ \\ \hline x \end{array}$	$\begin{array}{r} ۱۸۰ \\ ۱۸ \\ \hline x \end{array}$

ہر زوجہ کے ۱۳۵ ہوئے، ہر بنت کے ۱۶۰، ہر جدہ کے ۴۸، ہر عم کے ۳۰ ہوئے۔

اصل سادس

یہ کہ ایک خانہ کے عدد رؤس کو دوسرے خانہ کے عدد رؤس کے ساتھ تباہی کی نسبت ہو، اس وقت ایک عدد رؤس کو دوسرے میں ضرب دیں گے، پھر اس ضرب بقیہ میں، پھر حاصل ضرب کو چوتھے میں عسی ہد ہدیں، پھر مجموعہ حاصل ضرب کو اصل مسد میں۔ اگر حاصل ضرب تو غول میں ضرب دیں گے۔ پھر ہر فریق کے سہ مساوی مجموعہ حاصل ضرب میں جس کو اصل مسد میں ضرب دیں گے، پھر ہر فریق کے مجموعہ سہ مساوی کے افراد کے رؤس پر تقسیم کریں گے (۱)۔

(۱) "والرابع أن تكون الأعداد متباينة لا يوافق بعضها بعضاً، فالحكم فيها أن يصرب أحد الأعداد في جميع الثانی، ثم مائع في جميع الثالث، ثم مائع في جميع الرابع، ثم ما اجتماع في أصل المسئلة كامراتین وست حدات وعشر بنات و سعة أعماد" (السراجی، ص. ۲۴، باب النصیح، سعید)

(و کذا فی الدرالمختار: ۷۸۹/۶، کتاب الفرائض، باب المحارج، سعید)

(و کذا فی المساوی العالمکریہ ۶، ۴۶۵، ۴۶۶، کتاب الفرائض، الباب الحادی عشر فی حساب الفرائض، رشیدیہ)

سہام ۱۶/ کو ۲۱۰ میں ضرب دینے سے ۳۳۶۰ ہوئے، جن کو عدد درؤس بنات یعنی دس پر تقسیم کرنے سے ہر بنت کو ۳۳۶۰ ملے۔ سات اعمام کے ایک سہم کو ۲۱۰، میں ضرب دینے سے ۲۱۰ ہوئے جن کو عدد درؤس اعمام یعنی سات پر تقسیم کرنے سے ہر عم کو ۳۰/ سہام ملے (۱)۔

یہاں تک تصحیح کا بیان بفضلہ تعالیٰ پورا ہو گیا۔ اب مسائل رد کے بقیہ دو قسموں کا بیان شروع ہوتا ہے جن کا سمجھنا نسبت اور تصحیح کے سمجھنے پر موقوف ہے۔

رد کی قسم ثالث

قسم ثانی یہ کہ اصحاب الرد ایک جنس کے ہوں اور ساتھ ہی غیر اصحاب الرد، یعنی زوجین میں سے بھی کوئی ہو تو اس وقت اول غیر اصحاب الرد کا فرض اقل مخارج سے دیا جائے گا، پھر باقی کو عدد درؤس اصحاب الرد پر برابر تقسیم کر دیا جائے گا، جیسا کہ رد کی قسم اول میں شروع ہی سے تقسیم کر دیا گیا ہے۔ پھر اگر یہ پورا پورا بغیر کسر تقسیم ہو جائے تب تو اس میں کچھ کرنا ہی نہیں۔ مثلاً:

مسند ۴، ردیہ

زوج	بنت	بنت	بنت
۱	۱	۱	۱

یہاں دو قسم کے ورثہ ہیں: زوج غیر اصحاب الرد میں سے ہے اور بنات اصحاب الرد میں سے ہیں اور یہ اصحاب الرد ایک ہی جنس کے ہیں تو اولاً زوج کا فرض ربع اقل مخارج چار سے دیا، باقی رہے تین وہ تین بنات کو برابر تقسیم کر دیئے۔ اگر رد کی صورت نہ ہوتی تو مخارج بارہ قرار دے کر ربع ۳، کا مستحق زوج ہوتا اور ثلثان ۸ کی مستحق بنات ہوتیں، ایک باقی بچتا۔

(۱) "والتالث: ان كان مع الأول. أي الحس الواحد من لا يرث عليه وهو الزوجان، أعطى من لا يرث عليه فرضه من أقل مخارجه وقسم الباقي، فهي من أربعة: للزوج واحد، وبقی ثلاثة، وهي تستقیم علیهن، فلاحاجة إلى الصرب" (الدر المختار ۶ ۷۸۹، کتاب الفرائض، باب المخارج، سعید)

اگر اصحاب الرد کا فرض اقل مخارج سے دینے کے بعد باقی پورا، پورا تقسیم نہ ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں:
یا تو اس باقی کو عدد رؤس اصحاب الرد کے ساتھ توافق کی نسبت ہوگی یا تباین کی (۱)۔

تنبیہ:

یہاں نسبت داخل کو توافق میں ہی شمار کیا گیا ہے، اگر توافق کی نسبت ہو تو وفق رؤس کو مخارج فرض غیر،
صحاب الرد میں ضرب دیا جائے۔ جیسے

مسئلہ ردیہ ۴، تص ۸

زوج	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت
$\frac{1}{2}$	۱	۱	۱	$\frac{3}{4}$	۱	۱

یہاں دو قسم کے ورثہ ہیں، زوج غیر اصحاب الرد میں سے ہے اور بنات اصحاب الرد میں سے، اور یہ
اصحاب الرد ایک ہی جنس کے ہیں۔ تو اولاً زوج کا فرض یعنی ربع اقل مخارج یعنی چار سے دیا، باقی رہے تین وہ چھ
بنات پر پورا تقسیم نہیں ہوتا، اب نسبت دیکھی، باقی یعنی تین اور رؤس اصحاب الرد یعنی چھ میں وہ توافق بالثلث
ہے، رؤس کا وفق دو ہے، اس کو مخارج فرض غیر اصحاب الرد یعنی چار میں ضرب دی تو آٹھ ہو گئے، دو سہم زوج
کے ہوئے، ایک ایک ہر بنت کو ملے۔

اگر رد کے طریقہ پر عمل نہ کیا جاتا تو مخارج بارہ قرار دے کر تین زوج کو ملتے اور آٹھ بنات کو ملتے، ایک
باقی رہتا۔ اگر باقی کو عدد رؤس اصحاب الرد کے ساتھ تباین کی نسبت ہو تو کل عدد رؤس اصحاب الرد کو مخارج فرض
غیر، صحاب الرد میں ضرب دیا جائے (۲)۔

(۱) "وَن لِّمِيسْتَقْمِ، فَإِنْ وَافَقَ رُؤُوسُهُمْ أَيْ رُؤُوسَ مَنْ يَرْتَدُّ عَلَيْهِمْ كَزَوْجٍ وَمَتِّ بَنَاتٍ، فَاصْرَبْ وَفَقْهَا
وَهُوَ هَا، مَدْعُ ثَمَانِيَّةٍ، فَلِلزَّوْجِ ثَنَانٌ وَلِلْبَنَاتِ سِتَّةٌ." (الدر المختار، المصدر السابق)

(۲) "وَالْإِذَا وَافَقَ بِلَاسٍ، فَاصْرَبْ كُلَّ عَدَدِ رُؤُوسِهِمْ فِيهِ الْمَخْرُجُ الْمَذْكُورُ كَزَوْجٍ وَحَمْسَ بَنَاتٍ،
فَالْمَخْرُجُ هَا أَرْبَعَةٌ لِلزَّوْجِ وَوَاحِدٌ، بَقِيَ ثَلَاثَةٌ تَبَايَنَ الْحَمْسَةِ، فَاصْرَبِ الْأَرْبَعَةَ فِي حَمْسَةِ تَدْعٍ عَشْرِينَ،
كَانَ لِلزَّوْجِ وَوَاحِدٌ أَصْرَبَهُ فِي الْمَصْرُوبِ بَكْنَ حَمْسَةً، فَهِيَ لَهُ، وَالْبَاقِي ثَلَاثَةٌ أَصْرَبَهَا فِي الْمَصْرُوبِ تَدْعٍ =

مسئلہ ۴، تصد ۲۰

زوجه	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت
			۱۵		
$\frac{1}{5}$	۳	۳	۳	۳	۳

یہاں باقی یعنی تین کو عدد دروہ اس اصحاب الرد یعنی پانچ کے ساتھ بتایا ہے، لہذا چار کو پانچ میں ضرب دیا، جس سے بیس ہو گئے، اب پانچ زوج کو ملے اور تین تین ہر بنت کو۔ اگر رد نہ کرتے تو یہاں بھی گزشتہ دونوں مسئلوں کی طرح بارہ سے تقسیم کرتے، تین زوج کو ملے، آٹھ بنات کو، ایک باقی رہتا۔

رد کی قسم رابع

یہ ہے کہ اصحاب الرد ایک جنس سے زائد ہوں اور غیر اصحاب الرد میں سے بھی کوئی ہو تو اس وقت غیر اصحاب الرد کا فرض اقل مخارج سے دے کر جو باقی رہے، اس کو مسئلہ اصحاب الرد پر تقسیم کر دیا جائے، اگر وہ پورا پورا تقسیم ہو جائے تو اس میں کچھ اور نہیں کرنا (۱) اور اس کی فقط ایک صورت ہے، وہ یہ ہے:

مسئلہ ردیہ ۴، تصد ۴۸

زوجہ	جدہ	جدہ	جدہ	جدہ	جدہ	جدہ	جدہ	جدہ	جدہ	جدہ	جدہ
$\frac{1}{12}$	۳	۳	۳	۳	۳	۳	۳	۳	۳	۳	۳

یہاں زوجہ غیر اصحاب الرد میں سے ہے اور باقیہ ورثہ دو جنس کے جدات اور اخوات ام اصحاب الرد میں سے

= خمسة عشر، فلكل بست ثلاثة“۔ (الدر المختار، باب المخارج: ۷/۷۸۹، سعید)

(۱) ”والرابع لو كان مع الثاني من لا يرث عليه، فاقسم الباقي من مخارج فرض من لا يرث عليه على مسنة من يرد عليه إن استقام كروحة وأربع جدات وست أخوات لأم، فمخرج من لا يرث عليه أربعة. لروحة واحد، بقى ثلاثة تستقيم على سهم الجدات وسهمي الأخوات، لكنه مكسر على أحاد كل فريق كما سيحكي“۔ (الدر المختار، باب المخارج: ۷/۷۹۰، سعید)

ہیں زوجہ کا فرض اقل مخرج چار سے دینے کے بعد تین باقی رہے، ان تین کو مسئلہ اصحاب الرد پر تقسیم کر دیا تو پورا تقسیم ہو گیا، وہ اس طرح کہ اصحاب الرد و قسم کے ہیں، ایک سدر کے مستحق ہیں، یعنی جدات اور دوسرے ثلث کے یعنی اخوات لام، اور جس وقت رد کی صورت میں ثلث اور سدر جمع ہوں تو مخرج تین کو قرار دیا جاتا ہے، جیسا کہ ۳۶/۱ میں گذرا، لہذا اس باقی تین کو مسئلہ اصحاب الرد یعنی تین پر تقسیم کیا جو پورا تقسیم ہو گیا، یعنی ایک توجہات کو ملا اور دو اخوات لام کو ملے، تین پورے تقسیم ہو گئے۔

اب دیکھا تو ایک چار پر منکسر ہے اور دو چھ پر، لہذا تصحیح کی ضرورت پیش آئی، مگر یہ ضرورت رد کیلئے نہیں، بلکہ ہر طائفہ کے افراد کے سہام میں سدر کی وجہ سے جیسا کہ بغیر رد کے بھی اس کی نوبت آتی ہے تصحیح کے چھ اصول میں سے اصل خامس پر یہاں عمل کیا جائے گا، وہ اس طرح کہ ایک طائفہ سے زائد پر کسر ہے تو رؤس، رؤس کے درمیان نسبت دیکھی جائے گی اور وہ توافق بالانصف ہے، یعنی چھ اخوات لام اور چار جدات، عند جدات چار کو فوقی عدد اخوات لام یعنی تین میں ضرب دیں گے جس سے بارہ بنیں گے، پھر اس بارہ کو اصل مسئلہ چار میں ضرب دیں گے جس سے اڑتالیس ہو جائیں گے۔

پھر چار سے جو سہام ہر طائفہ کو ملے تھے ان کو بارہ میں ضرب دیں گے جس سے بارہ سہام زوجہ کے ہونگے اور بارہ ہی جدات کے کہ ہر جدہ کو تین تین مل جائیں گے اور چونکہ اخوات لام کے ہوں گے کہ ہر اخوت لام کو چار چار مل جائیں گے۔

تنبیہ:

اگر زوجہ دو ہوں تو اس صورت میں ہر زوجہ کو چھ سہام ملیں گے، اگر تین ہوں تو ہر ایک کو چار، اگر چار ہوں تو ہر ایک کو تین (۱)۔

اگر رد کی صورت پر عمل نہ کیا جاتا تو مثال مذکور میں کل بارہ سہام بنا کر تین زوجہ کو ملتے، دو جدات کو، چار اخوات

(۱) "والرابع لو كان مع الثاني من لا يرث عليه، فاقسم الباقي من مخرج فرض من لا يرث عليه على مسئلة من يرد عليه إن استقام كزوجة وأربع جدات وست أخوات لام، فمخرج من لا يرث عليه أربعة للزوجة واحد، بقى ثلاثة تستقيم على سهم الحدات وسهمي الأخوات، لكه منكسر على آحاد كل فريق كما سيجئ". (الدرالمختار، باب المخارج: ۶/۷۹۰، سعيد)

لام کو اور تین باقی رہتے۔ اگر غیر اصحاب الرد کو اقلیٰ مخرج سے فرض دینے کے بعد جو باقی رہے وہ مسئلہ اصحاب الرد پر پورا پورا تقسیم نہ ہو سکے تو مسئلہ اصحاب الرد کو مخرج غیر اصحاب الرد میں ضرب دیں گے (۱) جیسے۔ مثلاً:

مسئلہ ۸، ۵۔ ۳۰ = ۳ × ۳ × ۳ × ۳ = ۸۱															
لحم	لحم	لحم	لحم	لحم	لحم	لحم	لحم	لحم	لحم	لحم	لحم	لحم	لحم	لحم	لحم
۵															
۳۶	۸۳	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶
۱۸۰	۱۰۰۸	۱۸۰	۱۸۰	۱۸۰	۱۸۰	۱۸۰	۱۸۰	۱۸۰	۱۸۰	۱۸۰	۱۸۰	۱۸۰	۱۸۰	۱۸۰	۱۸۰
۱۶۰	۹	۱۶۰	۱۶۰	۱۶۰	۱۶۰	۱۶۰	۱۶۰	۱۶۰	۱۶۰	۱۶۰	۱۶۰	۱۶۰	۱۶۰	۱۶۰	۱۶۰
۳۰	۱۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
۳۰	۹	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸
۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸
۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸

برز وجہ کو ۳۵/سہام ملیں گے، ہر بنت کو ۱۱۲/سہام ملیں گے، ہر جدہ کو ۳۲/سہام ملیں گے۔

یہاں زوجات غیر اصحاب الرد ہیں، اور بنات اور جدات اصحاب الرد ہیں، اولاد زوجات کو اقلیٰ مخرج آٹھ سے فرض دیا یعنی ایک، باقی رہے سات جن کو بنات و جدات پر تقسیم کرنا ہے، ان کا مخرج پانچ ہے کیونکہ بنات ثمان کی مستحق ہیں اور جدات سدس کی، ایسی صورت میں پانچ کو مخرج قرار دیا جاتا ہے جیسا کہ ۳۸/میں بیان ہوا۔ سات پانچ پر

(۱) "وان لم يستقم، فاضرب جميع مسألة من يرد عليه في مخرج من لا يرد عليه، فالملغ الحاصل بهذا الضرب مخرج فروض الفريقين كأربع زوجات وتسع بنات وست جدات، فمخرج من لا يرد عليه ثمانية: للزوجات الثمن واحد، بقى سعة لاتستقيم على مسألة من يرد عليه وهي هاخمس، لأن الفرضين ثلثان وسدس، فاضرب الخمسة في الثمانية تلغ أربعين، فهي مخرج فروض الفريقين، ثم اضرب سهام من لا يرد عليه في مسألة من يرد عليه وقيما بقى من مخرج فرض من لا يرد عليه، يكن للبنات ثمانية وعشرون، وللجدات سبعة، فاستقام فرض كل فريق، لكه مكسر على آحاد كل فريق تصح من ألف وأربعمائة وأربعين، وتصح الأولى من ثمانية وأربعين" (الدر المختار: ۷/۷۹۱،

كتاب الفرائض، باب العول، سعيد)

(وكذا في السراجي، ص: ۲۱، ۲۲، سعيد)

پہرہ تقسیم نہیں ہوتا تو مسئلہ اصحاب الرد یعنی پانچ و مخرج میرہ اصحاب الرد یعنی آٹھ میں ضرب دیں گے جس سے چالیس بن جائیں گے۔

پہرہ سہام غیر الرد یعنی ایک و مسئلہ اصحاب الرد یعنی پانچ میں ضرب دیں گے جس سے زوجات کے سہام پانچ ہوں گے۔ اور سہام اصحاب الرد یعنی بنات کے چار اور جدات کے ایک کو غیر اصحاب الرد کے اقل مخرج سے فرض دینے کے بعد باقی ماندہ یعنی سات میں ضرب دیں گے جس سے بنات کے سہام آٹھ میں ہو جائیں گے اور جدات کے سہام سات ہو جائیں گے۔

یہاں تک را کا عمل پورا ہو گیا، اب تصحیح کی ضرورت ہوئی، کیونکہ کسی طائفہ کے سہام اس کے افراد پر منقسم نہیں، بلکہ ہر ایک میں کس ہے، لہذا تصحیح کے اصول میں سے اصل خامس پر عمل کیا جائے گا بعد زوجات چار و عدد جدات چھ کے ساتھ توافق با نصف ہے، پس چار و چھ کے نصف تین میں ضرب دیں گے جس سے بارہ بنیں گے جس کو عدد بنات نو کے ساتھ توافق با ثلث ہے، لہذا بارہ کو نو کے ثلث تین میں ضرب دیں گے جس سے چھتیس بنیں گے۔ پھر چھتیس کو تصحیح رد یعنی چالیس میں ضرب دیں گے جس سے کل سہام ایک ہزار چار سو چالیس ہو جائیں گے۔

اس کے بعد چالیس سے جس قدر سہام ہر طائفہ کو ملتا ہے، ان کو ۳۶ میں ضرب دے کر ہر طائفہ کے افراد پر تقسیم کر دیں گے، یعنی زوجات کو چالیس میں سے پانچ ملے جن کو چھتیس میں ضرب دیا جس سے ایک سو اسی ہوئے، جن کو چار زوجات پر تقسیم کر دیا، ہر زوجہ کے پینتالیس ہو گئے۔ اور بنات کو چالیس میں سے آٹھ ملے جن کو چھتیس میں ضرب دیا تو ایک ہزار آٹھ ہو گئے، جن کو بنات پر تقسیم کر دیا، ہر بنت کے ایک سو بارہ ہو گئے۔ اور جدات کو چالیس میں سے سات ملے جن کو چھتیس میں ضرب دیا تو دو سو باہن ہوئے جن کو چھ جدات پر تقسیم کر دیا، ہر جدہ کو پینتالیس ملے۔

باب المناسخۃ

اگر تقسیم ترکہ سے قبل کسی وارث کا انتقال ہو جائے اور ہر دومیت کا ترکہ یکدم تقسیم کیا جائے اس کو

جس قدر سہام ملے تھے، ان سب کو دو ضرب دی گئی اور میتِ ثانی کے مافی الید کے وفق تین میں اس کے ورثہ کے سہام کو ضرب دی گئی۔

المبلغ
الأحیاء

ہندہ	اسلم	سلمہ	احمد	ارشد	امجد	حمیدہ	سعیدہ
۱۸	۶۸	۳۴	۶	۶	۶	۳	۳

اگر میتِ ثانی کے مافی الید اور مخرج کے درمیان تباہی کی نسبت ہو تو میتِ ثانی کے کل مخرج کو میتِ اول کے کل مخرج میں اور میتِ اول کے ورثہ کے سہام میں ضرب دیں گے اور میتِ ثانی کے ورثہ کے سہام کو کل مافی الید میں ضرب دیں گے (۱) مثلاً:

مسئلہ ۲۳، تصـ ۱۲۰

زوجہ	ام	اب	ابن	ابن	ابن	ابن	ابن	ابن	بنت
نہیب	حفصہ	بکر	شاكر	صابر	ناصر	فاخر	عامر	طاہر	صغریٰ
$\frac{۳}{۱۵}$	۳	$\frac{۲}{۱۰}$	$\frac{۲}{۱۰}$	$\frac{۲}{۱۰}$	$\frac{۲}{۱۰}$	$\frac{۲}{۱۰}$	$\frac{۲}{۱۰}$	$\frac{۲}{۱۰}$	$\frac{۱}{۵}$

(۱) "وإن كان بينهما مایة، فاصرب كل التصحيح الثاني في كل التصحيح الأول، فالمبلغ محروح المسألین، فسهاه ورثة الميت الأول تضرب في المصروب، أعی فی التصحيح الثاني أو فی وفقه، وسهاه ورثة الميت الثاني تضرب فی کل مافی یدہ أو فی وفقه. وإن مات ثالث أو رابع أو خامس، فاحعل المبلغ مقام الأولى، والثالثة مقام الثانية فی العمل، ثم فی الرابعة والخامسة كذلك إلى غیر النهاية." (السراجی، ص: ۳۵، ۳۶، سعید)

(و کذا فی الدر المختار: ۸۰۲/۶، کتاب الفرائض، فصل فی المناسخة، سعید)

(و کذا فی الاحیاء لتعلیل المختار ۵۸۹ ۲، کتاب الفرائض، فصل فی المساحة، مکتبہ حقانیہ، پشاور)

مسئلہ ۲۰۔ تصدق و فدیہ		تداخل		خصم مع ۲	
زوج	ابن	ابن	ابن	ابن	ابن
بکر	رشید	سعید	وحید	حمید	مجید
$\frac{1}{5}$			$\frac{3}{15}$		
	۳	۳	۳	۳	۳

یہاں میت ثانی کا مافی الید چار ہے اور مخرج تقسیم پانچ ہے، دونوں میں تباین کی نسبت ہے، لہذا پانچ کی ضرب اوپر آئی یعنی میت اول کے ورثہ کے سہام میں اور میت اول کے مخرج تقسیم یعنی چوبیس میں اور چار کی ضرب نیچے آئی، یعنی میت ثانی کے ورثہ کے سہام میں (۱)۔

المسل ۱۲۰ الاحیاء

نسب	بکر	شکر	صابر	ناصر	فاخر	عامر	طالب	صفوی	رشید	سعید	وحید	حمید	مجید
۱۵	۲۵	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۵	۳	۳	۳	۳	۳

مسئلہ ۱۲۱۔ تصدق و فدیہ	
زوج	بنت
بکر	خالہ
۱	$\frac{3}{12}$
۲	

(۱) در حقیقت مفتی صاحب

رحمہ اللہ تعدی کی ذکر کردہ

مثال تداخل کی ہے اور

تباین کی مثال یہ ہے

مسئلہ ۱۲۲۔ تصدق و فدیہ	
بنت	بنت
خالہ	نسب
$\frac{1}{3}$	$\frac{1}{3}$
$\frac{2}{6}$	$\frac{1}{3}$

المسل ۱۲۱ الاحیاء	
خالہ	نسب
۳۳	۳۳
۲	۲
۳	۳

اب ایک ایسی مثال لکھی جاتی ہے جس میں توافق، تباین، تماثل نسبتیں آجائیں (۱)

مسئلہ ۴، بعد الرد، تص ۱۶، تص ۳۲، تص ۲۸

زوج	بنت	ام
$\frac{\text{زید}}{\frac{1}{3}}$	$\frac{\text{کبریہ}}{\frac{1}{3}}$	$\frac{\text{عظیمہ}}{\frac{1}{3}}$

(۱) ”ولو صار بعض الأبناء ميراثاً قبل القسمة كزوج وست وأه، فمات الزوج قبل القسمة عن امرأة وأبوين، ثم ماتت بنت عن ابنتين وبنت وحدة، ثم ماتت الحدة عن روح وأخوين، فالأصل فيه أن تصحح مسألة الميت الأول وتعطى سهام كل وارث من التصحيح، ثم تصحح مسألة الميت الثاني، وتنظر بين مافى يده من التصحيح الأول وبين التصحيح الثاني، فإن استقام بسب المماثلة مافى يده من التصحيح الأول على التصحيح الثاني، فلاحاجة إلى الضرب. وإن لم يستقيم، فانظر إن كان بينهما موافقة، فاضرب وفق التصحيح الثاني في التصحيح الأول وإن كان بينهما مباينة، فاضرب كل التصحيح الأول، فالمبلغ محرج المسألتين، فسهام ورثة الميت الأول تضرب في التصحيح الثاني أو في وفقه، وسهام ورثة الميت الثاني تضرب في كل مافى يده أو في وفقه“ (السراجی، ص ۳۵، ۳۶، سعید)

(وکذا فی الدر المختار: ۸۰۱/۶، کتاب الفرائض، فصل فی الماسخه، سعید)

(وکذا فی الاحتیار لتعلیل المختار ۵۸۹ ۲، کتاب الفرائض، فصل فی الماسحات، مکتبه حقایقہ
پشاور)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ ۴۷۰ ۶، کتاب الفرائض، الباب الخامس عشر فی الماسحة،
رشیدیہ)

(وکذا فی الشریقیہ، ص: ۹۰، ۹۳، باب المناسحة، سعید)

مسنہ ۴	تراش مستقیم	زیر ۴
زوجہ	اب	ام
طیمہ	عمرو	رحیمہ
$\frac{1}{2}$ $\frac{2}{8}$	$\frac{2}{2}$ $\frac{2}{16}$	$\frac{1}{2}$ $\frac{2}{8}$

تیسری مثال:

مسنہ ۶، مع ۲	بالٹ	کریمہ مع ۹، مع ۳
بنت	ابن	جدہ
رقیہ	خالد	عظیمہ
$\frac{1}{3}$ $\frac{3}{12}$	$\frac{2}{6}$ $\frac{2}{24}$	$\frac{1}{3}$

مسنہ ۲، تصد ۴	تاین	عظیمہ مع ۹
زوج	اخ	اخ
عبدالرحمن	عبدالرحیم	عبدالکریم
$\frac{1}{2}$ $\frac{2}{8}$	$\frac{1}{9}$	$\frac{1}{9}$

الأحياء المميلة ۱۲۸

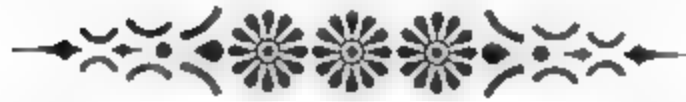
حليمه	عمرو	رحيمه	رقية	خالد	عبدالله	عبدالرحمن	عبدالرحيم	عبدالكريم
۸	۱۶	۸	۱۲	۲۳	۲۳	۱۸	۹	۹

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنوی مدظلہ العالی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

تمت بعون اللہ تعالیٰ وتوفيقه ليلة السبت

۲۳/جمادی الثانیہ/۱۴۲۴ھ



تاریخ تکمیل کمپوزنگ، سیٹنگ اینڈ ڈیزائننگ از عرفان انور مغل

۱۸/رجب/۱۴۲۷ھ، بمطابق: ۱۳/اگست/۲۰۰۶ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فتاویٰ محمودیہ سے متعلق چند ضروری باتیں

حمد لله، حمدہ و نصیۃ و السلام علی من لانی بعدہ، أما بعد!

فتاویٰ محمودیہ کا کام بحمدہ تعالیٰ مکمل ہوا، عام طریقہ کے مطابق مقدمہ میں تمام کام کی نوعیت پوری وضاحت سے بیان کی گئی ہے، لیکن چند ایسی چیزیں جو کہ بعد میں کام کے دوران سامنے آئیں۔ اور جن کا مقدمہ میں ذکر نہیں تھا بعد میں وضاحت کی ضرورت محسوس ہوئی۔ ذکر کی جاتی ہیں۔

۱ فتاویٰ محمودیہ میں کل ۹۸۸۵ سوالات ہیں اور ۲۶۹۲ ذیلی جزئیات ہیں، لہذا کل جزئیات کی تعداد ۱۲۵۷۷ ہے، اور ایک رسالہ "آسان فرائض" اس کے مدد دہ ہے۔

۲ فتاویٰ محمودیہ قدیم میں بعدوں کی تخلیق، تبویب، تحقیق اور اس کی کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ میں تقریباً تین سال کا عرصہ صرف ہوا ہے۔

۳ اس کے علاوہ حضرت شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب زید مجدہم کی دعائیں اور سرپرستی، حضرت مولانا ڈاکٹر صاحب دامت برکاتہم اعالیہ کا خصوصی اشراف اور حضرت مولانا عبید اللہ خاں صاحب زید مجدہم کی کامل جدوجہد، سعی بیغ، دشگیری اور مسلسل رابطہ اور حضرت مولانا محمد یوسف افغانی صاحب دامت برکاتہم اعالیہ کی خصوصی توجہ، کامل نگرانی اور پرخصوص مشاورت و برکات سے اللہ تعالیٰ نے فتاویٰ محمودیہ کا بہت بڑا کام بہت ہی مختصر عرصہ میں مکمل کرنے کی توفیق عطا فرما کر احسان فرمایا۔

۴ فتاویٰ محمودیہ کی بندہ نے دو مرتبہ بارہ استیعاب پروف ریڈنگ کی، دوسری مرتبہ دیکھنے کے بعد

اساتذہ کرام: حضرت مولانا ڈاکٹر منظور احمد مینگل صاحب دامت برکاتہم اور حضرت مولانا مفتی سمیع اللہ صاحب مدظلہ العالی کے سامنے برائے اشراف پیش کیا، ان حضرات سے فراغت کے بعد حضرت مولانا مفتی عبدالباری مدت فیوضہم نے بالاستیعاب نظر غائر سے دیکھا۔ ان حضرات نے ممکنہ کمیوں کی طرف مفید اشارے فرمائے، خصوصاً حضرت مفتی عبدالباری صاحب نے بعض مسائل کو اپنے موقع و محل کے مطابق اپنے ابواب میں رکھنے کی نشاندہی فرمائی۔

۵..... فتاویٰ محمودیہ پر کام کی نوعیت کے سلسلے میں کسی بھی چیز کی تعیین لجنہ المشرفین کے باہمی مشورہ سے طے کی گئی ہے۔

۶..... فتاویٰ محمودیہ کی تخریج چونکہ چودہ علمائے کرام نے کی ہے، اور ہر کتاب کے ایک ہی مطبع کے چودہ چودہ نسخے مہیا کرنا بظاہر مشکل تھا، اور بعض کتب کے چونکہ ہمارے ہاں مختلف مطابع کے متعدد نسخے ہیں، لہذا جس ساتھی کو اس کتاب کا جو نسخہ دستیاب ہوا، اس نے اسی نسخے کا التزام کر کے تخریج کی، اس وجہ سے تخریج میں بعض کتابوں کے مختلف مطابع کے حوالے بھی ہیں، مثلاً: ”مجمع الأنهر“ کے ہمارے ہاں مکتبہ غفاریہ کوئٹہ اور دار احیاء التراث العربی بیروت کے دو نسخے ہیں، لہذا ان دونوں مطابع کے حوالے مجمع الأنهر سے دیئے گئے ہیں، لیکن چونکہ حوالہ میں ”باب، فصل اور مطلب“ وغیرہ کا التزام کیا گیا ہے، اس لئے انشاء اللہ تعالیٰ استفادہ کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔

۷..... چونکہ ہماری کوشش تھی کہ ہر بات باحوالہ اور مستند ہو، اس لئے ہم نے اردو، ہندی اور انگریزی مشکل الفاظ کے معانی لکھتے وقت اردو، انگریزی لغات کے حوالے بھی دیئے ہیں۔

۸..... کسی فتاویٰ یا عام کتاب کی تبویب، ترتیب اور تخریج سے مطلوب اہل مطالعہ اور مستفیدین کی سہولت ہوتی ہے، اسی سہولت کی بنیاد پر ہم نے ایک جیسے مسائل کی تخریج کے لئے گزشتہ یا آئندہ مسائل کی طرف مراجعت کے لئے بہت کم نشاندہی کی ہے، بجائے مراجعت کے ہم نے تقریباً ہر صفحہ پر جواب کی مستقل تخریج کی ہے اگرچہ گزشتہ یا آئندہ مسئلہ میں اسی عبارت کی تخریج کی گئی ہو۔

۹..... اکثر مصنفین، مؤلفین کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی کتابوں کے آخر میں مصادر و مراجع مستقل ذکر

کرتے ہیں، چونکہ ہم نے حوالہ پیش کرتے وقت ہر کتاب کے لوازمات: باب، فصل، مطلب اور مطبع ہر جگہ ذکر کیا ہے، لہذا مصادر و مراجع مستقل ذکر کرنے کی بظاہر ضرورت نہیں۔

۱۰..... فتاویٰ محمودیہ میں حتی الوسع کوشش کی گئی ہے کہ کوئی سوال شامل کئے بغیر نہ رہے، اسی غرض سے اصل نسخہ کی مکرر مراجعت کی گئی ہے، بہر حال فتاویٰ محمودیہ کی کثرت جزئیات و سوالات اور بڑی ضخامت سے کیا بعید ہے کہ کوئی مسئلہ شامل کئے بغیر رہ گیا ہو، لہذا اگر اہل مطالعہ کی نظر سے کوئی سوال اس نوعیت کا گذرے تو گزارش ہے کہ ادارہ کو اطلاع دیں تاکہ اس مسئلہ کو آئندہ کے ایڈیشن میں شامل کیا جاسکے۔

۱۱..... خالص عربی و فارسی سوال و جواب کا ترجمہ التزام کے ساتھ حاشیہ میں رکھا گیا ہے، اور بعض اردو جوابات میں لمبی عربی عبارتوں کا ترجمہ حذف کر دیا گیا ہے، بعض جگہوں پر حسب ضرورت برقرار رکھا گیا ہے۔

۱۲..... سوال پر ”رقم المسلسل“ لگاتے وقت بعض دفعہ کوئی مسئلہ بغیر نمبر کے بھی رہ گیا ہے، ایسی جگہیں اگرچہ نہ ہونے کے برابر ہیں، لیکن پھر بھی ہم نے ”الف، ب“ سے اس کو نمبر دیا ہے۔

۱۳..... چونکہ فتاویٰ محمودیہ پر کام تجارتی بنیاد پر نہیں کیا گیا ہے، بلکہ کتاب کی خدمت کو بنیادی حیثیت دی گئی ہے، اس وجہ سے تبویب، ترتیب اور تخریج کے علاوہ کتاب کی تزئین کا بھی خاص خیال رکھا گیا ہے۔ مختلف رسم الخط اور مختلف فونٹ سائز متن اور حاشیہ میں رکھے گئے ہیں۔

۱۴..... بنیادی طور پر تخصص سال دوم ۱۴۲۴ھ کے ساتھیوں کو فتاویٰ محمودیہ کی تخریج بطور مقالہ حوالے کی گئی تھی، جن ساتھیوں کو یہ مقالہ دیا گیا تھا، ان حضرات کے نام اور مفوضہ ابواب یہ ہیں:

مولوی عبید اللہ شاہوانی صاحب، جمعہ، عیدین اور جنازے۔ مولوی نور الدین پانیزئی صاحب، بیوع، ایمان و نذور، صید و ذبائح اور اُضحیہ۔ مولوی عبدالحفیظ صاحب، مسائل طلاق۔ مولوی حضرت علی صاحب، وقف مدارس، اجارہ اور فرائض۔ مولوی حضرت حسن صاحب، کتاب الصلوٰۃ از ابتداء تا امامت۔ مولوی محمد یوسف وزیرستانی صاحب، خطر و اباحہ ابتدائی حصہ۔ مولوی صباح الدین غذری صاحب، خطر و اباحہ آخری حصہ۔ مولوی غلام اللہ گل صاحب، حج اور نکاح۔ مولوی عمران اشفاق صاحب، ایمان و عقائد اور فرق

باطلہ۔ مولوی سید فخر الدین صاحب، وقف از ابتداء تا مساجد و مقابر۔ مولوی اسد اللہ صاحب، سلوک، تاریخ، سیاست، تعبیر الرویا اور علم۔ مولوی عبد المجید صاحب، زکوٰۃ اور صوم۔ مولوی عبد اللہ ہزاروی صاحب، صلوٰۃ درمیانی حصہ۔ اور (مولوی) فضل مولیٰ (راقم الحروف)، تبلیغ، تقلید، الفاظ کفر اور بدعات۔

۱۵..... چونکہ فتاویٰ محمودیہ کی تخریج کے بعد اگلا مرحلہ کمپوزنگ کا تھا اور کمپوزنگ میں پروف ریڈنگ ایک اہم جزو ہے، اس لئے حضرات اساتذہ کے مشورہ سے بندہ کا تقرر اسی غرض سے کیا گیا، لیکن چونکہ تصحیح اور پروف ریڈنگ کا سلسلہ بہت طویل تھا، نیز اصل سے املا کرنے کی ضرورت تھی اور اس میں چند معاونین کی ضرورت تھی، اس لئے لجنۃ المشرعین نے ۱۴۲۵ھ میں تخصص سال دوم کے چھ ساتھیوں کا پہلے سال انتخاب کیا، اور ان حضرات کو فتاویٰ محمودیہ کی پروف ریڈنگ اور املا بطور مقالہ دی گئی، ان حضرات کے نام یہ ہیں:

- ۱۔ مولوی محمد حیات زرہ خیلوی صاحب، ۲۔ مولوی جلال الدین صاحب،
- ۳۔ مولوی ضیاء الرحمن صاحب، ۴۔ مولوی محبوب شیر خان صاحب فیجی، ۵۔ مولوی محمد واحد صاحب، ۶۔ مولوی محمد طاہر شاہ صاحب، راولپنڈی۔

دوسرے سال ۱۴۲۶ھ میں بھی چھ ساتھیوں کو پروف ریڈنگ اور املاء کا کام بطور مقالہ دیا گیا، ان کے نام یہ ہیں:

- ۱۔ مولوی احمد جان صاحب، ۲۔ مولوی محمد عمر صاحب، ۳۔ مولوی احمد خان صاحب، ۴۔ مولوی عبدالاحد سعید صاحب، ۵۔ مولوی عبدالغنی صاحب، ۶۔ مولوی زاہد صاحب۔

پروف ریڈنگ کے تیسرے سال ۱۴۲۷ھ میں کام ہلکا ہونے کی بناء پر چار ساتھیوں کو پروف ریڈنگ اور املاء کا کام بطور مقالہ دیا گیا، ان کے نام درج ذیل ہیں:

- ۱۔ مولوی حق نواز صاحب، ۲۔ مولوی محمد ہاشم صاحب، ۳۔ مولوی عبدالغنی صاحب، ۴۔ مولوی وزیر زادہ صاحب۔

فتاویٰ محمودیہ کے مسائل کی کثرت اور وقت کی تنگی کا تقاضا تھا کہ اصل اور بنیادی تخریج کرنے والے چودہ ساتھیوں سے مشکل ترین جزئیات یا غیر دستیاب کتابوں کی تخریج رہ جاتی، اس لئے معاون ساتھیوں کا کام دو طرح کا تھا: ایک یہ کہ اصل کے ساتھ پروف کی املا کرتے تھے، اور دوسرا کام یہ تھا کہ جہاں جہاں تخریج رہ گئی تھی اور مشرف اساتذہ اس کی نشاندہی کرتے تھے، وہاں پر مناسب تخریج کرتے تھے۔ یہ تمام حضرات قابلِ صد تحسین ہیں۔ جزاء اللہ تعالیٰ خیراً، و زادہم علماً و عرفاناً۔

۱۶..... فتاویٰ محمودیہ پر بطور اشرف کام کرنے والے حضرات اساتذہ کرام کو افتاء کے باب میں اور بطور تخریج کام کرنے والے ساتھیوں، اسی طرح پروف ریڈنگ و املاء کرنے والے ساتھیوں کو بحمد اللہ تعالیٰ علمی اور فقہی میدان میں بہت عظیم فائدہ ہوا، جس کا اندازہ اس بات سے ہو رہا ہے کہ وہ تمام حضرات اپنے اپنے مقام پر علمی و فقہی میدان میں ترقی کرتے جا رہے ہیں۔

۱۷..... اللہ تعالیٰ برکتوں سے نوازے بھائی محمد یوسف رانا صاحب (انچارج الفاروق کمپیوٹر ڈیپارٹمنٹ) کو کہ انہوں نے ہر مشکل گھڑی میں ہمارا ساتھ دیا، ہم ان کے اس احسانِ عظیم پر ان کے ممنون ہیں۔

۱۸..... فتاویٰ محمودیہ کی اول سے لے کر آخر تک پیسٹنگ کا کام جناب محمد اصغر طور صاحب نے بخوبی انجام دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔

۱۹..... فتاویٰ محمودیہ پر ٹائپنگ کا ابتدائی کام مولانا لطیف اللہ زکریا صاحب نے کیا اور اس کے بعد آخر تک کمپوزنگ، سیٹنگ اور ڈیزائننگ کا کام بڑی عمدگی کے ساتھ جناب عرفان انور مغل صاحب نے کیا، جو کہ قابلِ داد ہے۔ جزاء اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

فضل مولیٰ ابن القاضی المرحوم

رفیقہ تبعہ افتاء جامعہ فاروقیہ کراچی